اسرار الجلی فی شرح الاسرار المخفی

التشعی النقی فی ترجمہ

القولُ الجلیٰ

ملکیت .. محمد یوسف انوری ابن میاں امام الدین ...

زد ماجد مسجد ... پور

۵۸۷۱۹۲

مالک کتب :- محمد شفیق رضوی ابن امیر ابا صاحب ابن دستگیر صاحب ناگاری -

نزد جامع مسجد بیجاپور

۵۸۷۱۹۳

اسرار الجلی فی شرح اسرار الخفی

السعی النقی فی ترجمۃ

اَلقَولُ الجَلی

ملفوظ حضرت مسند الوقت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مؤلفہ

حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی ۱۳۲۷ھ (مخطوطہ)

تعداد اشاعت — چھ سو

سنہ اشاعت — ۱۹۹۰ء

قیمت

ناشر — مولوی حافظ تقی انور علوی

کاتب — محمد احمد لکھنوی

طابع — کامرشیل پرنٹرس کھدرا لکھنؤ

ملنے کا پتہ

کتب خانہ انواریہ تکیہ شریف کاکوری ضلع لکھنؤ

اِنتساب

حضرتِ اقدس مرشدنا نائبِ رسول قائم الزماں
شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی
کی روحِ پُر فتوح کے نام جن کے فیوض کی تابندہ کرنوں نے
معارف و اسرار کی تشریح و تفہیم اور ترجمہ کی دشوار گذار
راہوں کو روشن کیا

اور

اپنے والدِ ماجد و استادِ مکرم حضرت مولانا حافظ شاہ
محمد مجتبیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہٗ کی ذاتِ بصیرت کے
نام جن کے حکم اور رہنمائی نے مجھے یہ بارِ عظیم اٹھانے کا حوصلہ
دیا نہ صرف یہ بلکہ اس کے بیشتر مضامین سبقاً سبقاً ان سے
پڑھ کر معانی و مطالب میں استمداد کرتا رہا۔

فہرست

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ | عنوان

عنوان | صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان — صفحہ

عنوان — صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

عنوان | صفحہ

مقدمہ

از کلک گہربار عالم اجل فاضل اکمل ناموس علوم واسرار شیخ الفقہ والکلام قدوۃ الاماثل والاکابر یادگار علمائے سلف شمائین محقق العصر حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی [illegible]
امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی [illegible]
[illegible] **دام اللہ فیوضہ۔**

حضرت شاہ ولی اللہ اور کتاب القول الجلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ [illegible]

والصلاۃ [illegible]

حضرت شیخ احمد قطب الدین شاہ ولی اللہ فاروقی دہلوی قدس سرہ

ولادت: طلوع آفتاب کے وقت بدھ کے دن ۴ شوال ۱۱۱۴ھ
(۲۱ فروری ۱۷۰۳ء)

وفات: ظہر کے وقت، ہفتہ کے دن ۳۰ محرم ۱۱۷۶ھ (۳۱ اگست ۱۷۶۲ء)

آپ کی جلالت قدر اور علمی منزلت کے سب قائل ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں نے کتاب ابجد العلوم کے صفحہ ۹۱۳ میں لکھا ہے۔

ترجمہ: میں نے تفصیل کے ساتھ آپ کا بیان اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں لکھا ہے اور ہمارے معاصر مولوی محمد محسن بن یحییٰ البکری التیمی الترہتی مرحوم نے اپنی کتاب "الیانع الجنی" میں آپ کا ذکر نہایت بلاغت کے ساتھ نفیس پیرایہ سے کیا ہے۔ انھوں نے آپ کے ابتدائی اور انتہائی احوال شرح و بسط سے بیان کئے ہیں۔ اگر کسی کو تفصیل کے ساتھ آپ کے احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو وہ آپ کی تالیف کی طرف مراجعت کرے الخ

آپ کے احوال اور علم و فضل کا بیان تفصیل کے ساتھ یا اختصار کے ساتھ علماء کرام نے بکثرت کیا ہے البتہ آپ کی تالیفات کے ساتھ بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ صحیح طور پر کہا نہیں جا سکتا کہ ان کی تعداد کیا ہے، مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی نے اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان" میں [illegible] کتابوں کے نام لکھے ہیں، مولانا ڈاکٹر مظہر بقا نے "اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ" میں [illegible] کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ اور شاہ ولی اللہ کے شاگرد مولانا سید محمد نعمان مؤلف "اعلام الہدیٰ یعنی تذکرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی" اپنے مکتوب میں جو شاہ ابو سعید حسنی کے نام لکھا ہے، تحریر فرماتے ہیں۔

صاحب من بظاہر صحبت ایشان رو بہ استتار کشیدہ تصنیفات آں حضرت قریب بہ نود بل زیادہ در علوم دین از تفسیر و اصول و فقہ و کلام و حدیث مثل حجۃ اللہ البالغہ و اسرار فقہ و منصور و ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء و ترجمہ قرآں کہ ہر واحد قریب بہ ہشتاد و نود جز کلاں بہ حجم خواہد بود و دیگر رسائل در حقائق و معارف مثل الطاف القدس و ہمعات و

فیوض الحرمین و انفاس العارفین وغیرہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت می دہند، می باید کہ عزیمت بر ایں آرند کہ ہمہ را نویسانیدہ رائج نمایند۔

یہ مکتوب حیدرآباد سندھ کے مجلہ الرحیم کی جلد ۲ شمارہ ۳ ماہ اگست ۱۹۶۵ء میں چھپا ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔

جناب من۔ حضرت کی ظاہری صورت آنکھوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ آپ کی تصنیفات نوّے کے قریب بلکہ اس سے زیادہ علوم دینیہ میں ہیں، تفسیر، اصول، فقہ، کلام، حدیث میں جیسے حجۃ اللہ البالغہ، اسرار فقہ، منصور، ازالۃ الخفاء اور ترجمۂ قرآن کہ ان میں سے ہر ایک اسّی نوّے جز میں بڑے حجم کا ہے اور دوسرے رسائل حقائق و معارف میں ہیں، جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین، انفاس العارفین اور دوسری کتابیں جو حضرت والا کی صحبت اور برکت خدمت کا پتہ دیتی ہیں، چاہیے کہ آپ اس کا عزم کرلیں کہ سب کو لکھوا کر رائج کریں۔

مولانا برکاتی نے شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات کا عنوان دیکر درد انگیز مضمون لکھا ہے ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا اور بارہ کتابوں کے متعلق (۱۹ میں سے) لکھا ہے۔ خاکسار کے علم میں ان کتابوں کا کوئی مخطوطہ نہیں ہے اور لکھا ہے شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کرکے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریات کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی۔ آپ نے عدا البلاغ المبین، تحفۃ الموحدین، اشارہ مستمرہ، قول سدید کے نام لکھے ہیں اور دو نام قرۃ العینین فی

ابطال شہادۃ الحسین مع الجنۃ العالیۃ فی مناقب المعاویۃ لکھے ہیں کہ ان
دو کو ارباب تشیع نے ایک دوسرے پہلو سے آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور لکھا ہے
کہ کئی رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کرنے کے علاوہ یک
ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا بجا ترمیم و اضافہ
اور تحریف بھی کر دی گئی۔ اور دس بارہ سطر کے بعد لکھا ہے : یہی معاملہ شاہ صاحب
کے اخلاف کرام کی تالیف کے ساتھ کیا گیا۔

افسوس صد افسوس کہ اب تقسیم ہند کے بعد سے اس فعل شنیع میں بہت
اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ صاحبان اصلاح کے نام پر اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کر رہے
ہیں، یہ طریقہ یہود کا تھا جس کی مذمت کی جگہ اپنے کلام پاک میں اللہ تعالیٰ
نے کی ہے فرمایا ہے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ
تَعْلَمُونَ۔ اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر۔

مولانا برکاتی نے "البلاغ المبین" وغیرہ کا ذکر کر کے لکھا ہے۔

مندرجہ رسائل میں اہل سنت والجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات
اور وہ متشددانہ افکار پیش کیے گئے ہیں جن کو یہ حضرات "تمسک بالکتاب
والسنۃ" کا نام دیتے ہیں اور جو کتاب "توحید" کی بازگشت ہیں۔ اس طرح
شاہ صاحب سے رصناف کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے بدظن اور دور کرنے
کی کوشش کی گئی۔

واضح رہے "کتاب التوحید" محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ہے،
اردو میں اس کا خلاصہ اور بیان تقویۃ الایمان کے نام سے چھپا اور نجد کے
ارباب اقتدار اور ابن باز وغیرہ کو خوش کرنے کے لیے تقویۃ الایمان کا
خلاصہ اب عربی میں کتاب التوحید کے نام سے ہوا ہے۔ اس طرح کُل و شیٔ

یرجع الیٰ اصلہ کا ظہور ہوا یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

مولانا سید محمد فاروق مترجم کتاب انفاس العارفین نے تقدیم
کے صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔

اس امر کی طرف سید ظہیر الدین احمد نے اشارہ کیا ہے کہ صرف جعلی کتابیں
ہی نہیں بلکہ الحاقات بھی ہوئے ہیں، مثال کے طور پر شاہ صاحب کی
تفہیمات کی یہ عبارت پیش کی جا سکتی ہے جو اُن کی ساری تعلیمات میں
ہمارے محققین کو سب سے پہلے نظر آتی ہے حالاں کہ شاہ صاحب کے
دوسرے نظریات سے وہ کوئی مناسبت نہیں رکھتی (اور تحریف کرنے والوں
کی یہ عبارت لکھی ہے)

(نعوذ باللہ) کُلّ مَن ذَهَبَ اِلیٰ بَلْدَۃِ اجمیر او الیٰ قبر سالار مسعود
اَوْ مَا ضَاهَاهَا لِاَجلِ حاجۃ یطلبها فانه اثم اثمًا اکبر
مِنَ الْقَتْلِ وَالزِّنَاءِ اَلَیْسَ مِثْلُهُ اِلَّا مِثل من کان یعبد المصنوعات
او مثل من کان یدعوا اللات والعزیٰ (تفہیمات الٰہیہ مطبوعہ
حیدرآباد سندھ تفہیم ۲۲ صفحہ ۴۹ ج ۲

یعنی ہر وہ شخص جو کسی حاجت کے لیے شہر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر کو
(بہرائچ) جائے یا ان سے مشابہ کسی دوسری جگہ جائے اس نے گناہ کیا جو
قتل کرنے اور زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ کیا وہ اس شخص کی طرح نہیں ہے
جو بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کرتا ہے یا جو کہ لات و عزیٰ کو پکارتا ہے
عاجز کہتا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عبارت میں اس باطل کا ملانے
والا شریعت مطہرہ کے اصول و قواعد سے بے بہرہ ہے۔ اس کو یہ معلوم نہیں
کہ کسی فعل کے ثواب کو یا گناہ کو فرض قطعی کے ثواب سے یا حرام قطعی

کے گناہ سے زیادہ اور بڑا قرار دینا اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کا کام ہے کوئی دوسرا اس کا بیان نہیں کر سکتا۔ اس شخص کو یہ بھی معلوم
کہ قتل کرنے اور زنا کرنے کے گناہ کا منکر کافر ہے اور اجمیر شریف اور
شریف کسی حاجت کی طلب کے لیے جانے والا اگر کہتا ہے کہ اس پر جز
گناہ نہیں ہے تو وہ کافر نہیں ہے۔

علامہ سید سمہودی رحمہ اللہ نے کتاب "وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ"
صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری جلد کے صفحہ ۴۱۰ میں لکھا ہے مروان
نے ایک شخص کو قبر نبوی علی صاحبہ الصلاۃ والتحیۃ پر اپنے رخسار
کو رکھے دیکھا، مروان نے اس کی گردن پکڑ کر کہا۔ یہ کیا کر رہے ہو، اس
شخص نے کہا، میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے حضور میں آیا ہوں، میں نے آپ سے سنا ہے، دین پر اس
گریہ نہ کرو جب دین کی زمام دینداروں کے ہاتھ میں ہو بلکہ اس وقت
گریہ کرو جب دین کی زمام غیر دینداروں کے ہاتھ میں آجائے۔" اس
مبارک حدیث کے سنانے والے اور قبر مطہر پر اپنا رخسار رکھنے والے صحابی
جلیل القدر حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے جن کے گھر میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا۔ رضی اللہ عنہ [1]

---

[1] یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے مسند میں لکھی ہے۔
حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عبد الملك بن عمرو حدثنا
كثير بن زيد عن داود بن أبي صالح قال أقبل مروان يوما فوجد
رجلا واضعا وجهه على القبر فقال أتدري ما تصنع فأقبل عليه
فإذا هو أبو أيوب فقال نعم جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم
(باقی حاشیہ [illegible])

مولانا سید محمد فاروق نے تقدیم کے صفحہ بارہ میں کیا خوب لکھا ہے۔
جزاہ اللہ خیرا۔

ہماری ملی تاریخ میں کسی چیز پر امت کا مسلسل کاربند ہونا بجائے خود ایک
شرعی دلیل اور حجت ہے آخر کیا وجہ ہے کہ اگر چودھری غلام احمد پرویز اس
تعامل کا انکار کریں تو وہ مجرم گردن زدنی ٹھہریں لیکن ہم میں سے بعض محققین
توحید کے نام پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں تو وہ اسلامی خدمت
قرار پائے، شاہ ولی اللہ نے فیوض الحرمین، القول الجمیل، الدر الثمین
اور انفاس العارفین میں بزرگان دین کے واقعات، کرامات، اشغال
اوراد، تصرفات، چلوں، روحانی امداد اور اس قبیل کی جو سینکڑوں حکایتیں
مثالیں اور اپنے معمولات ذکر کیے ہیں، وہ اسی تاریخی تسلسل کی ایک کڑی
ہیں، پھر جگہ جگہ شاہ صاحب نے "کاتب الحروف می گوید" کے الفاظ کے
ساتھ انھیں اپنی طرف سے سندِ تحسین بھی دی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں ڈاکٹر ظہور الدین احمد کا وہ جملہ نقل کر دوں جو انھوں نے انفاس
العارفین پڑھ کر لکھا ہے۔

"جو لوگ اولیاء اللہ کی روحانی قوتوں کے منکر ہیں اُن کے لیے اس
تذکرے (انفاس العارفین) کے بیانات ایسے شواہد پیش کرتے ہیں جن سے
انکار شاہ ولی اللہ جیسے برگزیدہ عالم اور مومن کی گواہی سے انکار کے
مترادف ہے:

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ولم آت الحجر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله ولكن ابكوا عليه إذا وليه
غير أهله۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۲۲) تقی انور

یہ عاجز کہتا ہے۔ مولانا سید محمد فاروق نے لکھا ہے۔ توحید کے نام سے پوری ہزار سالہ تاریخ پر پانی پھیر دیں؟ کاش مولانا فاروق چاردہ صد سالہ تاریخ لکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منبر نبوی علیٰ صاحبہ الصلاۃ والسلام پر قیام فرمانے کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہیں کھڑے ہوئے بلکہ ایک درجہ نیچے کھڑے ہوئے انھوں نے مسنون مقام چھوڑا۔ اور بیت المقدس کی فتح کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب احبار یہودی عالم سے جو کہ آپ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تھے فرمایا: هَلْ لَكَ أَنْ تَسِيرَ مَعِيَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَنَزُوْرَ قَبْرَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم کیا تمھاری خواہش ہے کہ میرے ساتھ مدینہ چلو اور نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرو۔ چنانچہ کعب احبار فلسطین سے سفر کرکے آپ کی قبر مطہر کی زیارت کے واسطے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کا نام تک نہ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور وہ ملک شام سے دیوانہ وار آپ کی زیارت کے واسطے روضہ مطہرہ پر آئے اور اب مدعیان سُنّت کے نزدیک آپ کی زیارت کے واسطے جانے والا مشرک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ آثارِ نبویہ سے مواظبت کے ساتھ برکت حاصل کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں جن جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا تھا یا نماز پڑھی تھی وہ بھی ان مبارک مقامات میں قیام کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم کا بھی یہی معمول رہا۔ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۴۶۹ میں حضرت سالم کے عمل کو بیان کرکے حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے کہ آپ وہاں کسی جگہ نماز پڑھ لیں اور وہ اسی جگہ کو

اپنا مصلی بنا لیں۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور حضرت عتبان نے اس مبارک جگہ کو اپنا مُصَلّیٰ بنایا۔ یہ واقعہ بیان کرکے ابن حجر نے لکھا ہے هُوَ حُجَّةٌ فِی التَّبَرُّكِ بِآثَارِ الصَّالِحِیْنَ۔ یعنی یہ واقعہ اللہ کے نیک بندوں کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے حجت ہے۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود　　سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بُود

افسوس صد افسوس اب اس شخص کو مشرک کہا جاتا ہے جو آثار صالحین سے برکت حاصل کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے صاحبزادوں کی تالیفات میں تحریف کا سلسلہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے رائج ہے اور اب تیس چالیس سال سے اصحاب توحید منظم طریقہ سے اصلاح کے نام پر اس مذموم فعل کا ارتکاب کر رہے ہیں عاجز کے پاس حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمۂ قرآن مجید طبع کردہ حکیم غلام نجف مطبع سلطانی میں ۱۲۶۳ھ کا موجود ہے۔ یہ مبارک نسخہ حضرت سیدی ابو اللہ قدس سرہ کے استعمال میں رہا کرتا تھا اتفاق سے عاجز نے تاج کمپنی لاہور کا ۱۳۹۳ھ کا چھپا ہوا نسخہ لیا اتفاقی طور پر اس میں دو تحریفات کا پتہ چلا ہے اور یہ دونوں تحریفات فوائد میں کی گئی ہیں عاجز ان کو لکھتا ہے

۱۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰ کے ترجمہ کے آخر میں ف لکھ کر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا اور خلق نے اس میں راہ پائی اور منافق اس وقت اندھے ہو گئے۔ تحریف کرنے والے نے۔ اللہ نے نبی سے دین اسلام روشن کیا: کو۔ اللہ کے نبی نے دین اسلام کو روشن کیا: کر دیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ نے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۵ میں فرمایا ہے۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ

مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی: یہ نور اور روشنی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مبارک ذات ہے اسی مبارک نور اور روشنی میں ہم کو کتب پڑھنی اور سمجھنی ہے۔

۲۔ سورۂ طارق کی آیت ۸ کے ترجمہ میں یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے: "اللہ دنیا میں پھیر لاوے گا مرنے کے بعد" محرف نے لفظ "دنیا میں" نکال دیا ہے اور لکھا ہے۔ "اللہ پھیر لاوے گا مرنے کے بعد۔"

عاجز سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ تبدیلی آواگون کے ثابت نہ ہونے کے لیے کی گئی ہے۔ افسوس ہے اس مصلح نے "پھیر لاوے گا" پر غور نہ کیا۔ جہاں سے لے جاتا ہوتا ہے لانا بھی وہاں ہی ہوتا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اس شخص کو چاہیے کہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۹ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ کو حذف کر دے کیوں کہ اس میں حضرت عزیر کا پورے ایک سو سال بعد اسی مقام پر پھر زندہ ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت شاہ رفیع الدینؒ کے نواسے مولانا ظہیر الدین سید احمد نے سو سال پہلے لکھا ہے۔

"آج کل بعض لوگوں نے بعض تصانیف کو اس خاندان کی طرف منسوب کر دیا ہے اور درحقیقت وہ تصانیف اس میں سے کسی کی نہیں اور بعض لوگوں نے جو ان تصانیف میں اپنے عقیدے کے خلاف بات پائی تو اس پر حاشیہ جڑا اور موقع پایا تو عبارت کو تغیر و تبدل کر دیا الخ"

مجلہ الرحیم کے مدیر نے ماہ فروری ۱۹۶۶ء کے پرچہ میں لکھا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی خاص باتیں جو انھوں نے مقبول عام باتوں

کے ضمن میں لکھی ہیں اگر آج بھی ان کو الگ کر کے پیش کیا جائے تو اکثر راسخ العقیدہ بزرگ ان سے بھڑک اٹھتے ہیں اور گو وہ شاہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے چپ رہتے ہیں لیکن ان پر کڑھتے ہیں مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم و مغفور نے مولانا مسعود عالم مرحوم کو ایک خط میں لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ کا مطالعہ بڑی احتیاط سے کرنا چاہیے کیوں کہ کہیں کہیں وہ کفر کی حدود تک پہنچ جاتے ہیں؟" (رسالہ الرحیم صفحہ ۴۳ فروری ۱۹۶۶ء)

مولانا سید سلیمان کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے "انفاس العارفین" اور "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" کا مطالعہ کیا ہے کیوں کہ ان دونوں کتابوں میں "اصحاب توحید" اور علم ظاہر کے اکثر علماء کرام کی سمجھ سے بالاتر باتیں ہیں۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے حضرات صوفیہ اعلام قدس اللہ اسرارہم العلیہ کی اصطلاحات اور ان کے انداز بیان میں بہت کچھ لکھا ہو حضرت شاہ ولی اللہ کا پایہ اگر علم ظاہر میں بلند سے بلند تر تھا علم باطن میں بھی اولیاء برگزیدہ میں سے ایک فرد اکمل تھے آپ جس وقت علم باطن کے ہم

لہ سید صاحبؒ ایک جگہ اور لکھتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تعبیرات ایسی ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان بال برابر کا فرق رہ جاتا ہے (الرحیم جنوری ۱۹۶۶ء) سید صاحب پر افکار و نظریات اس عہد کے ہیں جب وہ علوم ظاہری کے بہت بڑے عالم و فلسفی تھے اور علم حجاب اکبر کے حجاب میں تھے۔ مولانا تھانویؒ کے آخر عہد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت سے مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم۔ تا غلام شمس تبریزی نہ شد کا شاہد یقین حاصل ہوا اور ان کی غلامی اور مریدی میں داخل ہو کر قال را بگذار مرد حال شو۔ پیش مردے کاملے پامال شو۔ دنیا پائے مالی اور قید مریدی پر خوش و نازاں ہو کر کہتے ہیں جب آزادی تو پر سود ہو تھی۔ قید میں آرام ہی آرام ہے حضرت ... شطحات حقائق و معارف ... [illegible]

رموز بیان فرماتے ہیں کہ محوؔ اور صحالؔ کی سرشاری ظاہر و باہر ہوتی ہے۔ مولانا برکاتی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۹۰ میں حضرت شاہ عبد العزیز کا ارشاد نقل کیا ہے "بعد مراقبہ ہر چہ بکشف می رسید می نگاشتند" یعنی آپ پہلے مراقبہ کرتے تھے جو کچھ آپ کے پاک سینہ پر اس وقت منقش ہوتا تھا آپ اس کو قلم بند کرتے تھے سرشارانِ جام الست کی یہی کیفیت ہے۔ حضرت امام ربانی مجددؒ الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ کے بیان کردہ اسرار و معارف پر بعض ظاہر بینوں نے اعتراض کیا تو آپ نے اپنے پیر بھائی خواجہ حسام الدین احمد کو لکھا۔

ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرار ایں طائفہ علیہ نوشتہ است بے مزج سکر، حاشا و کلا کہ آں حرام و منکرات دگزاف و سخن بافی است، سخن بافاں کہ بد محو خالص متصف اند بیا داند چرا ایں قسم سخناں نہ بافتند و دلہائے مردم را از جا نبر دند سہ

زیاد حافظ ایں ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست

ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

(دفتر سوم مکتوب ۱۲۱)

یعنی اس طائفہ عالیہ کے علوم و اسرار کے بیان کرنے میں فقیر نے جو یہ تمام دفاتر لکھے ہیں کیا یہ سب سکر و سرشاری کی آمیزش کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ایسا کرنا منکر اور حرام اور سخن سازی ہے۔ وہ سخن ساز جو اس سکر و سرشاری سے خالی ہیں کیوں اس قسم کی باتیں نہیں بنا سکے اور کیوں نہیں لوگوں کے دلوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکے۔

حافظ کی یہ ساری فریاد آخر بیکار اور لغو نہیں ہے۔ قصہ بھی انوکھا ہے اور بات بھی نرالی ہے جو افراد ان علوم و اسرار سے بے بہرہ ہیں وہ اس

چاشنی سے نا آشنا ہیں وہ یقیناً حضرت شاہ ولی اللہؒ کی عبارتوں میں تحریفات کریں گے اور ان پر کفر و زندقہ کا فتویٰ جڑیں گے جیسا کہ حضرت مجددؒ پر جڑ چکے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے مولانا مسعود عالم کو جو نصیحت کی ہے یہ اُس وقت کی نہیں ہے جب کہ وہ خود اس شاہ راہ پر آ گئے تھے اور فنا فی الشیخ کی وادی میں گھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

پاکر تجھے اپنے کو میں کیا بھول گیا ہوں — ہر سود و زیاں دوسرا بھول گیا ہوں

(از سید سلیمان ندویؒ)

جس دن سے مرے دل میں تری یاد بسی ہے — ہر ایک کو میں تیرے سوا بھول گیا ہوں

منظور تری چشم رضا جب سے ہوئی ہے — امید جزا خوف سزا بھول گیا ہوں

آتا ہے خدا بھی ترے صدقہ میں مجھے یادؔ — گویا کہ بظاہر میں خدا بھول گیا ہوں

سجدہ طرف کعبہ ہو دل تیری طرف ہے — اب قبلہ بھی اے قبلہ نما بھول گیا ہوں

(سلیمان نمبر معارف اعظم گڈھ ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۳۳)

لہ و نیاز عقیدتی ؒ علامہ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اس غزل میں اپنے پیر و مرشد کو مخاطب کر کے اپنا حال عرض کیا ہے حضرت سید صاحب اپنے عہد کے علما میں جو اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سید صاحب کے اس وجدان اور مرشد سے عشق (پیر پرستی) پر علوم دین میں علماء اصحاب توحید شرک جلی کا فتویٰ صادر کریں گے یا شرک خفی کا اہل سنت علمائے کرام میں اس وقت دو ہی بڑے گروہ برسر اقتدار اور عام مسلمان کے ذہن و کردار پر اثر انداز بلکہ چھائے ہوئے ہیں افسوس کہ باہم برسر پیکار بھی ہیں ان میں کا ہر فرد اپنے علم کے زعم و نمائش میں اپنی پارسائی کی حکایات بیان کرنے پر نازاں اور اپنے کو رضوان جنت سمجھے بیٹھا ہے جو عوام میں جنت کا داروغہ ٹھیکیدار۔ ایک گروہ میں تکفیر و تفسیق دے چلے سے مسلمانوں پر کفر و فسق کے تودوں کی بھرمار وافر دانی ہے تو دوسرے گروہ میں مشرک، بدعتی، قبر پرست وغیرہ وغیرہ القاب کی بے باکانہ تقسیم کی انتہا فراوانی ہے۔ العیاذ باللہ۔

خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح — در عمارت گری گنبد دستار خود اند (تقی خوش)

یہی مولانا سید سلیمان تھے جو بنی آزادی کے دوران میں سرہند شریف آستانۂ عالیہ مجددیہ پر اپنے دوستوں کے ساتھ گئے اور حضرت کے مزار پر انوار پر فاتحہ نہیں پڑھی اور مسجد شریف کی دیوار پر بیٹھ گئے اور حضرت مجدد قدس سرہ آپ پر ظاہر ہوئے الخ اور یہی مولانا سید سلیمان حضرت شاہ ولی اللہ کو مولانا اسمٰعیل کا حقیقی علم سمجھتے تھے، فَسُبْحَانَ الَّذِیْ یُغَیِّرُ وَلَا یَتَغَیَّرُ وَسُبْحَانَ مَنْ لَا یَقْبَلُ الْزَوَالَ۔

یہ عاجز ملفوظ ھذا میں شاہ ولی اللہ کا بیان لکھ رہا ہے کہ شاہ ولی اللہ کی عمر اپنے حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت تقریباً سترہ سال کی تھی آپ نے ایک دن اپنے فرزند شاہ عبدالعزیز سے فرمایا: ما بر مزار شریف متوجہ بر روحانیت ایشان می نشستیم پس راہ حقیقت بر ما کشادہ شدہ میں اپنے والد ماجد کے مزار شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر اکثر اوقات بیٹھا کرتا تھا، پھر حقیقت کی راہ مجھ پر کھلی۔

حضرت والد ماجد کی روحانیت سے آپ پر راہ حقیقت کھلی اور ۱۱۴۳ھ کو اپنے ماموں اور خسر کے صاحبزادے جو آپ سے چار سال چھ بیس دن بڑے تھے اور آپ کے ہمدم و مونس اور آپ کے خلیفۂ با اختصاص اور آپ کی ایقات کے نگراں جناب شیخ محمد عاشق پھلتی جن کی ولادت دس رمضان ۱۱۱۰ھ میں ہوئی اور محمد غازی آپ کا تاریخی نام ہے اور دیگر رفقاء کے ساتھ حج اور زیارت روضۂ مقدسہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا

چو احرام سر کوئے تو بستم	فراغت یافتم از حج و عمرہ
جب آپ کی گلی کا احرام میں نے باندھا	میں حج و عمرہ سے فارغ ہو گیا
ز تشویش وجود خویش رستم	بجو دیدم روئے زیبائے تو جاناں

اپنے وجود کی تشویش سے میں نے چھٹکارا پایا	اے جاناں جب آپ کا زیبا چہرہ میں نے دیکھ لیا
کہ مخمور صبوحی الستم	بیا ساقی بدہ جام شرابے
کیونکہ میں تو الست بربکم کی صبوحی کا مخمور ہوں	آؤ ساقی مجھ کو اس شراب کا جام دو

اور پھر آپ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا

تُحِیْطُ بِنَفْسِیْ مِنْ جَمِیْعِ الْجَوَانِبِ	اِذَا مَا تَلَقَّتْنِیْ اَزْمَۃٌ مُدْلَہِمَّۃٌ

جب اس اندھیری مصیبت نے جس نے تمام جانبوں سے میرے نفس کو گھیر رکھا تھا مجھے بے چین کیا

اَلُوْذُ بِہٖ مِنْ خَوْفِ سُوْءِ الْعَوَاقِبِ	تَطَلَّبْتُ ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ اَوْ مُسَاعِدٍ

میں نے تلاش کیا، کیا کوئی معین مددگار ہے کہ انجاموں کی برائی کے خوف سے اس کی میں پناہ پکڑوں

رَسُوْلَ الْاِلٰہِ الْخَلْقِ جَمِّ الْمَنَاقِبِ	فَلَسْتُ اَرٰی اِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا

تو میں نے نہ دیکھا بجز حضرت محمد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخلوق کے معبود کے رسول اور کثیر تعریفوں والے ہیں

وَمُنْتَجَعُ الْغُفْرَانِ مِنْ کُلِّ تَائِبٍ	وَمُعْتَصَمُ الْمَکْرُوْبِ فِیْ کُلِّ غَمْرَۃٍ

اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کو بچانے والے اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے مغفرت کی چراگاہ ہیں۔

وَصَمْصَامُ تَدْمِیْرٍ عَلٰی کُلِّ نَاکِبٍ	وَذٰلِکَ نُوْرُ اللّٰہِ فِیْنَا لِمُھْتَدٍ

اور ہدایت کے طلبگار کے لیے وہ ہم میں اللہ کے نور اور ہر منہ موڑنے والے کے لیے اللہ کی تلوار ہیں

سات مہینے آپ کا قیام مدینہ منورہ میں رہا۔ اس عرصہ میں آپ نے علمائے کرام سے حدیث شریف کی تکمیل کی اور اپنے استاد گرامی ابو طاہر جمال الدین محمد بن برھان الدین ابراہیم المدنی الکردی الکورانی الشافعی کی فرمائش پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ کی تالیف "ردِ روافض" عربی میں منتقل کی اور اس کا نام "اَلْمُقَدِّمَۃُ السَّنِیَّۃُ فِی الْاِنْتِصَارِ لِلْفِرْقَۃِ السُّنِّیَّۃِ" رکھا اس رسالہ میں آپ نے جو مدح و ستائش حضرت مجدد کی کی ہو شایان

مطالعہ ہے۔ اور آپ نے جہاں بھی کچھ فوائد کا اضافہ کیا ہے یا کسی مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے: "قال العبد الضعیف عفی اللہ عنہ" لکھ کر کیا ہے۔ ترجمہ کرنے میں آپ نے کسی قسم کا ناجائز تصرف نہیں کیا ہے۔ اس مبارک رسالہ کا نسخہ جب عاجز کو دستیاب ہوا، برخوردار سراسر نیک اطوار، ڈاکٹر ابوالفضل محمد فاروقی رحمہ اللہ ورضی عنہ نے جمعہ ۱۰ ماہ مبارک میلاد ۱۳۰۷ھ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۳ء کو حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی ۶ سے اس کو شائع کیا، جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران میں روضۂ مبارکہ و مقدسہ سے اور بقیع غرقد میں قبۂ اہل بیت اطہار سے آپ نے خوب فوائد حاصل کئے۔ حضرات ائمۂ اہل بیت سے آپ کو نیا طریقہ ملا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر فیوض الحرمین میں کیا ہے۔

چھ یا سات شعبان کو آپ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے شیخ محمد عاشق نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے خاص اونٹ پر مجھ کو جگہ دی۔

واضح رہے کہ حجاز مقدس میں اونٹ کے دونوں طرف تقریباً چار چار فٹ لمبے کھٹولے ہوا کرتے تھے۔ اور ہر کھٹولہ میں ایک شخص ہوا کرتا تھا۔ ان کھٹولوں کو شغدف کہا کرتے تھے۔

اور لکھا ہے گیارہ شعبان ۱۱۴۴ھ کی رات کو منزل رابغ میں حضرت نے فرمایا: "اگر کوئی میرے بیان کیے ہوئے معارف اور حقائق کو اس طرح لکھے کہ لوگ سمجھ سکیں وہ فوائد و اسرار کا مشاہدہ کرے گا"

آپ نے لکھا ہے یہ سن کر میں نے اسی وقت کچھ لکھا اور پھر باقاعدہ پندرہ شعبان کو مکۂ مکرمہ میں اس کام کو شروع کیا اور اس کا نام "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" رکھا۔

اسی نوے سال پہلے تک اس کتاب کے چند نسخوں کا پتہ چلتا ہے مولانا رحمان علی مؤلف کتاب "تذکرۂ علمائے ہند" اور سید صدیق حسن خاں کے پاس یہ کتاب تھی۔ لیکن اب اس کتاب کا کامل نسخہ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے علاوہ غالباً دوسری جگہ نہیں ہے۔ خدا بخش لائبریری میں ناقص نسخہ ہے۔ اس کتاب کی تین قسمیں یعنی تین فصلیں ہیں پہلی قسم باقی دونوں قسموں سے بڑی ہے اور یہی حصہ خدا بخش لائبریری میں نہیں ہے۔ تکیہ کاظمیہ قلندریہ کاکوری کے سجادہ نشین محترم گرامی جناب مولانا مولوی محمد مصطفےٰ حیدر قلندر ہیں ان کے برادر خورد محترم گرامی جناب مولانا مولوی حافظ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر ہیں، تکیہ ان صاحبان کے دم سے آباد ہے تین سال ہوتے ہیں کہ عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ جناب برادر خورد کے بڑے صاحبزادے مولانا مولوی حافظ تقی انور علوی حفظہ اللہ و وفقہ لما یحبہ و یرضاہ نے کتاب القول الجلی کا بامحاورہ بہت عمدہ ترجمہ اردو میں "سَعْيُ التَّقِيِّ فِي تَرْجَمَةِ الْقَوْلِ الْجَلِيِّ" کے نام سے کیا ہے۔ عاجز نے چند جگہ سے ترجمہ کو اصل سے ملا کر دیکھا اور بہت دل خوش ہوا۔ جناب مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے مترجم سلمہ نے اس کے مفہوم کو صحیح پیرائے میں بیان کیا ہے نیز جا بجا بہترین صوفیانہ شرح حواشی میں کی ہے اس کتاب سے حضرت شاہ ولی اللہ کے صحیح حالات منظر عام پر آجائیں گے۔ آپ اگر علم ظاہر میں یگانۂ دہر تھے تو علم باطن

میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صاحبِ طریق تو تھے، آپ کا
کشف بے مثال تھا اور آپ کے انکشافات کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ عاجز
نے جناب مولانا محمد مجتبیٰ حیدر سے شاہ ولی اللہ رحؒ کے چودہ ملفوظات
لیے ہیں جو القول الجلی میں تحریر ہیں تاکہ حضرت اقدس سرہ کے صحیح
حالات کا سب کو علم ہو اور حقیقت امر واضح ہو کہ آپ اہل سنت و
جماعت کے معتقد تھے، وہابیہ اور اصحاب توحیدؒ کے عقائد سے
آپ کا کوئی تعلق نہیں تھا، اب ناظرین کرام حضرت کے ملفوظات اور
انکشافات ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ ولی اللہ رحؒ کو گروہ اسمٰعیلیہ وہابیہ،
غیر مقلد اور اہل حدیث نے تحریفات وتزویرات کر کے اپنے رنگ میں
عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔

القول الجلی فی ذکر آثار الولی کے چند کشوف اور ملفوظ

۱۔ روزےؔ عرس حضرت بزرگ بود قدس سرہ، حضرت ایشان بر مزار
پر اسرار نشستہ بودند کہ ناگاہ حق سبحانہ بحضرت ایشان الہام فرمود کہ
ایں تقریر را بمردم برسانید۔ وھو ھذا۔

ایں فقیر نسبت شتیٰ دارد، بیک بسان ولی اللہ بن عبدالرحیم است
وبہ دیگرے انسان است، وبہ دیگر حیوان وبہ دیگر نامی وبہ دیگر جسم وبہ
دیگر جوہر، وبہ بیانِ آخر ہست است وبہ اعتبار آں لسان ہم حجر ہم شجر
ہم فرس ہم فیل وہم بعیر وہم غنم، تعلیم اسماء مر آدم را من بودم، و آنچہ نوح

۱ؔ اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپؒ اپنے والد ماجد حضرت بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب
کا عرس کرنے کے پابند تھے حضرت شاہ عبدالعزیز حضرت اقدسؒ کا عرس کیا کرتے
تھے بلکہ کتاب ہٰذا میں آپؒ کے سوم اور اس میں فاتحہ خوانی کا ذکر بالتفصیل ہے

طوفان شد وسبب نصرت او شد من بودم، و آنچہ برابراہیم گلزار گشت من بودم
توریت موسیٰ من بودم، احیاء عیسیٰ میت را من بودم، قرآن مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم من بودم، والحمد للہ رب العالمین۔

پس بر حضرت ایشان ایں کلام گراں آمد کہ عادت شریف اخفاءِ
امثال ایں امور بود اما معلوم فرمودند کہ عدم اظہار ایں معنی موجب نوعے از
چیزے خواہد بود، مضطر شدہ آں را بیان فرمودند ودراں حال آثار شدت و
کلفت در روئے مبارک حضرت ایشان مشاہدہ می افتاد، چنانچہ در بعض
اوقات در حال وحی بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدتے طاری می شد
بِسِرٍّ مِنْ اَسْرَارِ اللّٰهِ تَعَالٰی، ہم چنیں کمل ورثہ بعضے احیان از آں معنی
خالی نمی باشند۔ (اصل صفحہ ۳۶) ترجمہ اردو صفحہ ۳۹

یعنی ایک مرتبہ حضرت بزرگ کے عرس شریف کے موقع پر آپ مزار
شریف کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کو الہام ہوا کہ لوگوں تک یہ بات پہنچا
دو کہ یہ فقیر چند نسبتیں رکھتا ہے، ایک نسبت سے ولی اللہ فرزند عبدالرحیم
ہے اور ایک سے انسان ہے اور ایک سے حیوان اور ایک سے نامی اور
ایک سے جسم اور ایک سے جوہر، اور ایک اعتبار سے وہ موجود ہے اور اس
اعتبار سے پتھر بھی ہوں، درخت بھی ہوں، گھوڑا بھی، ہاتھی بھی، اونٹ
بھی بھیڑ بھی، "آدم کو اسماء کی تعلیم" میں تھا، نوح کا طوفان جو اٹھا اور
ان کی کامیابی کا سبب ہوا، وہ میں تھا، ابراہیم پر جو گلزار ہوا وہ میں
تھا، موسیٰ کی توراۃ میں تھا، عیسیٰ کا مردے کو زندہ کرنا میں تھا، مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن میں تھا، سب تعریف اللہ رب العالمین کے لیے
ہے۔

ایسے امور کے متعلق آپ کی عادت چھپانے کی تھی، لیکن آپ کو محسوس ہوا کہ ان چیزوں کا ظاہر کرنا کسی خاص بات کا سبب بن جائے گا لہذا مجبور ہو کر آپ نے بیان فرمایا، جیسا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کے وقت شدت طاری ہوتی تھی، اور یہ اسکے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ آپ کی اُمّت کے اصحاب کمال بھی اس حالت سے خالی نہیں ہیں جب وقت آپ نے اس الہام کا بیان فرمایا اس وقت شدّت اور کلفت کے آثار آپ کے مبارک چہرہ پر نظر آرہے تھے۔

تشریح۔ یہ عاجز کہتا ہے، ارباب طریقت کے لیے اس مبارک کشف میں کوئی غرابت نہیں ہے۔ اصحاب قلوب جب مراقبہ کرتے ہیں اور صفات تکوینیہ کی تجلیات سے سرشار ہوتے ہیں ان پر وحدت وجود کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے دفتر اول کے مکتوب ۲۹۱ میں لکھا ہے۔

ایسی توحید والے ارباب قلوب اگر اسی مقام سے عالم کو مراجعت کریں گے تو عالم کے ہر ذرہ میں اپنے محبوب کو دیکھیں گے۔"

یعنی مراقبہ میں لطائف کو عروج حاصل ہوتا ہے۔ مراقبۂ صفات ہو یا ذات، عروج کے وقت سالک اس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے، اور جب لطائف کا نزول ہو چکتا ہے تو اس پر صحو طاری ہو جاتا ہے البتہ خمار اور سرور کی کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور اگر سالک کے لطیفہ کو عروج ہوا اور وہ اس حالت میں مراجعت کرے تو دنیا کے ہر ذرہ میں اس کو وہی کیفیت نظر آئے گی جو مراقبہ میں پیش آئی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مُجوریہ سے وابستہ تھے ۱۱۴۳ھ میں کامل سات مہینے مدینہ منورہ میں قیام کیا علم ظاہر میں وہاں کے گرامی قدر علماء سے استفادہ کیا اور علم باطن میں، روضہ مبارکہ و مقدسہ کی خاک رُبی کی اور حضرات اہل بیت اطہار کے مزارات مقدسہ کی زیارت کی اور وہاں مراقبات کرنے سے درجاتِ کمال پر فائز ہوئے۔ آپ نے اَلدُّرُّ الثَّمِیْن میں حضرات حسنینؓ کی عنایتوں کا ذکر فرمایا ہے اور لکھا ہے فَمِنْ یَوْمِئِذٍ انْشَرَحَ صَدْرِیْ لِلتَّصْنِیْفِ فِی الْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّةِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اس دن سے میرا سینہ کھل گیا علوم شریعت کے تصنیف کرنے میں اور آپ نے فیوض الحرمین میں لکھا ہے۔ جب میں نے اہل بیت اطہار کے قبور کی زیارت کی مجھ پر ایک خاص طریقہ کا اظہار ہوا جو اللہ تعالیٰ کے اولیا کا طریقہ ہے۔

اہل تمکین اور اصحاب صحو آگاہی ایسے امور کا اظہار نہیں کرتے ہیں اور آپ کو حکم ملا کہ اس کا اظہار کریں۔ ہو سکتا ہے اس میں یہ حکمت ہو کہ خلائق کو معلوم ہو جائے کہ اصحاب قلوب پر ایسے واقعات ظاہر ہوا کرتے ہیں لہذا اپنی نادانی کی بنا پر اس کا رد و انکار نہ کیا جائے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مبارک ارشاد کو جناب سعدی شیرازی نے دو شعر میں بیان کیا ہے۔ فرمایا ہے ؎

مرا پیر دانائے روشن شہاب	دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آں کہ بر غیر بدبیں مباش	دوم آں کہ بر خویش خود بیں مباش

۴ حضرت ایشان فرمودند کہ دوازدہم ربیع الاول بہ حسب دستور قدیم قرآن خواندم و چیزے نیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسمت کردم و زیارت موئے شریف نمودم، در اثنائے تلاوت ملاءِ اعلیٰ حاضر شدند و روح پرفتوح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجانب ایں فقیر و دوست داران ایں فقیر بغایت التفات فرمود و دراں ساعت کہ ملاء اعلیٰ و جماعتِ مسلمین کہ با فقیر بود بہ نازو نیائش صعود می کنند و برکات و نفحات از آں حال نزول می فرماید۔

(ص۴۰) ترجمہ ص۴۹

یعنی۔ حضرت نے فرمایا۔ قدیم طریقہ کے موافق بارہ ربیع الاول کو میں نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نیاز تقسیم کی اور آپ کے مبارک بال کی زیارت کرائی۔ تلاوت کلام پاک کے دوران میں ملاء اعلیٰ کا ورود ہوا (فرشتے نازل ہوئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح نے اس فقیر اور اس سے محبت کرنے والوں کی طرف بہت التفات فرمائی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی ٹولی) اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت نیازمندی اور عاجزی کی بنا پر بلند (عروج کر رہی ہو رہی ہو (اوپر اٹھ رہی ہے) اور اس کیفیت کی برکتیں اور اس کی تفصیل نازل ہو رہی ہیں۔

تشریح۔ اس ملفوظ سے صاف طور پر ثابت ہے کہ خاص بارہ ربیع الاول کو شاہ ولی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ اور نذر و نیاز دلوایا کرتے تھے اور یہ آپ کا پرانا طریقہ تھا اور نیک بخت حاضرین کو موئے مبارک از جسم مکرم و مقدس کی زیارت کراتے تھے اور شیرینی تقسیم کرتے تھے۔ تاریخ کی تعیین کی وجہ سے (پناہ بخدا) کراہت تو درکنار، آپ کو برکات اور انوار نظر آتے تھے آپ حاضرین محفل کے درجات بلند ہوتے ہوئے دیکھتے تھے[۱]۔ فذہ بہ میلی

---

[۱] حضرت اقدس کو جو فیوض و برکات اور محفل میلاد مبارک میں ملائکہ کے نزول کے مشاہدات ہوئے وہ بالتفصیل آپ نے اپنی تالیف فیوض الحرمین (مطبوعہ) میں تحریر فرمائے ہیں۔

ادعوا الی اللہ علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔

آپ نے رسالہ الدر الثمین کے صفحہ، حدیث ۲۲ میں اپنے حضرت والد مولانا شاہ عبدالرحیم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں ایام مولود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا کھانا پکوایا کرتا تھا۔ ایک سال کچھ پاس نہ تھا، کچھ بھنے چنے تھے، ان کو میں نے تقسیم کیا۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ شاد اور بشاش ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندگی کے ساتھ میلاد مبارک کے دن خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۵۰ حضرت ایشاں فرمودند کہ در ایام عاشورا از جانب ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین مکرر اشارات معلوم شد کہ چیزے برائے فاتحہ ایشان باید کرد، بنا براں روزے چیزے از حلوہ حاضر کردہ شد و قرآن ختم نمودہ فاتحہ خواندہ شد پس سرور و ابتہاج در ارواح طیبۂ ایشاں مشاہدہ افتاد و نیز ارشاد فرمودند کہ چوں در ارواحِ طیبۂ اہل بیت رضی اللہ عنہم بہ امعان نظر تامل واقع شد بہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امتیازے و یکتے و عظمتے مشاہدہ افتاد کہ مثل ذلک در دیگراں معلوم نہ شد و خیال واضح گشت کہ نسبتے کہ مخصوص اہل بیت است گویا از تلاحق افکار دراں حضرت تام و کامل گشتہ و بعد از اں اتباع ہماں نسبت و تلون باقی ماند و پس در اولیاء اللہ سطوتے و انجیتے کہ در غوث اعظم معلوم می گردد در دیگرے یافتہ نمی شود۔ (ص۸۰-۸۱) ترجمہ ص۱۰۵

یعنی۔ حضرت نے فرمایا۔ عاشوراء کے ایام میں حضرات ائمہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی طرف سے مکرر اشارہ ہوا کہ ان حضرات کی فاتحہ کرائی جائے

چنانچہ ایک دن شیرینی منگوائی گئی اور قرآن مجید کا ختم کر کے فاتحہ دلائی گئی اور حضرات
ائمہ اطہار کی ارواح طیبہ میں خوشی اور مسرت کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر حضرت
نے ارشاد کیا جب حضرات ائمہ اہل بیت اطہار کی ارواح طیبہ میں گہری
نظر ڈالی گئی تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مبارک روح میں ایک
خاص قسم کا امتیاز، تمکنت اور عظمت نظر آئی جو اوروں میں دیکھی نہ گئی اور کھلے
طور پر یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو مخصوص نسبت اہل بیت میں ہے وہ انکار کے
ل جانے کی وجہ سے اتمام اور اکمال کی شکل اختیار کر گئی ہے اور آپ کے بعد
یہ مبارک نسبت اسی کیفیت پر رہی اور پھر اس نسبت مبارکہ کی جو شوکت و
عظمت حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی میں نظر آتی ہے وہ کسی دوسرے
میں نظر نہیں آتی۔

تشریح: اس مبارک ملفوظ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ
اہل بیت اطہار قدس اللہ اسرارہم کے ایما اور خوشنودی کی وجہ سے حضرت
شاہ ولی اللہ نے ایام عاشورا میں ان حضرات کی فاتحہ دلوائی۔

شاہ ولی اللہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسبت مبارکہ کے
متعلق بہت خوب کہا ہے۔ حضرات مشائخ کبار نے ایک اور وجہ تحریر فرمائی
ہے کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام فروہ دختر حضرت
قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم تھیں۔ حضرت قاسم مدینہ منورہ
کے فقہائے سبعہ میں سے ایک امام تھے۔ حضرت جعفرؒ کو ان سے علمی اور روحانی

---

[1] آپ کے صاحبزادہ و جانشین سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدثؒ تاحیات
مجالس محرم کرنے کے پابند رہے جس میں صحیح و مستند روایات بیان فرماتے تھے اور کثیر
مجمع ہوتا تھا فرمایا کرتے ہیں کہ ایک ہزار تک لوگ جمع ہو جاتے ہیں (فتاویٰ عزیزی مطبوعہ)

فوائد حاصل ہوئے۔ علامہ بدرالدین نے حضرات القدس میں آپ کا قول
لکھا ہے۔ وَلَدَنِی اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ۔ ابو بکرؓ سے دو مرتبہ پیدا ہوا
ہوں ایک جسمانی پیدائش ہے کہ وہ میرے نانا ہیں اور ایک روحانی
پیدائش ہے کہ میں ان کے سلسلہ سے مستفید ہوا ہوں۔

[2] حضرت ایشان فرمودند کہ در عالم مثال در یکے از فرزندان خود جاہے
و ثروتے تمام و عظمتے و نورانیتے عظیم مشاہدہ نمودم امید آن است کہ ایں
معنی ظہور نماید و در بعضے از فرزندان علمے وسیع معلوم می شود و از بعضے
دیگر بقائے نسل ادراک نمودہ می آید۔ (ص ۲۰) ترجمہ ص ۱۰۹

(یعنی حضرت نے فرمایا میں نے عالم مثال میں اپنے فرزندوں میں
سے ایک میں عزت، دولت، بڑائی اور عظیم نورانیت دیکھی۔ امید ہے اس کا
ظہور ہوگا اور بعض فرزندوں کا علم وسیع معلوم ہوا اور دوسرے بعض سے
نسل کا باقی رہنا معلوم ہوا۔

تشریح۔ آپ کے فرزند شاہ عبدالعزیز کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت،
علمیت، نورانیت کی دولت سے نوازا۔ شاہ ولی اللہ نے کتابیں لکھیں
اور شاہ عبدالعزیز نے چار اطراف میں ان کے علم کو پھیلایا۔ آپ سارے ہندوستان
کے مسلم استاد ہوئے، شاہ عالم بادشاہ نے جاگیر عنایت کی دو موضع آپ کے
اور آپ کے تین بھائیوں کے اور ایک بلا شرکت غیرے آپ کا۔ بادشاہ آپ کے

---

[1] تین موضع جاگیر میں تھے جو شاہ عالم بادشاہ اور دولت راؤ سندھیا نے نذر کیے ہوئے تھے
حسن پور، دوہرا دابادوپگنہ سکندرآباد تو چاروں بھائیوں میں مشترک تھے اور ایک موضع محل جندورہ بجنگلات بلا شرکت غیرے آپ (شاہ عبدالعزیزؒ) کا تھا۔ آپ کی وفات کے وقت قریب ایک لاکھ روپیہ
نقد اور دیگر بیش قیمت سامان آپ کی ملکیت تھا، چند ہزار روپیہ اپنے نواسوں شاہ محمد اسحٰق، شاہ محمد
یعقوب کو برائے سفر حج وغیرہ دیے اور چند ہزار روپے اپنی تجہیز و تکفین اور دیگر بعد مراسم تعزیت
(فاتحہ وغیرہ) کے لیے ورثا کو دیے۔ (ملخص از مقالات طریقت مطبوعہ صفحہ ۴۰)

حلقۂ وعظ میں آیا کرتے تھے۔ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر آپ کے دست و بازو تھے۔ جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے آپ سکون سے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے۔

۵ے وقتے ظاہر شد کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیت آنجناب متوجہ حال فقیر و جمیع اطراف فقیر است و نیز روشن شد کہ نور انی در عالم اجسام بہر دو قسم ظہوری نماید۔ ظہور تشریعی و ظہور تکوینی۔ ظہور تشریعی بر ضبط قواعد کلیہ شرعیہ است و ظہور تکوینی مبنی بر اقامت مصلحت کلیہ بغیر مراعات قواعد کلیہ۔ علمے کہ متعلق بہ اول باشد علم ظاہر است۔ و علمے کہ متعلق ثانی است علم باطن است۔ بالجملہ بحسب نور تکوینی و علم باطن ہیچ احدے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ائمہ اثنا عشر رضی اللہ عنہ قوی تر نیست گویا ملاء اعلیٰ کہ بنائے احکام عالم بر آنہا است از اعظم الفریق اند بحسب نسبت او بدیشان متوجہ شدن تریاقے مجرب است۔ (ص [illegible]) ترجمہ ص ۱۱۳

یعنی۔ ایک مرتبہ ظاہر ہوا کہ روح مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت مبارک آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس فقیر کے حال پر اور اس کے تمام اطراف پر متوجہ ہے اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ عالم اجسام میں اللہ تعالیٰ کا نور دو طرح کا ظاہر ہوتا ہے۔ ایک تشریعی ظہور اور دوسرا تکوینی ظہور۔ تشریعی ظہور کی اساس شریعت کے قواعد کلیہ کے ضبط اور استحکام پر ہے اور تکوینی ظہور کی اساس قواعد کلیہ کی مراعات کے بغیر مصالح کلیہ کے قائم رکھنے پر ہے، وہ علم جس کا تعلق پہلے نور (تشریعی) سے ہے وہ علم ظاہر ہے اور وہ علم جس کا تعلق دوسرے نور تکوینی سے ہے وہ علم باطن ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نور تکوینی اور علم باطن کی

لہ نیست را ہست نمودن و در وجود آوردن۔ نیست کو ہست کرنا عدم سے وجود میں لانا۔

رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اثنا عشری ائمہ سے زیادہ قوت والا کوئی نہیں ہے یہ حضرات گویا کہ ملاء اعلیٰ کا ایک بہت با عظمت فریق ہے جس پر اس عالم کا استحکام اور مضبوطی ہے۔ جو نسبت ان حضرات کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کی وجہ سے ان حضرات کی طرف متوجہ ہونا مجرب تریاق ہے یعنی اکسیر اعظم ہے۔

تشریح - اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام احمد کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں بیٹھا وہ طوفان سے بچا اور جو نہ بیٹھا وہ ہلاک ہوا۔ حضرات صحابہ کا احترام برقرار رہے اور احادیث صحیحہ کی مشعل ہاتھ میں رہے۔ وہ اللہ کے لطف و کرم سے قیامت کے لرزہ خیز واقعات اور دوزخ کے درکات سے (گہرائیوں سے) محفوظ رہے گا جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے اور ملا علی قاری نے مرقات میں نقل کیا ہے عاجز نے خلاصہ پیش کیا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ مبارک جماعت جو نجات کی کشتی میں بیٹھی ہے اہل سنت و جماعت کی ٹولی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

۵ے حضرت ایشان فرمودند کہ شب عرس حضرت شیخ ابوالرضا محمد قدس سرہ در مقبرۂ شان ہنگامہ و سرودے و بہ مردمان شوقے و وجدے بود۔ در مسجد خویش بعد عشا نشستہ بودم کہ یک پارۂ نور آوردند و گفتند کہ آنچہ در آں جا ذوق و شوق و کرامات توجہ روح مبارک شان بود، ہمہ مرکب شدہ ایں صورت گرفتہ کہ ارسال یافتہ و در ہماں اثنا نفس ناطقہ را سریان در تمام عالم ظاہر شد و واضح ساختند کہ آں نور تابع از آں منبع است اگر چہ از انجام رسول ہم است۔ (ص ۱۰۰) ترجمہ ص ۱۲۹

یعنی حضرت نے فرمایا حضرت شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ کے عرس کی رات کو ان کے مقبرہ میں لوگوں کی بھیڑ اور نغمہ سرائی کا ہنگامہ برپا تھا لوگ اپنے شوق اور وجد میں مصروف تھے میں عشاء کے بعد اپنی مسجد شریف میں بیٹھا تھا کہ نور کا ایک ٹکڑا میرے پاس لایا اور کہا گیا کہ وہاں پر ذوق و شوق اور روح مبارک کی کرامات کا جو کچھ ظہور ہوا ہے وہ سب مل کر اس صورت میں ہو گئے ہیں جو آپ کو ارسال کیا گیا ہے، اسی دوران میں نفس ناطقہ کا اثر تمام عالم میں ظاہر ہوا اور یہ بات واضح کی گئی کہ وہ نور اسی منبع کا تابع ہے اگرچہ وہاں سے بھیجا بھی گیا ہے۔

تشریح۔ اس ملفوظ سے ثابت ہے کہ آپ کے محترم چچا کا بھی عرس ہوا کرتا تھا اور محفل سماع و سرود منعقد ہوا کرتی تھی اور لوگوں پر ذوق و شوق طاری ہوتا تھا اور آپ کے محترم چچا کی روح کی کرامات (اور برکات و انوار کا ظہور ہوا کرتا تھا اور وہ محفل نورانی ہوا کرتی تھی، شاہ ولی اللہ کو اس احتفال پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ آپ کو اس سے مشاہدات و فیوضات روحانی حاصل ہوتے تھے۔

۲؎ اتفاق چناں افتاد کہ قبل اذاں، شب وقت خواجہ محمد امین و خواجہ ابو الخیر بہ طبخ دو ابرائے آنجناب مشغول شدند و دریں باب اہتمام تمام بکار بردند وقت شب جناب حضرت ایشاں ارشاد فرمودند کہ سابق

۱؎ حضرت اقدسؒ نے اپنے والد ماجدؒ کی چشم دید روایت حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ کے عرس کا سماں جس میں قوالی کا بھی بندوبست ہوتا تھا نیز حضرت اقدسؒ نے اپنے استاد شیخ ابراہیم کردیؒ مدنی کا شدتِ ذوق سماع اور اس کے فوائد انفاس العارفین صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵ میں لکھے ہیں۔ تقی انور

ازیں مدتے دراز شد کہ یکبارگی در خانہ ما چیزے از طعام بہ دیر میسر آمدہ بود و میاں نور اللہ متصدی سرانجام بعضے اسباب آں شدہ بودند بنا برآں نماز مغرب پیش از جماعت ادا کردہ آں را سرانجام دادند پس نماز شاں بہ جناب الٰہی بہ محل قبول رسیدہ بود و ہم چنیں امروز عمل ایں ہر دو عزیزاں قبول گشتہ۔ (صفحہ ۱۲۳) ترجمہ صفحہ ۱۵۱

یعنی۔ اس سے پہلے ایسا اتفاق ہوا تھا کہ خواجہ محمد امین اور خواجہ ابو الخیر بڑے اہتمام سے رات کے وقت (حضور کی) دوا پکانے میں مصروف ہو گئے تھے (اس کام کی وجہ سے جماعت ان سے فوت ہو گئی تھی) حضرت نے رات کو فرمایا، اس واقعہ سے ایک زمانہ پہلے ایک مرتبہ ہمارے گھر میں کھانے کا سامان دیر سے میسر آیا، میاں نور اللہ (بڈھانوی) بعض چیزوں کی فراہمی میں ساعی (کوشاں) ہوئے تھے اور اس (حضرت اقدس اور آپ کے اہلبیت کی خدمت کی) وجہ سے انھوں نے مغرب کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تھی اور پھر کام کے پورا کرنے میں مصروف ہو گئے تھے ان کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گئی تھی۔ اسی طرح آج کے عمل میں ان دونوں عزیزوں کی نماز قبول ہو گئی ہے۔

تشریح۔ جماعت سنت مؤکدہ ہے بلا عذر چھوڑنا بازپرس کا سبب ہے خواجہ محمد امین ولی اللٰہی اور خواجہ ابو الخیر اور اُن سے پہلے میاں نور اللہ سے جماعت فوت ہو گئی تھی حضرت شاہ ولی اللہ کو کشف کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ان تینوں سے بازپرس نہ ہو گی، ان تینوں کو ان کا اخلاص کام آیا۔

۳؎ در حالت اعتکاف در ماہ رمضان، شب بست و نہم نا در کیفیتے داشت کہ بجز شوق و وجد و انجذاب چیزے دیگر را گنجائش نہ بود، بہ تقریبے بعضے

نغمہائے طیبہ کہ در جوار آں مکان اتفاق افتادہ بود نیز ہیچ آں کیفیت شدہ بودند بالجملہ تمام شب بہ ہمیں رنگ گزشت در ثلث اخیر وقت حضرت ایشاں بہ غایت خوش بود، از شوق و ذوق سراپا امتلائے عظیم داشت، و مستی و جوش از ہر بن موے مبارک می تراوید، و اثرے عجیب در تشرف آں دوراں حضور در گرفتہ بود، دراں وقت نغمہ سرا بیت حافظ شیرازؒ

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود　　سر ما خاک رہ پیر مغاں خواہد بود

آغاز نہاد از آں آواز پر سوز و گداز دل و جگر ہر یکے می پاشید، ہر کس از فدایاں بے اختیار می خواست کہ خود را پروانہ وار براں شمع الٰہی فدا سازد الخ۔

(۱۲۳) ترجمہ ص ۱۵۲

یعنی۔ اعتکاف کی حالت میں رمضان کی انتیسویں رات کو آپ پر نادر کیفیت طاری ہوئی کہ شوق، وجد اور جذبہ کے سوا کسی شے کی گنجائش نہ تھی، متصل مکان میں اتفاقی طور پر کوئی خوشی تھی اور وہاں اچھے گانے ہو رہے تھے اور ان کی آواز آ رہی تھی، اس سے شوق و محبت کی آگ اور بھڑکی اور اسی کیفیت میں ساری رات بسر ہوئی۔

تہائی رات باقی تھی، آپ خوش تھے اور ذوق و شوق میں از سرتاپا ڈوبے ہوئے تھے، مستی اور جوش آپ کے ہر بُن مُو سے ٹپک رہا تھا کہ گانے والے نے حافظ شیرازؒ کا عشق و محبت میں ڈوبا ہوا شعر پڑھا جس کا مطلب کچھ ایسا ہے۔

جب تک میخانۂ معرفت اور شراب محبت کا نام و نشان باقی ہے ہمارا سر ساقی خمخانۂ الست کی راہ کی مٹی بنے گا۔

۔ عاشقانہ اور مستانہ شعر اور پھر پڑھنے والے کی پرسوز و گداز آواز نے

ہم میں سے ہر ایک کا دل اور جگر پاش پاش کر دیا، اس وقت جتنے جاں نثار وہاں موجود تھے سب کی تمنا تھی کہ اس نورانی شمع (حضرت اقدس) پر اپنے کو پروانے کی طرح فدا کر کے خاکستر ہو جائیں، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تشریح۔ شیخ محمد عاشق رحمہ اللہ کے اس بیان سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نہ مُلّائے خشک تھے اور نہ صوفی خشک علم ظاہر میں اگر بے مثل و بے بدل تھے علم باطن میں اچھی مثال "رُوَیْدَکَ اَنْجَشَۃُ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ" کے تھے۔

حضرت انجشہ کا واقعہ

قصۂ حادی جناب انجشہؓ　　کردہ نقل آں جماعت زخیا

انجشہ حُدی خواں کا قصہ　　بہتریں لوگوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے

آں حُدی خواں جناب مصطفیٰؐ　　از رجز خواندے بہ صورت زیبا

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حُدی خواں　　زمزمہ اور غمگین آواز سے رجز پڑھتا تھا

اشترے بیچارہ زاں صوت جمیل　　مست گشتہ تیز رفتے زیر بار

بیچارہ اونٹ اس حسین آواز سے　　وجد میں ڈوبا ہوا مست ہو کر تیز چلتا

در سفر روزے حُدی آغاز کرد　　بود سرور زمن بر ناقہ سوار

ایک مرتبہ سفر میں اس نے حدی شروع کی　　سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اونٹنی پر سوار تھے

خواند مستانہ بہ ذوقے پاک دل　　ذکر پاکش ماند شیریں یادگار

اس پاک دل نے مست ہو کر اس طرح حُدی پڑھی　　کہ اس کا پاک ذکر یادگار بن گیا

چوں جناب مصطفیٰؐ شد مشوش [illegible]　　کاں بہ رنگ برق گشتہ شعلہ بار

جب جناب مصطفیٰؐ نے اس کے شعروں کو دیکھا　　کہ وہ بجلی کی طرح شعلے برسا رہا ہے

گفت لَا تَکْسِرْ قَوَارِیْرَ اَنْجَشَہ　　سینہا را تا نہ سوزاند شرار

فرمایا اے انجمن خفیوں کو نہ توڑ ‏— تاکہ سینوں کو چنگاریاں نہ جلادیں

خوش نصیب است آں کہ سکر و انبساط ‏— صرف یاد حق کند لیل و نہار

وہ خوش نصیب ہے جو سکر اور انبساط کو ‏— شب و روز خدا کی یاد میں صرف کرے

در رہِ الفت بہ عزم و صدقِ تام ‏— مردوار پا نہادہ استوار

پورے عزم اور سچائی کے ساتھ محبت کی راہ میں ‏— مردانہ وار مضبوط قدم جمائے ہوئے ہو

چشم پرنم آہ پر سوزش بود ‏— تن زبون و قلب باشد بے قرار

اس کی آنکھ نمناک اور دل پرسوز ہو ‏— جسم عاجز اور دل بے قرار ہو

ہر زماں از شوق مستیہا کند ‏— ہر نفس بر جانِ جاناں نش نثار

ہر لحظہ شوق سے مستیاں کرے ‏— ہر سانس میں محبوب کے نام پر قربان ہو

ذکر پاکش دارو ئے دلہا است زید ‏— آتش عشقش سپر باشد ز نار

اے زید اس کا پاک ذکر دلوں کی دوا ہے ‏— اس کے عشق کی آگ جہنم کی سپر ہوگی

افسوس ایسے فردِ اکمل و بے مثال کو اہلِ اہوا نے وہابیہ کے عقائد کا علمبردار ظاہر کیا ہے۔ آپ کے صاحبزادے اور آپ کے ماموں کے صاحبزادے آپ کے رفیق و مونس، آپ کے خلیفۂ اعظم جناب شیخ محمد عاشق آپ کے مسلک پر ترجمان اہلِ سنت و جماعت تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

۹ آگاہی آمد، ایں فرزنداں کہ لطفِ الٰہی ایشاں را بما عطا کردہ است ہمہ سُعَدا اند، نوعے از ملکیت بر ایشاں ظہور خواہد کرد، لیکن تدبیر غیب تقاضا می کند کہ دو شخص دیگر پیدا شوند کہ در مکہ و مدینہ سالہا احیائے علوم دین نمایند و ہماں جا وطن اختیار کنند، از طرف مادر نسبت ایشاں بما متمکن باشد زیرا کہ آدمی زادہ بہ وطن مادر میلانِ طبعی دارد، انتقال جماعہ کہ وطن والدہ ایشاں متمکن باشد بہ سرزمینے بالطبع مستحیل است مگر بہ سبب قسر قاسر۔
(ص ۲۳۶-۲۳۹، ترجمہ ص ۳۱۱)

یعنی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہے، سب نیک بخت ہیں اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہوگا اور غیبی تدبیر کا تقاضہ ہے کہ دو افراد اور پیدا ہوں جو سالہا سال مکہ اور مدینہ میں علوم دین کی ترویج کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کرلیں۔ ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہوگا۔ ایسی جماعت جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو، وطن کو چھوڑنا مشکل کام ہے مگر یہ کہ کوئی بہت جدوجہد کرے۔

تشریح۔ آپ کے تین صاحبزادوں کا قیام دہلی میں تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ۔ یہ تینوں حضرات بظاہر بشر اور بباطن فرشتہ تھے، عاجز کے پردادا حضرت شاہ احمد سعیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ۔ یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے اور تفسیر کلام الٰہی میں شاہ عبدالعزیزؒ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے، تینوں بھائی صاحب نسبت و کشف صحیح تھے اور شاہ عبدالقادر کا کشف نہایت عمدہ تھا انھوں نے بارہ سال تک مجاہدہ اور اس طریقہ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا تھا۔ الخ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے شاہ محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب مع متعلقین و اولاد اور اپنے دامادوں اور ان کے اہل و عیال اور مع دوسرے رفقا کے ۱۲۵۸ھ کو حرمین محترمین ہجرت کر گئے اور وہاں سالہا سال علوم دین پڑھاتے رہے اور آخر وہاں کی پاک مٹی میں پیوند ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی ہے ان کی وفات کے بیاسی سال کے بعد یہ واقعہ ظاہر ہوا۔ سید صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب اتحاف النبلاء مطبوعہ نظامی کانپور در ۱۲۸۸ھ کے صفحہ ۳۲۰-۳۲۱

میں القول الجلی کی عبارت نقل کرکے لکھا ہے۔ "مصداق ایں آگاہی ظاہر
وجود ہر دو نواسہ شاہ عبدالعزیز دہلوی است، مولوی محمد اسحاق و محمد
یعقوب۔ کہ ہجرت از دہلی کردہ در مکہ اقامت نمودند و سالہا بہ احیائے و
روایت حدیث بہ اہل عرب و عجم پرداختند۔" یعنی اس آگاہی کا مصداق
ہوا ظاہر شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دو نواسے مولوی محمد اسحاق اور محمد یعقوب
ہیں جو دہلی سے ہجرت کرکے مکہ میں مقیم ہوئے اور برسوں اہل عرب اور عجم
کو حدیث کی روایت کی۔ یہ ہے اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کی ایک مثال
نواب صدیق حسن خاں (بھوپالی) کے پاس القول الجلی کا نسخہ تھا اور وہ
اس کو مستند سمجھتے تھے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کے کشف کے قائل ہوگئے
باوجودیکہ وہ اہل حدیث کے امیر اور غیر مقلدین اور وہابیوں کے اپنے
عہد میں امام تھے۔

"روزے بہ شیخ عبدالعزیز کہ خلف الصدق ظاہراً و باطناً حضرت
ایشان اند در ضمن بعض تقریبات فرمودند کہ حضرت، قبلہ گاہ ما چوں ازیں
عالم انتقال نمودند عمر ما مثل ہمیں عمر شما بود و میاں اہل اللہ یعنی برادر خورد
بہ سن رفیع الدین بودند پس ما بر مزار شریف اکثر اوقات متوجہ بہ روحانیت
ایشاں می نشستیم پس راہ حقیقت بر ما کشادہ شد۔ پس ازیں حکایات
تنبیہ بر قرب ارتحال خویش کردند۔

روزے فرزندان گرامی را بہ بشارات نواختند و بہ شیخ عبدالعزیز خطاب
نمودہ فرمودند کہ فرزندم شیخ محمد را نسبتے مع اللہ مانند نسبت شاہ حسین
فلاں کہ تعلیم نمودند دور از خاطر رفت۔ خواہد شد و نام تو در ملاء اعلیٰ حجۃ اللہ
است و نام رفیع الدین ابو العجائب اعنی تسخیر عناصر وے را باشد کہ ہر چہ

از زبان او بر آید صورت وقوع گیرد و نام عبدالقادر معین الحق و حجۃ اللہ
را بہ مال یا بہ نوعے دیگر اعانت نماید۔ پس شیخ عبدالعزیز عرض نمودند کہ آیا
ما را ولایت نہ خواہد بود فرمودند نصیبہ کہ حجۃ اللہ جارحۂ الٰہی می باشد
در اتمام مراد وے تعالیٰ۔ الحمد للہ در ہر یک ازیشاں آنچہ ایں بشارات
ظاہر و باہر است (ص ۲۶۳) ترجمہ ۔ حصہ دوم

یعنی ایک دن بعض تقریبات کے دوران اپنے فرزند شیخ عبدالعزیز
سے جو ظاہراً اور باطناً آپ کے خلف صدق ہیں فرمایا کہ ہمارے والد ماجد
جب دنیا سے آخرت کو منتقل ہوئے ہماری عمر تمہاری اس عمر کی طرح تھی
اور میرے چھوٹے بھائی میاں اہل اللہ کی عمر رفیع الدین کی سی عمر تھی۔ میں
آپ کے مزار شریف پر آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا
پھر مجھ پر راہ حقیقت کھلی۔ ان حکایات کے بعد آپ نے آگاہ کیا کہ میری
رحلت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔

ایک دن آپ نے اپنے چار فرزندان گرامی کو بشارات عظیمہ سے نوازا
آپ نے شیخ عبدالعزیز سے فرمایا میرے فرزند شیخ محمد کو اللہ سے نسبت فلاں
شاہ حسین۔ آپ نے بیان فرمایا تھا جو میرے ذہن سے اتر گئی ہے۔ کی
نسبت کی طرح ہوگی۔ اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین
کا نام ابو العجائب ہے۔ ان کو عناصر کی تسخیر حاصل ہوگی جو بات کہیں گے
وہ ہوگی اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے، وہ مال سے یا دوسرے طریقہ
سے حجۃ اللہ (شیخ عبدالعزیز) کی مدد کریں گے۔ یہ سن کر شیخ عبدالعزیز نے
آپ سے کہا کہ کیا ولایت، مجھ کو نہ ملے گی۔ آپ نے فرمایا تجھے نہیں
حجۃ اللہ، اللہ تعالیٰ کا آلہ ہے۔ وہ اس سے مراد کی تکمیل کرتا ہے۔

محمد عاشق نے کہا ہے۔ الحمد للہ سب میں بشارات کے آثار صاف طور پر ظاہر ہیں۔

تشریح۔ اس مبارک قطعہ میں دو واقعات کا بیان ہے۔

پہلے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے اپنے فرزند دوم شاہ عبدالعزیز سے فرمایا کہ حضرت والد ماجد کی وفات کے وقت میری عمر اتنی تھی جتنی اب تمہاری عمر ہے۔ میں ان کے مزار شریف کے پاس ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا کرتا تھا تا آں کہ راہ حقیقت مجھ پر کھلی۔

افسوس ہے اب مدعیان سنت و صحابہ و توحید کے نزدیک یہ عمل شرک میں داخل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کو جو نعمت ملی اس کی ابتدا ان کے والد ماجد کی مرقد مبارک سے ہوئی اور اس کا اتمام سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ پر ہوا، وہ روضۂ مقدسہ جس کی زیارت، سراسر سعادت کا شوق امیر المومنین حضرت عمر فاروق کعب احبار کو دلا رہے ہیں۔

دوسرے واقعہ میں شاہ ولی اللہ نے (اپنے صرف چار صاحبزادوں) شیخ محمد، شیخ عبدالعزیز، شیخ رفیع الدین، شیخ عبدالقادر کو بشارات سے نوازا ہے اور جناب شیخ محمد عاشق نے لکھا ہے کہ بشارات کے آثار صاف طور پر ثابت ہیں[1]

ع۱۱ چوں سلخ محرم سَنَةَ سِتٍّ وَسَبْعِيْنَ بَعْدَ الْأَلْفِ وَمِائَة

---

[1] حضرت اقدس کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادگان کی عمریں ۱؎ شیخ محمد تقریباً ۹ یا ۱۰ سال ۲؎ شیخ عبدالعزیز ۱۶ سال چھ ماہ ۳؎ شیخ رفیع الدین ۱۳ سال ۴؎ شیخ عبدالقادر تقریباً ۹ سال ۵؎ شیخ عبدالغنی ۸ سال تھیں۔

رسید کہ از عمر شریف سال شصت و دوم شروع شدہ بود وقت صبح روز شنبہ مرزا جان جاناں کہ از مشاہیر طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ اند با ہمراہیان خویش بہ عیادت آمدند و خلوت ساختند کہ بہ جز چند کس از مخصوصان ہم این بندہ ہم طفیلی شان بود، دیگرے نہ بود، پس حلقۂ مراقبہ شد و قریب نیم پاس ہم بہ آں صحبت ماند۔ بعد ازاں چوں مجلس مراقبہ منقضی شد و مرزا رخصت خواستند ازاں وقت حال مزاج شریف متغیر گشت، پس ازاں آناً فاناً آثار انتقال ظہور نمودند تا کہ وقت ظہر ہماں روز طائر روح پاک شان بہ عالم قدس طیران نمود و بہ رفیق اعلیٰ پیوست۔

(ص ۲۶۳ ترجمہ ص حصہ دوم)

یعنی جب ۱۱۷۶ھ کے محرم کی آخری تاریخ ہوئی اور آپ کی عمر کا باسٹھواں سال شروع ہو گیا تھا۔ ہفتہ کے دن مرزا جانِ جاناں جو کہ طریقہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشاہیر میں سے ہیں اپنی جماعت کے ساتھ عیادت کے لیے آئے، خلوت کی محفل ہوئی، چند مخصوص افراد کے علاوہ کوئی نہ تھا، یہ بندہ مخصوص افراد کا طفیلی تھا یعنی محفل میں شریک تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ کی محفل رہی پھر مرزا نے رخصت طلب کی۔ اس وقت سے شاہ ولی اللہ کے مزاج شریف میں تغیر ہوا اور لحظہ بلحظہ موت کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے چنانچہ اسی دن ظہر کے وقت طائر روح پاک نے عالم قدس کو پرواز کی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملا۔ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ۔

تشریح۔ آپ کی وفات ظہر کے وقت، ہفتہ کے دن ۳۰ ماہ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۷۶۲ء کو دہلی میں ہوئی اور صاحب الدر المنید

کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب محمد عاشق نے حضرت میرزا کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کا اسم گرامی شمس الدین حبیب اللہ جانِ جاناں ہے اور مظہر آپ کا تخلص ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام میرزا جان ہے۔ آپ کا نسب محمد بن حنفیہ کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ۲۸ واسطوں سے پہنچتا ہے۔ چوں کہ آپ کے جدِ اعلیٰ نے سلاطینِ تیموریہ کی بیٹی سے شادی کی تھی میرزا کا خطاب پایا اور دربار کے امرا میں ان کا شمار ہوا۔

لفظ میرزا کی اصل امیرزادہ ہے۔ کثرتِ استعمال سے میرزا اور پھر مرزا ہو گیا۔

آپ کی ولادت گیارہ رمضان ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ کی ہے۔ آپ کے احوال شاہ غلام علی نے مقاماتِ مظہری اور کمالاتِ مظہری میں اور شاہ نعیم اللہ نے بشاراتِ مظہریہ اور معمولاتِ مظہریہ میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔

مقاماتِ مظہری مطبع احمدی ۱۲۶۹ھ کے صفحہ ۲۴ میں حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ

"مجھ کو اللہ نے ایسا صحیح کشف عنایت کیا ہے کہ روئے زمین کی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے، سب مجھے ہاتھ کی ہتھیلی کی لکیروں کی طرح معلوم ہے۔ اس وقت حضرت میرزا جانِ جاناں کا مثل کسی ملک اور کسی شہر میں نہیں ہے جس کو مقاماتِ سلوک کی آرزو ہو اُن کی خدمت میں جائے۔"

یہ خط کہ حضرت شاہ غلام علی نے لکھا ہو تو آپ کے زمانے سے یہ موجب

حضرت شاہ ولی اللہ کے اصحاب استفادہ کے لیے آپ کے پاس آتے، اور لکھا ہے حضرت شاہ ولی اللہ خطوط میں آپ کو ان القاب سے یاد کرتے تھے۔

"متع اللہ المسلمین بافادات فیہ الطریقۃ الاحمدیۃ و ذوی ریاض الطریقۃ بتوجہات نفسہ الزکیۃ آمین"

اور خدائے عزوجل آں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنن نبویہ را دیرگاہ داشتہ طالبین را ممتع و مستفید گرداناد۔ اور خدائے عزوجل آں قیم طریقۂ احمدیہ خصوصاً طریقہ صوفیہ عموماً آں متحلی بانواع فضائل و فواضل را دیرگاہ سلامت داشتہ انواع برکات بر کافۂ انام مفتوح گرداناد۔

معمولاتِ مظہری کے مقدمہ کے آخیر میں ساطع خاں کا بیان لکھا ہے، میں شیخ محمد علی حزیں کے پاس راستہ میں ایک بلند جگہ بیٹھا تھا۔ ناگاہ حضرت میرزا گھوڑے پر سوار اس راستہ سے گزرے۔ شیخ محمد علی حزیں نے دریافت کیا یہ جوان کون ہے۔ کسی نے کہا یہ حضرت میرزا جانِ جاناں ہیں۔ محمد علی حزیں نے کہا: چشم بد دور، ہمہ دانی و ہمہ جانی۔

حضرت میرزا حضرت شاہ ولی اللہ کی بہت قدر کرتے تھے۔ سچ ہے اصحاب کمال ہی اہل کمال کی قدر کرتے ہیں۔ کلماتِ طیبات کے صفحہ ۷۰، ۷۸ میں آپ کا مکتوب شریف ہے۔ اس میں حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے

(ترجمہ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار و معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علماء ربانیوں میں سے ہیں محقق صوفیوں میں جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنھوں نے علوم کا بیان کیا ہے، آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔"

فیوض الحرمین مطبوعہ ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۱۰۲ میں ہے۔

میں ائمہ اہل بیت کی طرف متوجہ ہوا میں نے ان کا ایک خاص طریقہ
پایا اور وہی اصل ہے اولیاء کے طریقوں کا، میں اس اصل کا بیان کرتا ہوں
اور ان منضمات (جو اس سے ملے ہیں) کا بیان بھی کرتا ہوں جو اولیاء اللہ کے
طریقوں میں ہوتے ہیں اور وہ اصل یہ ہے کہ "یادداشت" کی طرف التفات
رکھی جائے۔ الخ

عاجز کہتا ہے طریقہ نقشبندیہ کی اصل طریقہ خواجگان ہے اور اس طریقہ
کے سرگروہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی متوفی ۵۷۵ھ ہیں آپ کو حضرت
خضر سے فوائد حاصل ہوئے ہیں آپ کے آٹھ ارشادات ہیں جو ان کے طریقہ کی
اساس ہیں (۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن
(۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت۔

حضرات خواجگان کے نزدیک ذوق اور وجدان کی رو سے دوام آگاہی
حاصل ہونے کا نام یادداشت ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اسی اصل کو
حضرات ائمہ اہل بیت کے طریقہ کا اصل قرار دیا ہے۔

سلام از ما رسد بر جان ایشاں   الٰہی از تو رحمت بے کراں باد

عہ ۱۲ (از قسم دوم) (خوشہ) انداز درویشے اگر میل سلطنت و رغبت حکومت
سر زند و ایں رغبت با الہام حق ظاہر نماید کہ برائے اعلاء کلمۃ اللہ بودہ است
قبول نباید کرد و سخن او معتبر نباید داشت کہ مفتون تسویل نفس و شیطان شدہ

عہ یہ کشف بزمرہ قسم دوم کتاب القول الجلی میں ہے۔ ملفوظ پٹنہ لائبریری کے نسخہ میں صفحہ ۲
پر ہے جس کا عکس میرے پاس آ گیا ہے۔ عہ تسویل شیطان کا لوگوں کے نفس میں گناہ
کو آراستہ کرنا۔ سخن آرائی و افترا (خباثت وغیرہ)

است، زیرا کہ وجود سلطنت فرد اولیائے ایں امت با الہام حق و انتظام امر
ملت صورت نیافتہ مگر در حضرت امام مہدی کہ در آخر زماں پیدا می شوند
کہ قیام ایں ہر دو امر با الہام الٰہی خواہند شد و غیر ایشاں ہر کہ مدعی ایں معنی شود
حکم بہ بطلان او باید کرد کہ میل او از سر نفسانیت است کہ ہیچ اصل ندارد [illegible]

یعنی۔ آپ نے فرمایا اگر کسی درویش سے سلطنت کی خواہش اور حکومت
کی رغبت ظاہر ہو اور وہ اس رغبت کو الہام حق کہہ کر بیان کرے کہ اللہ کے
کلمہ کی سربلندی کے واسطے ہے۔ قبول نہ کیا جائے کیوں کہ یہ بہکاوا نفس و
شیطان کا بنایا ہوا ہے اس امت میں اللہ کے الہام سے ملت کے انتظام
کے لیے اولیاء اللہ میں سے بجز حضرت امام مہدی کے جو کہ آخر زمانہ میں
پیدا ہوں گے کسی اور کے لیے انتخاب اور قیام کی گنجائش نہیں ہے حضرت
امام مہدی ان دونوں کاموں کو کریں گے (یعنی اعلاء کلمۃ اللہ اور انتظام
امر ملت) ان کے علاوہ جو بھی اس کا دعوی کرے اس کی غلط روی کا حکم
کیا جائے۔ کیوں کہ اس کا یہ فعل از راہ نفسانیت ہے اور اس کی
کوئی اصل نہیں ہے۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ کشف اور بیان بڑا اہم اور غور
طلب ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے حق اور اللہ کے
برگزیدہ افراد میں سے اگر کوئی دعوی کرے کہ مجھ کو الہام ہوا کہ مسلمانوں
کا امیر بنوں اور اسلام کی خدمت کروں تو سمجھو کہ اس کو اپنے کشف اور الہام
کے سمجھنے میں مغالطہ ہوا ہے۔ یہ کام آخیر دور میں حضرت امام مہدی کریں گے
اس مکاشفہ میں شاہ ولی اللہ کے دو الفاظ مدار بحث و تحقیق ہیں،
ایک لفظ درویش ہے اور دوسرا لفظ الہام ہے۔ درویش خدا رسیدہ

کو کہتے ہیں یعنی وہ نیک بندہ جس کی لَو خدا سے لگ گئی ہو اور الہام دل میں
اچھے خیال کے آنے کو کہتے ہیں۔ اب مکتوبات سید احمد شہیدؒ کے مکتوب ۲۶
میں اس عبارت کو ملاحظہ کریں جو صفحہ ۱۴۰ میں ہے۔

"مصلحت وقت۔ چناں اقتضا کرد کہ اقامت ایں رکن رکین اسلام
بدون نصب امام بوجہ شروع صورت نہ می بندد بناء علیہ بہ تاریخ دوازدہم
جمادی الثانیہ ۱۲۴۲ہجری مقدس بہ اتفاق مشاہیر سادات کرام و علمائے
اعلام و مشائخ عظام و صاحبزادگان ذوی الاحترام و خوانین ذوی الاحتشام
و جماہیر خواص و عوام از اہل ایمان و اسلام بیعت امامت بر دست ایں
جانب واقع گردید و بروز جمعہ خطبہ بنام ایں جانب خواندہ شد ہر چند
ایں خاکسار ذرۂ بے مقدار بحصول ایں مرتبہ منیف اولاً باشارات
غیبی و الہامات لاریبی مبشر بود و ثنا"

اور اس کا ترجمہ صفحہ ۱۵۲ میں لکھا ہے یہ ہے

"مصلحت وقت کے مد نظر یہ تھی کہ اس رکن اعظم جہاد کا قائم رہنا
شریعت کی رو سے بغیر امام کے تقرر کے ممکن نہیں تھا۔ اس لیے ۱۲ جمادی الثانی
۱۲۴۲ھ مقدس کو مشاہیر کرام، مشائخ عظام اور قابل احترام شہزادوں اور صاحب
حشمت خوانین اور تمام خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے امامت کی
بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر تکمیل پائی اور جمعہ کے روز میرا نام خطبہ میں پڑھا گیا

[1] اس کے بعد ہی حضرت سید احمد شہیدؒ اپنے خطوط میں اپنے کو امیر المومنین لکھنے لگے (سوانح
احمدی) دیوبند کے جلیل القدر عالم مولانا عبید اللہ سندھی تو عقیدت میں غلو کے اس مقام تک
پہنچ گئے کہ وہ حضرت سید صاحبؒ کو امام معصوم بھی لکھ گئے ہیں یہ اہل سنت والجماعت کے
عقیدہ کے قطعاً خلاف ہے۔ (الرحیم جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۶)

اس خاکسار ذرۂ بے مقدار کو اس بلند مرتبہ کے حاصل ہونے کی بشارت،
غیبی اشارے اور الہام کے ذریعہ جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں
پہلے ہی دی گئی تھی۔"

ایسے الہامات و اشارات کو جو مرہون سلطان خیال ہوں حضرت امام
ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (مکتوب ۲۹۱ از دفتر اول میں) معلول
قرار دیتے ہیں۔ کاش مدوحین جناب سید اور ان کے رفقاء کار حضرت
شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد سراسر رشاد کو پہلے ہی ملاحظہ فرما لیتے۔ شاہ
ولی اللہ کی وفات کے ۶۰[1] سال بعد آپ کا یہ کشف ثابت ہوا۔ اگر سید
صدیق حسن خاں اس مکاشفہ کا بھی ذکر کر دیتے تو بہتر ہوتا۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے حزب امام ولی اللہ کی اجمالی تاریخ کا مقدمہ
کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے۔

"جس دن سے امیر شہید افغانوں کے امیر بنے اسی وقت سے بغاوت
کی چنگاری اس اجتماع میں چمکتی رہی اگر معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو
ہم افغانوں کا امیر بناتے اور اسے امیر شہید کے بورڈ کا ایک ممبر بنا دیتے۔"
مولانا سندھی نے جو رائے لکھی ہے، وہ درست رائے ہے ہو سکتا ہے کہ انھوں
نے یورپ اور روس وغیرہ کے دورہ میں ہمفرے جاسوس کی رپورٹ پڑھی
ہو جس کو جرمنی کی حکومت نے چھپوایا تھا اور پھر اس کا ترجمہ دوسرے ممالک
میں چھپا اور اب پاکستان میں "ہمفرے کے اعترافات" کے نام سے

[1] حضرت سید احمدؒ کی ولادت سے ۵۰ سال قبل اور آپ کے رفیق خاص عالم اجل
مولانا اسمٰعیل کی ولادت سے ۶۰ سال قبل حضرت اقدسؒ اس عالم فانی سے انتقال
فرما چکے تھے۔

چھاپا ہے کہ کس طرح انگریزوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو سلطنت عثمانیہ کو کمزور کرنے کے لیے تیار کیا اور پھر محمد بن سعود امیر نجد کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کے باطل عقائد کی حمایت کرے اور نجد کا بادشاہ بنے۔ چنانچہ ۱۷۳۲ء/۱۱۴۳ھ میں محمد بن سعود نے وہابی مذہب اختیار کیا۔ مذہبی امور میں وہ ابن عبدالوہاب کا مطیع ہوا۔ اور آج تک یہی کیفیت ان دونوں گھرانوں کی ہے۔

۳۴۔ چوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در فتح مکہ مصاریع کعبہ را گرفتہ ایستادند جماعۂ از صنادید قریش را کہ در باب ایذائے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعی بلیغ داشتند و سینہائے ایشان بعداوت پر بود دیدند کہ ہمہ جمع شدہ ایستادہ اند فرمودند چہ می گوئید گفتند می گوئیم کہ اَخٌ کَرِیْمٌ فرمودند شاید ارادہ می کنید قصۂ یوسف را گفتند آرے۔ فرمودند من ہم می گوئیم لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ ایں کلمہ گفتن ہماں بود و غل و حسد از دلہا رفت۔ ہماں غرض تحفۂ حادثہ پیدا شد از باب لطف و صفا کہ خرق عادت باشد بلا شک۔ و اصل ایں خرق عادت قوت زہرہ بود کہ از میان نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوش زدہ قوائے زہرہ را کہ در نفوس ایشاں کافرہ بودند در ہیجان آورد و زہرہ باہم طرفہ تعانج نمودند و طرفہ انجذابے و روحے و راحتے و بہجتے و سرورے بہ ظہور رسید و ہم چنیں وہب بن عمر بہ قصد کشتن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم او را بر بعض امور معینہ مطلع ساختند، در ضمن ایں مطلع ساختن طرفہ قوت زہرہ از نفس حضرت بر آمد و بر نفس وہب فر صفت رسید و عونت را بہ کلی بسوخت۔ و ہم چنیں ثمامہ مرزبانی و قصۂ

زوجۂ ابی سفیان۔ ایں ہا ہمہ قوت زہرہ است کہ از نفس صاحب … بہ نفوس دیگراں می رسد و قوائے کامنۂ ایشاں را در ہیجان می آرد و طرفے طرفہ بہ نمود می رسد۔ و ہم چنیں در بدر قوت مریخیہ ممزوجہ بود چنداں از قوت شمسیہ ممزوج شدہ از نفس نفیس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر وجود شید و غالب را مسخر خود گردانید و رعب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمسیر یک ماہ منتشر گردانید۔ و ہم چنیں روز حجۃ الوداع قوت مشتری با قوت شمسیہ و قوت قمر و قوت زہرہ و قوت زحل و قوت عطارد در ہم آمیخت۔ مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا جُزْءٌ وَّاحِدٌ تا آں کہ یک چیز شد۔ در عالم تحفۂ تنجیری و تالیفی و فرقانی و تشریعی منتشر گردانید۔ (صفحہ ۳۶۱-۳۶۲)

یعنی فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے دروازے کے بٹوں کو پکڑ کر کھڑے ہوئے اور قریش کے سرور آوردہ لوگوں کی ایک جماعت آپ کے سامنے کھڑی تھی جنھوں نے آپ کی ایذا رسانی میں پوری کوشش کی تھی اور جن کے سینے آپ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا۔ ہم کہتے ہیں اَخٌ کَرِیْمٌ۔ آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا شاید تمہارا مقصد یوسف کا قصہ دہرانا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں بھی کہتا ہوں۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو۔ اس بات کے سنتے ہی سارا مکر و حسد ان کے دلوں سے نکل گیا۔ فتح مکہ کا مقصد یہی خرق عادت کا تحفہ تھا جو لطف و صفا کے طریقے سے بلا شک ظاہر ہوا۔ اس خرق عادت کی اصل زہرہ کی قوت تھی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مار کر

نکلی اور اس نے زہرہ کی ان قوتوں کو جو نفوس اہل مکہ میں کافرانہ پوشیدہ تھیں
ہیجان میں ڈال دیا۔ پھر دونوں نے باہم مل کر عجب معالجہ کیا اور کیا ہی
عمدہ و اعلیٰ انجذاب و خوشی و راحت و مسرت کا ظہور ہوا۔

ایسا ہی معاملہ وہب بن عمر کے ساتھ پیش آیا جب وہ آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آیا۔ آں حضرت نے اس کو بعض معینہ
امور خفیہ راز سے آگاہ کیا۔ آپ جب ان امور کا بیان فرما رہے تھے
آپ کے نفس مبارک سے زہرہ کی قوت نکلی اور چنگاری کی طرح وہب کے
نفس پر گری اور وہب کی رعونت اور خباثت یکسر جل گئی۔

اسی طرح کا قصہ ثمامہ مرزبانی اور ہند زوجہ ابوسفیان کا ہے یہ
سب قوت زہرہ کی کارستانی ہے کہ صاحب دولت کے نفس سے نکلتی ہے
اور دوسروں کے چھپے ہوئے قوا کو ہیجان میں ڈال کر انوکھا طلسم
دکھاتی ہے۔

اسی طرح بدر کے دن گرنے والی قوت اپنے سے دگنی آفتابی قوت
سے گھل مل کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے جوش مار کر نکلی
اور غالب کو اپنا مطیع کر لیا اور ایک مہینہ کی مسافت تک آپ کا رعب
طاری کر دیا۔

اسی طرح حجۃ الوداع کے دن مشتری کی قوت، آفتابی قوت، ماہتابی قوت
زہرہ کی قوت، زحل کی قوت، عطارد کی قوت سے گھل مل گئی۔ لِکُلٍّ وَاحِدٍ
مِنْهَا جُزْءٌ وَاحِدٌ۔ ان میں سے ہر ایک کا ایک ایک جزء۔ یہ سب مل کر ایک شے
ہو گئیں اور اس نے تمام عالم میں مسخر کرنے، مانوس کرنے حکم نافذ کرنے
اور ایک شریعت کا تحفہ پھیلا دیا۔

تشریح۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی حقیقی وابستگی طریقت میں
سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے ہے یوں اجازت دیگر سلاسل میں بھی ہے۔
حضرت مجدد قدس سرہ کے زمانے تک سلسلہ نقشبندیہ کے مدارج کا بیان
ولایت کبریٰ تک ہوا تھا۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے نہایۃ النہایۃ تک اس
کا بیان کیا۔ اور آپ نے بیان کیا کہ انسان کی تخلیق میں عالم امر اور عالم خلق
کے اجزا شامل ہیں۔ عالم امر کے اجزاء نورانی ہیں اور وہ انسان کے سینہ
میں مکین ہیں۔ یہ نورانی اجزا ہماری کوتاہیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی
نورانیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اور جب خوش نصیب بندہ اللہ کی یاد میں مصروف
ہوتا ہے یہ اجزاء اپنی نورانیت حاصل کر لیتے ہیں اور جب وہ خوش نصیب
مراقبہ کرتا ہے تو یہ نورانی اجزاء پرواز کر کے اپنے اصول تک پہنچتے ہیں
جو عالم امر میں ہیں۔ آپ نے پانچ نورانی اجزا کا بیان کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو نیا طریقہ حضرات ائمہ اہل بیت اطہار
رضی اللہ عنہم سے ملا ہے۔ اس نئے سلسلہ کا تفصیلی بیان عاجز کی نظر سے نہیں
گزرا ہے۔ آپ کے اس مبارک مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان پانچ
نورانی طاقتوں کے علاوہ دوسری نورانی طاقتوں کے اجزاء سے بھی انسان
کے سینہ کو مخلق اور مجلی قرار دیتے ہیں۔ سورہ حم السجدہ کی آیۃ ۵۳ میں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ
ہم دکھا دیں گے ان کو اپنی آیات۔ افقوں میں اور ان کے نفسوں میں۔
دلائل قدرت میں سے جو کچھ عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ انسان کا جسم ہے

نے فلک دانست نہ ملک را حاصل
آں چہ در سر سویدا بنی آدم ہست

کچھ پہلے کتاب: القول الجلی پر ایک مقالہ ندیم حیدر علوی کاکوروی کا
دہلی کے مجلہ 'تاریخ' میں چھپا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے اس کو پڑھ کر عاجز
سے کہا حضرت شاہ ولی اللہ نے نجوم اور تاثیرات کواکب کا بیان کیا ہے
اور یہ کچھ مناسب نہیں۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا یہ کشوف بعض دیگر
فضلا کی نظر سے بھی گزرا اور انھوں نے اس کشوف (نیز بعض دیگر کشوفات)
کے حذف کرنے کا مشورہ دیا۔ اس سلسلہ میں عاجز کے پاس ایک مفتی صاحب کا
مکتوب آیا اور انھوں نے عاجز سے اس سلسلہ میں استفسار کیا۔ عاجز نے تحریر کیا
کو کسی کی تالیف میں کمی بیشی کا تصرف ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام
پاک میں کئی جگہ اس قبیح فعل کی برائی بیان کی ہے۔ افسوس ہے مولانا اسمٰعیل
کے پیروان اس کام میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت
شاہ عبدالعزیز کی تحریرات و مکتوبات، حضرت شاہ عبدالقادر کا ترجمہ قرآن
اور دن کی کتابیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ، اُن کی اولاد، حضرت شاہ غلام
علی، حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلوی اور دیگر اکابرین کے احوال میں خوب
ہی تحریفات کر کے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسمٰعیل کا ہمنوا سب
کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب، القول الجلی کو ان لوگوں سے محفوظ رکھے
اور یہ کتاب بلا کسی تصرف کے چھپے۔ بنا بریں اس سلسلہ میں عاجز نے کچھ
لکھا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی دو شنبہ ۹ شوال سنہ ۶۷۱ھ
نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا
کے بیان میں لکھا ہے۔ قال القشیری۔ اجمعوا علی ان المراد الملائکۃ
وقال الماوردی فیہ قولان احدھما الملائکۃ قالہ الجمہور

والقول الثانی ھی الکواکب السبعۃ حکاہ خالد بن معدان
عن معاذ بن جبل۔ قشیری نے کہا ہے اتفاق کیا ہے علماء نے کہ
المدبرات امرا سے مراد فرشتے ہیں اور ماوردی نے کہا ہے کہ المدبرات
کے بیان میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں وہ ملائکہ ہیں اور یہ جمہور کا قول
ہے اور دوسرے قول میں وہ سات سیارے ہیں اس قول کو خالد بن معدان
نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے بیان کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے یہ بھی لکھا ہے
کہ اس قول کو قشیری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبیر عالم
کا تعلق کثرت کے ساتھ نجوم کی حرکات سے وابستہ کر دیا ہے۔ اگرچہ تدبیر
کرنے والا اللہ ہی ہے چونکہ یہ کام نجوم کے سپرد کر دیا گیا ہے اس لیے
نجوم کو مُدَبِّرَات فرما دیا ہے یعنی تدبیر کرنے والیاں۔

علامہ سید ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی
ج ۵ صـ ۲۰۳ میں وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا سے فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا تک
کا بیان اس طرح کیا ہے کہ ان آیات کا تعلق سیارات سے ہے۔ لکھا
ہے کہ حسن و قتادہ و اخفش و ابن کیسان و ابو عبیدہ نے وَالنَّازِعَاتِ
غَرْقًا کا حمل نجوم پر کیا ہے۔ اور ابن عباس و حسن و قتادہ و اخفش
نے وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور حسن و قتادہ
نے وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا کا حمل نجوم پر کیا ہے اور المدبرات امرا
کا حمل نجوم پر معاذؓ سے مروی ہے۔ تدبیر کی نسبت کواکب کی
طرف مجازی ہے۔

علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین نے رسالہ سل الحسام
الہندی میں جو کہ ان کے مجموعۂ رسائل کے دوسرے حصہ میں ہے لکھا ہے

قال الامام المرغینانی صاحب الهدایة فی کتابه مختارات
النوازل واما علم النجوم فهو فی نفسه حسن غیر مذموم
یعنی ہدایہ کے مؤلف امام مرغینانی نے اپنی کتاب مختارات النوازل میں
لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا علم ہے اور وہ مذموم نہیں ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک
سیارات کی قوت فعالہ نورانی طاقت ہے۔ اور ان نورانی طاقتوں سے
انسان کا سینہ معمور ہے اور وہ پاک نفوس کہ جن کے سینے آماجگاہ تجلیات
وانوار ہیں ان طاقتوں سے بحکم الٰہی کام لیتے ہیں۔ آپ کے بیان پر کوئی
ایراد وارد نہیں ہوتا۔ اسرار و معارف کا اظہار آخر وقت تک اللہ کے
نیک بندے کرتے رہیں گے ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء۔

۱۳ از قسم سوم۔ خدمت ایشان در عرس مخدوم جمال الدین قدس سرہ
در موضع بچلاودہ بہ زیارت قبر ایشان رفتند، در آنجا ازدحام بسیار بود
وحضرات کثیر الہجوم آمدہ بودند قبر او شان را تقبیل می کردند، خدمت ایشان
آں جا قدرے توقف نمودہ از مقبرہ برآمدہ بیرون آں نشستہ و فرمودند
تا شخصے بہ قید حیات می باشد ہر چند یاد حق می کند دراں ترقیات می نماید
اما بہ سبب علاقہ جسمانیہ از بشریہ ناسوتیہ خلاصی او را بالکلیہ میسر نیست
و چوں ازیں عالم انتقال نمود بس ہنگام از بشریت بالکلیہ نجات
حاصل می شود و صفت لاہوت غالب می گردد لہٰذا مسجود می شود
(ص ۳۸۷)

یعنی حضرت مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے دن آپ
موضع کھلاودہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے

وہاں بہت بھیڑ تھی۔ آپ کی قبر شریف کے حجرے میں کثرت سے لوگ
مصروف تھے آپ نے تھوڑی دیر وہاں توقف کیا پھر مقبرہ سے باہر
آکر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ جب تک انسان زندہ رہتا ہے جس قدر بھی
وہ اللہ کی یاد کرتا ہے اس کو ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور جسمانی
تعلق کی وجہ سے بشریت اور عالم اجسام کی بندشوں سے پوری طرح
چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ اور جب وہ اس جہاں سے رخصت ہو جاتا ہے
اس وقت اس کو بشریت کے عوارض سے پوری طرح نجات حاصل
ہو جاتی ہے اور اس پر لاہوتی صفت غالب آجاتی ہے لہذا لوگ اس
کی طرف جھکتے ہیں۔

تشریح۔ حضرت نے اس مبارک ملفوظ میں ناسوت اور لاہوت
کے الفاظ استعمال کیے ہیں ناسوت عالم اجسام کا نام ہے جس وقت
روح جسم میں داخل ہوتی ہے دور ناسوتی کا آغاز ہوتا ہے اور
پھر جب خوش نصیب بندہ اپنے مولیٰ جل شانہ کی یاد کرتا ہے اور
تجلیات اسماء الٰہیہ سے محظوظ ہوتا ہے وہ مقام ملکوت پر فائز
ہوتا ہے اور جب مرتبۂ صفات میں اس کو فنائیت حاصل ہوتی
ہے مقام جبروت حاصل کرتا ہے اور جب وہ خوش نصیب
ذات بحت الٰہی کی تجلیات کی آماجگاہ بنتا ہے، مقام لاہوت
حاصل کرتا ہے اور جب تک روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے وہ اس
مقام کو بہ تمام و کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جب اس کی روح قفس
تن سے پرواز کر جاتی ہے وہ مقام قدس کے نزدیک ہے إِنَّ الْمُتَّقِينَ
فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ۔

میں اپنے خوش نصیبوں کا بیان ہے۔ جَعَلَنَا اللّٰہُ مِنْھُمْ جو لوگ
ڈرنے والے ہیں، باغوں میں ہیں اور نہروں میں، بیٹھے سچی بیٹھک میں
نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے۔

اس ملفوظ میں حضرت نے "لہٰذا مسجودی شود" فرمایا ہے اس
مسجودیت کے سمجھنے کے لیے دو مبارک صحیح حدیثوں کو نظر میں رکھنا ضروری
ہے لہٰذا عاجز ان کا ترجمہ لکھتا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ کے باب ذکر اللہ والتقرب الیہ میں بخاری سے روایت ہے
کہ ابوہریرہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرماتا ہے
اللہ تعالیٰ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھتا ہے اس کو میں
لڑائی سے خبردار کر دیتا ہوں اور میرا بندہ کسی شے سے بھی جو مجھ
کو بہت محبوب ہے میرا قرب نہیں پا سکتا جو کہ وہ میرے عائد کردہ
فرض سے پاتا ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل
کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب
مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے تو میں اس کی وہ سماعت ہو جاتا ہوں
جس سے وہ سنتا ہے اور وہ بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور
وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور وہ پاؤں ہو جاتا ہوں
جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر مجھ سے وہ طلب کرے البتہ میں اس کو دوں گا
اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے البتہ میں اس کو پناہ دوں گا۔ الخ

(۲) مشکوٰۃ میں الحُبّ فی اللہ ومن اللہ میں مسلم کی ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے
سے محبت کرتا ہے وہ جبریل کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندہ سے محبت ہے

تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہوتی ہے اور پھر
وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ کو فلانے سے محبت ہے تم سب اس
سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں ثُمَّ یُوْضَعُ
لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھدی
جاتی ہے الخ

یعنی زمین پر رہنے والوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی
ہے خود بخود دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں سورۂ مریم کے آخر میں ہے
ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا
جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمان محبت: یعنی اللہ ان
سے محبت کرے گا۔ یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا خلق کے
دل میں ان کی محبت پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ نیک بندے
جو اللہ تعالیٰ کے محبوب بنتے ہیں اور جن کا سننا، دیکھنا، پکڑنا اور چلنا
سب اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ
عوام کے دلوں میں ڈالتا ہے پھر عوام کے دل خود بخود اس کی طرف
جھکتے ہیں، یہی ہے شان مسجودیت جو فنا فی اللہ ہونے کی وجہ سے
اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ باکمال عالم دین اور بلند مرتبہ شیخ طریقت
ہوئے ہیں حضرت میرزا جان جاناں مظہر قدس اللہ اسرارہما ان
کے متعلق فرماتے ہیں: آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں؟
ایسے حضرات کے اقوال کو ان طریقوں سے حل کرنا ضروری ہے
جو حضرات مشائخ کے طریقے ہیں۔

علامہ ابن مفتی عنایت احمد کاکوروی متوفی ۱۲۷۹ھ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔ آپ کے الفاظ کو نزہۃ الخواطر نے عربی میں نقل کیا ہے اس کا مفہوم اس طرح ہے۔

شاہ ولی اللہ کی مثال شجر طوبیٰ کی طرح ہے کہ تنہ اُن کے گھر میں ہے اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پہنچی ہوئی ہیں مسلمانوں کا کوئی گھر اور ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس کی ٹہنی نہ پہنچی ہو۔ اکثر لوگوں کو خبر نہیں کہ اس ٹہنی کی جڑ کہاں ہے۔

یعنی ہندوستان میں جو علم دین پھیلا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ آپ کی مبارک ذات کو کیا ہے شیخ محمد محسن صدیقی ترہٹی نے "الیانع الجنی" کے آخر میں لکھا ہے کہ میں نے دو مرتبہ علامہ عبدالحق فاروقی خیرآبادی کو کہتے سنا ہے جب کہ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب "اِزَالَۃُ الْخَفَا" کا مطالعہ کیا۔ ایک مجمع کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا (عاجز ترجمہ کرتا ہے)

"جس شخص نے یہ کتاب تصنیف کی ہے وہ علم کا ایسا بحرِ ذخار ہے جس کا ساحل نظر نہیں آتا اور اُن پر اعتراض کرنے والا جاہلوں میں سے ایک ایسا غبی جاہل ہے جس سے سمجھنے کی توقع نہیں کی جا سکتی یا وہ اُن انعامات پر حسد کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کئے ہیں!

لہ تعالیٰ القول الجلی کے اس ترجمہ کو بوجہ احسن طبع کرائے اور مع اصل فارسی نسخہ اہل علم اور ارباب کمال کے سامنے آئے اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی باطنی بلند پروازی اور علوِ منزلت کا علم

سب کو ہو۔

حضرت میرزا کا ارشاد "آپ کا مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں" حقیقت امر کا اظہار کرتا ہے عاجز آپ کو متنبی کے اس شعر کا مصداق پاتا ہے۔

مَضَتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ ‎ ‎ ‎ وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

زمانے گزرے وہ اُن جیسا نہ لا سکے، اور وہ آئے تو اُن کا مثل لانے سے قاصر ہو

قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهُ وَنَوَّرَ ضَرِيحَهُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ أَوَّلًا وَآخِرًا۔

جمعہ ۲ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ
۵ دسمبر ۱۹۸۶ء

ابوالحسن زید فاروقی
درگاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ
شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

خوں چکاں ہو جاتی ہیں۔ اس وقت اسی کثافت کے ماحول میں لطافت کی بڑی جلوہ گر ہو کر ایک عالم کے لیے جنت نگاہ اور فردوس گوش کے سامان مہیا کرتی ہے اور مظلوم ہستیاں وجد کناں ہو کر پکار اٹھتی ہیں ؎

رات کو ہر ثابت و سیارہ گرم لاف تھا — صبح جب خورشید نکلا تب تو مطلع صاف تھا

ہر دور میں جب زندگی محشر بداماں ہوتی رہی، مصائب کی کف در دہاں موجیں حلقۂ کام نہنگ بن کر ہر مظلوم کو ہڑپ کرنے پر آمادہ رہیں تو پھر خاصانِ حق و مردانِ خدا پردۂ غیب سے نمایاں ہوتے رہے جنھوں نے اپنی صلابت کردار اپنی بے پناہ روحانی قوتوں سے وقت کی کلائی مروڑ کر رکھ دی اور قوموں کی تاریخ میں ہر نہج و ہر جہت میں وہ عنبر فشاں روحانی خوشبو کی مہک پھیلاتے رہے جس سے مشام جاں بسا۔ انھوں نے زندگی کو زندہ دلی اور زندہ سامانی کا اسم اعظم بتاتے رہے۔ دین میں جب اضمحلال پیدا ہو چلا تھا ان نفوسِ قدسی کے نفس مسیحا آسا نے اس میں ایک تازہ جان ڈال دی۔ کون دور ایسا نہیں رہا جس میں ایسے روحانی بزرگ نہیں پیدا ہوئے جو مامور من اللہ نہ ہوئے ہوں۔ وہ ہیبت شاہی اور جبروت سلطانی سے ہرگز ہرگز مرعوب نہ ہوئے اور ان کی جلال ہم نشینی سے ہزارہا ایسے افراد پیدا ہوئے جو تربیت یافتہ ہو کر معاشرہ کی سطح کو روحانی بلندی عطا کرتے رہے۔ ہندوستان جنت نگاہ تو بڑا خوش قسمت رہا کہ اس کی طرف حضرت سرور کائنات کی نگاہ محبوبیت ہمیشہ متوجہ رہی اور ہزارہا اولیاء اللہ رسول اللہ ﷺ کے حکم اور آپ کی بشارت کی بجا آوری میں تیرہ خاکدان ہندوستان آئے اور یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے بہ تائید ولایت نبوی اپنی روحانیت کے جوہر دکھائے۔

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور

جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کا ولی (دوست) ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔ (ترجمہ فتح الحمید مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ وہ (اللہ) اُن کی محبت کا مرکز و محور ہو جاتا ہے اندھیروں یعنی صفاتِ نفس اور اوہام خیالی سے نکال کر نورِ یقین و ہویت عطا فرما کر عالم ارواح کی فضاؤں میں لاتا ہے

نحمدہٗ ونشکرہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

تاریخ عالم پر ایک طائرانہ لیکن بصیرت افروز نظر ڈالنے سے ہمیں یہ محسوس اور عیاں ہوتا ہے کہ جب سماجی سیاسی اخلاقی اور روحانی قدریں درہم برہم ہو جاتی ہیں۔ ہر عالم میں بحران کی کیفیت طاری ہوتی ہے انتشار، افتراق، اختلاف اور پریشانی کا دور دورہ ہوتا ہے اور استبداد کے شکنجے کھلی ہوئی عام خلائق شکستہ پر ہو جاتے ہیں اور ان کی گرد میں

جہاں مسلمان فاتح ملک گیری کے لیے اس ملک میں در آئے وہیں اہل اللہ و اولیاء اللہ کے قافلے بہ ایمائے و اذنِ رسول خدا ﷺ یہاں آئے وہ اپنے ساتھ عرب کا وقار اور فصاحت و بلاغت، ایران کی کج کلاہی اور بانکپن، ترکستان کا شکوہ و شان بھی ساتھ لائے اُن کے قلوب عشقِ خدا اور عشقِ رسول خدا میں سرشار تھے۔ ان کے نفوس قدسیہ نے یہاں کی خاک کو اکسیر و عرفان و معرفت کے موتیوں سے مالا مال کر دیا اور یہاں کی رواداروں فضا نے ان کو اس طرح گلے لگایا ؎

تمثال میں تیرے ہو وہ شوخی بصد شوق آئینہ بہ انداز گل آغوش کشا ہو

ان اولیاء کرام کے میٹھے بولوں نے زخمی دلوں پر مرہم کے سامان فراہم کیے وہ اس ملک کے مزاج کو سمجھے اور روح اسلام جو مساوات میں ایک عالم جسیط پر چھائی ہوئی ہے اس کی تعلیمات سے دلوں میں محبت کی جوت جگا دی اور یہ کار مشاطگی اخلاق اسلامی، اسلاطین کی آمد آمد سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ افغان حکومتوں کا دور ختم ہوا مغلوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس دور میں بھی باوجود دنیوی جاہ و حشمت کی ترقی کے بیشتر اولیاء کرام کی زندگی کانٹوں کے بستر پر بسر ہوتی رہی۔ ہمایوں کے دور تک تو قدرے سکون رہا کیونکہ اس غریب کو شیر شاہ سے مقابلہ کرتے ہی گذری پھر اکبر کا دور آیا اور اس نے مبارک و ابوالفضل اور فیضی کے دام تزویر میں پھنس کر ایک نئے دین کو پھیلانے کی کوشش کی اور شجر اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا بیڑہ اٹھایا۔ مشیت کی غیرت جوش میں آئی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی کی ہستی کتم عدم سے پردۂ وجود پر جلوہ پیرا ہوئی اور مشیت کا یہ

وعدہ پورا ہوا کہ ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

انھوں نے علم جہاد بلند کیا اور بادشاہ وقت کی ہر کوشش کو جو دین حق کا چہرہ مسخ کرنے پر تلی ہوئی تھی ناکام بنا دیا ؎

ہمہ ساز بے نیازی ہمہ سوز بے نوائی
دل شاہ لرزہ گیر ز گدائے بے نوائے

اور نگ زیب کے بعد انگریزوں کے تسلط ہونے تک کا زمانہ ہندوستان کے لیے ایک محشر بہ دوش اور طوفان بہ کف دور رہا۔ نادر شاہ کا حملہ اور اس کا بے گناہ رعایا کی خوں ریزی خاندانوں کی تباہی اور محمد شاہ رنگیلے کی رنگین مزاجی کی یادیں میں شاہی خاندان کی ذلتیں یہ ایسا المناک باب ہے جس کے خیال سے روح تھرا جاتی ہے اس دور کے تاریخی واقعات کی تفصیل مولانا مناظر احسن گیلانی علیہ الرحمۃ کی تالیف "شاہ ولی اللہ" میں دیکھی جائے۔

اس پر فتن دور اور ظلم و ظلمت کی گھنگھور گھٹاؤں میں حضرت اقدس مجدد ملت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہستی ستارۂ درخشندہ بن کر ابھری اور اس کا وجود سراپا جود گھنگھور گھٹاؤں میں امید کی کرن بن کر افق حیات پر آیا۔ اس دور خزاں نواجن کی عدیم المثال دینی اور روحانی خدمات نے احیائے دین و تحفظ دین اسلام کا بیڑہ اٹھایا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لیے یہ بات بعید نہیں کہ وہ تمام عالم کو ایک فرد واحد میں جمع کر دے

بگڑے ہوئے نصیب کی آندھی کے سامنے کیونکر چراغ تھا تہ داماں نہ پوچھئے

آخر چند صدی[1] میں من حیث جامعیت ایسی جامع شخصیت آپ کے سوا دوسری نظر نہیں آتی جو بیک وقت محدث اعظم، مفسر کبیر، فقیہ بےمثال بلکہ مجتہد اعظم، علم معقول و منقول میں بے مثال مفکر، معاشیات و عمرانیات میں رمز آشنا و نکتہ شناس، سیاست میں فقید المثال سیاست داں، تاریخ میں محقق مورخ، تدبیر میں مدبرانہ ذہن کے مالک، حکیم الامت، شاعری میں نغز گو اور قادر کلام شاعر، تصوف کے بحر بیکراں کے نہ صرف خود غواص بلکہ ہزاروں کو ساحل بہ کنار کرنے والے انسان کامل سے

تیراک اُسے کہیے جو اوروں کو تیرائے
خود دار ہوا تو کیا اور پار ہوا تو کیا

حم معاش و علم معاد کے بہت بڑے عالم، نباض فطرت، بارگاہ حق سے قائم الزمان کا لقب اور دربار نبوت سے وَلِیّ اُمتی اور لفظ امام سے مخاطب[1]

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ بانی ندوۃ العلماء لکھتے ہیں کہ علامہ ابن رشد، ابن تیمیہ کے بعد بلکہ اُن کے زمانہ میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھلانا تھا کہ آخر زمانہ میں جب اسلام کا نفس باز پسیں تھا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے سامنے امام غزالیؒ، امام رازیؒ، علامہ ابن رشد کے

---

[1] بیعت سال محترم و معظم جناب مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب مدظلہ ندوی القول الجلی ملاحظہ فرما فر تعریف لائے تو بہت پسند فرمائی۔ الفاظ ان کو تائید و تحسین فرمائی۔ حضرت اقدسؒ کی کرامت کشف متعلق شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد یعقوب سن کر تعریف فرمایا کہ "شاہ صاحب کے شہود و کشوف کا کیا کہنا"۔

[1] تاآئکہ القول الجلی و فیوض الحرمین   [2] مقدمہ علم الکلام

کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔[2]

(حضرت مترجم کے نزدیک حضرت اقدسؒ کے وجود باجود پر حضرت مولانا رومؒ کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

در شب روپوش گشتہ آفتاب   فہم کن واللہ اعلم بالصواب

حضرت اقدس کے حالات میں یہ پہلا اور آخری اور مستند ملفوظ ہے۔ آپ کی حیات میں آپ کے حکم سے لکھا گیا جس کو حضرتؒ لفظاً لفظاً بنظر غائر ملاحظہ فرماتے رہے اور اپنے قلم خاص سے اصلاح و حذف و اضافہ فرماتے رہے۔ قول الجلی کی تالیف پر مخلص و عاشق مولف کو فرط انبساط میں دعائیں دیتے ہیں "جزاہ اللہ خیر الجزاء و احسن الیہ و اسلافہ و اعقابہ و اوصلہ الی ما یتمناہ من دینہ و دنیاہ" (انفاس العارفین)۔

قول الجلی اور اس کے مولف کے بارے میں محترم مولانا حکیم سید محمود برکاتی اپنی تالیف "شاہ ولی اللہؒ اور ان کا خاندان" میں لکھتے ہیں: شاہ محمد عاشق پھلتی صدیقی کے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے کئی رشتے اور تعلق تھے وہ شاہ صاحبؒ کے ماموں زاد بھائی، نسبتی بھائی (سالے)، سمدھی، رفیق طفلی، شریک درس، شاگرد، مسترشد و خلیفہ تھے۔ شاہ محمد عاشق کی تالیفات میں قول الجلی سرفہرست ہے۔ "حیات شاہ ولی اللہ" ہے جو نہ صرف اس لحاظ سے اہم ہے کہ وہ برعظیم کی ایک عظیم شخصیت کی سوانح ہے اور اس موضوع پر اولین مآخذ ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہ کتاب اُس فرد کی تالیف ہے جو حضرت شاہ صاحب کے کمالات فضائل کا وارث اور امین تھا۔ اُن کی زندگی کا ہر دور جس کی نظر میں تھا اور حضرتؒ کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں پر جس کی نظر سب سے زیادہ

ودیعت تھیں، جو ان کی تجویزوں، آرزوؤں، حسرتوں اور اُن کی تمناؤں کا
رازدار تھا۔ جو ان کی بیشتر تالیفات کا سبب تالیف تھا۔ اُن کی
اکثر تحریروں کا اولیں مخاطب؟

قول الجلی کے اقوال قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک کسوٹی
ہیں جس پر حضرت کے صحیح اور واقعی نظریات کا سراغ لگتا ہے۔ اسی
طرح اس کی روشنی میں حضرت کی تعلیمات اور عملی زندگی کا صحیح نقشہ اور
ہو بہو تصویر سامنے آتی ہے۔ بعض محققین کی تحقیق ہے کہ حضرت اقدس کی
وفات یا شاہ عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد سے ہی حضرت کی بعض
تصانیف کو اہل حدیث فرقہ وہابیہ نے اپنے قبضہ و تصرف میں لے کر
تحریف و الحاق کا کام بہت زور و شور اور بڑے منظم طریقہ سے کیا بلکہ بعض
کتابیں اس تنظیم کے علماء نے خود لکھ کر حضرت اقدس سے منسوب کر کے
شائع کر دیں (جن کی اشاعت آج بھی ہو رہی ہے) اس منظم گروہ کے لیے
قول الجلی کا وجود یقیناً مضرت رساں ہوتا اسی لیے قول الجلی کو بہت
منظم طور پر تلاش کر کے جہاں جہاں ہو گی ضائع کر دیا گیا۔ یہ ایسا ملفوظ
ہے جس کو مطالعہ میں رکھنے کی خود حضرت اقدسؒ نے اپنے مسترشدین کو
تلقین فرمائی ہے۔ آپ کے خلفاء و مسترشدین و مریدین نے یقیناً اس کی
نقول حاصل کی ہوں گی اور بکثرت ہوں گی۔ مولوی رحمٰن علی اور نواب
صدیق حسن خاں نے اپنی تالیفات میں حوالے دیئے ہیں۔ نواب صاحب
کے کتب خانہ میں (جو غالباً اب ندوہ میں منتقل ہو چکا ہے) بھی اب
اس کا پتہ نہیں۔ محترم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اپنے خط میں
لکھتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء تک قول الجلی ان کے کتب خانہ میں بھی مگر

اب نہیں ہے۔ قول الجلی پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت کے بعض دیگر
علم پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی (علی گڑھ) کو دعا ہو کہ ان کے پاس بھی قول الجلی کا ایک
ناقص نسخہ ہے (واللہ اعلم بحقیقتہ و نتیجہ)، عتاب نامہ شفیق صاحب مورخہ ۶ نومبر ۷۹ء
بنام سجادہ نشین صاحب خانقاہ کاظمیہ کاکوری) مگر سخت حیرت ہے کہ انھوں نے
اپنی تالیف میں اپنے نسخہ کا ذکر تک نہیں کیا اپنی تالیف "شاہ ولی اللہ کے سیاسی
مکتوبات طبع دوم ۱۹۶۹ء میں کتب خانہ انور ... کے مخطوطے کے اقتباسات دیئے
اور حضرت صاحب سجادہ مدظلہ پر بہتان تراشی فرمائی "سجادہ نشین اس کے مطالعہ
کی اجازت دینے سے بھی گریز کرتے ہیں" (سیاسی مکتوبات مذکورہ صفحہ) اصل واقعہ
یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ایک ماتحت کو یہاں بھیجا کہ قول الجلی سے تاریخی مواد نقل
کر لاؤ۔ صاحب سجادہ صاحب مدظلہ نے بلا عذر ملا۔ بخوشی خاطر کتاب ان کے حوالے
کر دی۔ موصوف نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے تاریخی مواد نقل کیا اور علی گڑھ لے
جا کر خلیق صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جس سے انھوں نے اپنی تالیف مذکور
کو مزین کیا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ ان کی محنت کا اعتراف
کی داد دیتے یا ممنون ہوتے اپنی پروفیسری کے ..... میں مدہوش چراغ پا ہو گئے
اور گرج اٹھے کہ تم اصل کتاب کیوں نہیں لائے" اس کے بعد ہی سجادہ نشین صاحب
مدظلہ کو وہ خط لکھا جس میں حفظ مراتب کے شریفانہ رویہ کو پس پشت ڈال کر طنز و
تعریض کے تیر و نشتر چلانے کی سعی نا دو فرمائی۔ "شاہ ولی اللہؒ کے سیاسی مکتوبات میں
جس جگہ قول الجلی کے اقتباسات دیئے ہیں یہ بھی خود اعتمادی سے تحریر فرمایا ہے کہ
"کتاب (قول الجلی) کو ایڈٹ کر کے پیش کیا جائے گا۔" حضرت اقدسؒ کے منجملہ دیگر
فیوض و نیز اپنے محترم بزرگ حضرت مولانا ابو الحسن زید صاحب فاروقی مدظلہ کی دعا
کی قبولیت دان کا مقدر ملاحظہ ہو، سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب خلیق احمد صاحب کے ہاتھ نہیں
دانی لگنے ...

خلفا نے بھی آپ کے ملفوظات و حالات لکھے تھے غالباً ان کو بھی اسی تنظیم

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) پڑھی ورنہ خدا معلوم تحریفات و حذف الحاق کی کیا کیا
کرشمہ سازیاں غیر مقلدین وہابیین سے فوائد (داد و تحسین وغیرہ وغیرہ) حاصل
کرنے کے لیے منصۂ شہود پر آتیں۔ تحریف کی ادنیٰ مثال اسی سیاسی مکتوبات مطبع دوم صفحہ
سطر ۹ پر ملاحظہ فرمایئے "اکنوں معاینہ نمودہ می آید کہ (اب یہ دکھائی دے رہا ہے کہ)
یعنی کیا، اس تحریف سے تو جملہ ہی مہمل و بے معنی ہو گیا پورا جملہ پڑھیے "اکنوں معاینہ
نمودہ شد کہ این شہر کہنہ مرجع تفرقہ بہ تحقیق می داد (اور اب یہ دکھائی دے رہا ہے کہ قدیم
دہلی) پر مرجع ٹھہری نظر ڈالے ہے" جس سے قدیم دہلی کی تباہی کا حضرت کو یقین
ہو گیا اور پھر ویسا ہی واقع بھی ہوا۔ تھوڑے عرصہ بعد اُن ہی صاحب کے ذریعہ
خلیق صاحب موصوف کی خدمت عالی میں یہ مودبانہ گذارش کی گئی کہ اُن کے ناقص
نسخے (اگر وہ مفروضہ نہیں جس کا اب یقین ہو رہا ہے) یہاں کے مکمل نسخہ کا موازنہ
و مقابلہ کرکے اُن کے ناقص نسخہ کو وہیں علی گڑھ میں چند روز قیام کرکے مکمل کر دیا
جائے اور یہاں کے نسخہ میں حقائق و معارف کے بیان میں کتابت کی جو چند غلطیاں
ہیں شاید ان کے نسخہ سے تصحیح ہو جائے۔ اس مودبانہ گذارش پر وہ اپنے ان ہی
ماتحت صاحب موصوف پر جو اپنی سابقہ محنت شاقہ کی وجہ سے پُر امید تھے
غضبناک ہو کر برس پڑے اور ارشاد فرمایا کہ میں ہرگز اپنا نسخہ نہیں دکھاؤں گا
اس غصہ کے عالم میں اُن کو اس کا احساس بھی نہ رہا کہ ان کا ناقص نسخہ مکمل ہو جاتا
جس میں اُن کا ہی مفاد تھا۔ حضرت صاحب سجادہ مدظلہٗ کو اپنے خط میں جو تنبیہ
و نصیحت فرمائی تھی اور صفات آخرت سے بار بار الفاظ ڈرایا تھا کہ کسی اہل علم
سے کتاب کو چھپانے پر کتابیں قیامت میں فریاد کریں گی (جس کا معقول جواب
ان کو اسی وقت بھیج دیا گیا تھا) غیظ و غضب میں اپنی وہ نصیحت بھول گئے۔ اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

کی نظر لگ گئی کہ آج ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔ ایک معتبر مگر ناقص
نسخہ[1] خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے (جو ماضی قریب میں انجمن ترقی
اردو دہلی سے وہاں منتقل ہوا ہے) مگر افسوس صد افسوس کہ وہ بھی اس
فرقہ کے پنجۂ ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں سے بھی حضرت کے
حالات، معمولات، حقائق و معارف، کشف و کرامات کا بیشتر حصہ ضائع
کرکے اس کو ناقص کر دیا گیا۔ حضرت کی تصانیف تفہیمات الٰہیہ و حجۃ اللہ
البالغہ وغیرہ میں جو تحریفات و الحاقات (متعلق بہ عقائد) کیے گئے
اس کی نشاندہی تقریباً ایک صدی قبل ہی حضرت کے حفید سعید مولوی
سید ظہیر الدین احمد ولی اللہی نے کی تھی اور لوگوں کو اس فریب مسلسل سے
آگاہ و متنبہ کر دیا تھا۔ تفصیل کے لیے انفاس العارفین مطبوعہ مطبع احمدی کا
"التماس ضروری" پڑھیے سید محمد فاروق القادری ایم اے نے انفاس العارفین

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) قیامت میں کتاب کی فریادی صدائیں جو کانوں میں گونج رہی
تھیں غصہ نے قوت سماعت پر بھی اثر ڈال دیا وہ آوازیں آنا بھی بند ہو گئیں بہرحال
یہ حالت غیظ و غضب دیکھ کر ماتحت صاحب حواس باختہ ہو کر مصداق بادے عرفی
کے شعر کا مصداق بنے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم۔
غالباً خلیق صاحب کی نظر سے حدیث شریف من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ
نہیں گزری اور اگر گذری ہے تو اس کی اہمیت و عظمت ان کے دل میں کیوں نہ پہنچے
گی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

[1] رسالہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۶۸ء میں نے اس مخطوطہ کی فوٹو کاپی حاصل
کر لی ہے۔ اس میں اور کتب خانہ انوریہ کے مخطوطہ میں سر مو فرق نہیں ہے جو
دونوں کے مستند ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ تقی انور

کا ترجمہ چند سال قبل شائع کیا ہے اس کے مقدمہ میں تفصیل و تشریح سے
مبلغین عقائد نجدیہ کے ان الحاقات و تحریفات کی وضاحت کی ہے محترم
جناب مولانا حکیم محمود احمد صاحب برکاتی کی تالیف "شاہ ولی اللہؒ اور
اُن کا خاندان" اور اُن کے دیگر تالیفات و مضامین۔ جناب ایوب قادری
صاحب کی تالیف "مقدمہ وصایائے اربعہ" اور ان کے دیگر مضامین تذکرۂ
سلیمان (از مولانا غلام محمد مطبوعہ مجلس علمی کراچی) اور بیشتر مضامین
جو رسالہ "الرحیم" حیدرآباد سندھ میں شائع ہوتے رہے ہیں ان سب
کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے۔ نیز دیگر علماء محققین (علامہ شبلی نعمانی و مولانا
سید سلیمان ندویؒ وغیرہ) کی تحقیق بھی اس سلسلہ کی ضرور ملاحظہ کریں۔

حضرت اقدسؒ کے اقوال و احوال و افعال پڑھ کر ہر صاف ذہن
و غیر متعصب شخص پر واضح و روشن ہو جانا چاہیے کہ حضرتؒ کی طرف،
تفہیمات الٰہیہ وغیرہ میں جو دہابیانہ عقائد منسوب و الحاق کیے گئے
جن کی آج بھی تشہیر کی جارہی ہے حضرتؒ پر محض افترا و بہتان ہے
کیا "نائب الرسول امام ولی اللہؒ" کے بارہ میں یہ کہنے کی شرمناک
جرأت کی جائے گی کہ ان کے ظاہر و باطن اور ان کے قول و فعل میں
اتنا زبردست تضاد تھا (جس کو عرف عام میں دو فسلہ پن اور قرآن
میں منافقت کہا گیا ہے) نعوذ باللہ من ذالک۔ حضرت اقدسؒ اور
آپ کے اکابرین کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے علاوہ قول
الجلی کے حضرت کی تالیفات انفاس العارفین۔ فیوض الحرمین
الدر الثمین کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

لکھنؤ میں اسی تنظیم سے متعلق ایک مولانا نے القول الجلی کے

دو ایک اقتباسات سن کر کہا کہ "حضرت شاہ صاحب سے لغزش ہوئی
اور لغزش سے تو حضرت معاویہ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔" مجھے اُن کے
ذہن و فکر پر افسوس ہوا۔ کیا ایک عالم مجتہد۔ مجدد۔ امام جو زندگی بھر
لغزشیں و گناہ (گناہ بھی ایسے جو ان صاحبان کے نزدیک نہ صرف
بدعت سیئہ بلکہ شرک و کفر پر مشتمل ہیں) کرتا رہا اُن پر مصر رہا اپنے
نظریات کی اپنے افعال و اقوال سے تبلیغ و تشہیر کرتا رہا کیا ان
صاحبان کے عقائد و نظریات کے تحت ان افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ
(اُن کے نزدیک) کے بعد بھی وہ شخص مصلح امت۔ مجدد۔ مجتہد۔ امام۔
نائب الرسولؐ (جس کو خود رسولؐ نے اپنی نیابت کی خلعت عطا
کی) کے بلند مراتب پر فائض رہے گا اگر رہے گا تو پھر دوسرے
صوفیا اور اُن کے منتسبین و مقلدین گمراہ۔ بدعتی۔ قبوریے مشرک
کے قبیح الفاظ سے کیوں مخاطب کیے جاتے ہیں۔ مولانا موصوف کی
اس تاویل و تمثیل پر میں کیا خود حضرت اقدس قدس سرہ کی رُوح اقدس
کتنی مضطرب و بے چین ہوئی ہو گی۔ العیاذ باللہ۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد   میلش اندر طعنہ پاکاں برد

میری رائے میں علماء محققین کا یہ فرض ہے کہ وہ حضرت اقدسؒ
کے تصانیف کے صرف وہ مخطوطے تلاش کریں جو حضرت کے عہد
کے لکھے ہوئے ہوں یا حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے عہد (تا سنہ ۱۲۳۹ھ) کے
ہوں۔ ایسے مخطوطے الحاق و تحریف سے محفوظ ہوں گے۔ ہند و پاک کے
کتب خانوں میں ایسے مخطوطے تلاش سے شاید مل جائیں۔ میرے کتب خانہ
میں حضرتؒ کے متعدد رسائل تصوف ایسے ہیں جو حضرت کے عہد کے

مخطوطے ہیں ایک رسالہ پر حضرت اقدسؒ کے دست مبارک کی لکھی چند سطریں بھی ہیں۔

القول الجلی کا مکمل و قدیم نسخہ (مخطوطہ سنہ ۱۲۲۹ھ) صرف میرے مختصر مگر گمنام کتب خانہ انوریہ میں محض اس کی گمنامی کی وجہ سے محفوظ رہ گیا الحمد للہ کئی سال سے ہند و پاک کے بکثرت اہل علم حضرات کی فرمائش و اصرار تھا کہ القول الجلی کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ والد ماجد کے حکم پر کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ حضرت اقدسؒ کی خاص اصطلاحات ادق مضامین نیز کتابت کی بے شمار فاش غلطیوں سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ مطالعہ کے دوران والد کے حکم و ایما پر پہلی بار اسی غرض سے میں دہلی گیا۔ سفر سے مجھے دلچسپی نہیں نہ اس سے قبل کبھی لکھنؤ سے آگے گیا تھا۔ حضرت اقدس کے مزار پر انوار پر بصد شوق و ادب حاضر ہوا۔ بعد فاتحہ خوانی آپ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر خاموش بیٹھ گیا اور زبان قلب سے عرض کیا یہ بھی گزارش کی کہ حضرت نے انفاس العارفین میں طالبین کو قول الجلی کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کا حکم دیا ہے۔ مجھ عاجز کم استعداد کو اس اہم کام (ترجمہ و تشریح) کے لیے فہم و استعداد و ہمت عطا ہو۔ تھوڑی دیر بعد ہی مجھے اپنے لطیفۂ قلب میں عجیب سی چمک بعدہٗ ٹھنڈک معلوم ہوئی ساتھ ہی اپنی ذات میں ہمت و قوت محسوس ہوئی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت اقدسؒ کی اجازت و رضا ہو اور آپ کی روحانیت سے مزید اعانت حاصل ہو گی۔ میں انتہائی مسرت و خوشی میں والہانہ انداز میں بصد تشکر قدم بوس ہو کر واپس آ گیا اور توکلت علی اللہ و بعدہٗ توکلت علیٰ تائید روح ولی اللہ،

کتاب کا ترجمہ شروع کر دیا اور کتاب کو والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھتا بھی رہا۔ ترجمہ کا اہتمام و نیز شروحی حواشی یہ سب حضرت اقدسؒ کی روحانی امداد و فیض ہے جو ناظرین با تمکین کے ملاحظہ کے لیے پیش ہے خصوصاً صوفیائے کرام کے منتسبین و علماء، عوام اپنے اعتقادات درست کر کے اور نفوس کی اصلاح کر کے حضرت کے صحیح و مستقیم راستہ پر گامزن ہوں اور روح ولی اللہی سے فیض و توجہات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ میرے ترجمہ میں کوئی غلطی یا اہل نظر کو میری کم استعدادی کہیں نظر آئے تو مجھ کو ایک معمولی انسان سمجھ کر صرف نظر فرمائیں اور مجھے دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

بڑی ناشکری ہو گی اگر میں اپنے معظم و محترم بزرگ محقق عصر حضرت مولانا ابو الحسن زید مجددی فاروقی مدظلہٗ (دہلوی) کا شکریہ نہ ادا کروں جنھوں نے تشریف لا کر میری ہمت افزائی فرمائی ترجمہ کو مختلف جگہوں سے سنا اور مفید مشورے دیے اور پسند فرمایا اور اشاعت کے لیے متعدد بار تاکید فرمائی بلکہ عہد واثق لیا۔ اپنے قلم سے مقدمہ تحریر فرما کر عطا کیا جو زیب کتاب ہے (حضرت مولانا مدظلہٗ کے قلم مبارک کا لکھا ہوا مقدمہ تبرکاً نیز سنداً کتب خانہ میں محفوظ ہے) حضرت مولانا مدظلہٗ نے جن واقعات و حالات کو اپنے مقدمہ میں شامل کیا ان کے علاوہ القول الجلی میں حضرت اقدسؒ کے مجاہدات سابقہ و مکاشفات و الہامات اور بعض غیبی امور پر اطلاع نیز چند کرامات ہیں۔ راہ سلوک کے سالکین کے لیے قدم قدم پر جو روڑا ڈالتے ہیں وہ بہکاوے نفس و شیطان اور عقل جزوی پیدا کرتے ہیں ان کے ہتھکنڈوں کو پہچان کر اور ادراک کر کے ان کو مغلوب

کرنے کے مجرب طریقے بھی ہیں۔ طالبین راہ حق و بحر توحید و عرفان کے
شناوروں کو معرفت کے بے بہا گوہروں کے حاصل کرنے کے مجرب
طریقے ہیں۔ لیکن اس راہ میں مرشد کی ذات میں فنائیت۔ محبت
و ادب و اخلاص مقدم و اولین شرائط ہیں۔ توفیق الٰہی بھی اسی
وقت شامل حال ہوتی ہے۔

نہ ہر کس از محبت مایہ دار است — نہ با ہر کس محبت سازگار است
بروید لالہ با داغِ جگر تاب — دلِ لعلِ بدخشاں بے شرار است

عقائد و معمولات کے متعلق چند مسائل حسب ذیل ہیں۔

حضرت کا اپنی صاحبزادی بی بی صالحہ کی شادی حسب رواج زمانہ
دھوم دھام سے کرنا۔ اسماء کے موکلین کی طرف رجوع ہونا اور ان کے وسیلہ
سے مدد حاصل کرنا۔ انگشتری (انگوٹھی) کا واقعہ جس میں ستارۂ زہرا کی
میراث و اثرات تھے۔ تصور شیخ (شیخ کی برزخ قائم کرنا) کا وجوب و
افادیت۔ ذکر جہر کے فوائد کثیرہ بعض عارفین کی محبت مجازی کا رمز
سماع کے فوائد۔ مزامیر سننے کو بھی حضرت حرام نہیں سمجھتے تھے۔ اولیا
اللہ کے مزارات پر حاضری کا التزام اور ان کی روحانیت سے فیض
حاصل کرنا۔ بندگان دین کی ارواح سے استمداد و حاجت روائی ہونا
(حاجت دینی ہو یا دنیوی بہرحال حاجت ہے) سجدۂ تعظیمی کی حلت
و حرمت فرقہ سد اسماگ۔ بابا رتن ہندی و ابو سعید حبشی کی صحابیت
پر بحث۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی کے مقام کی بلندی
اپنی وفات کے بعد اپنے مزار شریف کے قریب ایک نوعمر (محمد صفی ولد
شاہ نور اللہ بدھانوی) پر آپ کی روح کا قرار و اختیار اور دقیق و رقیق

حقائق و معارف بیان کرنا۔ حاضرین کے سوالات کا جواب دینا جو اس
نوعمر کے علم و عقل و فہم سے بالاتر تھے۔ مولف کتاب معہ دیگر حضار اس وقت
موجود تھے[1]۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ بدعت حسنہ کو نہ صرف جائز و مستحب
بلکہ اس سے زائد ضروری مفید سمجھتے تھے اور اسی پر زندگی بھر عمل پیرا رہے
سب سے زائد محیر العقول حضرت اقدس کا واقعۂ وفات ہے۔ وفات سے
اٹھارہ سال قبل (جب عمر شریف چوالیس سال تھی) آپ نے اپنے
اصحاب سے بیان کر کے آگاہ فرما دیا تھا۔ معینہ عمر (۵۵ سال تھی) وقت
معینہ آجانے پر زہرہ کی میراث و اثرات سے عمر شریف میں پانچ
سال کا اضافہ ہو جانا پھر بعض پیران طریقت کی ارواح کی تجلیات
سے عکس پذیر ہونے سے وہ ایک سال عمر میں مزید اضافہ ہونا (عمر معینہ کی
بجائے پچپن سال کے قریب ساٹھ سال ہو گئی) آخر زمانہ میں (۱۰ ماہ
گذرنے کے بعد) دوبارہ اس مشاہدہ کو بالتفصیل بیان کرنا اور اسکا
حرف بحرف صحیح ہونا۔ بعض واقعات ایسے حیرت انگیز ہیں کہ عقل انسانی
ابھی ان کے ادراک و فہم سے عاجز ہے۔ دنیا کے وہ سائنس داں ڈاکٹر
جو اپنے علم و فن کے ذریعہ مردہ کے قلب کو متحرک کر کے زندگی کو ڈھالنے
کی فکر میں سرگرداں ہیں یا ماہرین فلکیات و سیارگان ممکن ہو آئندہ ان
نکات کو حل کر سکیں۔ اس واقعہ کے ایک ایک لفظ کو انتہائی غور و خوض
سے پڑھیں۔ روشن نقطہ کو مردہ جسم سے نکال کر جسم کے کان کے قریب
رکھنا جہاں سے دماغ کی شریانوں کا تعلق ہے۔ مغربی ممالک کے بعض
ڈاکٹروں کی جدید تحقیق ہو کہ صرف حرکت قلب بند ہونے سے کلی موت نہیں

---

[1] یہ واقعہ مقالات طریقت (مطبوعہ) میں بھی ہے۔ ان کا اسم شاہ نور اللہ بدھانوی کے صاحبزادہ کا
نام ہے۔

ہوتی جب تک دماغ بے کار و از کار رفتہ نہ ہو جائے اور وہ فوراً بے کار
نہیں ہوتا کچھ وقفہ کے بعد بے کار ہوتا ہے وہ وقفہ کا صحیح تعین غالباً ابھی
ڈاکٹر نہیں کر سکے ہیں) اگر اس وقفہ میں قلب کی حرکت جاری کر سکی جائے
اور خون کا دوران دماغ تک ہو جائے تو زندگی میں اضافہ ہو سکتا ہے لہ
اس واقعہ کے ترجمہ کے وقت مجھے سماع موتیٰ کا مسئلہ اور واقعات یاد آگئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بدر میں کفار قریش کے مقتولین سے
خطاب فرمایا۔ نیز میت کو بہ آہستگی و بہ آرام لے جانے کا حکم دیا وغیرہ وغیرہ

حضرت اقدس نے جو اپنے مکاشفات۔ واقعات۔ واردات اور
مشاہدات بیان کیے ہیں وہ اب زیادہ محیر العقول و ناممکن نہیں کیونکہ مادی
دنیا میں علم طبیعات کی ترقی نے ایسی حیرت انگیز چیزیں ایجاد کر دی ہیں
کہ آج سے پچاس سال قبل اگر کوئی ان کی پیش گوئی کرتا تو لوگ اس کو
فاتر العقل سمجھتے فضا کی لہروں سے اس کو مسخر کر کے انسانی ذہن نے وہ
وہ کرشمے رچائے ہیں کہ طلسم ہوش ربا کی خیالی چیزیں بھی اب حقیقت بن کر
سامنے آگئی ہیں اور اہل بصیرت عالم حیرت میں یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ

لہ انسان تین سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے — ماسکو ہر اپریل جانوروں پر کیے جانے
والے تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان تین سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے اگر اس کے دماغ
میں معمولی سا آپریشن کر دیا جائے یہ اطلاع روسی خبر رساں ایجنسی تاسؔ نے دی ہے۔
چوہے اوسطاً دو سال تک زندہ رہتے ہیں وہ آپریشن کے بعد تین سال تک زندہ رہ[illegible]
ہوتا یہ ہے کہ فوراً پیدا ہوئے چوہے کے دماغ کے کچھ ننھے اعضا بڑے چوہے کے دماغ میں
پیوست کر دیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فاطمہ عظام زادہ نے جو جانوروں سے متعلق ادارے میں
کام کرتی ہیں بتایا کہ مذکورہ آپریشن نہ صرف دماغ میں حیاتی زندگی پیدا کرتا ہے بلکہ جانور
کے بیشتر اعضا میں گرمی بڑھاتا ہے۔

اب عالم حیرت ہے فنا ہے نہ بقا ہے
حیرت کو بھی حیرت ہو کہ کیا جانئے کیا ہے

اب دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی اور ذہن انسانی کیا کیا
کرشمے دکھائے گا اور طلسم رچائے گا یہ فی الوقت ہماری فہم سے بالاتر ہے
نہ معلوم کیا کیا چیزیں ہوتی رہی ہیں اور ہوں گی جو انسان کے حاشیہ خیال
میں بھی نہیں آسکتیں سمجھنا تو درکنار ہے

تری دنیا کو تجھ کو کون سمجھے جب نہیں کھلتا
کہ اک اک ذرہ کی دنیا کہاں سے ہو کہاں تک ہو

حضرت اقدسؒ کا ارشاد ہے کہ اگر مجدد (وقت) کی بات سمجھ میں
نہ آئے تو اس پر اعتراض نہ تکبیر نہ کرنا چاہیے بلکہ دوسرے آنے والے مجدد
پر چھوڑ دینا چاہیے (کہ وہ وضاحت کرے گا) کیونکہ مجدد کی بات انبیاء
علیہم السلام کی بات کے مثل خطا و غلط فکر سے پاک ہوتی ہے۔

القول الجلی میں مولف نے حضرت اقدسؒ کا وصیت نامہ بھی شامل کیا
ہے چونکہ اس دوران وہ متعدد کتابوں میں ہند و پاک میں شائع ہو چکا ہے
اس لیے کتاب کی ضخامت کم کرنے کے لیے میں نے اس کو شامل نہیں کیا
سلسلۂ نقشبندیہ اور اس کے اکابرین سے مجھے جو نسبت حاصل ہے اس کا
ذکر اپنی تالیف خواجہ عبید اللہ احرارؒ (مطبوعہ) میں لکھ چکا ہوں میرے
صوری و معنوی جد بانی خانقاہ کاظمیہ عارف باللہ حضرت شاہ محمد کاظم
قلندرؒ قدس سرہ کو حضرت اقدسؒ کے مسلک سے خاص شغف تھا۔
حضرت اقدسؒ کے مسترشد خاص و خلیفہ حضرت شاہ ابو حنیفہ بریلوی
سے سلاسل ولی اللٰہی کی اجازت نیز اذکار و اشغال و اورادِ نقشبندیہ

کی تعلیم بھی حاصل تھی تفصیل اذکار الابرار تذکرہ حبیبی حصہ اول و
تاریخ مشاہیر کاکوری (اردو) تذکرہ گلشن کرم (اردو) نیز تنویر الہیاکل
بذکر الاسناد والاوراد و سلاسل (عربی) سے معلوم کی جاسکتی ہے ان
اذکار نقشبندیہ کے طرق و ہدایات حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندرؒ
(خلف شاہ محمد کاظم قلندرؒ) نے اپنی ضخیم تالیف ملہم الصواب فی طرق
اشغال اولی الالباب (فارسی) میں لکھے ہیں۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ کے
پیر طریقت حضرت کلید عرفاں سیدنا شاہ باسط علی قلندرؒ الٰہ آبادیؒ
اور حضرت اقدس شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کے مابین بھی روابط تھے
دونوں حضرات حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کے مسلک پر تھے

بندۂ احقر تقی انور علوی کاظمی عفی الخفی
تکیہ شریف کاظمیہ کاکوری ضلع لکھنؤ
۲۴ر شعبان ۱۴۰۷ھ

اظہارِ تشکر

یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے مقدمہ (عرض شارح) میں
اپنے جد اعلیٰ و حضرت اقدس کے سلسلہ کے روابط کا مجملاً ذکر کیا ہے جیسے والد ماجد مدظلہ
نے اپنے والد ماجد و جمیع مشائخ قدس سرہم سے متعدد بار سنی ہوئی روایت بیان کی کہ حضرت
شاہ محمد کاظم قلندر (ولادت ۱۱۵۷ھ) ابتدائی سال میں دو بار اپنے پیر طریقت
حضرت کلید عرفاں شاہ باسط علی قلندر الٰہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور کئی
کئی ماہ حاضر رہتے تھے بیشتر کاکوری سے جانے میں رائے بریلی میں حضرت شاہ ابو سعید
بریلویؒ اور ان کے چچا حضرت شاہ لعل بریلویؒ کے پاس چند روز قیام فرماتے تھے۔
دونوں سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ واپسی میں خانقاہ سلون میں قیام فرماتے
تقریباً ۵۰ سال کی عمر تک جب تک جسم میں توانائی و طاقت رہی آپ کاکوری سے
پاپیادہ الٰہ آباد حاضر ہوتے بعدہٗ سواری پر۔ آپ نے ۱۱ سال کی عمر میں ترک دنیا
کر کے حضرت کلید عرفاںؒ سے بیعت و مجاہدات و ریاضات کر کے اجازت و خلافت
حاصل کی تھی۔ اسی لئے حضرت اقدس کے تصانیف و نوادر اسی خاندان والا شان
(رائے بریلی) سے حاصل ہوئے۔

دوسرا واسطہ یہ بھی ہے کہ میرے جد مادری حضرت مولانا حاجی امین الدین علوی محدث
کاکوروی کو حضرت شاہ ابو سعید بریلوی نے بیت اللہ شریف میں میزاب رحمت کے نیچے اسی طرح
مرید کیا تھا جس طرح حضرت قدس سرہ نے حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی کو مرید کیا تھا سفر حج
حاجی صاحب کا، سفر و حضر میں عرصۂ دراز تک آپ کے ساتھ رہے۔ اور بعد کو رائے بریلی

بھی حاضر ہوتے رہے حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندرؒ اور حضرت شاہ ابو اللیث خلف شاہ
ابو سعیدؒ سے بھی خاص روابط تھے۔ ان خاندانی دیرینہ روابط خصوصی تعلقات کا علم اور
اس دور میں بھی ہمارے محترم و معظم حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہٗ کو بخوبی ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ جب بھی وہ یہاں تشریف لاتے یا کہیں لکھنؤ میں ملاقات ہوتی ہے تو ہم سب پر بڑی شفقت و
عنایت فرماتے ہیں۔ اور گاہے بگاہے ان خصوصی روابط کا تذکرہ فرماتے ہیں۔
بڑی ناانصافی اور ناشکری ہوگی اگر میں ان دونوں صاحبان کا ذکر نہ کروں جنھوں نے
اسکی طباعت و کتابت کی اہم ذمہ داری لی۔ عزیزی و محترمی آفتاب حسین سلمہٗ مالک اسٹوڈنٹس بک ڈپو
ہاؤس نادان محل روڈ لکھنؤ جن کو آستانۂ شریفہ سے نسبت ارادت و بیعت حاصل ہے اور
موجودہ حضرات مدّ اللہ ظلالہما سے بے انتہا خلوص و محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ نیز حضرات
سے بہت محبت و شفقت کرتے ہیں۔ ان ہی کاوش، سعی پیہم اور انتھک کوششوں سے یہ کتاب
منظر عام پر آسکی ورنہ عصر حاضر میں یہ کام بڑا وقت طلب ہے۔ اور سب سے عجب کی بات بھی
تھی۔ انھوں نے کتابت، طباعت، کاغذ کی فراہمی اور جلد سازی وغیرہ کے تمام اہم
مسائل میں مجھے یکسر فارغ اور سبکدوش رکھا۔ اور بڑی محنت و دوڑ دھوپ کی۔
برادر مکرم عبد الرب صاحب علوی کا بھی بہت ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے کتاب
کے سلسلہ میں وحدت سے نشرت کا سفر کیا اور اپنی مصروفیت کے باوجود بڑی محنت
کرکے کتاب کو طباعت کے لئے مرتب کیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں صاحبان کو کامیاب و بامراد
کرے۔ اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ تادیر زندہ و سلامت اور یاد حق میں شاد کام رکھے۔

فقیر انوار علوی

[illegible]

[illegible] ۔۔ فقیر انوار علوی

سبب تالیف

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے نوع انسانی کو تمام مخلوقات میں
فضیلت دے کر منتخب فرمایا اور ان میں سے نفوس کاملین کو اپنے اسماء و صفات
کی معرفت پر حقیقت ذات کی محبت کے لیے مجمل اور مفصل طور پر مخصوص فرمایا۔ وہ
لوگ ان عطا کردہ نعمتوں کی وجہ سے عام لوگوں کی نظروں میں شمع آسمانی سے
ہیں یا حقیقی معنوں میں انبیاء ہیں اور یا ان کے لطیفہ قلب میں اپنی محبت کی
نشانیاں اور حکمت کے اسرار کے ساتھ علوم کثیرہ القا فرمائے اور ان کے
ظاہر و باطن پر ایسی نشانیاں ظاہر فرمائیں جن کی بدولت انھیں معرفت حق
حاصل ہوئی۔ ان کو حق اور غیر حق میں تمیز ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام
فرمایا۔ اور انھیں اپنے وجود کے وسائل اور ابر کرم بنا دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن
پر برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اور ان کے ہاتھ سے کرامات کی نظیر ہو کر دیتیں ہیں
بعض اولیاء ہیں یہ اللہ کی سنت ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہے۔ درود و
سلام ہو ان پر جو رسولوں میں سب سے افضل اور کاملین میں سب سے اکمل ہیں مخلوق کو
بیعت نفس کی گمراہیوں سے ہدایت دینے والے ترغیب و خشیت کے اعتقاد
لطف جیسا جو آسان و سہل ہے وہی لائے اور تمام بزرگ ترین معززین اور انھیں

اور آسان فرمایا۔ اور درود وسلام اور رحمت کاملہ ہو آپ کے آل واصحاب پر جنھوں
نے سنن عالیہ کو اپنے تمام امور میں از روے سلک اخذ کیا۔ اور شراب معرفت کے لبریز
جام نوش کیے۔ علوم ومقامات عالیہ پر فائز ہوگئے اور اس کو خوب حاصل کیا۔
(اور اس سے کلی طور پر مستفیض ہوئے)

چونکہ ارباب علم ویقین اور اصحاب معرفت ووجدان پر یہ بات ثابت ومحقق ہو کر جب
اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لیے ولی کے ظہور کا ارادہ فرماتا ہے تو انبیاء کے کامل ترین
وارثوں کو ولی فرماتا ہے اور اس کو اپنے جوارح میں ایک جارحہ کے طور (مثل زبان
آنکھ) وہ اقوال کا سرچشمہ بنا دیتا ہے نیز اپنے کمالات کا مظہر کر دیتا ہے تاکہ لوگ اس
کی معرفت حاصل کرکے اس کی جانب مائل اور اس کی رہنمائی میں منزل مقصود کی
جانب چل پڑیں یہ اس فیض خاص کا سلسلہ ظاہر ہو اور اس میں حکمت یہ ہے کہ
ہر چند اس کی نسبت تمام مخلوقات کے ساتھ بالکل ویسی ہی ہو جیسی آفتاب کی
تمام پھلوں کے ساتھ کہ اگرچہ پھل آفتاب کا شعور نہیں رکھتے لیکن اس کی تمازت
سے ہی پکتے ہیں۔ چنانچہ جب کسی کو اس (آفتاب) کے وجود سے واقفیت ہو جاتی
ہے تو آفتاب کی صفت تمازت کی تاثیر کا قائل ہو جاتا ہے۔

اس بنا پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا محتاج محمد عاشق[1] المخاطب با [illegible]

---

[1] ۱۱۱۱ھ
شاہ محمد عاشق پھلتی ابن شیخ عبیداللہ صدیقی ابن شیخ محمد پھلتی (ولادت رمضان ۱۱۱۱ھ
وفات ۱۱۸۷ھ یا ۱۱۸۸ھ) حضرت اقدس امام شاہ ولی اللہ الدہلوی کے حقیقی ماموں زاد بھائی
اور برادر نسبتی تھے۔ عمر میں حضرت اقدس سے چار سال چھوٹے تھے۔ آخر کتاب میں حضرت اقدس کے
حکم سے اپنا حال خود لکھا ہے۔ آپ کے فضائل میں صرف یہ دو باتیں علم و دنیا کافی ہیں کہ حضرت
اقدس کی آپ کے ساتھ خاص نسبت تھی اور آپ کو اپنے پیر میں فنائے کامل حاصل تھی۔
(باقی اگلے صفحہ پر)

عبیداللہ انبالوی پھلتی (اللہ تعالیٰ اس کے ظاہری و باطنی امور کی اصلاح
فرمائے) عارض مدعا ہے کہ اس کمترین سے حضرت مرشدی و مولائی ولی کامل جامع
الکمالات انسان الالٰہی واصل حقائق وجوبی وامکانی جن کی کیفیت عالم ملکوت
میں ابو الفیاض ہو اور سرور کائنات ﷺ کی جانب سے ایجاز ذکی سے نامزد ہیں نیز
حکیم الامت اور اپنے جد بزرگوار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وارث۔ اور ان اللہ ینطق
علی لسان عمر کے سر ہیں فرد ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ۔ ولی اللہ علم کے اعتبار
سے قطب الدین احمد اسم کے اعتبار سے اپنے محل نادر جو آپ کی خاص سواری تھی اور آپ
کو عطا کی گئی تھی زبان اعجاز بیان سے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے (اواخر شعبان المعظم
۱۱۴۳ھ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پہونچتے وقت زادبغ کے مقام پر جو پانچویں منزل پر ہے)
چکا چکنے دقیق اسرار و حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے ارشاد فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو
ان حقائق و معارف کو جس کو لوگ سمجھ نہیں قلم بند کرلے اور اگر کوئی قلم بند کرے تو
یقیناً اس کے ضمن میں اسرار کو منضبط پائے گا اور فوائد عظیمہ تاہدہ کرے گا کیونکہ
دیگر اکثر کتابوں میں جو ان باتوں کا تذکرہ ہے وہ عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور وہ
صرف مخصوص بلکہ اخص الخواص لوگوں کا حصہ ہے۔ چنانچہ اس خاکسار نے اس حکم کے مطابق
کہ تمہارے اوقات میں تمہارے پروردگار کے انفاس مبارکہ ہیں پس تم اس کی تلاش و
جستجو ضروری ہے اس نفحہ الٰہیہ کی تلاش کو ضروری سمجھا اور اس نفس رحمانی کو نفس عظیم جانا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) محرم اسرار تھے حضرت اقدس کے حسب الحکم آپ کے صاحبزادگان کے علم
ظاہری و باطنی کے استاد و مربی تھے آپ کے ہی فیوض سے صاحبزادگان مالا مال ہوئے جو قرین نشر ہے
آپ کے مفصل حالات اب تک پردہ خفا میں تھے سب سے پہلے برادر عزیز مسعود انور علوی سلمہ نے شعبہ عربی
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے قول الجلی سے بھی استفادہ کرکے آپ کے حالات رسالہ برہان میں شائع کیے
ان کا وہ مضمون مقالات انور میں بھی شائع ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں اس خاکسار پر فقیر اللہ جس کا نام علی محفوظ ہے ہوا چنانچہ [illegible] اور بعض
میں سے حضرت اقدس قدس سرہ (جو اس جلیل القدر کام کے لیے عزم مصمم کا نتیجہ ہوا) ہر شب کی
تمہید بن گئی اور پندرھویں تاریخ ماہ رمضان المبارک میں اس کام کی ابتدا ہوئی۔ اس
نعمت عظمیٰ کا شکر میں کہاں تک ادا کروں کہ وہ میرے امکان سے باہر ہے جس نے
اس توفیق کے حاصل کرنے کی سعادت بخشی چنانچہ مجھے آنجناب کی اکثر تصانیف
کے دوسروں کو حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس کتاب میں ان واقعات
اور کرامات کا ذکر ہے جو آنجناب کی ولادت باسعادت کے دن ہی سے ظاہر ہوئیں
ابتدائی۔ اور ان کو تین قسموں (حصوں) میں منقسم کیا۔ قسم اول۔ مکاشفات،
واقعات، کرامات اور قصر خاص کے بیان میں۔ قسم دوم۔ ارشادات اور حقایق و
معارف کے بیان میں۔ قسم سوم۔ ان اشخاص کے احوال و اقوال کے بیان میں جن کو
آنجناب سے نسبت حاصل ہے۔ بعض کو قرابت صوری اور بعض کو معنوی (اور
[illegible] بات پر ہو) کہ کوئی بات اس کتاب میں [illegible] میں نے بیس [illegible] کو نہیں
[illegible] غرض نہیں کہ کوئی شرف اصلاح سے مشرف نہ ہوئی [illegible]
[illegible] جو [illegible] حضرت [illegible] تحریر کیے [illegible] اللہ کو
[illegible] لکھے وہ بیچ [illegible] غرض کے [illegible] تحریر کیے اور چونکہ اس
فقیر [illegible] طریقت کے [illegible] کبریٰ [illegible]
علمی حقیقت کا [illegible] بیان [illegible] لفظ [illegible] سے معنون کیا اور
اس [illegible] اور وہ میرے لیے کافی ہے
اور [illegible]

[illegible] اللہ آگاہی کی نعمت عطا کرنے والا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اقدس کی ولادت سے قبل بہت سے باتیں بشارت کے طور پر آپ کے
بارے میں مختلف بزرگوں کی ارواح سے ظاہر ہوئیں چنانچہ ایک روز آپ کے والد
ماجد شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے
کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے۔ دوران فاتحہ حضرت کی روح پاک نے ظاہر ہو کر فرمایا
کو تمہارے وہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا قطب الدین احمد نام رکھنا۔ آپ نے
اس خیال سے کہ اہلیہ کا سن اس کا متقاضی نہ تھا (یعنی وہ سن ایاس کو پہنچ چکی
تھیں) اس سے یہ تعبیر لی کہ شاید حضرت کی مراد میرے پوتے سے ہو یعنی شیخ
صلاح الدینؒ (جو حضرت کے بڑے صاحبزادہ تھے) کے کوئی لڑکا پیدا ہو حضرت
خواجہ نے آپ کے اس خطرہ پر مشرف (آگاہ) ہو کر فرمایا کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے
بلکہ وہ لڑکا تمہارے ہی صلب سے پیدا ہوگا۔ جب اس کو ایک عرصہ ہوگیا باوجودیکہ
آپ کمال تجرد سے متصف تھے اور خواہش نفسانی سے علحدہ تھا نیز سن شریف
بڑھاپے کی منزلوں سے گزر رہا تھا لیکن اس امر کے معنی سے

موسیٰؑ اندر درخت آتش دید	سبز تر می شد آں درخت از نار
شہوت و حرص مرد صاحب دل	ہم چناں داں و ہمچنیں انگار

۱؎ موسیٰ نے درخت میں آگ دیکھی۔ درخت (بجائے جلنے کے) اور سرسبز ہوگیا صاحب دل کی شہوت و حرص کو اسی پر قیاس کرو۔

کا ظہور ہوا۔ اور آپ کو نکاح ثانی کی خواہش پیدا ہوئی اور میاں شیخ محمد قدس سرہٗ (جو آپ کے خلیفہ بزرگ تھے) کی بڑی صاحبزادی سے آپ نے نکاح فرمایا اور ان کے بطن سے حضرت اقدس پیدا ہوئے اور ان کے بعد آپ کے برادر خورد شاہ اہل اللہ جو کمالات ظاہری و باطنی سے متصف ہیں عالم وجود میں آئے۔ اس اثنا میں وہ واقعہ سابقہ آپ کو یاد نہ رہا اور آپ کا نام ولی اللہ رکھا۔ بعد ازاں جب وہ بشارت مذکورہ آپ کو یاد آئی تو قطب الدین احمد بھی نام رکھا۔ الحمد للہ کہ ذات شریف دونوں ناموں کی مصداق ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ جو علم شریعت میں تفسیر و حدیث کی عالمہ تھیں اور آداب طریقت سے آراستہ اور اقلیم حقیقت کی عارفہ نیز اسم بامسمّیٰ یعنی فخر النساء تھیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے بزرگ مردوں سے سبقت لے گئیں تھیں ایک رات نماز تہجد کے لیے اٹھیں دونوں قریب قریب نماز پڑھ رہے تھے نماز سے فراغت کے بعد جیسے ہی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے دونوں کے مابین تھوڑا فاصلہ تھا کہ غیب سے دو ہاتھ اور برآمد ہوئے اور دعا کے لیے اٹھ گئے۔ والدہ ماجدہ یہ دیکھ کر متعجب ہوئیں ان کو متعجب دیکھ کر والد ماجد نے فرمایا کہ یہ دونوں ہاتھ ہمارے اس فرزند کے ہیں جو عنقریب عرصہ وجود میں قدم رکھے گا۔ وہ بھی ہمارے ساتھ اس نماز نیز ہماری دعا میں شریک ہو۔ بعد ازاں حضرت اقدس پیدا ہوئے اور سات سال کی عمر سے ہی اپنے والدین کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوتے رہے اور نماز سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھاتے تھے ہر وہ بات جو آپ کے والدین کو سالہا سال قبل مشاہدہ کرا دی گئی تھی پوری ہوئی آپ کے والدین یہ دیکھ کر وہ واقعات یاد کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے۔

حضرت اقدس ابھی رحم مادر ہی میں تھے کہ ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ

لوگوں کو کھانا تقسیم کر رہی تھیں اور والد ماجد وہیں قریب ہی کھانا نوش فرما رہے تھے اسی اثنا میں ایک سائلہ نے آواز دی اور اللہ کے نام پر روٹی کا ٹکڑا مانگا۔ حضرت بزرگ نے پہلے خادم کے ہاتھ اسے نصف روٹی بھیجی اس کے بعد رات ہی سے خادمہ کو بلا کر بقیہ روٹی بھی حوالہ کی اور فرمایا کہ میرا یہ لڑکا جو شکم مادر میں ہے کہہ رہا ہے کہ راہ خدا میں پوری روٹی دینی چاہیے نصف پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔

ولادت باسعادت آپ کی قصبۂ پھلت میں اپنے ننہال کے وہاں ۴ر شوال سنہ ۱۱۱۴ھ روز چہارشنبہ بوقت طلوع آفتاب ہوئی بعض ستارہ شناسوں نے علم نجوم کی رو سے یہ کہا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت حوت کا درجہ دوم طالع میں تھا اور شمس بھی اسی درجہ میں تھا زہرہ آٹھویں، عطارد اکیسویں۔ زحل دسویں اور مشتری پندرھویں درجہ میں تھے اور وہ سال علویین کے قران کا سال تھا اور وہ (قران) درجہ اول میں تھا اور مریخ اس سے دوسرے درجہ میں تھا اور راس سرطان تھا اور منجملہ کرامات کے یہ بھی ہے کہ نجومیوں کے مطابق جس سیارۂ فلکی میں آپ کی ولادت ہوئی اسی میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی کہ شمس و عطارد برج حوت میں تھے اور یقیناً یہی وجہ ہے جو آپ وارث کمالات نبوت ہوئے۔ بعض اہل سعادت نے تاریخ ولادت عظیم الدین سے نکالی ہے اور مولوی محمد اعظم کشمیری نے جو حضرت کے مرید خاص ہیں ایک قصیدۂ مدحیہ لکھا ہے اس طرح

بشکریہ
ارحیم
ماہ اکتوبر
سنہ ۶۳ء

ثور	حمل، قمر، زحل، مشتری	حوت، زہرہ	دلو، شمس	ذنب، جدی
	جوزا	عطارد	قوس	
سرطان، راس	اسد	سنبلہ	میزان	عقرب

کہ اگر ہر مصرعہ سے ایک ایک حرف نکالیں تو تاریخ ولادت ابر کرم بحر حلم عالی نسب
والامکان نکلے گی اور قصیدہ کا آخری مصرعہ یہی ہے۔

سید علی جو آپ کے جد مادری کے یاران خاص میں سے تھے بیان کرتے
تھے کہ جب حضرت اقدس پیدا ہوئے تو تیسرے روز میں اپنے گھر سے حضرت
بزرگ (شاہ عبدالرحیم) کی خدمت بابرکت میں بغرض مبارکباد حاضر ہوا۔ شرف
حضوری حاصل ہونے پر میں نے مبارکباد دی۔ آپ نے از حد مسرور ہو کر فرمایا!
کہ سید علی لڑکا عجیب پیدا ہوا ہے۔ ولادت کے بعد جب وہ کپڑے میں لپیٹ کر
میرے پاس لایا گیا اور میری گود میں رکھا گیا میں نے اس کو آنکھ کھول کر دیکھا
پھر اپنی نسبت کی طرف متوجہ ہوا تو اپنے کو ترقی کی جانب گامزن دیکھا اور اپنی
نسبت میں زیادتی محسوس ہوئی اور حقیقتاً یہ سب اسی نومولود کی برکت کے سبب تھا

ابتداء سے ہی حضرت اقدس کی فطرت میں انتہا درجہ کی صفائی و پاکیزگی تھی
چنانچہ بچپن ہی سے جب کہ آپ بول بھی نہ پاتے تھے میل کچیل اور ناپاکی سے سخت
متنفر تھے۔ حتی کہ میلے کپڑے خواہ خود پہنے ہوں خواہ دوسرا جس سے آپ مانوس
ہوتے تھے کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ اور ان باتوں میں تساہلی برتنے پر خوش نہ
ہوتے تھے۔ انہیں ایام میں ایک بار اتفاقاً والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم) جو کپڑے
پہنے تھے وہ کچھ کثیف میلے تھے آپ جب والد بزرگوار کی گود میں آئے تو کہ زبان
سے بول نہ سکتے تھے آپ کے دامن کو پکڑ کر اتارنے کا اشارہ کیا۔ حاضرین میں
سے کوئی بھی اس کو سمجھ نہ سکا۔ جب یہ واقعہ بار بار ہوا تو آپ پریشان ہو کر رونے
لگے۔ آپ کے رونے پر بھی کوئی آپ کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ ہر شخص نے بہلانا شروع کیا
لیکن بے سود ہوا دو تین روز اسی پریشانی میں گذر گئے ایک روز والد ماجد
صاف کپڑے پہنے ہوئے آئے جیسے ہی حضرت کی نگاہ پڑی دیکھتے ہی کھل کھلا

اٹھے اور جو حزن و ملال تھا وہ فوراً رفع ہو گیا اور خوشی و مسرت ٹوٹے
اور سے پھوٹنے لگی۔ حاضرین یہ دیکھ کر بات کی تہ کو پہنچ گئے اور بہت متعجب ہوئے

آپ کے دودھ چھوٹنے کے زمانہ میں آپ کی والدہ ماجدہ نے یہ خواب
دیکھا کہ ایک مسہری بچھی ہوئی ہے اور اس مسہری پر حضرت بزرگ نماز پڑھ رہے
ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے (تو دیکھا کہ) سرخ چونچ کا ایک فاختئی رنگ پرندہ
کہ مسہری کے سرہانے بیٹھ گیا اور اپنی چونچ سے ایک کاغذ کا پرزہ نکال کر ان کے
سامنے ڈال دیا۔ آپ نے اسے اٹھا کر دیکھا تو لفظ اللہ سنہرے حروف سے لکھا
ہوا تھا وہ پرندہ پرزہ رکھ کر اڑ گیا اس کے بعد ایک دوسرا پرندہ جس کا جسم
سبز اور چونچ سرخ تھی آ کر بیٹھ گیا اور پہلے والے پرندہ کی طرح ایک کاغذ کا پرزہ
چونچ سے نکال کر سامنے ڈال دیا۔ حضرت اسے بھی اٹھا کر غور سے دیکھنے لگے
وہ بھی سنہرے حروف سے لکھا ہوا تھا پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسری
میں یہ مضمون تھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو ہم اس لڑکے کو نبی کر دیتے۔
والدہ ماجدہ فرمانے لگیں کہ ہم کو اس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ یہ بشارت حضرت والا
کے حق میں ہے لیکن حضرت کاغذ کا پرزہ دیکھ کر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ
میں نے کہا تھا کہ تمہارا یہ لڑکا بزرگی و کمال میں ایسا اور ایسا ہو گا۔ یہ بشارت بھی
اسی بات کی مؤید ہو یہ سب وہ سچے واقعات ہیں جو بظاہر خوابات معلوم ہوتے ہیں (کہ)
یہ بشارتیں حضرت اقدس کے متعلق تھیں۔ اس کے بعد یہ بات بھی صاف ہو گئی
کہ پہلا پرندہ حضرت بزرگ قدس سرہ کو بشارت دینے والا تھا اس بات کی کہ
اسم اللہ ذات محض کے شہود پر دلیل ہے اور فاختئی رنگ کے پرندہ سے مراد
حضرت اقدس کی شیریں بیانی اور حقائق و معارف کے بیان میں صدق لحن تھا
جس سے سننے والوں کے قلوب کا متاثر ہوتا ہو اور یہ سب صفات حضرت اقدس

کی ذاتِ بابرکات میں اظہر من الشمس تھیں اور جو دوسرا پرندہ تھا وہ حضرتِ اقدس کے کمال کی بشارت دینے والا تھا اس لیے کہ ذاتِ صرف سے وصول کے بعد کشفِ مراتب کا وجدان اور احکام نشأتِ کمالِ نبوت سے ہی پیدا ہوتے ہیں طوطی جو فصاحت و بیان میں تمام پرندوں میں ممتاز ہو ان حقایق کو بیان کرنے کی طرف مشعر ہو اور یہ بات ذوق و وجدان اور حقایق و معارف میں جو حضرتِ اقدس کی تصنیفات میں ظاہر ہوئے ہیں نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن ہے ؎

دلیلؔ این سخن گفتارِ او بس　　　دلیل آفتاب انوارِ او بس

چونکہ آپ فاروق اعظمؓ کے خلف الصدق ہیں جو کو کَانَ بَعْدِی نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ سے مخصوص تھے لہٰذا آپ اس بشارت سے متبشر کیے گئے۔

زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کے ایک مرید نے جو اطرافِ دہلی کے تھے اور بادشاہ کے وہاں ملازم تھے حضرت اقدس کے لیے زرکار کپڑے نذر بھیجا۔ گھر کے لوگوں نے اس خیال سے کہ عید قریب آگئی ہو اس روز آپ کو پہنائیں گے لباس مذکورہ آپ سے چھپایا۔ آپ نے از راہ کشف معلوم کر کے اس کپڑے کے بارہ میں تجسس فرمایا۔ گھر والوں نے اس کے چھپانے کی اور کوشش کی اور انکار کر دیا۔ آپ نے ان کے انکار کی ذرہ برابر پروانہ کی بلکہ اس کے برآمد کرنے پر مصر ہو اور فرمانے لگے کہ وہ زرکار لباس ہم کو دکھاؤ اور بمقتضائے سن طفولیت رونے لگے۔ مجبوراً وہ کپڑا لایا گیا اور آپ نے زیب تن فرمایا۔

لہ اس بات کی دلیل کے لیے اس کی گفتگو ہی کافی ہے۔ (جیسے) آفتاب کی دلیل کے لیے اس کی روشنیاں (شعاعیں) ہی کافی ہیں۔

کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔

شیخ عبدالکریم سوری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک دولت مند شخص خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے جوتوں کی جگہ پر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ مجھے بخار آگیا ہو اس کے دفعیہ کے لیے توجہ فرمائیں۔ ہمارے حضرتِ اقدس جو اس وقت بہت چھوٹے تھے اور کھیل کود میں مشغول تھے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ ایک سرخ رنگ کا عمامہ اور ایک دُلائی ہمارے لیے لاؤ بخار جاتا رہے گا۔ وہ شخص اٹھا یہ دونوں چیزیں لا کر حاضر کیں فی الفور شفا پائی۔

حضرت کے زمانۂ طفولیت میں ایک بار قصبۂ پھلت میں عید کے روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ عیدگاہ تشریف لے گئے اور آپ کو ایک گھوڑے پر جو سادات بارہہ میں سے ایک شخص نے نذر کیا تھا سوار فرما کر روانہ فرمایا۔ خدام ہر طرف سے آپ کو مضبوط پکڑے ہوئے جا رہے تھے۔ راہ میں مبارک نام صوفی نے جو آپ کے جد کے مرید تھے اور اسرارِ تصوف سے واقف تھے آپ سے کچھ سوالات دریافت کیے۔ آپ نے حقایق و معارف اس طرح بیان فرمائے کہ سامعین حیرت زدہ رہ گئے۔ اور ایسے ایسے باریک نکات زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمائے جو سائل کے حوصلے سے باہر تھے یہ حقایق اتنے زائد تھے کہ وہ اسے یاد ہی نہ رکھ سکے جس وقت بھی یہ حقایق و معارف انھیں یاد آتے وہ حیرت زدہ رہ جاتے۔

اخوند محمد دلیل جو ایک عارف و فاضل آدمی تھے نیز آپ کے والد بزرگوار کے مخصوص احباب میں تھے آپ کے جد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ چار سال کے تھے جمعہ کا دن تھا حضرت کے لیے پالکی آئی۔ سب لوگ وضو کرنے لگے۔ آپ سب سے پہلے وضو کر کے پالکی میں آکر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھے میں نے پوچھا ”بابا کہاں جا رہے ہو“ جواب دیا کہ وضو ساقط ہو گیا ہو وہ کرنے جا رہا ہوں

میں نے مادر زاد ولی اگر کسی کو دیکھا تو اس بچہ کو دیکھا۔

کوتوال شہر شاہجہان آباد جو صوفیائے کرام کا معتقد اور ان [illegible]
بزرگ درویشوں کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت
میں بھی اکثر حاضر ہوا کرتا تھا اور تصوف کے متعلق اپنے اشکال و شبہات دور
کیا کرتا تھا۔ ایک دن چند اہم اور مشکل مسائل حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی خدمت
میں لے کر حاضر ہوا اور بیان کرنے لگا۔ حضرت اقدس اس وقت کھیل میں مصروف
تھے جب وہ اپنے تمام شکوک بیان کر چکا تو حضرت اقدس اپنا کھیل چھوڑ کر
اس کی طرف متوجہ ہوئے اور قبل اس کے کہ حضرت بزرگ جواب دیں آپ نے
اس کے جوابات شافی دینا شروع کئے۔ جب اس نے اپنے سوالات کے جوابات
سن لیے تو دوسرے مزید اہم مسائل دریافت کیے اس نے جوابات بھی
سن لیے۔ اسی طرح ایک ایک سوال کرتا اور جواب شافی پاتا جب وہ تمام
مسائل جو اس کے نزدیک نہایت مشکل اور اہم تھے بیان کر کے جوابات شافی
سن کر مطمئن ہو گیا تو ان کی کم عمری کو دیکھ کر سخت متعجب ہوا اور متحیر ہو کر پوچھا کہ
صاحبزادے تمہارا سن تو اس کا متقاضی نہیں ہے کہ یہ تمام جوابات تم نے
کسی کتاب سے معلوم کئے ہوں اس لیے کہ یہ تمام باتیں اور اس کی مثال نہیں کہ
ایسی عمر میں کسی کتاب سے معلوم کی ہوں یا کسی استاد سے سن رکھا ہو پھر
یہ جوابات تم کو کہاں سے معلوم ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مجلس میں [illegible]
پیشتر جناب والد کو [illegible] خود مجھے بھی علم نہ تھا ان کے جوابات میرے [illegible]
ہوتے رہتے اور میں [illegible] سن رہا [illegible] متعجب ہوا اور آپ کے
کمال کا معترف ہوا۔

زمانہ طفولیت میں جب آپ درس لیتے تھے تو اس زمانہ میں علاوہ [illegible]

اس غیر معمولی جواب پر میں نے متحیر ہو کر سوال کیا کہ وضو کن کن وجوہات سے ساقط ہوتا
ہے۔ آپ نے وہ تمام نواقض وضو جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور امام شافعیؒ
نے اپنے مذہب میں ان کو اختیار کیا ہے بغیر پڑھے ہوئے شرح و بسط سے بیان
فرمائے اور اتنی تفصیل سے کہ ہم کو بھی اس وقت یاد نہ تھے۔ یہ صورت مزید حیرت
تعجب کا باعث ہوئی۔

ایک بار حضرت اقدس زمانہ طفولیت میں اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں
مراقب بیٹھے ہوئے تھے اسی حالت میں آپ پر غیبت قویہ طاری ہوئی اور اس
حالت میں جنت اور دیگر اشیائے غیب کا مشاہدہ فرمایا بعد از افاقہ اس میں کے
بعض اسرار بتقاضائے وقت بیان بھی فرمائے۔

آپ کی صغر سنی کے زمانہ میں شیخ فیروز شاہ جو اپنے زمانہ کے مشہور نقشبندی
صوفیوں میں تھے حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی ملاقات کو آئے۔ ان کا مشرب دار
دنیا میں رویت بصری کے جواز میں تھا یعنی چشم ظاہر سے مشاہدۂ حق ہو سکتا ہے
اس مسئلہ میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ سے بحث چھڑ گئی۔ آپ اپنی کم سنی کے باوجود
بحث کو نظر انداز کر کے شیخ فیروز شاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری نگاہ
انتہائی کمزور و ضعیف ہے اپنے پیچھے کی کوئی چیز نہیں دیکھ سکتی اور دور والی اگرچہ
وہ سامنے ہو لیکن بُعد مسافت کی وجہ سے نہیں دکھائی دے سکتی۔ بلکہ جو سر پر ہو اس کو
بھی نہ دیکھ سکے گی اور اپنے نفس سے زائد آنکھ کے قریب کوئی چیز نہیں ہے جب
اس کو ہی نہیں دیکھ سکتے تو ان کمزوریوں کے باوجود کیا امکان ہو سکتا ہے کہ
لطیف در لطیف کا معائنہ کیا جائے۔ پھر آپ نے ان ترقیات کے بارہ میں جو
ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف تھیں اس طرح بیان فرمائیں کہ شیخ مطمئن و خاموش ہو گئے
آپ کی اس تقریر کے بعد وہ اکثر آپ کی تعریف فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ

نیز علوفیاء بھی موجود ہوتے تھے۔ آپ اثنائے درس بحث بھی کرتے جاتے تھے
اور ایسے دقیق سوالات پوچھ بیٹھتے جن کے جوابات مشکل ہوتے۔ ایک
روز شہر گنجہ کا ایک طالب علم بھی اس حلقہ درس میں شریک تھا جب اس نے
آپ کی باتیں سنیں تو سوچا اس مجلس میں اتنے علماء فضلاء موجود ہیں اور آپ کے
معتقد ہیں اور جو بات آپ کہتے ہیں ہر طرف سے تائید و تقویت دی
کرتے ہیں اس خیال سے وہ موقعہ کا متلاشی رہا کہ خالی جگہ اور تنہا پاکر آپ کا
امتحان لیا جائے جب آپ درس ختم کرنے کے بعد بمقتضائے خورد سالی سیر و تفریح
میں مشغول ہوئے تو اس طالب علم نے ایک جگہ تنہا پاکر امتحاناً چند مشکل اور اہم
سوالات آپ سے دریافت کئے۔ آپ نے اس کے تمام سوالات کے اس طرح
بالتفصیل و بالتحقیق جوابات شافی دیئے کہ اس طالب علم نے شرمندہ ہو کر
اپنے ظن فاسد سے توبہ کی۔

ایک دن شہر مینہ میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی مجلس میں یہ ذکر ہوا
کہ ایک دن شیخ بایزید بیٹھے ہوئے تھے اور ایک چیل ہوا میں اڑ رہی تھی
جب وہ ان کے سر کے قریب پہنچی تو آپ نے غصہ کی نگاہ سے اسے دیکھا کہ وہ بے جان
ہو کر گر پڑی حضرت والا سے خدمت میں عرض کیا کہ اعتراض میں لیا ہے کہ شیخ
بایزید تو خود اولیاء اللہ سے تھے بے وجہ شرعی کیوں انھوں نے اس چیل کو
مار ڈالا حضرت بزرگ قدس سرہٗ جواب دینے میں غور کرنے لگے کہ اتنے
میں محمد باقی [illegible] شہر جو اس حلقہ میں موجود تھے اور بحث و مباحثہ نیز علمی
تحقیقات میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے کہنے لگے کہ شاہزادے اس سوال کا جواب
یہ ہے کہ وہ [illegible] اس وقت عرش سے فیض آ رہا تھا شیخ بایزید کی طرف جا رہا
تھا وہ چیل اس کے درمیان میں حائل ہو گئی اسی وجہ سے آپ نے اسکی

طرف بہ نظر غضب دیکھا اور وہ ہلاک ہو گئی۔ آپ نے فرمایا بڑے تعجب کی بات
ہے کہ اس کے فیض کے سامنے عرش و کرسی و ہفت افلاک و اجرام سماوی و
دیگر اشیاء تو حاجب ہو نہ سکیں یہ ایک مشت پر اس فیض کے لیے حجاب بن گئی یہ کوئی
سمجھ نہیں سکے گا جب انھوں نے یہ جواب سنا تو بہرہ ور ہوا اور انہیں بات کرنے
کی جرأت نہ ہوئی اور وہ شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے اور حاضرین آپ کی کم
عمر میں دقیق نظری پر تعجب کرنے لگے۔

ایک بار آپ کے زمانۂ طفولیت میں حضرت بزرگ قدس سرہٗ کی مجلس میں
مشہور رباعی ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن — دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن
سوئے نقش نگہے کردن و درویش دیدن — گاہ ناخوش شدن و گاہ مسلماں بودن

پڑھی جا رہی تھی اور اس کے معانی پر غور ہو رہا تھا کہ آپ نے حضرت اقدس
فرمایا کہ مصرعۂ اول کے معنی یہ ہیں کہ اسلام وجہ عبادت حقیقی ہے اور اپنے کو بغیر
کسی لطیفہ اور کسی جہت کی مخالفت کے اللہ کے لیے صرف کر دینا ہو اور مصرعہ دوم
میں اشارہ ہو حضرت حق کے ساتھ دوام توجہ کا جو آداب طریقت کا عزیز ہو
مصرعہ سوم میں مطلب یہ ہے کہ تجلیات جلال و جمال کا مشاہدہ بھی نہ ہو
(یعنی تنزیہ محض) اور چہارم میں مراد اس کی تاثیر کا لطیفۂ انسانیہ میں مؤثر
ہو جانا ہے جب آپ نے یہ بیان فرمایا تو سامعین ششدر رہ گئے۔

چھ سات سال کی عمر میں آپ صرف میں کتاب [illegible] نحو پڑھتے تھے اثناء
درس حضرت بزرگ قدس سرہٗ نے آپ کو کچھ مشکل چیزیں بتائیں اور فرمایا
کہ ملا سعد الدین تفتازانی نے ان چیزوں کے جوابات دیے ہیں اور بالکل
جدید معنی بیان کئے ہیں جو دوسروں نے نہیں بیان کیے آپ نے فرمایا کہ

ان کے جوابات تو آسان ہیں اور بہت واضح طور پر سب بیان کر دیئے جب
حلقہ درس میں شریک لوگوں نے ملا سعد الدین تفتازانی کے جوابات تلاش
کرکے دیئے تو وہ بجنسہ وہی تھے جو آپ بلا تامل بیان کر چکے تھے۔ تمام حاضرین
آپ کی استعداد علمی اور فہم و لیاقت نیز سریع النظری اور حدید الذہنی پر
متعجب ہوئے۔

ایک عورت تھی جس کا شوہر اسے چاہتا تھا اور نہ اپنے پاس بلاتا تھا۔ آپ
ان دنوں بہت چھوٹے تھے وہ عورت ہر وقت آپ کی خدمت میں عرض
حال کرتی اور دعا کی خواہاں ہوتی تھی لیکن اظہار مدعا نہیں کرتی تھی آپ کا سن
شریف ایسا نہ تھا کہ آپ یہ سمجھتے کہ زن و شو کے تعلقات کس قسم کے ہوتے ہیں
ایک دن آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ہم کو پریشان نہ کیا کرو دعا سے کوئی فائدہ
نہ ہوگا تمہارا شوہر نہ تم سے کبھی محبت کرے گا نہ اپنے پاس بلائے گا۔ اور در اصل
استدعا سے آپ کا مطلب یہی تھا۔ تمام حاضرین آپ کے اس کشف پر متحیر
ہوئے اور واقعی ہوا بھی ایسا ہی کہ اس کے شوہر نے ساری عمر اس سے التفات
نہ کیا۔

آپ کی صغر سنی میں ایک بار آپ کے بڑے ماموں شاہ عبید اللہؒ نے
مبشرہ میں دیکھا کہ جیسے بہت سے لوگ بادشاہ حقیقی یعنی حضرت خاتم الانبیا
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت بزرگ قدس سرہ کی خدمت میں آئے ہیں
اور کہہ رہے ہیں کہ تم کو بادشاہ نے طلب کیا ہے حضرت بزرگ قدس سرہ
بعجلت دربار شاہی میں حاضر ہو گئے اور حضرت اقدس بھی آپ کے ہمراہ ہیں
جب وہاں سے اجازت پا کر رخصت ہوئے تو حضرت رسالت مآب سے ایک
خلعت حضرت بزرگ قدس سرہ کو عنایت ہوئی اور دوسری حضرت اقدس کو

حضرت بزرگؒ نے اسے پہننا چاہا اور ابھی پہننے بھی نہ پائے تھے کہ آپ نے بعجلت
تمام اپنے کپڑے اتار کر وہ خلعت زیب تن کر لی۔

حضرت اقدس کا سن شریف بارہ سال کا ہوگا کہ ایک تقریب میں کسی عزیز
نے آپ سے فرمایا کہ ارباب ریاضات کو جو کچھ کشف و کرامات سے مکشوف ہوتا
ہے وہ پاک طینت لوگوں کو بلا ریاضت و مجاہدہ کے حاصل ہو جاتا ہے اس نے
کہا کہ اس کی کوئی مثال دیجئے تاکہ یہ بات مان لی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ
ان شاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو جائے گا۔ اسی دن حضرت ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے
کہ وہ صورت عمل جو آپ کی ولادت باسعادت سے بیس یا پچیس سال پیشتر
یا اس سے کچھ زائد اُن عزیز سے بمقتضائے جوانی سرزد ہوئی تھی اور انھوں
نے اس کے چھپانے کی بہت کوشش کی تھی آپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ آپ نے
بعد اس کا معائنہ فرمایا کہ وہ دوپہر کا وقت ہے اور آفتاب نصف النہار پر ہے
اور ہر شخص اپنے اپنے گوشہ میں آرام کر رہا ہے کہ گھر کے ایک دالان سے ایک
عورت دزدانہ نکلی اس عزیز نے اس سے اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے
کو کہا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ صورت حال ان عزیز سے بیان کی
انھوں نے پہلے تو اس واقعہ سے انکار کیا لیکن جب حضرت اقدس نے فرمایا کہ
(ہو سکتا ہے غلط ہو) مجھے تو جو کچھ دکھلایا گیا ہے میں نے تم سے بیان کر دیا
اصل علم تو اللہ ہی کو ہے تب اُن عزیز نے اعتراف کیا اور اقرار کیا کہ واقعہ
مذکورہ در اصل صحیح ہے۔ اس واقعہ کے دو ہی تین روز بعد وہ عزیز اتفاق
سے کسی غیر آدمی کے گھر گیا اور وہاں اتفاقاً اس سے خلوت میں کوئی لغزش
ہو گئی جب وہاں سے واپسی پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے وہ پورا واقعہ
اس سے بیان کر کے فرمایا کہ یہ دوسرا گواہ ہے۔ اس وقت سے وہ عزیز دل سے

آپ کے معتقد ہو گئے۔ یہ پورا واقعہ انھوں نے اس فقیر سے بھی بیان کیا اور [illegible]
کہ اس واقعہ کا علم میرے سوا کسی کو نہ تھا۔ اور آپ نے اتنی مدت گزرنے
کے بعد بھی بالکم وکاست بیان فرما دیا۔ اور دوسرا واقعہ جو اس امیر کے گھر [illegible]
آیا تھا وہ بھی بیان کیا۔ اور تفصیل اس واقعہ کی حضرت اقدس کی زبان مبارک
سے سنی تھی۔

جب حضرت اقدس پندرہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو چکے [illegible]
محترم سے بیعت کر کے اذکار و اشغال صوفیہ خصوصاً طریقہ علیہ نقشبندیہ میں
مشغول ہو گئے اور توجہ و تلقین اور آداب طریقت کی تعلیم اور صوفیائے [illegible]
خرقہ پوشی میں اپنا ربط مستحکم کر لیا تو اسی سال ایک روز حضرت بزرگ قدس [illegible]
نے بہت سا کھانا پکوا کر بکثرت عوام و خواص کی دعوت کی اور آپ کے حضرت [illegible]
حق میں اجازت درس کا فاتحہ پڑھا۔ اور آپ کی عمر کے سترھویں سال حضرت
بزرگ نے اس عالم سے رحلت فرمائی۔ اور اپنے مرض الوصال میں آپ کو
بیعت وارشاد رخصت فرمائی اور آپ کے حق میں متعدد بار زبان مبارک سے
یدہ کیدی (اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے) ارشاد فرمایا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اپنے ابتدائے سلوک میں میں نے خواب [illegible]
حضرت حق نے مجھ پر ایسا بلند مقام کھولا جس سے مراد زمان و مکان سے [illegible]
مجرد ہو تو میں کلیتاً اس کی طرف مائل ہو گیا اور اس کے سوا ہر شے سے [illegible]
ہو گیا اور اپنے مقصود سے فائز ہو گیا۔ پھر اس کا یقین ہو گیا کہ کامیابی پوری
حاصل ہو گئی۔ پھر مجھ پر ایک دوسری چیز منکشف فرمائی اور وہ اسمائے صفات
کی حقیقت جامعہ تھی۔ بعد ازاں ایک امر اس سے بھی لطیف تر منکشف [illegible]
جو اس پر [illegible] کا ملکہ تھا پھر مجھے یہ ملکہ حاصل ہو گیا اس کے بعد واضح فرمایا [illegible]

ایک امر جلی تنزیہ سے متحد ہو کر سلوب [illegible]
بعد واضح فرمایا کہ یہ ایک اعتقاد ہو جس [illegible]
اس کے بعد ایک امر بسیط حق ابسط [illegible]
و تکثر و جو من الوجود ناممکنات میں سے ہو [illegible]
ھٰذا ربی کا نعرہ لگاتا تھا اور ترقی کی زبان سے [illegible]
بلند کرتا تھا۔ اس کے بعد حق سبحانہ نے تعلیم [illegible]
سلوک تھا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابتدائے [illegible]
قدس سرہ کے مزار مبارک کے [illegible]
طرف دیکھو تم اپنے رب کا کس چیز سے اور [illegible]
اور دنیا و آخرت سے اور نفس [illegible] پھر [illegible]
کیا تفرد[1] سے اور اپنے وجود سے [illegible]
کیا ہو وہ امر لابدی بدن حواس اور نفس [illegible]
اس میں غور کیا تو اس کو عین اللہ پایا جس میں [illegible]
ایک [illegible] پھر میں اس مقابلہ اور منافات [illegible]
باوحدت صرف اور باعلم حضوری بسیط کے باقی رکھنے کے لیے [illegible]

[1] یعنی تعین اور تعین کہتے ہیں اپنی ذات کی [illegible]
[illegible] کہتے ہیں یعنی حق کا ایک وجود میں [illegible]
تفصیل جس کو وحدت کہتے ہیں [illegible]
[illegible] اور باقی حیثیات [illegible]
[illegible] تعینات خارجی ہیں۔ [illegible]

تار داخل ہوگئی اور معارف کا سمندر موجیں مارنے لگا اور مقام محمدی منکشف ہوا نیز مقامات اولیاء اللہ و علم آخرت و علم شرائع و علم تکوین و علم الہیات و علم عجیبہ وغیرہ اور مجھ پر حکمت ربانیہ اور اس کے آداب منکشف ہوئے اور میں ان سب سے متحقق ہوگیا ذہنی معرفت حاصل ہوگئی والحمد للہ رب العالمین

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں ایک بلند مقام میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں انبوہ لوگ از قسم خدام و زائرین تبع ہیں۔ بظاہر وہ مسجد نبوی معلوم ہو رہی تھی اور اس میں ایک بلند قبہ ہے جس کے چاروں طرف بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ان میں ایک شخص اپنے ہاتھ میں کچھ تصاویر لیے ہوئے لوگوں کو دکھلا رہا ہے اور اس بہانہ انھیں اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے میں اس سے بہت ناخوش ہو کر وہاں سے اٹھا اور اس قبہ میں داخل ہوگیا۔ وہ شخص بھی وہاں آکر صدر میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس وقت مجھ پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی یعنی یہ معلوم ہوا کہ جیسے میں زبان حق ہوگیا حضرت حق مجھ ہی سے کلام فرما رہا ہے اور مجھ ہی سے خطاب ہو رہا ہے پھر میں اس شخص کی طرف اٹھا اور کہا کہ اَنْتَ مِنْ عُلَماءِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (تو ہی حیات دنیاوی کی سجادوں کے علماء میں سے ہے) اور یہ ایسی بات ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ میری زبان پر ناطق ہوا ہے (میرے اس کہنے پر) اس شخص نے شرمندہ ہو کر اپنا سر جھکا لیا۔ پھر میں اس قبہ سے باہر آیا اپنے حال کی طرف نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری زبان اور دہاں سب عربی ہیں اور سب لوگ مجھ کو اس بات کی مبارکباد دینے کے لیے جمع ہیں کہ اللہ نے میری زبان پر نطق (کلام) فرمایا اور اس پر متعجب ہیں اور تبرکاً مجھ سے مصافحہ بھی کر رہے ہیں اسی دوران مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ یہ وہی کلام ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ابن عباس کی زبان پر ناطق ہوا ابن عباسؓ کے بھائی کے حق میں جو ان کا دشمن تھا اور

ایذا دیتا تھا۔ اور اس خواب کی تعبیر یہ ظاہر ہوئی کہ حقانیت کی حیثیت سے میں ہی مخاطب تھا اور جھٹلانے کی حیثیت سے میں ہی منسوب تھا لیکن ہیئت غریبہ رسولؐ کی مناسبت سے تھی کہ انھوں نے مجھ پر قرب فرائض افاضہ فرمایا لیکن الہام کے معنی اس معاملہ میں رسول کی نیابت تھی اور تفقہ فی الدین کی حیثیت سے میں ہی ابن عباسؓ تھا اور من حیث جسمانیت کے میں ہی ان کا بھائی تھا۔ اور حق سبحانہ نے تعلیم فرمایا کہ یہ فنا۔ مقام قرب فرائض کا وصول ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پنج نفس، دوم اور [illegible] علیم سے مقربین کے بارہ میں مجمل اور مفصل طور پر مطلع فرمایا اور وہ طریقہ عطا فرمایا جس میں رسولوں کی فرمانبرداری کی پیروی ہو ان کے احوال [illegible] میں، اور ان کے فنون و قوانین بیان فرمائے۔ اور طریقہ مذکورہ کی تشریح سات ادوار میں ہے۔ ایک کے اختتام سے دوسرے کی ابتدا معلوم ہوتی ہے

دورۂ اولیٰ ایمان تحقیقی ہے اور اس سے مطلب طہارت اور خلوص شرک، شرہ، ذنب[1] سے جو بسبب قوت عاقلہ و عاملہ کے طغیان کے اس کو لاحق ہوتا ہے اور اس کا کھو دو روکنا ہو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت سے اور روکنا ہو مہلکات سے۔ اور اخلاق ذمیمہ سے ...... فساد، دشمنی، دھوکہ دہی بدعہدی اور کذب بیانی جیسا حدیث میں ہے اور ان کا علاج عبادات [illegible] تدریجی نشاط اور حسن رغبت و وسعت اور محاسبہ و سکینہ کے ساتھ اور یہ وہ حالت ہے کہ جب بشاشت کے ساتھ قلب میں داخل ہو جاتی ہے تو پھر نکلتی نہیں اور اس کے تقریباً ستر درجے ہیں جن میں کسی [illegible]

---

[1] ذنب۔ اپنے کو نسبت دنیا یعنی اکابرین کی اولاد یا جو یکہ عمل ریا نہ ہو

دورۂ ثانیہ شرح صدر ہے اور اس کی حقیقت [illegible] تسمیہ ہے اپنے جوہر
نیز جذب الٰہی کے تصادم اور اس کے غلبہ سے۔ اور دار الغرور سے علیحدگی اور
دار الخلود کی طرف رجوع اور اس کے سکون بعض کو توحید محبت اور بعض کو حضوری [illegible]
ہوتا ہے اور اس دورہ کے اختتام پر بعض اذکار یا کوئی [illegible] کی نشانیاں ظاہر ہوتی ہیں۔
دورۂ ثالثہ قرب نوافل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے
لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل الخ اور [illegible] ماہیت نفس ناطقہ
کے جوہر کا انکسار ہے اور یہ کسی طرح کا ہوتا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ تجلی فرمائے
اس کے نفس ناطقہ کی صورت میں تجلیاً متحققاً خارجیاً اور یہ مقام حضرت
خضر اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہے۔ دوسرے یہ کہ بندہ [illegible]
محبوب اس کے نفس کی سختی کو اپنے میں ڈھال کر [illegible] بالکل تراش جلی
ہوئی گھاس کے کر دی کہ اس کی حقیقت کلیتاً زائل ہو جائے اور صرف
صورت رہ جائے۔ اور یہ مقام خواجہ نقشبند کا ہے۔ لیکن جو مجھ کو عطا ہوا وہ دوسرا
ہو کر تیسرا تقرر ذات الٰہی میں فنا ہو گیا۔ اور وہ راسخ ہو گیا کہ [illegible] تقرر ذات [illegible]
کی تاثیں میں سے ہے اور یہ مقام حسین ابن منصور کے گمان و خیال اور فطری
طبع کے مطابق ہے اور اس مقام میں عبادت کی حقیقت حضور ذاتی
ہے [illegible] اور اللہ تجلی ذاتی سے موسوم ہے۔ چوتھا دورہ حکمت ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور وہ [illegible]
قرب وجود ہے اور اس کی ماہیت بندہ کی بقا ہے ایسی ہیئت پر کہ اس کا عین ثابت
کلیتاً اللہ کے قریب ہے اور [illegible] فواحش سے منزہ ہو اور اس مقام میں

لہ ایسی تجلی جو حقیقتاً پائی جائے اور نفس الامری ہو یعنی وہمی نہ ہو وجود واقعی رکھتی ہو [illegible]
تہ اس مرتبہ میں ذات کے ساتھ اور کوئی اعتبار شامل نہیں کہ ذات بحت اور ذات صرف کہتے ہیں [illegible]

علوم سابقہ اور [illegible] اور وجاہت سابقہ کا حصول ہو اور جب مجھ کو
اس مقام پر قیام عطا فرمایا تو مجھے علم [illegible] اور علم تکوین، علم قرب باللہ، علم
شریعت، علم معاد اور علم عجائب الانسان منکشف ہوئے۔ اور مجھ کو ایک
چمکتا ہوا [illegible] عطا فرمایا جس کی مدت ازلی تھی۔ اور مجھ کو ایک قانون بنا دیا
... تشریع [illegible] اور جب میں اس دورہ کے آخر پر پہنچا تو مجھے اس مقام
سے یہ حکم دیا گیا کہ میں مخلوق کو [illegible] دعوت دوں۔ اور ان کو نصیحت
کروں اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ کو اس دورہ میں سکون قلب
قضا و قدر سے منجانب حکم الٰہی ثابت ہو جائے اور صبر قدر سے متحقق ہو جائے۔
پانچواں دورہ قرب فرائض ہے۔ حدیث قدسی ما تقرب الی عبدی
بشیء احب الی [illegible] مما افترضت علیہ میں اسی طرف اشارہ
ہے اور اس حدیث کی ماہیت حق کا بندہ کے عین ثابت میں تجلی وجودی متحقق
خارجی سے تجلی فرمانا ہے۔ پھر اول اسم جود [illegible] ہوا وہ [illegible] تھا جو [illegible]
سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جس جلالہ نے تجلیات جمالیہ و جلالیہ سے [illegible]
فرمائی جلال قریب تھا کہ میرے نفس کو ٹوٹے جائے اور میرے نسمہ کو توڑ پھوڑ
ڈالے لیکن جمال نے اس میں پھونکا جس طرح [illegible] پھونک کر بجھائی جاتی ہے
اس کے اثر سے نسمہ معدوم ہو گیا اور میں عین مطلق ہو گیا [illegible] نہ کوئی
صفت تھی اور نہ کوئی [illegible]۔ اور جب یہ دورہ ختم ہوا تو مجھ سے بعض امور پر عہد
لیا گیا۔ اول قلب و قالب کو ہمیشہ طاعت میں لگانا۔ دوم لوگوں کو مقامات
قرب کی طرف ہدایت دینا اور ان کو غیر کی عبادت و استعانت سے روکنا۔ دوسرے

لہ اصطلاح میں عالم ارواح سے عالم اجسام تک جو کچھ ہے اس کو مکانات [illegible] کہتے ہیں
تہ صوفیائے روح و نسمہ میں فرق کیا ہے۔

یہ کہ کسی سے رابطۂ محبت باقی نہ رہے اور نیز انبیاء علیہم السلام کی سیرت پر ہو
کرنا۔ اور ان کی سنتوں کی اتباع کرنا اور علاوہ زینۃ الحیوۃ الدنیا میں سے نہ ہونا
جو دنیا ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ چھٹا دورہ قرب ملکوت ہے اور اذا احب
اللہ عبداً الخ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی اہمیت اس
کے اسی کی سیادت ہے جو اس کے صدور سے ہے یعنی ان تجلیات سے [illegible] طالع ہوا
جو اس کے یمین ثابت میں ان اسمائے [illegible] جو ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین
کے صدور سے طلوع ہو کر متحقق ہوئی تھی اور اس میں ان کے انوار کا انعکاس اور
کمالات کا تحقق تھا۔ اور جب میں اس دورہ کے درمیان پہنچا تو کل عالم کی
تسخیر کے لیے میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا اور مجھے بعثت شریعت اور دیگر انبیاء کی
شریعتوں پر تفصیلاً و تفسیراً اطلاع عطا کی گئی اور جب میں ہر ایک کا خبردار
ہوا تو میرے اسم میں کل کمالات کا انعکاس ہوا اور آدم سے لے کر آخری
انسان تک جو قرب قیامت میں ہوگا میں ان کمالات سے انتہائی مسرور
ہوا اور میں نے ان سب کے علوم و احوال و مقامات یک بارگی اٹھائے اور
حقیقت المحبوبیت انتہائی حسین شکل میں جس کی تعریف حد بیان سے باہر
ہے میرے سامنے آئی۔ پھر میں بے خود ہو گیا۔ اور صبح و شام کی تمیز باقی نہ رہی
پھر مجھ سے کہا گیا اے میرے [illegible] کو کل امور کلیات و جزئیات کا ظاہراً و باطناً
حاکم کر دیا۔ اور میں نے تجھ کو دونوں [illegible] غرض کہ اب تجھ پر فرض کر دیا گیا
دو تو خیر کو ادا کرے۔ ساتواں دورہ دورۂ کمال ہے اور کنت نبیاً
کثیراً الخ کی حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کی اصل بندہ کا

لہ رجال کاملین کثیر ہیں

اللہ کی طرف مختلف کمالات کے ساتھ متوجہ ہونا اور زبان استعداد سے سوال
کرنا ہے۔ عطاء کمال کی ایک دوسری قسم ہے جو گویا دوراتِ ستہ کے استخراج
و شمولیت سے حاصل ہوتی ہے اور اسی پر صورت مقدسہ کا افاضہ ہے
نیز اسی دورہ سے آنحضرت ﷺ کے انتشار (نشو و نما) کی ابتدا ہے اور اس دورہ
کی خاصیت وقوع لباس حقانیت ہے یعنی ہر ملک کے نظام کو توڑ دینا اور
حق کا تمام صفات میں ظہور ہونا اور اس کی نسبت کے سوا ہر نسبت کو توڑ
دینا ہے حتیٰ یکون کل من احبہ فقد احب اللہ و کل من ابغضہ
فقد ابغض اللہ۔ جب میں نے دورہ کی ابتدا کی تو دیکھا کہ عصر کے
بعد میں بیٹھا ہوا ہوں اور مجھ سے میرا لباس سلب کر لیا گیا اور میں مجرد عریاں
رہ گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی تجلیات میں سے ایک تجلی آئی اور میرے بائیں
جانب کھڑی ہو گئی اور مجھے لباس حقانیت پہنایا۔ اس کے پہنتے ہی میرا نسمہ
حق ہو گیا اور اس نے تین بار حق حق کہا۔ پھر طمانیت حاصل ہو گئی
اور یہ حقانیت کا مجملاً افاضہ تھا۔ پھر مجھ پر دائیں بائیں اور پیچھے ہر جانب
سے قطرات فیض کی بارش ہونے لگی جس سے ایسی لذت حاصل ہوئی کہ جسے
اس کی تعریف سے تنگ اور زبانیں اس کی توصیف سے گنگ ہیں۔[ع]

لہ جس شخص نے آپ ﷺ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے آپ ﷺ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا
عہ یسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک و فی ذلک فلیتنافس
المتنافسون و مزاجہ من تسنیم عینا یشرب بہا المقربون
سے حسنات المقربین کا سلوک شروع ہو کر سات ادوار میں مکمل ہوتا ہے۔ یہ سلوک [illegible]
جاذبات کی مدد سے طے ہوتا ہے۔ ہر دور میں ایک نیا جاذبہ ان حسنات پر وارد ہوتا ہے
جس سے ان کی طبیعتیں بدل جاتی ہیں اور نفس و [illegible] فنا ہو جاتے ہیں اور یہ جاذبات و تہ
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) سے وارد ہوتے ہیں۔ پہلا جاذبہ ان کو ایمان حقیقی بخشے دیتا
ہو جس سے ایسی بصارت پیدا ہوتی ہو کہ ان کو عقل و عمل کے فساد سے نجات
مل جاتی ہو اور عبادت حقیقی کی توفیق عطا ہوتی ہو۔ وما امروا الا لیعبدوا
اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکاۃ و
ذلک دین القیمۃ۔ دوسرا جاذبہ شرح صدر کا باعث ہوتا ہو جو نسمہ میں
انکسار پیدا کرتا ہو اور تکبر سے نجات دلاتا ہو اس دوران کسی کو توحید عطا ہوتی
ہو اور کسی کو حضور دوام اور بعض پر لطائف ستہ کی فنا ظاہر ہوتی ہو۔ تیسرا
جاذبہ قرب نوافل عطا کرتا ہو اس کی ماہیت نفس ناطقہ کے جوہر کا انکشا(ف)
ہو جس کی کئی قسمیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ نفس ناطقہ کی صورت میں تجلیاً متحققاً
خارجیاً ظاہر ہو تو یہ مقام حضرت خضرؑ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ہو
اگر جاذبہ نفس کی سختی کو اس طرح جلا کر خاک کر دے کہ بجز نفس کی صورت کے
کچھ باقی نہ رہے یعنی اس کے صفات بالکلیہ خاک ہو جائیں۔ اور اس کی حقیقت
کلیتاً دور ہو جائے تو یہ مقام خواجہ نقشبند کا ہو اور میرے ساتھ یہ ہوا کہ میرا
تعین ذات الٰہی میں فنا ہو گیا۔ پھر واضح ہو گیا کہ ہر تعین ذات ساذج کی
تماثیل سے ہے۔ اس مقام میں حضور ذاتہ بذاتہ لذاتہ ہو یہی تجلی ذاتی سے
موسوم ہو۔ چوتھا جاذبہ حکمت عطا کرتا ہو یہی قرب وجود ہو اور اس کی ماہیت
بندہ کی بقا ہو ایسی ہیئت پر کہ اس کا عین ثابت ازل میں اللہ کے قریب ہو
ایسا شخص پیدائشی طور پر برائیوں اور فواحش سے پاک و صاف ہوتا ہے
اس مقام میں علوم سابقہ عصمت کاملہ اور وجاہت سابقہ کا حصول ہے
(چنانچہ جب آپ کو یہ حال و مقام عطا ہوا تو آپ نے فرمایا جب مجھے اس مقام

(باقی اگلے صفحہ پر)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) پر اقامت بخشی گئی تو علم اسماء، علم تکوین، علم قرب باللہ، علم شرع
علم معاد اور علم عجائب الانسان مجھ پر منکشف ہوئے اور ایک ایسا چھلکتا
ساغر عطا ہوا جس کی لذت ازلی تھی اور آخر میں اس کی زبان سے یہ علم ہوا کہ
میں تبلیغ کروں اور خلق کو اللہ کی طرف دعوت دوں اور نصیحت کروں اس
طرح قدر کے راز سے آگاہ ہو کر مجھے سکون قلب میسر ہوا۔ پانچواں جاذبہ
قرب فرائض عطا کرتا ہو۔ اس کی ماہیت بندہ کے عین ثابت میں حق کا تجلی
فرماتا ہو۔ مجھ پر تجلی وجوبی خارجی متحقق وارد ہوئی اور سب سے پہلے اسم انا
درخشاں ہوا جس کو ممکنات مقیدہ سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جل جلالہ نے
تجلیات جمالیہ و جلالیہ سے میری تربیت کی۔ قریب تھا کہ جلال میرے نفس کو
لے جائے اور میرے نسمہ کو توڑ پھوڑ ڈالے کہ جمال نے مجھ میں پھونکا جس طرح
مشک پھونک کر بڑھائی جاتی ہو جس کے اثر سے نسمہ معدوم ہو گیا اور میں عین
مطلق ہو گیا۔ افاقہ کے بعد مجھ سے عہد لیا گیا کہ قلب و قالب کو ہمیشہ طاعت
میں لگاؤں اور دوسروں کو مقامات قرب کی طرف دعوت دوں اور ان کو
غیر کی عبادت اور استعانت سے روکوں۔ نیز یہ کہ کسی سے رابطہ محبت باقی
نہ ہو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی سنتوں پر بھی عامل رہوں۔ اور علمائے
ظاہر کی طرح دنیا کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ چھٹا جاذبہ قرب ملکوت عطا کرتا
ہے اس کی ماہیت اسم انا کی صداقت ہو جو اسی کے صدر سے عین تجلی الٰہی کے ساتھ
جو اس کے عین ثابت میں متحقق ہوئی تھی مع ان اسماء کے جو ملائکہ مقربین و انبیائے
مرسلین کے صدور سے طلوع ہوئے اور ان کے انوار کا انعکاس اور ان کے
کمالات کا تحقق اسی اسم انا میں ہوا۔ اور جب میں اس دورہ میں پہنچا تو [illegible]

(باقی …)

اور وہ رحمت جو سراپا رحمت ہے۔ اور وہ علم جو ہر علم کا جامع ہے پھر میں
نے اس میں عرفت کے اعتبار سے اپنے کمال کے مطابق فرق کیا جس کے
بعد پلٹنا ممکن نہیں جس نے میری تفتیش کی تو نہ پایا میرے لیے کمال بلکہ
میں خود سراپا کمال ثابت ہوا اور میرے پاس وہ علوم تھے جن کا احاطہ نہ
آسمان و زمین کر سکتے تھے اور نہ سمندر و نہ ساحل سمندر۔ لیکن میں نے
دنیا والوں کو پایا کہ وہ مساوات کے قائل ہیں۔ وہ غافل ہیں اور غافل
ہیں (یعنی زمانہ والے یہ سمجھتے ہیں کہ جو کمالات مجھے حاصل ہوئے وہ اور
لوگوں کو بھی حاصل ہیں اور مساوات کا اظہار کرتے ہیں)

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار واقعہ میں حضرت لقمان حکیم کو دیکھا
میں نے ان سے سوال کیا حکمت کیا ہے؟ کہنے لگے کہ عین الیقین۔ ان کی
مراد اس لفظ سے یہ تھی کہ حق سبحانہٗ مدرک ہوگا اور مدرک بھی علم حضوری
میں مقدس ہے۔ میں نے کہا حکمت کی شان بہت بڑی اور اس کی دلیل
بہت عظیم ہے اس سبب سے کہ اس کی طرف اولیاء اللہ نے نشاندہی کی
ہے کہنے لگے کہ ہاں اسے ہم بھی جانتے ہیں اور تم کو بھی بتائیں گے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ کو دیکھا کہ مجھکو مخاطب کرکے فرما رہے ہیں کہ انت اخونا و ھذا
معتقدنا۔ اور ان معارف کی طرف اشارہ فرمایا جو کتاب "خیر کثیر" میں
لکھے ہوئے ہیں۔

عالم عامل عارف کامل شاہ نور اللہ جو حضرت اقدس کے اعظم خلفاء
میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت اقدس خیر کثیر کے مسائل

لہ تو ہمارا بھائی ہے اور یہ ہمارے معتقد۔

میں سے کوئی مسئلہ بیان فرما رہے تھے۔ میرے دل میں ایک الجھن پیدا
ہوئی اور قلب اس بیان سے مطمئن نہ ہوا۔ جب محفل برخاست ہوئی تو
میں سونے کے ارادہ سے لیٹا۔ ابھی پورے طور پر تکیہ پر سر گیا بھی نہ تھا
کہ غفلت طاری ہوئی۔ اسی حال میں میں نے دیکھا کہ سرورِ کائنات تشریف
فرما ہیں اور اس کی طرف (خیر کثیر) اشارہ کرکے فرما رہے ہیں کہ انا
اقول و قولی الحق۔ اسی وقت میں جاگ پڑا۔ غور کیا تو وہ خلش دل
سے مٹ چکی تھی۔

نیز شاہ موصوف بیان فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس ایک روز مسائل
تصوف بیان فرما رہے تھے اور میرا دل مطمئن نہ ہو رہا تھا۔ میں نے خواب
دیکھا کہ جیسے ایک بہت بڑا مقبرہ ہے اور اس مقبرہ میں حضرات ابراہیم
و موسیٰ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزارات ہیں اور ایک دوسرے
نبی بھی وہاں تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انھوں نے بعد
جواب سلام فرمایا کہ وہ مسئلہ حق ہے اور ان جملہ انبیاء کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ خیر کثیر کے مسائل کے بارہ میں میرے دل
میں ایک الجھن نیز مختلف قسم کے شبہات پیدا ہوئے کہ اولیائے کبار
جیسے غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی و خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس
اللہ اسرارہم نے تو اس میں کلام کیا نہیں ان کی خاموشی پر کیسے اعتماد و یقین
ہوگا ایک روز خواب دیکھا کہ ایک پاکباز شیخ مرتاض نورانی کھڑے ہوئے
ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ حضرت غوث الاعظم کے صاحبزادہ ہیں
اور ان کا نام شیخ عبدالرزاق ہے۔ میں بہ صد شوق سامنے گیا اور سلام

لہ میں بھی یہی کہتا ہوں اور میرا قول حق ہے۔

کر کے رہا فو کیا۔ اس وقت میری بغل میں کتاب خیر کثیر ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون سی کتاب ہے میں نے نام بتایا۔ آپ نے کتاب ہے کر قدرے ملاحظہ فرمایا اور فرمایا کہ یہی عقیدہ میرے والد بزرگوار نیز دیگر اکابر کا تھا۔ اس سے آگے کچھ نہ فرمایا۔

حضرت اقدس کا سن شریف میں سال کا تھا کہ ایک روز بلا کسی نقاضہ ارادہ و خیال کے دل اسرار منزل میں سفر کا شوق پیدا ہوا اور یار و دیار سے ہجرت کا عزم پختہ ہو گیا۔ چوں کہ شا ناسوتی میں سیر الی اللہ سے مراد سفر الی بیت اللہ ہے لہذا اس عزم کو حجاز کے لیے مقرر فرمایا لیکن جب بکی کا اعزا و اقربا حتی کہ والدہ ماجدہ بھی دامنگیر ہیں اور سیر و سفر کی اجازت نہیں دے رہی ہیں تو اس ارادہ کو تمام لوگوں سے چھپایا۔ اور دوسری سمت عزم سفر ظاہر فرمایا اور بہ باطن قبلہ مقصود کی طرف توجہ رکھی اور بموجب اذا جاء نصر اللہ بطل نہر عیسیٰ تمام حقوق کی رعایت اور خصوصاً اعزہ کے حقوق کی رعایت کو نظر انداز کر کے دیار محبوب کی سمت روانہ ہوئے۔ چلتے وقت ان اصحاب خاص سے جو آپ کے ہمراہ چلنے کے لیے تیار ہوئے تھے اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا چونکہ وہ سب لوگ آپ کے جلد بہ کے پروردہ تھے اور باوجودیکہ ان میں سے ایک فرد بھی کبھی پاپیادہ ایک میل بھی چلنے کی سکت نہ تھی تاہم ان سب نے ہم رکابی

لہ جب اللہ کی نصرت آ گئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔ نہر عیسیٰ بغداد میں ایک نہر ہے جس پر وہاں کے قرب و جوار (دیہات) کی کاشتکاری کا دار و مدار ہے۔ جب بکثرت بارش ہوتی اور دجلہ میں پانی بھر جاتا تو وہاں کی آراضیات اسی سے سیراب ہوتیں اصطلاح میں یہ ہیں کہ اشیا کا وجود ذات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ تق اور

کی سعادت کو غنیمت سمجھتے ہوئے بے زاد و راحلہ پورے شوق کے ساتھ راہ متابعت اختیار کی۔ اس سفر پُر ظفر میں آپ سے متعدد کرامات صادر ہوئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وقت روانگی زبان غیب بیان سے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ ہمارے تمام امور کا کفیل ہے اس سفر میں ہر گز بھوکا نہ رکھے گا اور صحیح سلامت واپس لائے گا اور اس کی بھی اس طرح تحقیق ہوئی کہ باوجود زاد راہ کی قلت کے کہ گھر سے روانہ ہوتے وقت تین چار روپے سے زائد نہ تھے پورے سفر میں کہیں فاقہ نہ کرنا پڑا۔ بلکہ دوران سفر سب لوگ بہترین (مرغن) کھانے کھاتے رہے۔ اور جب ان لوگوں نے زاد راہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے سستا غلہ خریدا اس روز روزمرہ کے اخراجات سے زائد خرچ ہوا۔ تب حضرت اقدس نے فرمایا کہ جب ہم نے حق تعالیٰ کی کفالت پر اعتماد کلی کر لیا ہے تو اب وہ اس پر راضی نہیں ہے کہ ہم کھانے میں گھٹیا چیز استعمال کریں تاکہ خرچ میں کفایت ہو بلکہ ہر شخص کو اس کا اختیار ہے کہ اسے جس چیز کے کھانے کا دل چاہے وہی پکائے۔ دوسرے یہ کہ روانہ ہوتے وقت یہ فرمایا کہ میرا دور دراز سفر کا عزم پختہ ہو چکا ہے جو بہ رضا و رغبت مشقت اٹھانے پر راضی ہو وہ ساتھ چلے ورنہ کسی پر زور نہیں اور نہ الزام کہ وہ (خواہ مخواہ) اس سفر کی تکلیف اٹھائے۔ آپ کے تمام اصحاب گو کہ ان میں کا ہر فرد ناز و نعم میں پلا ہوا پرورش پائے ہوئے تھا اور ایک منزل بھی پیادہ پائی کا متحمل نہ تھا تاہم اس سفر طویل کو نہ صرف گوارا ہی کیا بلکہ اس حد تک محنت کشی کا بھی مشتاق ہوا اور یار و دیار سے اتنا دل برداشتہ ہوا کہ اگر کسی وقت وطن کا تصور بھی آتا تو اس سے متنفر اور متوحش ہوتا تھا۔ میسر سے خود حضرت

اقدس کا یہ حال کہ باوجود ناز و نعم میں پرورش پانے کے سامان سفر اٹھانے اور
سفر کی تکالیف اٹھانے میں برابر کے شریک تھے اور راستہ چلنے میں تمام ہمراہیوں
سے آگے چلتے تھے اور اس سختی و آرام میں بھی اسی طرح حقائق و معارف
بیان فرماتے تھے جس طرح دولت خانہ پر فرماتے تھے اور اس میں کسی چھوٹے
بڑے کی تفریق نہ تھی۔ اور ساتھیوں کے لیے یہ صورت مزید حیرت و استعجاب
کا باعث تھی کہ باوجود نازنینی کے اتنی مشقت گوارا کرنے کے بعد بھی مزاج
مبارک میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں تھی بلکہ وہی شگفتگی اور تازگی تھی اور ذوق
و شوق و حقائق و معارف بیان کرنے کے دوران کسی قسم کا کوئی فتور و کمی
نہیں تھی اور یہ امر انسانی حوصلہ سے باہر ہے۔ چوتھے یہ کہ جب ساحل سمندر
پر پہنچے گو کہ جہازوں کی روانگی کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اور کوئی سواری جانب
حجاز جانے والی باقی نہ رہی تھی۔ سورت نامی شہر کمنبات میں چند روز قیام فرمایا
انھیں ایام میں ایک دن بعد عصر مراقب بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں
استغراق تام پیدا ہوا۔ بعد افاقہ سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے
اس وقت عجیب واقعہ دیکھا کہ جیسے کوئی چیز مجھ سے کھینچ لی گئی اور میرا نفس
ناطقہ فنائے محض اور حیران رہ گیا۔ ناگاہ روح پر فتوح سرور کائنات تشریف
لائے اور مجھے خلعت حقانیہ پہنائی اور میرا نفس ناطقہ بہ لفظ حق حق ذاکر
ہو گیا۔ اور ایک قسم کی ٹھنڈک و طمانیت مجھے حاصل ہوئی۔ اب معلوم ایسا ہوتا
ہے کہ اس سفر سے غرض اسی مقام کا حصول تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا حصول
انھیں اسباب پر موقوف کر رکھا تھا۔ اور اب دل اس سفر سے سرد ہو چکا ہے
آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اسی وقت آپ کے تمام اصحاب بھی سفر سے دل برداشتہ
ہو گئے اور سفر کرنے کی مطلق خواہش باقی نہ رہی۔ باوجودیکہ ساحل سمندر تک

پہنچ چکے تھے لیکن بغیر حج کئے ہوئے وطن کی واپسی کا قصد فرمایا۔ جیسے حضرت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وعدہ پر یقین کر کے سامان سفر تیار
فرما کر مکہ معظمہ کی طرف کوچ فرمایا تھا پھر اسی سال صلح حدیبیہ واقع ہوئی اور
فتح حاصل نہ ہو سکی اور وہی صلح بہت سی فتوحات کی کنجی ہو گئی اور پھر ایک مدت
بعد وہ مقصد بھی پورا ہوا۔ اسی طرح اس سفر میں اگرچہ (ظاہری) حج نصیب نہ
ہوا تاہم سیر و سلوک و دیگر فتوحات عالیہ باطنیہ ہوا۔ نیز سات سال بعد
دولت حج بھی نصیب ہوئی جو ظاہری و باطنی طور پر سرور کائنات کی
متابعت کی وجہ سے گویا یہ امر آپ کی تقدیر بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس
سفر کو بھی حضرت اقدس سے بے اختیارانہ پورا کر دیا۔ پانچویں یہ کہ اس سفر
بہ ظفر سے واپسی کے وقت مقام مفہمیت[1] و محدثیت سے مشرف ہوئے جیسا
حدیث نبوی میں ہے کانوا فی الامم السابقة مفهمون ومحدثون[2] ان
کان فی امتی احد یکون عمر۔ چنانچہ اس مقام کے اسرار و علوم آپ نے اپنی
تصنیف تفہیمات الٰہیہ میں جو اسرار و معارف کا خزانہ ہے تحریر فرمائے ہیں چھٹے
یہ کہ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ الہام فرمایا کہ تمہارے فلاں ساتھی
کا دل امر الٰہی کی تعظیم میں کوتاہی کرنے کے باعث آفت عظیم میں مبتلا ہو گیا
ہے اس سے کہو کہ اپنے نفس کی خبر لے ورنہ اس کا دین برباد ہو جائے گا۔ پس
حضرت اقدس نے بغیر کسی ظاہری سبب کے اس پر غضبناک ہو کر اس بات کی اسکو
خبر دی کہ وہ عزیز اپنے خطرات کا جو اس کو لاحق ہوئے تھے معترف ہو کر تائب ہوا
فتاب اللہ علیہ۔ ساتویں یہ کہ لوٹتے وقت ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو

---

[1] تفہیم و تحدیث وہ علم ہیں جو خاص لوگوں پر القا ہوتے ہیں
[2] سابقہ امتوں میں مفہمین اور محدثین ہوتے تھے اور اگر میری امت میں کوئی ہوتا تو
وہ عمر ہوتے۔

انتہائی کمزوری کی وجہ سے پیادہ پائی کی سکت نہ رہی اور اسی حالت میں
مرض نے اتنی شدت اختیار کی کہ نشست و برخاست کی بھی سکت نہ رہی۔
اور نہ کوئی سواری ہی موجود تھی۔ اس حالت کے پیش نظر ساتھیوں کا
دل بہت پریشان ہوا۔ حضرت اقدس نے جب یہ حالات ملاحظہ فرمائے تو
کچھ لوگوں کو آس پاس اس مریض کے لیے سواری کی تلاش میں روانہ کیا۔
شب کے وقت خاکسار کاتب حروف خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا
کہ وعدۂ الٰہی تو یہ ہے کہ تمام رفقا اس سفر سے صحیح و سلامت و بعافیت
وطن پہنچیں گے لیکن اب تو صورت حال دوسری ہی ہے کہ نہ پائے رفتن
نہ جائے ماندن۔ اس عزیز کو ضعف کی زیادتی کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے کی
ہی طاقت نہیں ہے چہ جائیکہ پیادہ روی کی۔ نیز رفقا بھی اس کو برداشت
نہ کر سکیں گے۔ اور اس ملک راجپوتانہ میں جو مکمل کفرستان ہے کوئی
واقف کار بھی ایسا نہیں جس کے ذریعہ کسی سواری کے دستیاب ہونے کی
توقع کی جائے۔ اب تو حضور ہی دعا و توجہ اور ہمت فرمائیں کیا عجب کہ اسی
کی برکت سے یہ مشکل آسان ہو جائے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا توقف کرو اور تم
جب نماز عشاء سے فارغ ہو جائیں تو اس وقت یاد دہانی کر دینا تاکہ اس
سلسلہ میں دعا کی جائے۔ خاکسار نے وقت مقررہ پر امر معہود عرض کیا۔
اسی وقت دست مبارک اٹھائے اور دعا مانگنا شروع کی۔ ہم خدام وقت
آمین کہتے جاتے تھے۔ جیسے ہی دعا سے فارغ ہوئے آپ کو الہام ہوا کہ
دعا قبول ہوئی۔ آپ نے جیسے ہی اپنے رفقا سے یہ بتایا سب اس مژدہ
جانفزا سے بے حد مسرور ہوئے اور اسی وقت سے اس مریض کی حالت
بہتر ہونا شروع ہو گئی اور جو لوگ سواری کے لیے بھیجے گئے تھے وہ دوسرے

روز ایک بیل ایسی جگہ سے لوٹے جہاں سے اس کے ملنے کا تصور ہی نہیں کیا
جا سکتا تھا۔ اسی دن سے وہ عزیز دم بدم روبصحت ہوتے گئے اور روز بروز
نمایاں فرق ہونے لگا ایسا کہ پانچ چھ روز میں ان کو اتنی طاقت آ گئی کہ تین
چار کوس سفر طے کر سکے۔ ان کے اتنی جلد صحتیاب ہونے میں حضرت اقدس
کی کرامت نمایاں ظاہر تھی۔ اسی دوران حضرت اقدس کو دوبارہ الہام ہوا
کہ (فی الوقت) یہ آفت ٹل گئی اور اس مریض کو شفا محض تمہاری ہمت و
توجہ کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے اور دعا رد قضا کا باعث ہوئی لیکن چونکہ
اس قضا کا ظہور لازمی ہے وہ کسی بھی صورت میں ہو خواہ کسی کی موت
کی صورت میں ہو یا کسی شے کے ضائع ہونے میں ہو اس کے انتخاب کا
تعین اختیار دیا جاتا ہے۔ جب حضرت اقدس نے اپنے رفقاء سے یہ بیان
کیا تو بندہ نے عرض کیا کہ ہم میں سے کسی کو اس کی طاقت نہیں اس لیے کہ اگر
وہ موت کی شکل میں ہو تو رفقا میں سے ہر شخص ایک دوسرے کو پیارا ہے
وہ کب اس کو گوارا کرے گا۔ اور مال دنیا سے ہمارے کچھ بعید نہیں کہ اس کا
ضائع کرنا اختیار کیا جائے۔ اب تو حضور ہی توجہ فرمائیں اور ہمت باطنی مبذول
فرمائیں اور یہ تازہ فکر جو لاحق ہو گئی ہے دور ہو جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت
اقدس نے دوبارہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ معاً در قبولیت وا ہوا اور ہم
خادموں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ باوجودیکہ راستہ انتہائی دشوار اور خطرناک تھا
اور دشمن راستہ روکے ہوئے تھا لیکن حضرت اقدس کی توجہ مبارک سے
مع الخیر والعافیت وطن واپس آ گئے۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً
یوافی نعمہ ویکافی کرمہ۔
اثنائے سفر مذکور میں جب حضرت اقدس کا احمد آباد سے گذر ہوا اور طالب علم

آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئے۔ حضرت کے جذب، صحبت اور بخشش و عطا کے
فیض نے وہ رنگ دکھایا کہ ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ شرفِ ملازمت اختیار کی۔
آپ مصلحتِ وقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کو اسی جگہ چھوڑ کر وطنِ مبارک تشریف
لے آئے۔ چونکہ حضرت کی فیضِ نظر رنگ دکھا چکی تھی انھوں نے بھی سب چھوڑ
چھاڑ شاہجہان آباد کی راہ لی۔ اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی
سعادت سے مشرف ہوئے نیز اشغالِ طریقت کے طالب ہوئے۔ آپ نے قبول
فرما کر ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے مطابق تلقین کی کہ اگر کوشش کرتے
رہوگے اور مشق بڑھاتے رہوگے تو اس مرتبہ پر پہنچ جاؤگے اور اس سے زائد
ترقی تمھاری استعداد اور حوصلے سے باہر ہے اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ شغل
تعلیم فرما کر اس پر قائم رہنے کی تاکید کی۔ ان میں سے ایک شخص پر تو حسبِ ارشاد
ایسے احوال وارد ہوئے کہ وہ اس دارِ فانی سے رحلت کر گیا۔ اور دوسرا ابتدا
میں مزید ترقی کی طلب میں آپ کی مقررہ تلقین سے زائد کے لیے سرگرداں ہوا
اور دوسرے درویشوں سے رجوع ہوا لیکن کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔ ناچار
مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ پھر آپ کی ہی مقررہ تلقین پر استقامت اختیار کی تب
اس کے فوائد ظاہر ہوئے اور ملک سندھ میں ٹھٹھہ کے اطراف میں بکثرت
لوگ اس سے مستفید اور حسبِ استعداد فیضیاب ہوئے۔

سادات بارھہ کے دو اشخاص وہاں کے حکام کی طلبی پر جو انھیں کے قبیلہ
کے تھے نوکری کے ارادے سے شاہجہان آباد پہنچے۔ اور حضرتِ اقدس کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم محض ان دونوں حکام کے اصرار پر آئے
ہیں اور انھوں نے بہت اصرار سے ہم کو بلایا ہے۔ ان دونوں میں سے ایک
تو اسی شہر میں ہے اور دوسرا دوسری جگہ ہے۔ جہاں ہماری بھلائی ہو وہاں جانے

جانے کے لیے فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارے اس سوال کا جواب کل دیا جائے
گا۔ صبح کو وہ پھر حاضر ہو کر حسبِ وعدہ جواب کے طالب ہوئے۔ آپ نے
فرمایا کہ وہ حاکم جو شہر میں ہے پہلی ملاقات میں ہی تمھیں صاف جواب
دے دے گا اور جو دوسری جگہ ہے اس میں بھی کچھ کامیابی کی صورت نظر
نہیں آتی۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم کو تو انھوں نے خود بلایا نیز ان سے بوجہ
قرابت داری امید کی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ بات تو وہی ہے جو میں نے کہی
غرضکہ وہ اسی روز اس امیر سے جو اس شہر میں تھا جا کر ملے اس نے پہلی
ہی ملاقات میں کہہ دیا کہ اب (تمھارے لیے) کوئی گنجائش نہیں ہے پھر
وہاں سے مایوس ہو کر دوسری جگہ گئے وہاں بھی اس امیر نے ان کی ملازمت
کی تلاش میں بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بعد ازاں مایوس ہو کر
واپس آگئے اور یہ واقعہ اس فقیر سے بیان کیا۔

ایک دن حضرتِ اقدس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کہیں سے کچھ شیرینی
آئی۔ آپ نے تمام حاضرین کو تقسیم فرمائی اور تھوڑی سی خود لی اتنے میں ایک
شخص آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا۔ تقسیم کرنے والے نے اسے بھی حصہ دیا۔ اس
وقت اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر حضرتِ اقدس وہ شیرینی بھی
جو آپ کے سامنے رکھی ہوئی ہے مجھے عنایت فرما دیں تو میں سمجھوں کہ واقعی
آپ ولی ہیں تب میں آپ سے استفادہ کروں۔ آپ گو کہ اس خطرہ پر مشرف
ہو گئے لیکن قلبِ مبارک میں یہ آیا کہ اگر اس کے حسبِ منشا عمل کر دیا جائے
تو یہ ایک قسم کی خود نمائی ہوگی لہٰذا اس سے اعراض فرما کر وہ شیرینی برخلاف
عادت ایک ہی بار میں دہنِ مبارک میں رکھ کر نوش فرما گئے۔ اور اس شخص
کے وہاں سے جانے کے بعد اپنے مخصوص اصحاب سے یہ واقعہ بیان فرمایا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قصہ بھی ایسا ہی تھا کہ زبان غیب ترجمان
سے اظہار فرمایا۔

ایک روز کوئی شخص ایک نادر کتاب بغرض فروخت حضرت اقدس
کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا چوں کہ وہ کتاب قیمتی تھی اور بہت سستی مل
رہی تھی آپ نے اس کو خریدنا چاہا لیکن آپ کے پاس دینے کے لیے
قیمت نہ تھی۔ آپ گھر گئے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جو شخص اتنی رقم
مجھے دے دے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا عوض اس کو عنایت
فرمائے گا۔ گھر کی ملازماؤں نے مطلوبہ رقم جمع کرکے پیش کی۔ آپ نے وہ
رقم لے کر کتاب خرید لی۔ دو تین روز بعد ایک مالدار شخص نے آپ کی خدمت
میں ایک بہت قیمتی زنانہ جوڑا نذر کیا آپ اس کو لے کر گھر میں گئے اور
فرمایا کہ یہ پوشاک اس دن کی خدمت کا صلہ ہے۔

ایک روز شعبان میں آپ کے گھر میں کچھ موجود نہ تھا جو اہل علم اور فقراء
پر خرچ فرماتے۔ ملازمین نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے قدرے تامل فرماکر
ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ رقم عطا فرمائی ہے انشاءاللہ عنقریب آتی ہوگی۔
خادمین اسی انتظار میں تھے کہ ایک شخص کچھ رقم لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ
حضور کے خدام پر صرف ہو جائے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرے دل میں یہ بات کیسے آئی
اس نے عرض کیا کہ میرے دل میں تھا کہ رمضان مبارک میں فقراء کے لیے کھانا
پکواؤں گا۔ دفعتاً دل میں یہ خطرہ آیا کہ فقراء کو کھانا کھلانے کے لیے رمضان ہی کا مہینہ
مخصوص نہیں ہے۔ پھر خیال یہ آیا کہ کھانا پکوانے کی کیا ضرورت ہے اتنی رقم حضور کی خدمت
میں پیش کر دینی چاہیے۔ الحمد للہ آپ جناب جیسے فقراء نے خانقاہ پر خرچ فرمائے
بھی مناسب ہے۔ لہٰذا اتنی رقم خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اے عزیز

تمہارا عمل مقبول ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اس سے قبل ہی الہام فرما چکا تھا کہ رقم
میں نے تمہیں بھیجی ہے عنقریب پہنچ جائے گی اسی وقت سے میں منتظر تھا۔ بالآخر اس
وقت وہ پہنچ گئی۔ وہ شخص یہ سن کر شکر الٰہی بجا لایا۔

قصبہ پھلت میں جو کاتب حروف کا وطن ہے ڈاکوؤں کی بہت کثرت
تھی۔ آئے دن ڈاکہ زنی۔ لوٹ مار۔ قتل و غارت گری ہوتی رہتی تھی
جس کی وجہ سے سارا قصبہ بیزار رہتا تھا۔ مختلف تدابیر کے باوجود کوئی نتیجہ
نہ نکلا۔ ناچار حقائق آگاہ شاہ نور اللہ جن کا وطن بھی قصبہ مذکور ہے حضرت
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی۔ اور اس مصیبت
سے چھٹکارا پانے کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان کی استدعا پر مالک حقیقی
کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمائی۔ جناب الٰہی سے الہام ہوا کہ "ہم اس قصبہ
کے باشندوں کے محافظ ہیں"۔ اس وقت سے لے کر اب تک کہ تقریباً
نصف صدی گزر چکی ہے کسی کے ایک بیل تک کا نقصان نہیں ہوا۔ کسی
کا روپیہ پیسہ لوٹا گیا۔ باوجودیکہ قصبہ مذکور کے اطراف و جوانب کے
گاؤں اب بھی ڈاکہ زنی سے محفوظ نہیں ہیں۔

محمد قطب دہلگی (جو آپ کے معتقدین میں ہیں) کے دو جڑواں
لڑکے پیدا ہوئے۔ ان میں سے ایک بنام بھیکھا موسوم ہوا اور دوسرا
بنام کھیسا۔ ایک روز حضرت اقدس نے محمد قطب سے فرمایا کہ یہ نام محمود بر
نفی کرتا ہے (یعنی مبارک نام نہیں ہے) باوجودیکہ یہ بات محاورہ کے
اعتبار سے بعید تھی اور نیز مخاطب کے لیے حیرت کا باعث تھی لیکن بے اختیارانہ

لے یعنی اس کا طالع مبارک نہیں اور غالباً حضرت کی نگاہ غیب بیں نے ان کی عمر
وغیرہ کے بارے میں دیکھ لیا تھا۔

حضرت کی زبان غیب ترجمان پر جاری ہو چکی تھی محمد قطب اس بات کو سن کر
بہت غمزدہ ہوئے اور اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کے ان لڑکے
کا انتقال ہو گیا۔ بعدازاں ایک مدت بعد حضرت اقدس رہتک تشریف لے
گئے۔ وہاں آپ ایک روز مخلصین کے بچوں کے لیے تعویذات تحریر فرما رہے
تھے کہ اثنائے تحریر محمد قطب کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ وہ تعویذ کے
خواہاں نہیں ہیں بلکہ کچھ خائف ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی زبان مبارک
سے پھر کوئی ایسا کلمہ جاری ہو جائے جو رنج اور تکلیف کا سبب ہو جائے
اسی وقت بے اختیار زبان غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ کیوں تم تعویذ نہیں
لیتے۔ انھوں نے جب یہ بات سنی رنج و ملال کا اثر چہرہ پر ظاہر ہوا کہ تعویذ
ایک قسم کے کسب کا شعبہ ہے۔ عرض کیا کہ جب عالی قدموں کی جانب
مبذول ہے ہی دین و دنیا کا تعویذ ہے کسی دوسرے تعویذ کی حاجت
نہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان کا لڑکا بیمار ہوا اور وہ تعویذ کے محتاج ہوئے
بعدازاں اس سے اس نے شفا پائی۔

افادہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک روز خواب میں خواجہ محمد سلطان
کو جو ابرار میں سے تھا اور حضرت والد ماجدؒ کا مرید بھی تھا اور اس جہان
فانی سے انتقال کر چکا تھا انتہائی بوسیدہ کپڑوں اور بد صورت حالت
میں دیکھا کہ والد ماجدؒ کے مزار مبارک کے قریب بغرض قیام جگہ مانگتا
ہے اور وہاں والے اس کو روک رہے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا دل
بہت گھبرایا۔ میں نے بغرض ثواب سورۂ یسین پڑھی اور اس کے حق میں
دعا کی۔ دوسرے روز رات کو پھر اسے خواب میں دیکھا کہ لباس فاخرہ

نہ میں تعویذ دیکھ کر آپ انھیں ٹالنا چاہتے ہیں دیا سستی ایمان کا باعث ہی تھی

پہنے ہوئے حسین شکل میں دونوں ہاتھوں میں صاف و شفاف مثل بلور دو
گیند لیے ہوئے ہے اور کہہ رہا ہے کہ ایک تو دنیا سے چلتے وقت حضرت
قدس سرہٗ کا عطا کردہ ہے۔ اور یہ دوسرا حضرت اقدس نے عنایت کیا ہے

افادہ۔ عبدالرحیم کشمیری نے بعض اعزہ و اقارب کی رنجش و ایذا رسانی کے
سبب زہر کھا لیا اور ختم ہو گیا۔ اور حرام موت مرا۔ بعض قرائن سے معلوم ہوا
کہ بڑی بری حالت میں مبتلا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس کے تمام رشتہ دار خدمت
اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اس کے لیے دعائے مغفرت و شفاعت کے خواہاں
ہوئے۔ حضرت اقدس نے اس کے حق میں دعائے خیر کی اور اپنی ہمت باطنی
سے اس کے حال پر تصرف فرمایا۔ رات کے وقت لوگوں نے خواب دیکھا کہ
حضرت بزرگ (شاہ عبدالرحیمؒ) قدس سرہٗ بزبان ہندی فرما رہے ہیں
کہ "بنائی کی بات" اور آپ کے اس کہنے سے مراد اس کی خلاصی ہو اور آپ
اس کو نجات کی بشارت دے رہے ہیں۔

افادہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایک بار مجھ پر ایک عجیب حالت ظاہر
ہوئی میں تمھارے اس عالم سے ختم ہو گیا اور پھر بغیر بدن کے باقی رہ گیا۔
اور اس وقت سوا ان تجلیات کے جو میں نے کسب کی تھیں کسی چیز کی طرف
توجہ نہ تھی۔ اور کھانے پینے کی قوت مجھ سے جاتی رہی اور ہر وہ چیز جو جسم
سے متعلق تھی اور اس وقت میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ایسی گہری
نیند سو رہے ہیں گویا اس کے بعد وہ بیدار ہی نہ ہوں گے اور بعض بیدار
ہیں لیکن متاسف۔ اور بعض اس عالم کی طرف دیکھ رہے ہیں جہاں سے انھوں
نے رحلت کی ہے۔ پھر دوبارہ میں عالم روح سے بھی فانی ہو گیا اور میری
انانیت ذرہ ذرہ کر عرش میں باقی رہ گئی۔ اور وہاں کوئی باقی نہ رہا بلکہ بعض

کا جو عرش کے حسِ مشترک میں تھی۔ تخیلہ میں زائد اور واہمہ میں کم اور پھر میں
عالمِ نفس و انانیت سے بھی فانی ہو گیا۔ پھر میں ویسا ہو گیا جیسا ازل میں
تھا۔ اس وقت نہ میں رہا نہ وہ بلکہ ایسا انسان جس میں "انا" اور "ھو"
اجمالی اور تفصیلی طور پر جمع تھے۔ پھر میں مر گیا اور گیا اللہ کی طرف جانے
والوں میں[1]

---

[1] جب شاہ صاحب پر موتوا قبل ان تموتوا کا جاذبہ وارد ہوا تو آپ ناسوت و
ناسوتی لوازمات سے معرا ہو گئے اور اسی حالت میں عالم برزخ کا مشاہدہ فرمایا کہ
بعض لوگ گہری نیند سو رہے تھے اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ
ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کے شاہدہ میں تھے اور بعض جو بیدار تھے
اپنی اپنی دید پر تاسف تھے۔ اور بعض ناسوت کی طرف متوجہ تھے۔ پھر آپ عالم
ارواح سے بھی فانی ہو گئے۔ اور آپ کی انانیت عرش (جسم کلی) کے دور تک رہی
باقی رہ گئی۔ اور وہاں کوئی دوسرا باقی نہ رہا کیوں کہ دوسروں کی انانیت عرش
کے تخیلہ و واہمہ میں تھی۔ تخیلہ میں زائد اور واہمہ میں تھوڑی۔ اس طرح آپ
روح کلی میں فنا ہو گئے اور آپ کو نفس و انانیت سے بھی موت آ گئی۔ اور ایسے
ہو گئے جیسے ازل میں تھے یعنی اپنے عین ثابت میں پہنچ گئے۔ اور اس عین ثابت
میں انا اور ھو کو حالت جمع میں تفصیلاً اور اجمالاً پایا۔ یعنی اسم آخر اسم اول
ہو گیا جو مقام قطبیت ہے۔ تب اللہ نے آپ کو دوبارہ ایجاد فرمایا اور آپ
ایک مرد الٰہی ناسوتی ہو گئے۔ اس طرح کہ اگر ناسوت کی طرف مشغول ہوں تو کوئی
ضرر نہ پہنچے۔ اور اگر آلہیت کی طرف مشغول ہوں تو ناسوتیت سے غافل نہ ہوں
یہ واقعہ خواب نہ تھا بلکہ موت حقیقی تھی اور اس دوبارہ ایجاد سے آپ کے لیے
ناسوت ناسوتِ لطف ہو گیا جو فرد کا مقام ہے۔ تقی انور

[1] فَضَت عُیُونُ مَھَاۃِ الرَّمْلِ فِی جَسَدِی ۔۔۔ اَنْ لَیْسَ یَبْقٰی لَہٗ عَیْنٌ وَلَا اَثَرٌ

بعد ازاں زندہ کیا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے یعنی دوسری مرتبہ ایجاد فرمایا اور میں
ایک مرد الٰہی ناسوتی ہو گیا جو دونوں صفتوں کا جامع تھا۔ اگر میں ناسوت کی
طرف مشغول ہوں تو وہ مجھے کوئی ضرر نہ پہنچائے اور اگر میں آلہیت کی
طرف مشغول ہوتا تو وہ مجھے ناسوتیت سے غافل نہ کرے۔ اور یہ واقعہ
خواب نہ تھا بلکہ موت حقیقی تھا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم
تو تمام ممکنات کے لیے عام ہے اور وہ بدن سے نسمہ کا جدا ہو جانا ہے
جس سے بدن کی بنیاد منتشر ہوتی ہے اور دوسری قسم اولیا میں
سے افراد کاملین کے لیے خاص ہے۔ اور وہ روح کا بدن سے جدا
ہو جانا ہے اس طرح کہ انتشار بدن لازم نہ آئے۔ اور اس جگہ یہی
قسم اخیر لازم ہے۔

افادہ ایک روز حضرت بزرگ قدس سرہٗ شاہ عبد الرحیمؒ کے عرس
کی محفل تھی۔ حضرت اقدس مزار پُر انوار پر تشریف فرما تھے۔ ناگاہ حق
سبحانہٗ نے حضرت اقدس کو یہ الہام فرمایا کہ اس بات کی لوگوں میں تبلیغ
کر دو اور وہ یہ ہے کہ یہ فقیر مختلف نسبتیں رکھتا ہے۔ ایک زبان سے
وہ ولی اللہ بن عبد الرحیمؒ ہے۔ دوسری سے انسان ہے۔ تیسری سے حیوان
چوتھی سے نامی۔ پانچویں سے جسم۔ چھٹی سے جوہر اور زبانِ آخر سے ہست ہے

---

[1] ریگستانوں کی نیل گایوں کی آنکھوں تک نے (چہ جائیکہ انسان) میرے جسم کے بارہ
میں یہ فیصلہ کر دیا کہ نہ اس کی کوئی آنکھ باقی ہے اور نہ کوئی اثر و نشان (یعنی وہ
مکمل طور پر فنا ہو چکا ہے۔) تقی انور

اور اس زبان کے اعتبار سے میں ہی شجر[1] ہوں میں ہی حجر ہوں، میں ہی
فرس و فیل ہوں۔ میں ہی بصیر و غنم ہوں۔ آدم کو اسما تعلیم کرنے کے لیے
میں ہی تھا اور طوفانِ نوحؑ پر نصرت کا سبب میں ہی تھا۔ اور جو کچھ
ابراہیمؑ پر گلزار ہوا میں ہی تھا، توریت موسیٰؑ میں ہی تھا۔ عیسیٰؑ کا مردوں
کو زندہ کرنا میں ہی تھا قرآن مصطفیٰ میں ہی تھا والحمد للہ رب العالمین

---

[1] یعنی یہ قدرت نے جس کا نام وجود بھی ہے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنے مرتبہ قدیم اقدس
میں پہنچا، جہاں شدت نیستی و تنزیہ میں حیرت دستگیر ہوئی اور اپنی ذات کا عرفان
جا بجا کو میں [illegible] ہوں گیا ہوں، یہ حیرت تقاضائے تشبیہی تھی جو عینیت کے باوجود
شدت تنزہ میں ہی منفک نہ ہوئی جبکہ عین تنزہ میں اپنے ظہور کی متقاضی ہوئی
تب یقین و مشاہدہ ہوا کہ میں ہی مطلق و مقید ہوں عالم امر اعتباری تو یہ میری
ہی بساط وجود ہے جس میں [illegible] ہوں میں خود اپنی آنکھ ہوں اور اپنی
نظر ہوں اور اپنے ہی کو دیکھتا ہوں میں خود اپنے کان ہوں میں ہی سنتا ہوں اور
جب حق [illegible] معرفت کی صورت انسانی میں بجمالہ و بجلالہ و بجمالیہ
تام حیثیت تشبیہی و تنزیہی کے ساتھ کھل گیا تو عارف تام المعرفۃ اپنے سر بیان حقیقی
کو تمام موجودات میں مشاہدہ کرکے بزبان حال گویا ہوا ہے

[illegible] ماحق مطلقیم و خداوند جہانیم
[illegible] حقا و منم [illegible] کون و مکانیم

الجنون [illegible] فی التجنون — بل جنون فی جنون فی جنون

یعنی [illegible] تشبیہی چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، اکیلا جنون نہیں ہے
بلکہ جنون [illegible] وہ مجبور کرنے والی کیفیت ہے جس کا اظہار ناممکن ہے
[illegible] یہ وہ [illegible] گی۔ کیونکہ بقول غالب
[illegible]

پس حضرت اقدس پر اس بات کا اخفا سخت گراں گذرا کیوں کہ عادت شریفہ
میں اس قسم کی باتوں کا اخفا و کتمان بہت تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا اس
قسم کی باتوں کے عدم اظہار[1] سے کوئی بات پیدا ہو جائے گی تو بے اختیار اور
مجبور ہو کر اسے بیان فرما دیا۔ اور اس بیان کے وقت شدید تکلیف و اذیت کے
آثار چہرہ مبارک پر نظر آ رہے تھے۔ جس طرح بعض اوقات حالتِ وحی
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی ہی حالت ہو جاتی تھی بسبب اسرار
اللہ، اسی طرح ورثائے کاملین بھی بعض اوقات ان باتوں سے خالی
نہیں ہوتے۔

افادہ حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ تو ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت
کے روز جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے اور تجھ سے کوئی سوال
و جواب نہ ہوگا اور جب تو قبر میں داخل ہوگا تو برزخ اور ہر تجلی کو تجلی ذاتی
کی جانب جو اسم رحمٰن کے اوپر ہے چھوڑے گا۔ پھر فنا ہو جائے گا۔ اور یہ بھی
عظیم بات ہو کہ اس سے زائد کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اور جب تو جنت میں
داخل ہوگا تو وہاں دو قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک ارباب[2] علم و تجلی، دوسرے
اصحاب[3] عمل و احوال اور تو ارباب تجلیات میں سے ہے اور حال و تجلی کے
درمیان فرق یہ ہے کہ تجلی امر الٰہی ہے اور حال امر ناسوتی۔ والحمد للہ علیٰ انعامہ

---

[1] جس طرح قلب نبویؐ عدم اظہار وحی سے تنگ ہو جاتا
[2] ارباب علم و تجلی ارباب ذوق و یقین ہیں بمصداق واعبد ربک
حتیٰ یاتیک الیقین
[3] ارباب عمل و احوال وہ ہیں جو اپنے حسن عمل کی برکات کی وجہ سے کیفیات
سے متلذذ ہوتے ہیں۔ اور یہ امر ناسوتی ہے۔ تعلق [illegible]

افادہ حضرت اقدس نے بعض مشاہدات میں دیکھا کہ ان کے دست مبارک
میں نور کا ایک علم ہے اور آپ اسے اٹھائے بیت اللہ کی جانب رواں
ہیں۔ اسی اثنا میں وہ علم بلند ہونا شروع ہوا اور اس کی تیز روشنیاں اور کرنیں
اس سے نکل کر آسمان پر پھیل گئیں۔ اور آفتاب سے زائد روشن ہو گئیں
اور اس کا نور اس حد تک بڑھ گیا کہ زبانیں اس کے بیان سے عاجز ہیں،
پس لوگ آپ کے اس بیان سے از خود رفتہ ہو گئے اور علما و صلحا [illegible]
گیا اور نعمہاے الٰہی نے ظاہری و باطنی ریزش فرمائی۔ اور یہ واقعہ حرمین
شریفین کے دوبارہ سفر کا پیش خیمہ بن گیا اور جو کچھ مشاہدہ فرمایا تھا وہ
سب کا سب واقع ہوا۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

افادہ جب حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کے سفر مبارک کی خواہش
دامنگیر ہوئی اور عزم مبارک پختہ ہو گیا تو [illegible] ربیع الآخر سنہ ۱۲۳۳ھ کو اپنے
بڑے ماموں شیخ حبیب اللہ عہ سلمہم اللہ تعالیٰ کی ہمراہی میں براہ لاہور روانہ ہوئے
اس سفر پُر ظفر میں جہاں کہیں بھی کسی ولی کا مزار ہوتا وہاں جاتے اور
تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اس کو جس قسم کی نسبت حق سے ہوتی وہ آپ کو
مکشوف ہوتی اس کو بالتفصیل بیان فرماتے۔ جب پانی پت پہنچے حضرت
شاہ بو علی قلندر اور شاہ شمس ترک و شاہ جلال قدس اللہ اسرارہم کے
مزارات پر حاضری دی۔ بعد ازاں سرہند پہنچ کر حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی
کے مزار پر حاضر ہوئے وہاں سے لاہور شیخ علی ہجویری قدس سرہ کے مزار
پر حاضری دی۔ پھر ملتان پہنچ کر مخدوم بہاء الدین و شاہ رکن عالم قدس سرہما
کے مزارات پر تشریف فرما ہوئے اور تمام اہل قبور کے احوال ایک ایک

عہ مؤلف کے والد ماجد

کر کے بیان فرماتے۔ شہر ملتان میں اکثر طالب علموں نے شرف بیعت حاصل
کر کے اشغال طریقت حاصل کیے۔ بعض تو آپ کی ایک ہی توجہ مبارک سے
مرتبہ بیخودی پر پہنچ گئے۔ اور ایک مدت بعد ہوش میں آئے۔ اور بعض بے اختیار
ہو کر نعرے مارتے تھے اور آپ کے اس مقام سے رخصت ہوتے وقت اکثر
کا یہ حال تھا کہ یار و دیار کو چھوڑ کر ساتھ جانے پر تیار تھے۔ لیکن حضرت اقدس
مصلحت وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے سب کو تسلی و تشفی دے کر رخصت ہوئے
جب ملک سندھ میں پہنچے تو ہر سمت سے علما و فضلا و طلبا آپ کی تشریف آوری
کی خبر سن کر اشتیاق ملاقات کو حاضر ہوئے بعض حسب مقدور دولت [illegible]
سے فیضیاب ہوئے اور بعض محروم رہے۔ اور جب اطراف شہر ٹھٹھہ
کے مضافات میں سے پہنچے تو علما و فضلا کا یہ حال ہوا کہ اس پر مسرت
خبر سے اپنے اپنے وطن سے بھاگ بھاگ کر آنے لگے اور اکثر پانچ پانچ چھ چھ کوس کی مسافت
طے کر کے رات کے وقت پہنچے اور شرف ملازمت سے بہرہ یاب ہوئے اور
اسی وقت شرف بیعت سے سرفراز اور اشغال طریقت حاصل کر کے بقدر
استعداد فیضیاب ہوئے۔ جس وقت آپ نے شہر ٹھٹھہ میں نزول فرمایا تو اس
شہر کے تمام علما و صوفیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک کثیر تعداد
سعادت بیعت سے سرفراز ہوئی۔ اور آداب طریقت و اشغال تصوف
استفادہ کیے۔ مخدوم محمد معین جو وہاں کے اکابر علما میں تھے اور کتاب و
سنت کے تمام علوم و فنون اور معقول و منقول پر پورا ملکہ رکھتے تھے نیز
اصطلاحات سے خوب واقف تھے اور علم حقائق کے ادراک میں ذہن رسا
رکھتے تھے حضرت اقدس کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے آپ کے جمال با
کمال کے گرویدہ ہو گئے اور آپ سے اخذ فیض کر کے شرف اجازت سے

مالا مال ہوئے اور اسی درمیان بسبب رفاقت قافلہ چلنے میں تاخیر ہوئی۔ اور
جہازوں کی روانگی کا وقت قریب آچکا تھا ہم تمام خادموں کو کثرت اوقات
یہ بےچینی ہوتی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے ساحل سمندر پر پہنچنے سے پیشتر
ہی جہاز روانہ ہو جائیں اور دولت حج اس سال بھی نصیب نہ ہو سکے۔ آپ
نے ہمارے اس خطرہ پر مشرف ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سال ہم حج
ضرور کریں گے۔ جب سورت کی بندرگاہ پہنچے باوجودیکہ راہ میں بہت
تاخیر ہو چکی تھی اور تمام جہاز روانہ ہو چکے تھے تاہم ایک جہاز موجود تھا لیکن
وہ بھی آج روانہ ہونے والا اور حاجیوں سے اس قدر پُر ہو چکا تھا کہ اس میں مزید کی گنجائش
نہ تھی۔ اور قافلہ کے اکثر لوگ جگہ نہ ملنے کے باعث شہر سورت ہی میں ٹھہر
گئے تھے۔ یہ محض فضلِ الٰہی شاملِ حال تھا آپ کے تمام خدام کو اسی جہاز
پر جگہ مل گئی۔ جب سوار ہونے کا قصد کیا تو اکثر لوگوں نے عرض کیا کہ حج
کا زمانہ بالکل آخر ہے بلکہ تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اس کا خوف ہے کہ کہیں
یہ جہاز تباہ نہ ہو جائے بلکہ اسی کا یقین ہے اس لیے کہ اول تو یہ جہاز سست
رفتار ہے۔ دوسرے گذشتہ کئی سال سے اس کی مرمت بھی نہ ہو سکی اور اس
سب کے ساتھ ساتھ جہازوں کے ایام سفر بھی ختم ہو چکے ہیں مصلحتِ وقت
یہ ہے کہ توقف فرمایا جائے۔ اور جہاز کے مسافر بھی اگرچہ فرطِ حرص میں سفر اختیار
کر چکے تھے لیکن دل ہی دل میں ڈر رہے تھے بلکہ آپس میں کہتے تھے کہ اگرچہ ہماری
منزل جدہ ہے جو حجاز کی بندرگاہ ہے تاہم یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے وہاں پہنچ
سکیں گے۔ اور اگر وہاں پہنچنا ممکن نہ ہوا تو مجبوراً کسی دوسری بندرگاہ پر جہاز
لے جانا پڑے گا۔ حضرت اقدس ان کی کسی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جہاز
پر سوار ہو گئے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسی سال

فریضۂ حج ادا کریں گے۔ قصہ مختصر جہاز لنگر اٹھا کر روانہ ہوا اور بادِ موافق کی
بدولت چھبیسویں روز جدہ پہنچ کر لنگر انداز ہوا۔ اس بات سے جہاز کے تمام
لوگ متعجب تھے کہ اس زمانہ میں جس تیز رفتاری سے یہ جہاز چلا ہے کبھی اس سے
قبل نہ چلا تھا۔ اور پندرھویں ذی قعدہ کو مکۂ معظمہ میں داخل ہو کر عمرۂ تمتع
ادا فرمایا۔ پھر ذی الحجہ میں فریضۂ حج ادا کیا۔ جب مکۂ معظمہ میں قیام پذیر ہوئے
تو وہاں کے تمام اکابر علما و فضلا حضرت اقدس کی ملاقات کو آئے اور مختلف
مختلف علمی سوالات کئے۔ جب ہر مسئلہ کا حسبِ دل خواہ جواب پایا اور تمام
علوم وفنون اور معقول ومنقول میں حضرت اقدس کو فائق و برتر سمجھ لیا
تو آپ کی خدمت میں درس کی درخواست کر کے تلمذ اختیار کیا۔ آپ نے
لوگوں کی اس درخواست پر مسجد حرام میں حنفی مصلے کے قریب درس دینا
شروع کیا۔ اتنا زائد مجمع بڑھنے لگا کہ دم مارنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اور دینی
مسائل اور مغلق و مشکل باتوں کے حل میں اتنی زائد شہرت ہوئی کہ اس جگہ
کے اکابر علما کو بھی اگر کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تو حضرت اقدس سے
رجوع کرتے اور آپ اسے حل فرماتے۔ حنفی و شافعی مسلک کے مفتی تک
اہم مسائل میں آپ سے رجوع کرتے۔ چند ہی روز میں حضرت اقدس
اس ملک میں اتنے زائد معظم اور ہر دل عزیز ہو گئے کہ تمام اکابر بہت
آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے اور
آپس میں کہتے تھے کہ واللہ باللہ حضرت ہی تمام اہل ہند میں سب سے زیادہ
عالم بزرگ و برتر ہیں۔ اور اکثر خدمت اقدس میں عرض کرتے کہ یہیں جائے
مستقل سکونت اختیار فرمائیں۔ اور وہاں کے حاکم نے ہر چیز کی ذمہ داری
اپنے سر لے لی تھی۔ لیکن حضرت اقدس ان کی کسی بات کو قبول نہ فرماتے

تب وہاں کے اکابر نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اہل مکہ کے ساتھ ارادہ خیر رکھتا ہے تو آپ کو یہاں جگہ رکھے گا۔ ایک دن ایک سوڈانی عالم نے جو مدت سے مکہ معظمہ میں مجاور تھا خواب دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ اگر اقطاب کا عقیدہ سیکھنا چاہتے ہو تو شیخ ولی اللہ سے استفادہ کرو۔ عالم مذکور اس خواب کے بعد شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اخذ طریق کر کے بعض اسرار استفاضہ کئے۔ اور حرمین کے بکثرت لوگوں نے سعادت بیعت حاصل کی نیز اشغال طریقت استفاضہ کئے اور جب بعد ادائے حج ماہ ربیع الاول میں برائے زیارت سرور کائنات ﷺ مدینہ منورہ روانہ ہوئے اثنائے راہ میں بکثرت اسرار آپ پر منکشف ہوئے اور جس وقت سرور کائنات ﷺ کے روضۂ مطہرہ پر پہنچ کر شرف زیارت سے مشرف ہوئے حضور کی بے شمار عنایات و کرامات آپ پر مبذول ہوئیں۔ جس دن بھی مواجہ شریفہ میں جلوس فرماتے نئے نئے اسرار سے مستفیض ہوتے۔ چنانچہ کوئی مجلس ان واردات سے خالی نہ ہوتی۔ اور حضرت اقدس کے مدینہ منورہ پہنچنے سے قبل شیخ عبدالکریم انصاری من اولاد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو اکابر اہل مدینہ میں سے تھے حضرت اقدس کو خواب میں دیکھا اور مواجہ شریفہ میں آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوئی اس بنا پر وہ آپ کی آمد کے منتظر تھے۔ جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو وہ مع اپنے قافلے کے حضرت اقدس کو ڈھونڈھتے ہوئے آئے اور ملاقات کر کے مذکورہ بالا خواب بیان کیا۔ اور روضۂ منورہ کے قریب مقام اصحاب صفہ میں حدیث مسلسل کی اسناد جو ان کو پہنچی تھیں روایت کر کے اجازت دی اور مسجد نبوی کے [illegible] شیخ طاہر [illegible] نے جو مشہور عالم نیز استاد شہر مدینہ تھے حضرت اقدس کی دعوت کی

جب آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور محفل میں پہنچے انھوں نے تمام علما وفضلا کی موجودگی میں آپ سے سوال کیا کہ تم عربی میں بات کر سکتے ہو آپ نے بطور انکسار فرمایا کہ ہاں کچھ بول لیتا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا کہ اکثر لوگ علمی تبحر اور حل مسائل کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن معقول کے بعض مسائل ایسے ہیں کہ اب تک ان کو کوئی قاعدہ سے نہیں بیان کر سکا ہے اور بے محل باتیں کرتا ہے جیسے تجدد امثال کا مسئلہ ہے کہ اشاعرہ عرض کے قائل ہیں اور اس کو جوہر میں شامل نہیں کرتے اس کی تحقیق کیا ہے اور ان کے درمیان اس اختلاف کا کیا سبب ہے؟ حضرت اقدس نے بزبان عربی ایسی فصاحت و بلاغت سے اس کی تشریح فرمائی کہ وہاں موجود تمام فضلائے عرب آپ کی فصاحت و بلاغت پر انگشت بدنداں رہ گئے اس کی تحقیق میں ایسے ایسے دقیق نکتے بیان فرمائے جو ان میزبان کی سمجھ سے بالاتر تھے۔ انھوں نے ان باتوں کو غنیمت کبریٰ سمجھا چہ جائے کہ دخل در معقولات کرتے۔ اس کے بعد ان کو کوئی علمی بحث حضرت اقدس کی خدمت میں کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

انھیں ایام میں ایک روز ایک شخص نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف غنیۃ الطالبین جس میں [illegible] نے فرقہ خفیہ کے بارہ میں لکھا ہے سوال کیا اور اس کی تحقیق کا خواہاں ہوا پس حضرت اقدس نے اس پر اپنے انداز سے تقریر بیان کی کہ وہاں [illegible] علماء نے پسند کیا۔ [illegible] ایک [illegible] سوال کیا کہ امام الطریقت قطب حقیقت شیخ عبدالقادر [illegible] نے غنیۃ الطالبین میں جہاں غیر ناجیہ فرقوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں حنفیہ کو [illegible] فرقوں میں تقسیم فرمایا ہے [illegible]

اسی میں حنفیہ کو بھی شمار کیا ہے۔ اور ان فرقوں کے بارہ میں بالتفصیل لکھا ہے
لیکن امام ابوحنیفہ کے متبعین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ایمان بھی دراصل اقرار و
تصدیق ہے اور اقرار سے مراد اقرار باللہ ورسلہ وبما جاء من عندہ ہے جیسا کہ
برہوتی نے کتاب الشجرہ میں ذکر کیا ہے اور یہ بات دو وجہوں سے قابل اعتراض
ہے ایک یہ کہ حنفیہ ان لوگوں کے اتفاق سے جن کے قول پر اعتماد ہے اہل سنت
میں شامل ہیں تو مرجیہ میں ان کا شمار کس طرح صحیح ہو سکتا ہے اور ان کے
عدم نجات پر کیسے حکم دیا جا سکتا ہے دوسرے یہ کہ ان عقائد کا بیان جن کی وجہ
سے مرجیہ کا نام پڑا اور ان میں حنفیہ کو شامل کیا گیا اس بات کا مقصد ہوا کہ
حنفیہ ان عقائد کے قائل ہیں اور یہی ان کا اعتقاد ہے حالانکہ دراصل ایسا
نہیں ہے اس لیے کہ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ مرجیہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مکلفین
میں سے کسی نے اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا بعد ازاں اگر مرتکب
معاصی ہوا بھی تو وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ حنفیہ
اس اعتقاد سے پاک و بری ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ مرجیہ
کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ اس کا قائل سنت سے خارج ہو جاتا
ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا قائل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔ قسم اول
یہ ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جس نے زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق
کی کوئی چیز کبھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اور ان کی دوسری قسم یہ ہے
کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ عمل داخل ایمان نہیں ہے لیکن
ثواب و عقاب (سزا و جزا) اعمال پر منحصر ہیں اعمال کا دارومدار سزا و جزا
پر ہے اور اہل رجاء اول کی اس غلطی اور تفصیل و علیحدہ کرنا پر صحابہ و تابعین
کا اجماع ہے اور اہل رجاء ثانی پر سلف کا اجماع ظاہر نہیں ہے بلکہ بکثرت علماء نے

آیات کی رو سے مختلف دلائل ہیں۔ اور آثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں
کہ ایمان عمل سے الگ ہے۔ اور بیشتر دلائل یہ اجتماع قول و عمل اطلاق ایمان
پر دلالت کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہ صرف نزاع لفظی ہے اس لیے
کہ عاصی کے ایمان سے خارج نہ ہونے نیز اس کی سزا و جزا پر سب کا اتفاق
ہے اور وہ دلائل جو ایمان کی حقیقت پر دلالت کرتے ہیں متفق علیہ ہیں
اور تھوڑے سے غور و فکر سے یہ بات واضح ہو سکتی ہے اور امام ابوحنیفہؓ ہی کے
قائل اور اکابر اہل سنت میں سے ہیں۔ اور ان کے بعد آئے۔ ان کے گذشتہ
طریقہ میں بعض ان کے تابعین اور تبع تابعین ایسے پیدا ہوئے جو علماء
ہیں انھیں میں بعض معتزلہ ہو گئے جیسے جبائی ابو ہاشم اور زمخشری اور
بعض مرجیہ ہو گئے اور بعض ان کے علاوہ۔ اور جب انھیں امام ابوحنیفہ
رضی اللہ عنہ کے متبع تھے فروعات فقہیہ میں نہ اصول اعتقادیہ میں۔ لیکن
عقاید باطلہ کو بھی انھیں (ابوحنیفہ) کی طرف منسوب کرتے تھے تاکہ ان
مذاہب کاسدہ و فاسدہ کو فروغ ہو اور تقویت ملے۔ اور امام کے
بعض اقوال کے ساتھ تعلق اختیار کرتے تھے اور جب حنفیہ کے اہل حق جیسے
امام طحاوی وغیرہ نے اس فتنہ کو سمجھ پایا تو امام ابوحنیفہ کے اصل مذہب
کو واضح کر دیا اور مبتدعین فرقوں کی ان تمام باتوں کو دفع کر دیا جن کو
انھوں نے امام اعظمؓ کی طرف منسوب کیا تھا چنانچہ یہ کثرت اقوال
اس کے گواہ ہیں۔ اور یہ بات تمام مذاہب کی کتابوں کے دیکھنے سے واضح و
ظاہر ہے۔ بہرحال ان باتوں کی تمہید کے بعد یہ جان لینا چاہیے کہ شیخ رضی اللہ
عنہ نے گمراہ فرقوں میں مرجیہ کو بھی شمار کیا ہے اور وہ ذکر کیا ہے کہ اہل رجا
گروہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ لیکن آپ ان کے بیان عقائد کے ساتھ اس

والله ما ساد تبنی في انت في غنی — عنه بل في خلة انت فقتنی
فکم حکمة منکم تلقفتها ولکم — تستفید معشار ما قد افدتنی
وما کنت اهلا ان اجازک انما — دعوت فلبیت الله اذ دعوتنی

اور بحکم تو دوا الامانات الی اهلها سلاسل کثیرہ جیسے شطاریہ، سہروردیہ،
کبرویہ، شاذلیہ، رفاعیہ، حمادیہ، بدویہ وغیرہ کی اجازت جو ان کو اپنے والد ماجد
شیخ ابراہیم کردی قدس سرہ سے جو اپنے زمانہ کے مشہور صوفی و محدث تھے
تھی حضرت اقدس کو عطا فرمائی۔ اور خرقہ و کلاہ قریب منبر نبوی آپ کے
سر اقدس پر باندھا اور حضرت اقدس نے حضرت شیخ کی فرمائش پر ایک رسالہ
فرقۂ مبتدعہ کے رد میں شیخ کے نام سے منسوب کر کے تصنیف فرمایا اور اس کو
مقدمۃ السنیہ فی الانتصار للفرقۃ السنیہ سے موسوم کیا۔ اہل عرب اس کی فصاحت و
بلاغت دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ شیخ نے اس رسالہ کا تب حروف سے لکھوا کر اپنے
پاس رکھا اور دوسری تصنیف مسمی بہ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل جس میں
اذکار و اشغال تصوف و دیگر فوائد ہیں شامل یعنی [illegible] ہیں
اور دیگر مشاہدات و اسرار جو رسالت مآب سے استفاضہ کئے [illegible] تحریر کئے تھے
حضرت شیخ نے ان کو اپنے ہاتھ سے نقل فرما کر حضرت اقدس کے سامنے پڑھا۔
جب حضرت اقدس رخصت ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے حضرت شیخ نے اپنے
گھر سے نکل کر بہت دور تک آپ کی مشایعت کی۔ اور شیخ کے صاحبزادے و دیگر
اعزہ [illegible] تک آپ کے ہمراہ رہے۔ اثنائے راہ میں حضرت اقدس
جہاں قیام فرماتے وہ اپنے کپڑے حضرت اقدس کے قدموں پر ڈالتے اور ان
کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لیتے۔ اور حضرت اقدس [illegible] رخصت ہوتے وقت
آپ کے فیض صحبت سے محروم ہونے پر تاسف کرتے تھے۔ ۱۵ شعبان ۱۱۴۳ھ

کو مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ ادا فرمایا اور ماہ رمضان میں متعدد عمرے کئے اور آخر
عشرہ میں بیت اللہ کے سامنے مسجد حرام میں اعتکاف فرمایا اور جب تک
آپ مکہ معظمہ میں رہے وہاں کے لوگ آپ سے فیوض ظاہری و باطنی اخذ کرتے
رہے۔ اور اسی جگہ آپ نے ایک رسالہ مسمی بہ فیوض الحرمین تصنیف فرمایا اس
میں وہ تمام حالات و واردات اور حقایق و معارف و اسرار و غوامض جو حرمین
شریفین میں آپ پر وارد ہوئے تھے بیان فرمائے ہیں گو کہ بیشتر مضامین رسالہ
مذکورہ کے بہت بلند ہیں اور ہر شخص کے ادراک بلکہ اہل معرفت کے وجدان
سے بھی بالاتر ہیں۔ لیکن فقیر اس میں کے بعض مشاہدات اپنی فہم ناقص کے
مطابق از قسم اسرار منتخب کر کے اس قصہ کے آخر میں تحریر کرے گا تا کہ اس
رسالہ کے پڑھنے والے کچھ اس کے اسرار سے بھی مشرف ہوں اور یہ دونوں رسالے
القول الجمیل فی بیان سواء السبیل اور المقدمۃ السنیہ فی الانتصار للفرقۃ السنیہ عرب میں
میں بہت مشہور ہوئے۔ ان میں سے پہلا رسالہ مغربی ممالک اور بصرہ و مصر وغیرہ
کے لوگ نقل کر کے لے گئے۔ اور ان کی اجازت حاصل کی۔ اور دوسرا رسالہ ملک
تاتار کے جو اطراف روم میں ہے پہنچ گیا۔ اور نسخہ فیوض الحرمین بعض مخصوصین
کو عطا فرمایا۔ بعد ازاں حج ثانی ادا فرما کر وطن کی جانب قصد فرمایا۔ اور بیت اللہ
میں قیام کے دوران کبھی کبھی اس فقیر سے فرماتے تھے کہ جب بھی گھر کا خیال آتا
ہے ایک قسم کا رنج والم اور پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ چند ہی روز بعد آپ
کی والدہ ماجدہ کی خبر وفات پہنچی۔ تمام اہل مکہ بغرض تعزیت آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بزبان الہام فرمایا کہ جو تیرگی غم مجھے محسوس ہوتی
تھی اس کا سبب یہی تھا۔ اور جب وقت رخصت جہاز پر سوار ہوئے باوجودیکہ
مخالف کے سب سے پہلے روانہ ہونے والا جہاز ۲۳ روز کے عرصہ میں سورت کی

بندرگاہ پہنچا۔ پھر بہ برکت تمام وہاں نزول فرمایا۔ اور تھوڑے عرصہ توقف فرما کر
دکن وطن کی جانب کوچ فرمایا۔ اثنائے راہ جس جس شہر سے بھی ہو کر گزرتے تمام
علماء و مشائخ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر
اور تعظیم و تکریم بجا لاتے۔ جب گوالیار پہنچے خواجہ خانو اور شیخ محمد غوث قدس سرہما
کے مزارات کی زیارت کی اور ہر ایک کی نسبت معلوم فرما کر بیان کی۔ اور جب
دار الخلافت اکبر آباد میں امیر ابو العلی کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور ان کے
احوال فیض اشتمال دریافت فرما کر بہ زبان غیب بیان فرمائے اور ماہ رجب ۱۱۴۵ھ
کو بخیر و خوبی دار السلطنت شاہجہان آباد میں نزول اجلال فرما کر تمام اہل شہر
کو مشرف فرمایا۔ روانگی حج کے ارادہ سے وطن سے روانہ ہونے نیز مراجعت کی
تاریخ جو حضرت اقدس نے خود نظم فرمائی یہ ہے ؎

ز دہلی بر آمد دلی بہر حج	بہ ہشتم صباح از ربیع دوم
ہزار و صد و چہل و سہ سال بود	کہ ایں داعیہ گشت با فعل ضم
ولی چونکہ بس از حج بہ دہلی رسید	سر آمد سفر منقطع گشت رنج
بہ تاریخ رابع عشر از رجب	ز سال و ہزار و صد و چہل و پنج

اور تاریخ اول جو الہام کے وجدان سے ہاتف منعقد ہوئی اور شاہ اہل اللہ برادر
زادہ آنحضرت نے اس کو اس طرح نظم فرمایا ؎

بہ دل میداشتم عزمے کہ در احرام حج کوشم	بحمد اللہ و المنة پیدا شد بہم آغوشم
ز ہاتف سال تاریخش شنیدم لوث حج جستم	قبلت منک طاعاتک رسید از غیب در گوشم

۱۱۴۳ھ

اب مشاہدات موعودہ تحریر کیے جاتے ہیں۔

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے خواب میں اولیاء اللہ کی ایک
تھی اس مشاہدہ کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ پڑھنے والا توحید وجودی و شہودی کو
سمجھا ہو اور ان اصطلاحات کے سمجھنے کے لیے پہلے وجود و شہود کے معنی سے واقف ہو
اصطلاح کو قافی) وجود بہ معنی ہستی ہے من حیث الذات مراد ماہیت الموجودیت ہے اور اس
لحاظ سے عین ذات واجب تعالیٰ ہے۔ حضرت مجددؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حقیقت حق
سبحانہ تعالیٰ وجود صرف ہے۔ جس میں کوئی دوسرا امر منضم نہیں یعنی وجود حقیقی کی نہ
ضد ہو نہ ند۔ فقیر نے اپنے کتب و رسائل میں جو ... وجود کی عینیت کی نفی کی
ہے اس سے مراد وجود ظلی ہے نہ کہ وجود حقیقی ... وہ موجودات کا عین ہے اسم وجود کا
اطلاق کیا جاتا ہے جیسے وجود ... وجود حیوان۔ وجود انسان یا وجود سواد و
بیاض و عقل و جسم و علم و جہل یہ سب وجوداً متحد ہیں اور ماہیتاً مختلف۔ یعنی ان کے
افراد کا تمایز ایک دوسرے کے ساتھ بوجہ اضافات کے ہے۔ اس طرح حقیقی توحید
توحید وجودی ہی ہے جس کو متذکرہ صدر مشاہدہ میں اسرار دقیقی اور سچی بات سے
تعبیر کیا گیا ہے۔ اور شہود رویت حق کو کہتے ہیں اس طرح پر کہ سالک مراتب تعینات اور
موجودات صوریہ سے عبور کرے اور مقام توحید عیانی میں پہنچ کر تمام صور موجودات میں
مشاہدہ حق کرے اور غیریت کو بالکل دور کر دے اور بجز حق کے کسی کو نہ دیکھے۔

وجود و شہود کو سمجھ لینے کے بعد اب توحید کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ توحید بہ ثبت
یہی ذات بحت کو مع جمیع فرق کے جاننا اور یہی عرفان ہے اور اس میں اپنے کو گم کرنا
اور یگانہ ہونا واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔
ایک توحید وجودی۔ دوسرے توحید شہودی۔ توحید شہودی کی بھی دو قسمیں ہیں۔
ایک صوری دوسری معنوی۔ توحید شہودی صوری کہ جس کو توحید قولی اور توحید ایمانی
بھی کہتے ہیں یہ صرف قالب اور صورت توحید ہے۔ اس پر علمائے ظاہر و حضرات متکلمین اہل

و باقی اگلے صفحہ پر

جماعت کو دو فرقوں میں دیکھا۔ ان میں ایک فرقہ اصحاب اذکار و یادداشت

(پچھلے صفحے کا بقیہ) عوام مومنین کا اعتقاد ہے جو کہتے ہیں کہ صانع ایک ہے اور تمامی مصنوعات اسی ایک صانع سے ہیں۔ دوسری توحید شہودی معنوی ہے یعنی تمامی مخلوقات خالق کی مظاہر ہیں۔ لیکن ذوات مخلوقات ذات حق سے جدا ہیں۔ توحید وجودی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک توحید وجودی علمی دوسری توحید وجودی عملی کشفی۔ توحید وجودی علمی یہ ہے کہ سوائے ایک ذات اور ایک وجود کے دوسرا وجود نہیں اور یہ وجود عین ذات ہے۔ دوسری توحید وجودی عملی کشفی جس کو توحید حالی بھی کہتے ہیں یہ سب میں افضل و اکمل ہے اس کے تین درجے ہیں۔ اول یہ کہ جذبات الٰہیہ میں سے ایک جذبہ سالک پر وارد ہوتا ہے جس سے اس کی چشم حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ ہمہ تن معشوق حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ماسوی اللہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتا اور خلائق کے مدح و ذم اس کے نزدیک یکساں ہوتے ہیں اور یہ حالت اکثر بسبب ذکر و شغل اور ریاضت شاقہ کے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ سالک مجذوب کا حال ہو۔ متذکرہ صدر مشاہدہ میں بھی وہ دوسرا گروہ اولیاء کا تھا جن کے دلوں پر نور اور چہروں پر مسرت و سرور تھا یعنی تہذیب نفس کے انوار تھے اور بعض افراد کو محض عنایت ربانی سے پہلے جذبہ وارد ہوتا ہے اور وہ بعد کو سلوک تمام کرتے ہیں یہ حال مجذوب سالک کا ہے۔ اور متذکرہ صدر مشاہدہ میں بھی وہ دوسرا گروہ اولیاء کا ہے جو تفکر میں مستغرق تھا اور ان کے دلوں پر تجلیات اور چہروں پر حیرت تھی اور وہ توحید وجودی کے قائل تھے اور جن لوگوں کو جذبہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سلوک نہیں کرتے ان کو مجذوب کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ توحید کی مزید تین قسمیں ہیں۔ افعالی، صفاتی، ذاتی۔ افعالی کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں ہمہ از اوست یعنی توحید شہودی بھی کہتے ہیں۔ سالک کو اول یہی توحید پیش آتی ہے اور اسی تمامی افعال سے یگانگی اور معرفت ذات ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ جو کچھ خیر و شر ذات
(باقی اگلے صفحے پر)

نقشبندیہ کا تھا اور توحید وجودی کا قائل نہ تھا ان کے دلوں پر ایک نور تھا

(پچھلے صفحے کا بقیہ حاشیہ) نفع و ضرر، موت و حیات، کفر و ایمان، طاعات و عصیان وغیرہ کہ جو افعال موجودات سے ہیں در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے ہیں کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے جیسا کہ واللہ خلقکم وغیرہ میں وارد ہے کہ مخلوق سے صدور افعال بغیر امداد حق کے محال ہے جو ہوتا ہے حق سے ہوتا ہے۔ دوسری توحید صفاتی ہے جس کو اصطلاح میں ہمہ با اوست کہتے ہیں۔ اور یہ توحید افعالی کے محو کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اس سے مطلب یہ ہے کہ حیات، علم، ارادت، قدرت، سمع، بصر، کلام، خالقیت، رزاقیت وغیرہ جتنے صفات ہیں ان کا وجود بغیر ذات کے محال ہے۔ اور صفات ذات سے اور ذات صفات سے کبھی منفک نہیں ہوتے۔ سالک کو چاہیے کہ تمام صفات حق کو اپنے میں تصور کرے اور اپنے کو اس میں محو کرے۔ تیسری توحید ذاتی ہے جس کو ہمہ اوست بھی کہتے ہیں۔ اور یہ توحید صفاتی کو محو کرنے کے بعد پیش آتی ہے اس لیے کہ صفات اور ظہور صفات اور افعال و آثار جو عالم میں ہیں بغیر ذات کے ممکن نہیں۔ اور کبھی ذات سے منفک نہیں ہوتے اور ہر صفت میں ذات موجود ہے۔ بغیر وجود ذات کے ظہور صفات محال ہے۔ پس صفات و افعال و آثار کا وجود اسی ایک وجود مطلق اور ذات بحت سے ہے۔ اسی واسطے صفات و افعال و آثار کو عین ذات اور حقیقت اور ہمہ اوست کہتے ہیں۔ متذکرہ صدر مشاہدہ میں اولیاء اللہ کے ان دو گروہوں میں سے کوئی بھی اس مقام تک نہ پہنچا تھا۔ ان کا مقصد حقیقت جامعہ کی طرف متوجہ رہنا تھا۔ ان اقسام کے بعد توحید کی ایک قسم توحید علمی یا توحید حقیقی بھی ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ ازل الآزال میں بوصف وحدانیت موصوف اور بصفت فردانیت منعوت تھا کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً۔ اور اب وقت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ازل الآزال میں تھا اور جیسا ابد تک ویسا ہی رہے گا۔ یہی معرفت وہ راز ہے جس کو متذکرہ صدر مشاہدہ میں ملاء اعلیٰ کی معرفت سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس سے عالم ملاء اعلیٰ ہے۔ (تقی انور)

اور جن پر مسرت و سرور تھا۔ اور دوسرا گروہ توحید وجودی کا قائل تھا اور ایک
قسم کے تفکر میں غرق تھا۔ ان کے دلوں پر ایک حیا غالب ہے حق کے پہلو میں
قائم ہیں مگر علم کے ساتھ ان کے چہرہ پر بڑی غیرت تھی۔ دونوں فریق باہم مناظرہ
کرتے تھے۔ فریق اول کا کہنا یہ تھا کہ کیا تم ہم پر یہ انوار نہیں دیکھتے جو ہم کو
اس طریقہ میں عطا کیے گئے کہ یہ انوار صراط مستقیم پر چلنے کا نتیجہ ہیں اور فریق
ثانی کا کہنا یہ تھا کہ تمام موجودات کا اضمحلال وجود واحد میں ایک امر واقعی
ہے لہذا ہم کو ایک ایسے راز کا علم ہے جس سے تم واقف نہیں۔ لہذا افضل ہم
ہیں نہ کہ تم۔ جب بحث میں طوالت ہوئی تو انھوں نے مجھ کو حکم بنایا اور
میرے فیصلہ پر راضی ہونا منظور کیا۔ پس میں ان کے درمیان کھڑا ہوا اور کہا کہ
بعض علوم صادقہ ایسے ہیں کہ ان کا ثمرہ تہذیب نفس ہے اور بعض علوم سے
اگرچہ وہ نفس الامری اور واقعی ہوں لیکن ان سے یہ حتی حاصل نہیں ہوتے
کیونکہ اللہ تعالی نے نفوس خلائق کو مختلف استعدادات کے مطابق مخلوق
کیا ہے اور ہر نفس کو علوم میں سے ایک خاص مشرب عطا کیا ہے۔ اگر اس
علم میں مستغرق رہتا ہے تو اس کا نفس تہذیب پاتا اور اصلاح قبول کرتا ہے
اور اگر خود کو اس میں مستغرق نہیں کرتا تو ان معنوں سے محروم رہتا ہے اور
اس کا دار و مدار تہذیب نفس پر ہے۔ اور یہ مسئلہ توحید وجودی اگرچہ نفس الامری
اور واقعی ہے لیکن یہ علم تم دونوں گروہوں میں سے کسی کا بھی مشرب نہیں
ہے بلکہ تم دونوں کا مشرب یہ ہے کہ حقیقت جامعہ کی طرف متوجہ رہو اور یہ
توجہ ملاء اعلی کی توجہ کے موافق اور مناسب ہو یعنی توجہ تعظیم ربوبیت سے
مملو ہو۔ اور یہ گروہ جو اہل وحدت ہیں گو کہ اس مسئلہ سے جاہل نہ رہے
لیکن اپنے مشرب میں غلطی نہ کی لہذا ان کے نفوس مہذب ہو گئے اور انوار کی

بارش ہی کا ثمرہ ہے لیکن اہل وحدت الوجود اگرچہ سچی بات کے قائل ہوئے لیکن
اپنے مشرب میں خطا کی کہ وہ جب اپنی ناقص نگاہ سے سریان وجود میں غور
کرتے ہیں تو تعظیم و محبت و تنزیہ جس سے ملاء اعلی نے حق کو پہچانا ان کے
ہاتھ سے جاتی رہتی ہے اور ملاء اعلی کی یہ معرفت ایک ایسا راز ہے جس سے عالم
امثال ہے اور یہ علم وحدت الوجود اس کا مشرب ہوتا ہے جس میں وجہ حق
جوہر انسان میں ودیعت کیا ہوا ایک راز ہے تر و تازہ ہوتا ہے یعنی احکام
نشأت میں مغلوب نہیں ہوتا اور وجود کے راز نے اس کو ہجوم تنزلات کی
کدورت سے بوسیدہ نہ کیا ہو اور تم میں وہ چیز اپنی تازگی و شگفتگی پر باقی نہیں
رہی ہے بلکہ مسخ ہو گئی ہے پس ان کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور انھوں نے
یقین کر لیا۔ پھر میں نے کہا کہ یہ اسرار الہی ہیں اللہ تعالی نے مجھ کو اس سے
مخصوص فرمایا کہ میں اس کے ذریعہ تمہارے درمیان فیصلہ کروں۔ والحمد للہ
رب العالمین

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے ۱۰ صفر سنہ ۱۱۴۳ھ کی شب میں
خواب دیکھا کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالی عنہما میرے غریب خانہ پر
تشریف لائے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے دست مبارک میں ایک ٹوٹا
ہوا قلم ہے۔ آپ نے دست مبارک بڑھا کر وہ قلم اس فقیر کو عنایت فرمایا اور
ارشاد فرمایا کہ یہ قلم میرے جد بزرگوار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔
پھر فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تاکہ (امام) حسینؓ اس قلم کو درست کر دیں پس حضرت
امام حسینؓ نے اس کو درست فرما کر مجھے عنایت فرمایا اس سے ایسا فرحت و
سرور مجھے حاصل ہوا جو بیان میں نہیں آسکتا۔ پھر ایک دھاری دار چادر
لائی گئی جس میں ایک سفید دھاری تھی دوسری سبز۔ وہ چادر حضرت

کے روبرو رکھی گئی۔ حضرت امام حسینؓ نے اس کو اٹھا کر بہ زبانِ غیب فرمایا کہ ہٰذا رداء جدی رسول اللہ ﷺ پھر اسے مجھے اڑھا دیا۔ میں نے اس کو بصد تعظیم و تکریم سر پر رکھا۔ اور جنابِ الٰہی میں اس نعمتِ عظمیٰ کے حصول کا شکر ادا کیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ ایک دن میں روحِ شمس تک پہنچا اور اس کو دیکھا اور بات چیت کی اور میں نے اسے طبعاً فیاض دیکھا اور میں نے ارواحِ افلاک کو دیکھا کہ باہم لپٹے ہوئے ہیں اور علوم وہم میں موافق ہیں اور کلام شمس کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ میں نے شعائر اللہ[1] (نشانیاں) کو دیکھا کہ ایک نور اس کی بلندی پر چمک رہا ہے اور اس کی حقیقت اچھی طرح دریافت کی۔ اور جب لوگ ان شعائر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں (تو) بعض کی نیت صرف انتفاع (نفع اندوزی) ہوتی (تو) ہے یعنی اس بات کا اعتقاد کہ یہ شعائر اللہ سے ہے۔ اور ایک گروہ کی روحانی نگاہ کھلی ہوئی ہے اور وہ اس نور کا ادراک کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کی قوتِ ملکیہ قوتِ بہیمیہ پر غالب ہوتی ہے۔ اور ایک فرقے نے جب اس نور میں غور کیا تو تدلی آلٰہی میں واصل ہوگئے جو اس نور کی اصل ہے۔ اور یہ فرقہ اعلیٰ و اکمل ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حقیقتِ تدلی[2] پر جہاں

---

[1] ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ اللہ کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کرنا دلوں کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔ علما محققین انبیاء و اولیا کی ذاتوں کو بھی شعائر اللہ میں شمار کرتے ہیں۔ (دقیق انور)

[2] جو تجلیات تجلی اعظم کے منبع سے صادر ہو کر تدبیر عالم کرتی ہیں تدلی کہلاتی ہیں۔

سے وہ نوعِ بشر کی طرف متوجہ ہو، مطلع فرمایا تاکہ ان کا حق کی طرف قرب و وصول ممکن ہو جائے۔ اور وہ تدلیٔ عالم مثال میں متمثل ہے اور کبھی وہ انبیاء اور کتب و شعائر کی صورتوں میں ظاہر ہو، فرمایا اور میں مطلع ہوا حقیقتِ نبوت اور حقائقِ انبیاء پر عموماً۔ اور حقیقتِ خاتم الانبیاء پر خصوصاً اور حقائق کتبِ آلٰہیہ پر عموماً اور حقیقتِ قرآن عظیم اور حقیقتِ کعبہ اور حقیقتِ نماز پر خصوصاً۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان اشیا کی صورتوں پر تدلی کے ظہور کی حکمت پر مفصل طور پر مطلع فرمایا اور اس کی تفصیل فیوض الحرمین سے معلوم ہو سکتی ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر اسرار مطلع ہونے کے جن میں سے بعض کی کیفیت سے میرا نسمہ پُر ہو گیا۔ اور ملاء اعلیٰ کی تحصیل کمال اور ملاء سافل کے کسب کمال کا طریقہ اور جو اس پر مطلع ہونا چاہے وہ فیوض الحرمین کی طرف رجوع کرے۔

نیز خود بدولت نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ جاتے وقت شہدائے بدر کی قبور پر زیارت کو گیا اور ان کی قبور کرامت ظہور کے مقابل کھڑا ہوا۔ اچانک ان کی قبور سے لاتعداد انوار مثل انوار محسوسہ میری طرف ظاہر ہوئے حتیٰ کہ میں متفکر ہوا کہ ان انوار کا ادراک بحسِ ظاہر کیا جائے یا بہ بصیرت روح (بچشم باطن) اور جب میں نے ان انوار کی حقیقت میں غور کیا تو یہ منکشف ہوا کہ وہ انوارِ رحمت تھے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ جب میں اس قبر کی زیارت کو گیا جو حضرت ابوذر غفاریؓ سے منسوب ہے صفرا میں جو مدینہ طیبہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے اور متوجہ ہو کر ان کی قبر کے سامنے بیٹھا۔ ناگاہ ان کی روح مثل

تیسری رات کے چاند کے رونما ہوئی۔ جب میں نے اس میں غور کیا تو انوار اعمال اور انوار رحمت مخلوط تھے لیکن انوار رحمت غالب تھے۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ مکہ معظمہ میں روزِ ولادتِ سرورِ کائنات (محفل میلاد شریف) مولد شریف میں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا اور آنحضرت پر صلوٰۃ وسلام اور آپ کے معجزات بیان کرنے میں مشغول تھے۔ ناگاہ میں نے اس بقعۂ کریمہ سے بجلیاں چمکتی ہوئی دیکھیں۔ مجھے ان کے ادراک کی فکر ہوئی کہ کیا وہ نگاہِ ظاہر سے ہیں یا نگاہِ باطن سے۔ پھر جب میں نے غور کیا تو دیکھا کہ وہ ان ملائکہ کے انوار ہیں جو اس متبرک مقام پر مامور ہیں اور ان میں انوارِ رحمت بھی شامل ہیں۔ اور ان انوار کی تفصیل فیوض الحرمین میں مرقوم ہے۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہو کر روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرف ہوا تو آنحضرت ؐ کی روح پر فتوح کو ظاہر آشکارا دیکھا لیکن نہ تو عالم اجساد میں اور نہ عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں جو حسِ ظاہر سے قریب ہو اس سے یہ معلوم ہوا کہ عوام جو درود وغیرہ میں آنحضرت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں وہ اسی جہت سے ہے پھر میں یکے بعد دیگرے مرقدِ مطہر کی طرف متوجہ ہوا تو اس ذات قدسی صفات نے مختلف صورتوں میں ظہور فرمایا۔ کبھی پرشکوہ و بارعب لباس میں (لباس شاہانہ میں)، کبھی جذب، محبت اور انس کی شکل میں اور کبھی سریان کی صورت میں۔ اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس مولد کی فضا روحِ مبارک سے پر ہو گئی اور موجیں مار رہی ہے حتیٰ کہ اسے دیکھنے والا خود بھی اپنے کو اس میں گم کر دیتا ہے۔ اور سرورِ کائنات ؐ کی وہ صورتِ پاک جس سے

آپ عالم ناسوت میں متشکل تھے مجھے دکھائی دی باوجود اس کے کہ میری ہمت روحانیت کی طرف تھی۔ پس مجھے یقین ہو گیا کہ صورتِ کریمہ کی تقویم زیادہ تر خواص سے ہوا اور ان الانبیاء لایموتون وانهم یصلون ویحجون فی قبورهم میں اسی کی طرف اشارہ ہو اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا ہو اور آپ نے انبساط نہ فرمایا ہو اور میرے لیے ظاہر نہ ہوئے ہوں۔ وذلک لانہ رحمۃ للعالمین۔

حضرتِ اقدس نے تحریر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں داخلہ کے تیسرے روز میں نے آنحضرت ؐ اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما پر سلام بھیجا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ پر ان سب کا افاضہ فرمائیے جو اللہ نے آپ پر افاضہ فرمائے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ہم محتاج بن کر آئے ہیں اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے میری طرف بہت زائد انبساط فرمایا اور مجھ کو اپنی رداء مبارک میں ڈھانپ لیا۔ اور مجھ پر اسرار عظیمہ روشن فرمائے اور مجھے حاجتوں میں اپنی ذات مبارک سے استمداد کی کیفیت سے شناسا فرمایا۔ اور خود بدولت پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے والوں کے جواب کی کیفیت نیز اپنی ان اشخاص کی طرف انبساطی کیفیت سے جو بعض نفیس آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں مطلع فرمایا۔ اور میں نے آنحضرت ؐ کی مظہریت کو تدلی الٰہی دیکھا جس کو صوفیہ حقیقت محمدیہ اور نبی الانبیاء کہتے ہیں۔ اور میں نے ائمہ شریفہ کے تمام مذاہب اور صوفیہ کے طریقوں کا برابر برابر ایک دوسرے پر ترجیح کے بغیر آپ کے روبرو مشاہدہ کیا۔ اور میں نے آپ ؐ کا لباس شاہانہ میں مختلف صورتوں میں مشاہدہ کیا۔ اور آپ ؐ

۱؎ انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں آتی وہ اپنی قبر میں بھی نماز پڑھتے اور حج ادا کرتے ہیں۔

کی طبیعت میں جس کا حامل فلک الافلاک ہے ایک نمونہ ہے اور وہ اس کی تجلی مطلق ہے
جو خیال مطلق کی طبیعت نے بغیر کسی دوسری شرط کے اس کو دی ہے۔ اور بنی آدم
کے خیالات میں ایک نمونہ ہے جو ان کی استعدادات خاصہ کی شرط کے ساتھ وابستہ
ہوا ہے۔ اور جسم اخروی میں ایک نمونہ ہے جہاں بحکم اس نشأت عام کے حکم منعقد
ہے وہ تجلی خود مخلوق اور خاکی ہے واجب تعالیٰ سے۔ اور اس کے بعض کمال کی مظہر
ہوتی ہے تجلی کی حقیقت لیکن چند وجوہ سے اس کا اثبات متکلمین پر ہو سکتا ہے۔ ایک
یہ کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کو خواب میں
دیکھا اور اس رویت کو کہہ سکتے ہیں رَأَیْتُ رَبِّی۔ اور محمد بن سیرینؒ نے رویت حق
کا خواب میں اثبات کیا ہے پس صورت مرئیہ خواب میں ایک مخلوق ہے جو واجب
کا انکشاف کرنے والی ہو سکتی ہے۔ اور وہ اس کی تجلی ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل اور اس میں شک نہیں کہ وہ صورت ہوئی اس کے
بعد کہ وہ نہ تھی اور پھر وہ گھر اپنے واجب کے لیے خاص ہو گئی اور اسم تجلی اس کے
لیے مقرر ہوا۔ تیسرے یہ کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میدان حشر
میں تجلی ذات کی استعداد کے مطابق مختلف شکلوں میں دیکھیں گے۔ بعض اپنی استعداد
قائمہ کے مطابق اور بعض اپنی استعداد صحیح کے مطابق دیکھیں گے چوتھے یہ کہ علم
کے مبحث میں ہم مقرر کر دیا ہے کہ یہ الفاظ کلام کے ساتھ قدیمی نسبت رکھتے ہیں جو
ان کی تلاوت کرتے وقت کہہ سکتے ہیں تلاوت اور اس کے سننے کے وقت کہہ سکتے
ہیں سمعت اور اس کی سورتیں لکھتے وقت کہہ سکتے ہیں کتبتہ اور ان کے شان
نزول کے بارے میں جبرئیل یہ کہہ سکتے ہیں کہ نزلت آیۃ کذا وکذا۔ اور
نے کلام قدیم کے ساتھ اسی وجہ سے راہ پائی کہ کلام قدیم میں یہ الفاظ خاص ترتیب
کے ساتھ مرتب ہیں اور یقیناً ایک راہ ہے کہ اس راہ سے ایک کا حکم دوسرے کی

طرف کھینچتی ہے۔ پانچویں یہ کہ صفات فعلیہ بحث میں یہ بات قرار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
صفات قدیم کے ساتھ متصف ہے۔ ان صفات میں سے ایک صفت قدرت بھی
ہے۔ اور قدرت جب کسی چیز سے متعلق ہوتی ہے تو اس جگہ حادث قدرت کے تعلق
ہوتا ہے نہ کہ قدرت حادث کے تعلق اور قدرت ان تعلقات کے مطابق مختلف
نام لیتی ہے اور ہر جگہ دوسرا مفہوم پیدا کرتی ہے۔ احیاء اور اماتت (زندگی دینا اور موت
دینا) اور تصویر و رزق (مصوری و رزق رسانی) اسی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان
صفات حادثہ سے جو ناشی ہوا جو اس کے تعلق قدرت متصف ہوتا ہے۔ اس سے یہ مطلب لیا
جا سکتا ہے کہ قدرت قدیمہ اور اماتت و احیاء کے درمیان ایک خاص نسبت ہے اور
اسی نسبت کی بنا پر یہ تجلی قدیم اور اس کا نمونہ ہوئی لیکن حکمت کے طریقہ پر اس میں
شک نہیں کہ نسمہ اور نفس مجردہ کے درمیان ایک خاص مناسبت ہے کہ اس
کی وجہ سے یہ کہا جا سکتا ہے اَنا موعیف واَنا فی الاحد۔ اور نسمہ کے منجملہ خواص
ہے یہ ہے کہ آنکھ سے اثبات کریں اور کہیں ضرور دیکھو
ذارہ۔ اور جو شجرہ و اشکال و اغصان (شاخیں) اور صورت نوعیہ مجردہ کے درمیان
ایک طرح کی نسبت ہے جس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں رأیت النخلۃ و شتت
النخل و قطعت النخل۔ پس مجردہ و غیر مجردہ کے درمیان ایک نسبت ہے جس کی وجہ
سے ایک کا حکم دوسرے پر واجب ہوتا ہے۔ اور چونکہ فلک الافلاک بلکہ تمام
افلاک قوت متخیلہ رکھتے ہیں تو واجب ہوا کہ تجلی چیز جو ان کی قوت متخیلہ میں واقع
ہو صورت جاذبہ (کھینچنے والی) ہو اور اس مناسبت کا حاصل استعداد خیالی سے افضل
اور تمام موجودات خیالیہ سے خوبصورت ہوتا ہے اور نفوس بشریہ کی تہذیب جہاں تک
کہ اس استعداد خیالی کے منشاء ہوتی ہے مشابہت جبلی کے ساتھ حظیرۃ القدس سے
نفوس کو کھینچنے والی ہوتی ہے۔

ساطعہ:۔ چوں کہ تجلی اعظم کی دو جہتیں ہیں ایک منظر یہ ذات بحت ہونا دوسرے
یہ کہ وہ خود ملکوت سے ہو ان اعصاب کی طرح جو گوشت اور ہڈی کے درمیان
ہوتے ہیں اور طلسم الٰہی کے مظہر ہیں۔ پس ملکوت اس تجلی کے واسطے سے جبروت سے
وابستہ یا متعلق ہوا۔ اور نفوس ذکیہ مطیۂ نسمہ کے ساتھ منجذب ہو گئے اور جبروت
کے معانی کے متحقق ہو گئے، جیسے مرطوب ہوا جب دریا پر سے گذرتی ہے تو دریا کی رطوبت
کو بھی اپنے ساتھ لے لیتی ہے۔ لہٰذا تدبیر عالم ان نفوس کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے
اور جنت و علیین بھی اس تجلی کے واسطے سے منتظم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نفس جو غایت
سعادت و ذکا میں ہوتا ہے آہستہ آہستہ اس استعداد خیالی کا عین ہو جاتا ہے اور اسی میں غوطہ
زن ہو جاتا ہے یعنی اس میں غوطہ کھانا صورت وجوب کے ظہور کی استعداد ہے جیسے آئینہ
جلا و صفائی کے بعد آفتاب کی صورت کو قبول کرتا ہے۔

ساطعہ:۔ کمال سے مطلب ہے حق کی تکوین کا خلق کی تکوین پر غلبہ اور اس غلبہ کی دو
قسمیں ہیں ایک غلبۂ صفات دوسرا غلبۂ ذات۔ غلبہ صفات کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کسی
گھر میں بہت سی مشعلیں روشن کی گئیں یہاں تک کہ وہ نور سے بھر گیا اور اس گھر کے
چاروں طرف چاہیں ہر ایک کو اس نور سے ایک حصہ پہنچا اور وہ اس سے منور
ہو گیا۔ کسی کو صرف نور لیکن وہ بھی اس کے سوراخ سے ایک انگوٹھی کے حلقہ کے
برابر اور کسی کو نور مخلوط چراغ کے رنگ کے ساتھ جس کو اس نے پہاڑ پر نصب کیا ہے
اور غلبۂ ذات کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص کی روح اس کے بدن سے جدا ہو جائے
اور پھر وہ روح نور چراغ کی طرح عین مشعل ہو جائے اور اسی میں فانی و نیست
ہو جائے۔ اور غلبۂ صفات کی شرط ایک نسبت ہے جو نفس عارف میں قائم ہو جاتی ہے
عبادات کی نسبت کے تعلق سے یا دید یا یادداشت یا توحید کی نسبتوں کے تعلق
سے جب یہ نشانات بہم ہو جاتی ہیں تو ان جزوی نسبتوں سے کسی قدر حاصل ہو جاتا ہے

کیوں کہ وہ ایک نور ہے جو مشابہ ہے نور خارج کے پہاڑ سے گھر کی سمت یا حادثہ دائم
نہ رہنے والا ہے جو نفس خارجہ (کائنات) میں جوارح سے پیدا ہوتا ہے اور مدبر السماوات
والارض۔ ان افعال عجیبہ کے ذریعہ خزانہ رحمت سے زمین پر منتشر ہوتا ہے۔ اور غلبہ ذات
کی شرط تین چیزیں ہیں۔ حجر بحث جو آئینہ نفس میں تجلی اعظم کی صورت ہے۔ اور سنت
اشراق پر جاری ہے کہ جب کسی شخص کو غلبۂ ذات سے مشرف کرنا چاہتے ہیں تو اس
نہ بحر بحت سے اس کے لطیفۂ قلبیہ میں ایک شعاع ریزش کرتے ہیں۔ اور وہ شعاع
اس شخص کے قوائے علمیہ و عملیہ پر اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ مرضیات الٰہی اس
سے جاری ہو جاتی ہیں۔ دوسرے نقطۂ جثیہ جو ہیولیٰ کے اول استعداد میں نفس معتدلہ
قدسیہ کے لیے عالم فیضان حظیرۃ القدس کے وسائط سے پہنچتا ہے اور نقطۂ جثیہ بمنزلہ
خط شعاع کے ہے جو چراغ سے نکلتی ہے اور وہ نقطۂ تام۔ الا یہ ہیں اس شخص کا متولی
ہو جاتا ہے اور وہی تو لی اس کو خیر سے قریب کر دیتا ہے اور شر سے اس کی حفاظت
فرماتا ہے اور اسی پر سنت جاری ہوتی ہے کہ اس نقطۂ جثیہ سے ایک نور محیط اس
شخص میں پیدا ہو جاتا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے اللّٰھم اجعل من عن یمینی
نوراً وعن یساری نوراً وفوقی نوراً وتحتی نوراً۔ تیسرے نفس ناطقہ
کے جوہر کا بدلی کل کے نور میں اضمحلال (یعنی فنا ہو جانا) ہے اور یہ معنی قوم کی تمام
معتبر نسبتوں پر موقوف ہے خصوصاً نسبت التجا اور یادداشت۔ اور نور عباد
اور تمام مہمات میں اس نفس کو ہمت دینا درجہ رکھتا ہے جس کی تفصیل انسان
سے ممکن نہیں ہے۔ اور جو کچھ نفس کے جوہر سے متعلق ہے وہ اضمحلال کے ساتھ
وصول کا مانع نہیں ہوتا۔ ع درون دیدہ اگر نیم ہوا ست بسیار است۔
جب عنایت الٰہی سے نور اعظم نے ان مذکورہ جہتوں سے اس نفس کا احاطہ کر لیا۔

۱؎ حضرت نقشبند کا سلوک، اضمحلال یغشی السدرۃ ما یغشی ہے۔

اور برق سحاب ذات نے پے بعد دیگرے جوہر نفس میں شکستگی پیدا کر دی تو غلبہ
ذات کی قابلیت حاصل ہو گئی۔ عنصری غبار دب جدائی کے بعد سطح نور میں متلاشی
رفتار ہوتی ہیں۔ اس چراغ کی طرح جسے اس گھر میں روشن کریں اور وہ نور
شعلوں کے افراد کے ضمن میں گم ہو جائے۔ عدماً لا وجود بعدہٗ (ایسا عدم جس
کے بعد وجود نہیں) ۔ ؎

خود از درون و برون جلوہ کرد من زمیاں[1] چو سایہ محو شدہ کان دو سو چراغ آمد

سَاطعہ:- وہ حضرتِ آلیہ جو جامعہ ہو ملکوت و جبروت کے درمیان اور
ان دو مقاموں کے وسط میں واقع ہو۔ جبروت بمنزلہ اس کی صورت کے ہو
اور ملکوت بمنزلہ اس کے مادہ کے۔ اس کا حکم بنی آدم کے وہم و خیال کے ساتھ
بلکہ قوت مدرکہ کے ساتھ وہم و خیال پر حاکم ہو اور وحدت دونوں کے
درمیان جمع ہو۔ اس میں انسان کی صورت نوعیہ پر ایک خاص نظر ہو۔ جب
انسان کی صورتِ نوعیہ اس جگہ متمثل ہوئی تو عقل و وہم و خیال تینوں بروئے
کار ظاہر آ گئے۔ اور ان تینوں کے درمیان ایک عجیب امتزاج ہوا۔ پس
حضرتِ جامعہ سے چند کلمے انسان کی صورت نوعیہ کی جانب جدا ہوئے۔
ہر کلمہ ان تینوں قوتوں کے مزاجوں سے ایک مزاج کے مطابق تھا کہ ان التجلی[2]
لایکون الا بقدر المتجلی لہ۔ ہر کلمے نے جس سے اس کو مناسبت زائد تھی اس کی
استعداد کے مطابق اس کا احاطہ کیا اور مشق کی (جس کی وجہ سے) اسمائے
اربعینیہ ادریسیہ اس منبع سے باہر آئے۔

سَاطعہ:- اسمائے اربعینیہ ادریسیہ کا ہر اسم اسمائے الٰہیہ میں سے ایک اسم ہے

۱؎ اس نے ظاہر و باطن سے جلوہ کیا اور میں درمیان سے سایہ کی طرح محو ہو گیا کیونکہ اس
کے دونوں سمت چراغ ہیں۔ ۲؎ تجلی متجلی لہٗ کی استعداد کے مطابق ہوتی ہے۔

جو کامل کے قلب میں ودیعت رکھا ہے۔ اس اجمال کی شرح اور اس بات کا کشف
یہ ہے کہ جب اس کامل نے جب پروانہ صفت اپنے کو جوہر نار میں فنا کر دیا تو فنا ہونے
سے قبل اس پر ایک حال طاری ہوا اور علم نے اس کا گریبان پکڑا اور وہ حال و علم
اشیاء میں سب سے زائد قریب تھا۔ جب ان تمام احوال و علوم کو یکجا کر کے جمع کیا تو
اسمائے اربعین نکل آئے۔ جیسے برف کو کسی دیگ میں رکھ کر اس کے نیچے آگ
سلگائی جائے یہاں تک کہ وہ دیگ سے ہوا بن کر اڑ جائے۔ پانی کا آخری حال
جوش مارنے اور دیگ سے آواز آنے اور اتنا ہلکا ہونے پر ہے کہ آواز کے نقطے بھی
بکھر جائیں۔ یہ تمام حالات برف کے ہوا ہو جانے تک ہوتے ہیں۔ لہٰذا واجب ہوا
کہ یہ اسمائے نسبتی ہوں گے جو تنزیہ کے نزدیک ہوں گے اور ایک تقییدی ہوں
گے مادی خاکی۔ اور بے نشانی کے نمود کا ایک نشان ہوں گے جس کو اطلاق کہتے ہیں۔

سَاطعہ:- تدلی کا ظہور وہم و خیال دونوں کے ساتھ ایک وجہ سے واقع
ہوا ہو کہ ان دونوں مقاموں (وہم و خیال) کے مابین جہاں کہ احدیت دونوں مقام
کی ہو وہاں متجلی ہو گا لہٰذا تدلی کلی کے ہیاکل کلیہ جو اسماء کے ساتھ معبر ہوتے ہیں
اور جو کچھ اوہام بشر کا متواد وہی حکم نوع کے مطابق ہو۔ پس اول ہیاکل کلیہ تدلی
کلی کی ہر شے پر قدرت ہو اور ہر شے کی ملکوتیت کو ہاتھ میں لے لینا اور ہر ایک میں اس
کے مناسب تصرف کرنا۔ اور اصل بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ تدبیر شے کا موافق کرنا ہو
خیر خلق کے ساتھ اسباب کے قبض و بسط کے ساتھ اور قبض و بسط نہیں ہوتا لیکن
شے کی طبیعت کے مطابق۔ لہٰذا ہر شے کا ملکوت مختلف ہوتا ہے۔ ایک یا رب کل
شی و وارثہ و رازقہ و راحمہ۔ اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے جو جتنے
کو طبیعت شجریہ کے ساتھ واقع ہے۔ اس کا نام طبیعت کے اعتبار سے ربوبیت ہے
اور برگ کے اعتبار سے عبدیت۔ دوسرے صراط مستقیم پر ہونا۔ یہ مرتبہ جو اس کی

طبیعت نوعیہ و شخصیہ کے مقتضیات سے نہیں گذرتا اور ایسے طریقہ پر واقع ہوتا ہے کہ
اس فرد مخصوص میں ان اسباب کے ساتھ کوئی چیز اولیٰ و احق نہیں ہوتی اس سے
جو واقع ہوا یعنی اس کی عبادات ہی اس کے لیے اولیٰ و احق ہوتی ہیں) یا اللہ
المحمود فی کل افعالہ ویا حمید الفعال ذا المن علیٰ جمیع خلقہ بلطفہ اس
معرفت کا ایک سر ہے۔ دوسرا یہ کہ تدلی کل منظر مجرد شخص کل کے اس طرح متعلق
ہوا کہ یہ مجرد بشرط تشخص اور اس کے مطابق مبدا المبادی سے ازلاً و ابداً فائض
ہو اور یہ صورت مجرد مبدا المبادی ہو۔ مبدا المبادی کے عموم و بساطت کے مابین
فرق ہو اور یہ مجرد مثل فرق کے درمیان کلی طبعی اور صورت ذہنی کلی طبعی کے ہے جو
ہمارے ذہن میں متشکل ہو رہی ہو۔ پس تدلی کل کی ظلمت کے اعتبار سے مجرد محض کی اور
مجرد محض کی ظلمت کے اعتبار سے مبدا المبادی کی تدلی کل میں ایک شان پیدا ہو گئی ہو
اور وہ شان سب پر اس کا غلبہ ہو اور وہ سب سے بلند ہو (اور) یا الہ الالہۃ
الرفیع جلالہ ویا قریب المتعال فوق کل شئی علو ارتفاعہ سے یہی مطلب
ہے۔ چوتھے یہ تدلی کل حسب استعدادات جزئیہ مختلف اطوار رکھتا ہے۔ اس نسبت
کی طرح جو نشانات سافل میں پیدا ہوئے اور وہ تدلی کل کی نسبت ہے یہ اعتبار لوازم
خاصہ اور افعال جزئیہ موم کی نسبت کی طرح ہیں مجسموں کے ساتھ جو اس سے بنائے
گئے ہیں وہ موم سب میں باقی ہو اور ان کے مجسموں کے تغیر و تبدل کا موم میں
کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یا واحد الباقی اول کل شئی و آخرہ یا دائم لا فناء ولا
زوال لملکہ و بقائہ اس نکتہ کی ایک شرح ہے۔ پانچویں یہ کہ جب اولاً اوہام
بشر نے جو کچھ اپنے نزدیک ہو حقائق خاصہ سے ادراک کیا تو اس جگہ
تنزیہات و ید اور صفات حدوث اور شین نقص معدوم ہوئیں، پھر جب ایک

لہ عیب   ۲ہ عیب

آگے بڑھا تب کوئی عیب نہ دیکھا یعنی یہ سب تقیدات وید وغیرہ نظر نہ آیا۔ اور
یہ معنی تمام اوہام بشر کے متفق علیہ ہیں۔ اس اعتبار سے اسماء نے اشتقاق کیا
جیسے یا صمدُ بغیر شبہ کے فلا شئ کفوًا و بد ایتہ ولا امکان بوصفہ یا کبیر
انتَ اللہُ الذی لایھتدی العقول بوصف عظمتہ ومثل لم یلد ولم یولد
چھٹے افعال الٰہی تدبیر کے انحصار کے اعتبار سے۔ اس حالت میں اس میں افعال
بہت ہوتے ہیں۔ ہر جنس کا ایک نام مقرر کر دیا ہے۔ انھیں میں سے اعداء کی کثرت
اور ان کا برہم کرنا ہے اور انھیں میں سے سائل کے سوال کی قبولیت اور مستفید
ہونا ہے۔ یا قہار ذا البطش الشدید انت الذی لایطاق انتقامہ یا
مذلّ کل جبار عنید بقہر عزیز سلطانہ یا رحیم کل صریخ و مکروب
وغیاثہ ومعاذہ یا عدتی عند کل کربۃ ومعاذی عند کل شدۃ ومجیبی
عند کل دعوۃ و رجائی حین تنقطع حیلتی یا جواد انت الذی لا یخیب
سائلہ وطالبہ۔ ساتویں یہ کہ اشیائے مثالیہ کی صورتیں بالطبع تدلی کل کے
سامنے موجود ہیں۔ اور صورت عنصریہ کی فنا کے بعد روح صورت مثالیہ سے شدید تعلق
پیدا کرتی ہے اور پھر اعمال کی وجہ سے جو روح کے جوہر میں منتقش (منقوش) ہو چکے
ہیں اسی صورت مثالیہ سے واقع ہوتی ہے اس نکتہ کا مطلب دین و عبادات
کے متعلق واقع ہوتا ہے۔ اذا برز الخلائق لدعوتہ من مخافتہ یا بادیا
العباد کل یقوم خاضعاً لہ جنتہ و رہ غبتہ۔ آٹھویں حقائق امکانیہ کا
تدلی کل کے سامنے موجود ہونا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ حقیقۃ الحقائق کا مقتضی ہے
بے شرط یا باشرط اور اس نکتہ کی تعبیر علام الغیوب سے ہی متعلق ہے اور تدلی کل
کی معرفت کے لیے بہت سے ہیولے قوائے اوہام و خیالات بشر نے کسب کیے جو

لہ وہ حقائق جو ممکن تھے، عدم میں تھے اور وجود میں نہ آ سکے۔

ملکوت میں ثبت ہو گئے۔

ساطعہ:۔ اللہ کی سنت اس بات پر جاری ہوئی ہے کہ جب کسی شخص کا جوہر بیدار ہوتا ہے تو اس سے شعاعیں (کرنیں) پھوٹنے لگتی ہیں اور اس شخص کے قوائے علیہ ردِّعمل پڑنے لگتے ہیں۔ یہ شعاعیں بعض اسمائے الٰہی کے طریقہ پر ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا ظہور اس شخص کی تخلیق کے اسرار کے نہج (طریقہ) پر ہے۔ ان اسمائے الٰہی کے ساتھ۔ اور پروردگار عالم کے ساتھ اس کی بہترین معرفت کا سبب وہی اسماء ہوں گے۔ اگرچہ ان کی شناخت سب کو حاصل نہیں ہوتی۔

ساطعہ:۔ اسمائے عظام کی تاثیر میں ایک یہ بھی جو کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص میں کواکب سیارہ سے ایک دقیقہ ہو جو اس نے عناصر علوی ہیں اور ہر کوکب کی حقیقت ان اسماء میں سے ایک اسم کے ساتھ منسوب ہے۔ جس طرح نوع موالید کسی ایک کوکب کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔ پس جب تسبیح کرنے والا کسی اسم کی تلاوت کرتا ہے تو وہ دقیقہ کوکبی دقیقہ فلکی کے ساتھ جس کے مقابل وہ اسم ہو حرکت میں آجاتا ہے اگر وہ اسم مذکر ہوتا ہے یعنی اوزان عربیہ سے مجرد تو اس کا نفس ناطقہ خوش ہوتا ہے اور اگر یہ اسم مذکر معنی رفعت ہوتا ہے تو جو شخص منشرح میں پائی جاتی ہے تو وہی دقیقہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح مقبول و محبوب کے معنی ہیں اور اسی طرح علم اور غیبیات (آثار غیبی) کے معنوں کی معرفت اور جلال و قہر وغیرہ کی معرفت۔ اگر کسی کے لیے پڑھتا ہے اور پڑھنے کے وقت ملائکہ کے وصف سے متلبس ہوتا ہے جن کا الہام بنی آدم کے قلوب میں شائع ہوتا ہے اور اپنے مطلب کو دل میں مستحضر کرتا اور ہمت باندھتا ہے کہ مطلوب شخص میں تاثیر کرے تو یقیناً الہام کی طرح وہ اس کی طرف میلان کرتا ہے اور اس شخص کے دقائق میں سے ایک دقیقہ کو جنبش دیتا ہے جیسے تسبیح کرنے والے کی آواز کا

سکوت یا تمام شرارت، شوخی و بے باکی سے اس کا رک جانا (یعنی مسیح نے جو حرکت دی تھی اس سے رک جاتا ہے) کبھی یہ دقیقہ بہت ضعیف ہوتا ہے پڑھنے والے سے اس شخص کے مقابلے میں جس کے لیے وہ پڑھ رہا ہے۔ پس دقیقہ پر اس اسم کی تلاوت گراں ہوتی ہے اور وہ دقیقہ اس تلاوت کے ساتھ مقصد کی کاربرآری کرتا ہے۔ اور اس تلاوت کا حکم اور ہیئت جو نفس کو تلاوت سے حاصل ہوتی ہے طلسمات کے حکم میں ہے۔[1]

ساطعہ:۔ آدمی میں بہت سے لطائف ہیں اور ہر لطیفہ ایک مقام رکھتا ہے اور ہر مقام ایک علم اور ایک معرفت کو اپنا تبیع کر لیتا ہے اور یہ واضح الہامات کے ساتھ علم معرفت کی ذخیرہ [illegible] جو قوتیہ نفس (صاحبان نفوس) میں رکھی ہے اور حظیرۃ القدس نفوس ذکیہ کو کھینچنے والا ہے جیسے مقناطیس لوہے کے اجزا کو۔ اس سبب سے واجب ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت حظیرۃ القدس کی جانب عکس رغبت کرے اور اس حرکت (کھنچنے) سے اور قوت سے فعل میں آتا ہے وہ علوم ان پر کھل جاتے ہیں اس طرح جیسے آگ لوہے اور پتھر سے روشن ہوتی ہے اور ان علوم میں غالب اسی لطیفہ کا حکم ہے جو لطائف کے درمیان سے قوت و ظہور سے موصوف ہے اور ہر نکتہ جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ایک مستی و ذوق عطا کرتا ہے اور شدت مستی میں پست و بلند الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں (جاری ہوتے ہیں) اگر شریعت کی تنبیہ کی باگ نے ان کی زبان کو اعتدال پر کھینچ رکھا تو خیر اور نہ کھینچ رکھا تو وہ مبالغہ کریں گے

---

[1] یعنی خاصیت تلاوت آواز کی موزوں میں ہے جو عناصر میں مخفی ہے اور آواز کی لہریں جیسی خاصیت چاہتی ہیں عناصر میں پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی امر کا فعل میں آنا اور قوت کا انکشاف ہوتا ہے۔ ([illegible])

ملکوت میں شبیہ ہو گئے۔

ساطعہ:۔ اللہ کی سنت اس بات پر جاری ہوئی ہے کہ جب کسی شخص کا جوہر بیدار ہوتا ہے تو اس سے شعاعیں (کرنیں) پھوٹنے لگتی ہیں اور اس شخص کے قوائے علمیہ و عملیہ پڑنے لگتی ہیں۔ یہ شعاعیں بعض اسمائے الٰہی کے طریقہ پر ہوتی ہیں اور ان شعاعوں کا ظہور اس شخص کی تخلیق کے اسرار کے نہج (طریقہ) پر ہے۔ ان اسمائے الٰہی کے ساتھ۔ اور پروردگار عالم کے ساتھ اس کی بہترین معرفت کا سبب وہی اسماء ہوں گے۔ اگرچہ ان کی شناخت سب کو حاصل نہیں ہوتی۔

ساطعہ:۔ اسمائے عظام کی تاثیر میں ایک یہ ہے جو کئی وجوہ سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ہر شخص میں کواکب سیارہ سے ایک دقیقہ ہے جو اس نے عناصر علوی ہیں اور ہر کوکب کی حقیقت ان اسماء میں سے ایک اسم کے ساتھ منسوب ہے۔ جس طرح نوع موالید کسی ایک کوکب کے ساتھ منسوب ہوتی ہیں۔ پس جب تسبیح کرنے والا کسی اسم کی تلاوت کرتا ہے تو وہ دقیقہ کوکبی دقیقہ شانی کے ساتھ جس کے مقابل وہ اسم ہے حرکت میں آجاتا ہے اگر وہ اسم مذکر ہوتا ہے یعنی لورث ہمیشہ سے مجرد تو اس کا نفس ناطقہ خوش ہوتا ہے اور اگر یہ اسم مذکر یعنی رفعت ہوتا ہے جو شمس و مشتری میں پائی جاتی ہے تو وہی دقیقہ ظاہر ہوتا ہے اور اسی طرح مقبول و محبوب معنی ہیں اور اسی طرح علم اور مغیبات (آثار غیبی) کے معنوں کی معرفت اور جلال و قہر وغیرہ کی معرفت۔ اگر کسی کے لیے پڑھتا ہے اور پڑھنے کے وقت ملائکہ کے وصف سے متلبس ہوتا ہے جن کا الہام بنی آدم کے قلوب میں شائع ہوتا ہے اور اپنے مطلب کو دل میں مستحضر کرتا اور ہمت باندھتا ہے کہ مطلوب شخص میں تاثیر کرے تو یقیناً الہام کی طرح وہ اس کی طرف سیلان کرتا ہے اور اس شخص کے دقائق میں سے ایک دقیقہ کو جنبش دیتا ہے جیسے تسبیح کرنے والے کی آواز کا

سکوت یا تمام شرارت و شوخی و بے باکی سے اس کا رک جانا (یعنی مسبّح نے جو حرکت دی تھی اس سے رک جاتا ہے) کبھی یہ دقیقہ بہت ضعیف ہوتا ہے پڑھنے والے سے اس شخص کے مقابلے میں جس کے لیے وہ پڑھ رہا ہے۔ پس دقیقہ پر اس اسم کی تلاوت گراں ہوتی ہے اور وہ دقیقہ اس تلاوت کے ساتھ مقصد کی کار برآری کرتا ہے۔ اور اس تلاوت کا حکم اور ہیئت جو نفس کو تلاوت سے حاصل ہوتی ہے طلسمات کے حکم میں[1] ہے۔

ساطعہ:۔ آدمی میں بہت سے لطائف ہیں اور ہر لطیفہ ایک مقام رکھتا ہے اور ہر مقام ایک علم اور ایک معرفت کو اپنا متبع کر لیتا ہے اور یہ واضح الہامات کے ساتھ اہل معرفت کی خمیرہ وجود میں جو قوت نفس (صاحبان نفوس) میں رکھی ہے اور حظیرۃ القدس نفوس ذکیہ کو کھینچنے والا ہے جیسے مقناطیس لوہے کے اجزا کو اس سبب سے واجب ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک جماعت حظیرۃ القدس کی جانب مکمل رغبت کرے اور اس حرکت (نیچے سے اوپر) اور قوت سے فعل میں آنا ہے وہ علوم ان پر کھل جاتے ہیں اس طرح جیسے آگ لوہے اور پتھر سے روشن ہوتی ہے اور ان علوم میں غالب اسی لطیفہ کا حکم ہے جو لطائف کے درمیان سے قوت و ظہور سے موصوف ہے اور ہر نکتہ جو ان کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ایک مستی و ذوق عطا کرتا ہے اور شدت مستی میں پست و بلند الفاظ ان کی زبان سے ادا ہوتے ہیں (دعاوی ہوتے ہیں) اگر شریعت کی تنبیہ کی باگ نے ان کی زبان کو اعتدال پر کھینچ رکھا تو خیر، اور نہ کھینچ رکھا تو وہ مبالغہ کریں گے

---

[1] یعنی خاصیت تلاوت آواز کی مردوں میں ہے جو عناصر میں نہیں ہو اور آواز کی لہریں جیسی خاصیت چاہتی ہیں عناصر میں پیدا کر دیتی ہیں۔ یہی امر کا فعل میں آنا اور کن فیکون کا ہونا ہے۔ (محقق اردو)

اور ناپسندیدہ باتیں ظاہر ہوں گی اور ایک جماعت کا جو بحث مربی ہوتا ہے اس
کی شعاعیں ان کی عقول پر غالب آجاتی ہیں تب وہ کہنے لگتے ہیں کہ اجزائے
الٰہی فلاں میں موجود ہیں اور اس کہنے سے وہ حلول اور شرک کے مغالطے میں
گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر شریعت کا اعتدال ان کی تہذیب نفس کرتا تو یہ کہتے کہ نفس
کے آئینہ میں حق کی صورت ہے اور اس بے ادبانہ تعبیرات سے باز رہتے اور ایک
جماعت کا مربی نفس رحمانی ہوتا ہے جو صورت کے تعین کا محل ہے۔ یہ جماعت دو فرقوں
میں تقسیم ہو گئی۔ حکماء کے ایک فرقہ نے اسے ہیولے اور صورت سے تعبیر کیا اور
دوسرا فرقہ جو صوفیاء کا ہے وہ توحید و اتحاد کا قائل ہوا۔ اگر توفیق الٰہی ان کا
(حکماء) ساتھ دیتی تو وہ نفس رحمانی کو عماء اول کہتے اور بڑے الفاظ
درمیان میں نہ لاتے۔

ایک عزیز نے جو منجملہ اصحاب علم و صلاح میں حضرت سے مستفید تھے اور وہ اہل حدیث
کا ایک گروہ ان سے سند یافتہ تھا اور وہ اعمال و اوراد میں ہمت رکھتے تھے اس
دوران حضرتِ اقدس سے حزب البحر کی اجازت مع شرائط حاصل کی۔ انھوں نے
بیان کیا کہ حضرت اقدس سے اجازت حاصل کرنے کے بعد میں نے بارہ روز روزہ
رکھنے کا اپنے لیے معمول بنا لیا۔ اور جلالی و جمالی کو ترک کر کے اس حزب کو پڑھنے
میں مشغول ہو گیا لیکن کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اور جن ثمرات و اثرات کی اس کے
پڑھنے سے توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی تو بہت افسردہ ہوا بلکہ بہ تقاضائے بشریت
حضرت اقدس سے جو حسن ظن تھا اس میں نقص پیدا ہو گیا جو مزید تنگ دلی کا
باعث ہوا۔ ناچار آپ کی خدمت میں عرض کیا اور مقصد میں ناکامی بیان کی
آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ناکامی کا علاج صرف یہ ہے کہ از سر نو اس ورد کو انھیں
شرائط و آداب کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس کے بعد کیا ظاہر ہوتا ہے

ناقل کہتا ہے کہ آپ کے حکم کے بموجب پھر دوبارہ میں نے خلوت کا التزام کیا اور
راتوں کو اس وظیفہ کے لیے وقف کیا۔ تین راتوں تک میں نے اس کی تلاوت اور
مقررہ شرائط کے ساتھ پابندی کی۔ جب تیسری رات ختم ہوئی اور قبولیت کے
آثار کچھ ظاہر نہ ہوئے تو مزید دل تنگ اور افسردہ ہوا۔ اسی دوران سو گیا خواب
دیکھا کہ حضرتِ اقدس ایک مقام پر تشریف فرما ہیں اور میں نیز ایک اور عزیز
وہاں موجود ہیں۔ اور حضرت اقدس میری جانب خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ ہم
شرح صدر رکھتے ہیں اور شرح صدر کا سبب یہ ہے کہ ایک روز شاہ ترکمان
قدس سرہ نے ہمارے حضرتِ بزرگوار کی دعوت کی اور کہا کہ اپنے لڑکے کو بھی
ہمراہ لانا حضرت والد ماجد فقیر کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اور شاہ ترکمان کی
دعوت میں شریک ہوئے۔ اسی دوران شاہ ترکمان نے والد بزرگوار کی طرف
خطاب کر کے فرمایا کہ اس لڑکے کے لیے دعا کرو۔ والد ماجد ہاتھ اٹھا کر دعا
میں مشغول ہوئے۔ حضرت شاہ ترکمان آمین کہتے جاتے تھے اور دعا کے الفاظ
یہ تھے۔ اللّٰھم اعط مالاً و ولداً و شرح صدرٍ فی الدنیا والسلام
عند الموت و مغفرۃ بعد الموت و فردوساً فی الجنۃ[1]۔ ناقل کہتا ہے
کہ ان الفاظ کو میں نے یاد رکھا۔ اور دو تین الفاظ اور بھی تھے جو یاد نہ رہے
اور اس واقعہ کے بعد ایک اطمینان و سرور دل پر وارد ہوا۔ اور مسرت و خوشی
حاصل ہوئی۔ اور حسن ظن اور عقیدت میں جو کدورتیں اور نقائص پیدا
ہو گئے تھے کافور ہو گئے اور حضرت اقدس سے عقیدت و خلوص میں ترقی
ہو گئی۔

---

[1] اے اللہ دنیا میں مال و دولت اولاد اور شرح صدر اور موت کے وقت سلامتی
اور موت کے بعد مغفرت اور جنت میں فردوس عطا فرما۔

افادہ:۔ خواجہ محمد امین حضرت اقدس سے روایت کرتے ہیں کہ ۱۷ رجمادی الآخر روز پنجشنبہ میں نے خواب دیکھا کہ جیسے میں ایک مسجد میں بیٹھا ہوں اور وہ مسجد جامع مسجد دہلی ہے یا مسجد بیگم اکبرآبادی۔ ناگاہ لوگ کہنے لگے کہ اس جگہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ ظاہر ہوگی۔ یہ سن کر مشتاقوں کی ایک جماعت آپ کے جلوۂ دل افروز کی آرزو میں صف بستہ ہو اور میں بھی جمال باکمال کے مشاہدہ کی تمنا میں جدھر بتایا گیا تھا متوجہ ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ آہستہ آہستہ ظاہر ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری طرح ظاہر ہوگئی۔ اور پھر اس آئینہ سے نکل کر خارج میں جلوہ گر ہوگئی۔ اور ہم نے عرض کی کہ حضورؐ کی عنایت و توجہ ہماری شریک حال ہو اور علم حدیث کی اشاعت و ترویج میں عالی ہمتی عطا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ "ہوگی"۔ پھر عرض کیا کہ اس علم کی اشاعت ہمارے ہاتھوں نیز ہماری اولاد اور بھائیوں کے ہاتھوں ہو۔ اس سلسلہ میں بھی مدد (و توجہ) درکار ہے قبول فرمائی جائے۔ ارشاد فرمایا کہ "ایسا ہی ہوگا"۔ پھر وہ صورت کریمہ روپوش ہوگئی۔ اور ہم نماز کے لیے مسجد کی جانب چلے ہی تھے کہ یہ آواز آئی کہ آپؐ کی صورت کریمہ پھر جلوہ افروز ہوگی ہم پھر اس سمت گھومے دیکھا کہ اس مرتبہ بھی وہی صورت آئینہ میں متجلی ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ پوری صورت ظاہر ہوگئی۔ اسی اثنا ایک سولہ سالہ جوان حاضر کیا گیا اور آنجناب کی جانب سے ہماری طرف ارشاد ہوا کہ اس جوان کو خرقہ پہنا دو۔ میں نے آپ کے فرمانے کے مطابق اپنی چادر اس جوان کو اڑھا دی۔ اور آنحضرت کی طرف سے بھی اس کو خرقہ عطا ہوا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ جوان کون تھا ع

تا دوست کرا خواہد میلش بکہ باشد

افادہ:۔ ایک [illegible] حضرتؒ کی خدمت میں آیا خلوت خاص میں ملفوظات [illegible] کے ارشادات کا

منتظر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض نفوس کا عالم برزخ میں استقرار اس بات کا مقتضی ہو کہ جو کچھ وہ اس عالم میں چھوڑ گئے ہیں محفوظ رہے۔ گو اسباب خارجیہ اس کے منافی ہوتے ہیں۔ بس ایسا ہو رہا ہے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ابدالوں میں سے کسی کے پاس ہو یعنی وہ نفوس جن پر صرف قوائے روحیہ غالب ہیں اور وہ صرف انجام فوتائیہ کے کام کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں کتاب مذکور محفوظ ہو اور انجام کار وہ ہم کو یا ہمارے بعض متعلقین کو پہنچ جائے گی۔

قد یکون الامر فی الملکوت مطویا[1] علی غرہ محتوما علی ہوہ فیجیی صاحب الوقت فیتبین استنباطہ عنہ وسر کونہ مطویا علی غرہ ان یثبت الشیء ویکون لہ لوازم وامور مستتبعۃ تعد من لوازمہ من وجہ ولا تعد منہا من وجہ فیسامح فی الحکم ویجعل من اللوازم قطعا ادنیا عن بقیتہا مع ثبوت الشیء وہو الکشف ان یکون رجل من عداد الملأ الاعلی فیتبعہ ہمہ الی الخیر

اور عالم ملکوت میں اپنے حسن و خوبی کے ساتھ لپٹا ہوا ہوتا ہے پھر کیا ہوا اپنی حقیقت کے ساتھ۔ پھر آتا ہے وقت جب وقت اور کیف ہوتے ہیں صاحب وقت کے اسرار۔ اور اس کا اپنی خوبیوں پر لپٹے ہونے کا راز یہ ہے کہ ثابت ہو اس کے لیے شے اور ہوں اس شے کے لیے لوازم اور امور متتبعہ اس کے لوازم ایک اعتبار سے شمار کیے جاتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے نہیں شمار کیے جاتے

---

[1] بعض اوقات عالم ملکوت میں کچھ امور ایسے ہوتے ہیں جن کا باطن ظاہر کے خلاف ہوتا ہے اور جو ولی صاحب وقت (ابو الوقت) ہوتا ہے وہ ظاہر کو باطن سے تمیز کر لیتا ہے اور اصل حقیقت کو سمجھ لیتا ہے قصہ بھی اسی طور پر ہے جس میں ظاہر باطن کے خلاف نظر آیا ہے جس کو صاحب وقت نے سمجھا اور دوسرے اس کے ظاہری معنوں پر معترض ہوئے صاحب وقت نے کہا چونکہ سر الٰہی کی تم کو اطلاع نہیں تھی اس لیے واقعہ کے ظاہر پر تم نے اعتراض کیا۔ (تفہی انور)

الملأ الاعلى ويكون انما انشأته الحكمة
لتمييز كل ملتبس عما التبس به ويجعل
كل وجه مستقلا بنفسه فيحكم على احدهما
انه حق وعلى الآخر انه باطل ولنا
في هذه المسألة حكاية اجتمع
اناس روحانيون في غاية من
علالي الملكوت تدعى موطن الخيال
فجاءهم السيد شجاع الدين مع ولده
وحفدته وشكى اليهم احد بني الوقت
وقال هذا الرجل اساء في
حقنا وسعى بنا حيثما ضربا
بنعلين فقد او تذرى بنا اهين
قال صاحب الوقت معاذ الله ان
يفعل هذا احد معكم وانتم
اهل سوابق الاسلامية والمآثر
العلوية والمكارم الجلية
وان احد سعى بكم كيف
يفوز سعيه بكم وقد
سبقت لكم الحسنى في الاولى
والاخرى فتوجه الى السيد
ملأ الروحانيين وقالوا

پس حکم میں تسامح ہوتا ہو اور وہ لوازم
میں سے قطعی طور پر مقرر کر دیا جاتا ہے
اور اس کے ثبوت کا شے کے ثبوت کے
ساتھ یقین کیا جاتا ہو اور کشف کا مادہ یہ
ہو کہ جو کوئی انسان ملاء اعلیٰ کے مقابل
پہنچتی ہیں اس کی ہمتیں ملاء اعلیٰ کے
آخر تک، اور اس کی حکمت کی یہ شان
ہوتی ہو کہ وہ ہر مشتبہ کو غیر مشتبہ سے
تمیز کرے (دونوں میں امتیاز پیدا کرے)
اور ہر وجہ کو اس کی ذات کے اعتبار سے
مستقل کر دے۔ پھر وہ حکم کرتا ہو ان دونوں
میں سے ایک پر جو حق ہو اور دوسرے پر
جو باطل ہے اور ہمارے لیے اس مسئلہ
میں ایک حکایت ہو اور وہ یہ ہے کہ
(چند) روحانی اشخاص عالم ملکوت
کی بلندیوں میں سے ایک بلندی پر جمع
ہوئے جسے موطن الخیال کہتے ہیں وہاں
سید شجاع الدین اپنی اولاد اور پوتوں
کے ساتھ آئے اور روحانیوں کی جماعت
سے صاحب وقت کی شکایت کی اور کہا کہ
اس شخص (صاحب وقت) نے ہمارے حق

ايها السيد السند بين لنا
جلية الحال فقد عزبت
في المقال، فقال السيد كنا
اهل كرم واهل فضل ولا
ننكر ممن ثبت له الفضل
بالوجه ولا يستبعد ممن
خص له بالكرم ذكارقة
فكان الامر في الملكوت
مطويا على غره مختوما على
سره فجاء هذا الرجل
فكشف المستور واستخرج
المعمور وابرز الشين من
الشين وابان الغث من
السمين، فقام صاحب الوقت
وقال فهل كان هذا الفوقي
وهل فعلت ذلك بقدري
قال لا ولكنه كالجارحة
للتدابير الالهي وكل ميسّر
لما خلق له قال فما ذنبي
اذن وما العيب علي
فسكت السيد وقال القوم

میں برائی کی، اور کوشش کی اس گوشہ
میں جہاں ہم تھے، فقراء کو جوتے مارتے
ہوئے، اور ہم کو ذلت کی نگاہوں سے دیکھا
ہو تھے۔ صاحب وقت نے (یہ سن کر) کہا
معاذ اللہ آپ کے ساتھ کوئی شخص ایسا
سلوک کرے، حالانکہ آپ لوگ سوابق الاسلام
اور بلند مرتبہ ہیں، اور اگر کوئی اس کی کوشش
کرے تو اس کی کوشش کیسے بار آور ہو سکتی
ہو، حالانکہ آپ کے لیے سابق ہو چکا ہو مرتبہ
حسنیٰ مرتبہ اولیٰ میں بھی اور مرتبہ اخریٰ میں
بھی۔ پس ملاء روحانیین نے سید شجاع
الدین کی جانب متوجہ ہو کر کہا کہ اے سید
سند صورت حال کو ہمارے لیے واضح
کر دیجیے کیونکہ اس گفتگو میں مشکل پیدا
ہو گئی ہو۔ جب سید نے کہا کہ ہم اہل کرم و
اہل فضل ہیں اور ہم انکار نہیں کرتے اس
شخص کا (منکر نہیں ہیں) جس کی بزرگی
با وجہ ثابت ہو اور ان میں سے کسی کو
حقیر نہیں سمجھا جاتا جس کے لیے کرم کی نص
موجود ہو (یہ امر عالم ملکوت میں ہونے
ہی والا تھا) تقدیر الٰہی سے تھا، پس یہ

اما هذا فقد صدق، تمت الحكاية، ولا حول ولا قوة الا بالله۔

اور عالم ملکوت میں اپنی خصوصیات پر پہنچا ہوا تھا اور سر کیا ہوا تھا اپنی حقیقت پر۔ پس آیا شخص (صاحب وقت) اور

اس نے کھول دیا سر مخفی۔ اور نکالا اصل حقیقت کو۔ اور ظاہر کر دیا غیب کو غیب
اور کھوٹے کو کھرے سے۔ پس صاحب وقت کھڑے ہو گئے اور (استعجاباً) کہنے لگے د
کیا یہ سب بھر قوت تھا اور کیا اس کو میں نے اپنی قدرت سے کیا۔ اس نے کہا نہیں
وہ تو جاری شدہ تیری آگہی سے ہے۔ اور ہر مخلوق کے لیے وہ چیز آسان کر دی گئی ہے جس
کے سبب وہ پیدا کیا گیا ہے۔ پس صاحب وقت نے کہا تو پھر اس وقت میرا کیا گناہ ہے
اور غیب کا مجھے علم نہیں (اور یہ چیز عالم غیب میں متعین ہو چکی تھی) پس سید طاری خوش
ہو گئے اور قوم نے کہا کہ اگر واقعتاً ایسا ہے تو انھوں نے (صاحب وقت) سچ کہا

افادہ:۔ حقائق آگاہ میرابو سعید نبیرہ علم اللہ بریلوی قدس سرہ نے جو اکابر مشائخ
نقشبندیہ میں سے ہیں بیان کیا کہ میں ایک بار رمضان کے زمانہ میں شاہجہان آباد

لہ عالم ملکوت امثال ذوات کا مظہر ہے جو عقول یعنی ارواح ملائکہ کا مسکن ہے۔ ناسوت
میں پیدا ہونے والے اشخاص کی ارواح بھی اس میں متمکن ہوتی ہیں جن کو فرشتے
بروقت عالم ناسوت میں لا کر رحم مادر میں پھونکتے ہیں۔ اور دوسرے فرشتے اشخاص
کے قلوب میں اپنے عزائم پھونکتے ہیں جو تقدیر ازلی کے مطابق افعال سرزد کراتے ہیں۔ سید
شجاع الدین امر کے سربستہ ہونے کی وجہ سے عالم امر میں اس کو نہ دیکھ سکے اور صاحب
وقت کی شکایت کر کے عالم ملکوت میں پہنچ گئے۔ (تقی انور)

لہ شاہ صاحب کے مطبوعہ ملفوظ میں علم اللہ لکھا ہے گو کہ بعض قدیمی نسخوں میں علیم اللہ لکھا
ہے عربی داں حضرات صفات کو ذات سے وابستہ کر کے نام رکھتے رہے ہیں۔ جیسے کلیم اللہ
سمیع اللہ، رحیم اللہ اور احسان اللہ وغیرہ وغیرہ۔ واللہ اعلم۔ (تقی انور)

میں تھا۔ وہاں مشائخ صوفیہ میں سے ایک کے سامنے شب قدر کے ادراک کے
سلسلہ میں اشتیاق ظاہر کیا۔ وہ صاحب اس کی وجہ سے بے انتہا بے چین ہوئے
اور کہا کہ مجھے اتنا زمانہ ہو گیا اور اس تمنا میں بوڑھا ہو گیا میں نے کبھی اس کو
نہ پایا تم کہاں سے پاؤ گے۔ میں ان کے اس جواب سے نہایت افسردہ ہوا۔ اور
مایوس ہو کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کر کے شب
قدر کے بارہ میں دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ایک
صحابی سے فرمایا تھا کہ شب قدر میں یہ دعا بہت پڑھنی چاہیے۔ اللهم انی اسألك
العفو والعافية والمعافاة فی الدين والدنيا والآخرة۔ اور اس انداز
میں فرمایا کہ جیسے ہمارے لیے ہی ارشاد فرما رہے ہیں اور بشارت دے رہے ہیں۔ پھر عرض
کیا کہ وقت کون سا ہو۔ فرمایا کہ آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے
پس ستائیسویں رات کو شب جمعہ تھی مدرسہ غازی الدین خاں میں شب
بیداری کے ارادے سے بیٹھا۔ بیٹھتے ہی زمین پر ایک نورانیت پائی۔ جب
آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ مسجد کے اوپر مغرب سمت ایک حجاب ہٹا
اور نور عظیم ظاہر ہوا جس سے اطراف و جوانب منور ہو گئے۔ اس مشاہدہ سے
اپنے دل میں بے انتہا سرور پایا اور قوی ہمت کا احساس ہوا۔ پھر میں اٹھا اور دعا
میں مشغول ہو گیا۔ اور وہ نور نصف گھڑی تک قائم رہا پھر آہستہ آہستہ ہلکا ہوتے
ہوتے غائب ہو گیا۔ اور ایک قسم کی ہمت اور خوشی حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ صبح
کی اذان ہو گئی اور مناجات و مشاہدہ کے ذوق کی شدت میں مجھے یہ ہوش ہی
نہ رہا کہ کب رات گذری۔ صبح کو حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا
عرض کیا فرمایا کہ وہ شب قدر تھی۔ پھر آئندہ (دوسرے سال) رمضان میں حضرت
اقدس نے اپنے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ حکم کے بموجب میں آپ کی

خدمت میں حاضر رہا اور آپ کی بابرکت صحبت سے دوبارہ شب قدر کے نظارہ سے مشرف ہوا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

افادہ:۔ احمد شاہ ابدالی کے فتنہ میں جو عزیز الدین عالمگیر کے عہد میں ظاہر ہوا حضرت اقدس نے جو کچھ زبان غیب سے فرمایا وہ بے کم و کاست پورا ہوا۔ اول یہ کہ جب احمد شاہ ابدالی ہندستان سے ایک دو بار شکست کھا کر چلا گیا آپ نے بارہا فرمایا کہ اس ملک میں اس کا غلبہ ہونے والا ہے لیکن وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جب عزیز الدین عالمگیر کے عہد سلطنت میں صفدر جنگ۔ مذکور نے فتنہ کے بعد ہندوستان کا قصد کیا اور دریائے اٹک پر پہنچا اور امرائے سلطانی میں اس کا شہرہ ہوا بہادر خاں بلوچ نے اس وقت اپنی جان و مال کے بارہ میں آپ سے انکشاف چاہا۔ آپ نے ان کو جان و مال و آبرو کی سلامتی کی بشارت دی۔ پھر انھوں نے ابدالی کے سلسلہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بہ تصریح فرمایا کہ "اس ملک میں اس کا مکمل غلبہ ہو جائے گا"۔ عرض کیا کہ پھر ان ارکان سلطنت کا کیا ہوگا۔ فرمایا کہ "ان کا حال نہ پوچھو۔ لیکن بہرحال تم محفوظ و سلامت رہو گے"۔ جس وقت ابدالی قریب پہنچا تمام ارکان سلطنت اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور ان سے کوئی تدبیر بن نہ پڑی (ناچار) بادشاہ و وزیر نے حضرت اقدس سے رجوع کر کے اس کے بارہ میں عرض کیا آپ نے بادشاہ عالمگیر سے فرمایا کہ "تم اس فتنہ میں محفوظ رہو گے" اور وزیر عماد الملک سے مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ "جنگ ہرگز نہ کرنا چاہیے۔ تمہاری جان کے ہم ضامن ہیں"۔ یعنی تمہاری جان محفوظ رہے گی لیکن تمہارے مال و دولت کے ہم ذمہ دار نہیں"۔ جب نادر شاہ درانی دار السلطنت کے قریب پہنچا تو بادشاہ اور وزیر نے اس سے صلح کر لینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ دیکھا پس شہر سے باہر نکل کر بادشاہ کے ہمراہ ہو گئے۔ بادشاہ عالمگیر کی تعظیم و توقیر بجا لایا اور تخت شاہی پر

بٹھا کر سلطنت اس کے سپرد کر دی۔ اور حضرت اقدس کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور باوجود اس کے کہ عماد الملک کے لیے جلاوطنی کے تمام اسباب موجود تھے اور ہر شخص نے چغلخوری سے اس کی شکایتیں کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی لیکن بادشاہ نے اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر کے نہ صرف اس کی جان بخشی کی بلکہ اُسے ہندوستان کی وزارت پر بحال رکھا۔ (اور) جو کچھ حضرت اقدس نے اس کے حق میں زبان غیب ترجمان سے فرمایا تھا وہ بے کم و کاست پورا ہوا۔ اور بہادر خاں نے بھی بادشاہ کے وزیر کی معرفت جس کا نام شاہ ولی خاں تھا صلح کر لی اور اپنی جان و مال و آبرو محفوظ کر لی۔ بلکہ بادشاہ کی نگاہ میں عماد الملک کے رفقا کو جو اعتبار حاصل تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا۔ اور جس کو جتنا زائد جاہ و حشمت حاصل تھا اتنی ہی زائد اس کو پریشانیاں اٹھانا پڑیں اور دولت کی فراوانی کا فاسد مادہ جو ان سب کے دلوں (مزاجوں) میں رچ بس گیا تھا اس کا مکمل تنقیہ (صفائی) ہو گیا۔ اسی دوران اس خاکسار کو والا نامہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ "یہ افواہ پھیلی ہے کہ درانی افواج بارہہ کی طرف جا رہی ہیں جس کی وجہ سے فکر و تشویش و تعلق خاطر ہے ہر چند گمان غالب یہ ہے کہ پھلت و بڈھانہ کی طرف ان کا رخ نہ ہو گا۔ اور اللہ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ وہ ہم کو اور تم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے گا اور اسی وجہ سے دل مطمئن ہے۔ حالانکہ ظاہری حیثیت سے (بہ لحاظ بشریت) فکر ہوتی ہے۔ انتہی۔ جیسا ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا کہ درانی افواج نے قصبۂ پھلت سے تین چار کوس کی مسافت پر پہنچ کر لوٹ مار کی لیکن قصبہ مذکورہ بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔ اور اسی طرح قصبۂ بڈھانہ بھی۔ اور شہر شاہجہان آباد میں محلہ کشنگ نگر[1] جو حضرت اقدس کی قیام گاہ ہے لوٹ مار کرنے والوں کی دست برد سے اور ان نادانوں سے جو خانہائے شہر پر لگائے گئے تھے محفوظ رہا۔ اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ فالحمد للہ

---

[1] اصل میں اس کا نام پہلے "کوشنگ انور" تھا۔ (مقامات طریقت صفحہ [illegible])

ذالک حصۃ اکثیرا دائما سرمدا۔

افادہ ۔ ان ایام میں جب کہ دکنی فوج نے ابدالی افواج کو لاہور کے اطراف سے شکست دے کر ہندوستان سے باہر کر دیا اور اس کے تدارک میں اس طرف سے تاخیر ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے یہ مشہور ہو گیا کہ احمد شاہ ابدالی مر گیا اس خاکسار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ "حضور اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں"۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ احمد شاہ اس ملک میں پھر آئے گا اور ان کفار کو نکال باہر کرے گا۔ اور اس کو باوجود اس قدر مظالم کرنے کے (زندہ) رکھا گیا ہے"۔ یہ بات گو کہ اس وقت بہ ظاہر امر بعید معلوم ہوتی تھی لیکن آخر کار ایسا ہی ہوا۔ پھر جب دکھنی افواج اپنے ملک لوٹ گئیں (تب) اس ملک والوں کو اطمینان ہوا۔

انھیں ایام میں اپنے ایک مکتوب میں جو اس عقیدت مند کے نام صادر ہوا تھا۔ (ان الفاظ میں) ارشاد فرمایا کہ "ایسا نظر آ رہا ہے کہ سب سے بڑا فتنہ پیدا ہو گا اور ایک عالم تہ و بالا ہو گا۔ اور مبارک ہو وہ شخص جو (اس وقت) تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنالے اور اسے ہاتھ سے نہ جانے دے"۔ یہ بات بھی بظاہر اس وقت ناممکن معلوم ہوئی۔

اسی دوران کفار دکھنی نے دوبارہ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر نجیب الدولہ افغان کے ساتھ جنگ کی پیش کش کی اور تقریباً تین ماہ اطراف بادہہ میں ہنگامہ جنگ جاری رہا۔ اس دوران ایک عالم قتل ہوا اور پورا علاقہ اس کے اطراف و جوانب تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی ہنگامہ کے دوران حضرت اقدس نے نجیب الدولہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "اس امیر المجاہدین (آپ کے) کے حق میں دعائے خیر کی جا رہی ہے اور ہاتف غیب سے فتح کی بشارت سنی جا رہی ہے"۔ پس ان کفار نے ہر چند اس مقام پر کوشش کی جو نجیب الدولہ نے جنگ کے لیے تیار کرایا تھا لیکن قابو نہ پا سکے اور جب دشمن کی فوجیں دریائے گنگا کو عبور کر کے اس کے ملک میں داخل ہوئیں اور

لوٹ مار شروع کی تو اچانک شجاع الدولہ پورب کی سمت سے افغانوں کی کمک کو پہنچ گیا جس کی وجہ سے دشمن کی حالت خستہ ہو گئی اور پریشانی کے عالم میں ہزارہا آدمی دریا میں ڈوب گئے اور ہزارہا قتل ہوئے اور ہر بار جب وہ نجیب خاں پر حملہ کرتے تھے کفار کے سردار قتل ہوتے جاتے تھے۔ ہر چند وزیر اور امیر مدد کو بھیج گئے تھے لیکن کچھ بس نہ چلا اور اس دوران جب کہ یہ کفار و مسلمانوں کی جنگ ہو رہی تھی یہ خاکسار حضرت اقدس کی آستان بوسی سے مشرف تھا، ایک روز زبان غیب سے ارشاد فرمایا کہ دسویں ذی الحجہ میں میں نے دیکھا کہ "یہ وزیر جس کو ایک عرصہ سے ہماری ضمانت میں رکھا گیا تھا اور اسی سبب سے اس کے حق میں دعا کی جاتی رہی ہے اب ہماری ضمانت سے نکال دیا گیا ہے۔ اور اس وقت سے دعا کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا"۔ پس بے اختیارانہ اس واقعہ کا ان احباب کے سامنے جو اس وقت موجود تھے اظہار فرمایا۔ میں نے کہا "اب اس وقت جو لوگ موجود ہیں، وہ اگر اس واقعہ کو یاد رکھ سکتے ہیں تو یاد رکھیں۔ میں نے اب تک اس واقعہ کو یاد رکھا تھا اب اس ذمہ داری سے سبک دوش ہو گیا۔ اور اس دوران یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ابدالی بادہہ کی طرف رخ کرے گا اور تمام روہیلوں کو اپنے ساتھ لے کر مرہٹوں سے جنگ کرے گا۔ اس وقت تک اس کا آنا متحقق نہ ہوا تھا۔ (اس کے آنے کی کوئی بھی صحیح خبر نہ تھی)۔ ناگاہ ابدالی نے دریائے جمنا کو عبور کر کے مرہٹوں کی فوج کو جو اس کے مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی تھی بیشتر کو قتل کیا اور بقیہ کو شکست فاش دی اور سہارن پور میں داخل ہوا۔ وزیر اور مرہٹوں نے اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر شاہ جہاں آباد پہنچ کر جنگ کی تیاری کی اور شاہ (ابدالی) نے تمام روہیلوں کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ جہاں آباد کا رخ کیا اسی دوران وزیر مشائخ نقشبندیہ میں سے ایک بزرگ کی سفارش سے حضرت اقدس

کی خدمت میں حاضر ہوا اور الحاح وزاری کرتے ہوئے اپنی نیز شاہ ابدالی
کے تفصیل حال کے بارہ میں انکشاف چاہا۔ آپ نے بے دھڑک فرمایا و
"بادشاہ غالب آئے گا اور کفار کی فوج کو شکست ہوگی اور تم بھی معرکۂ حرب
کے مابین جو جگہ ہو وہاں تنہا رہ جاؤ گے۔ اور اس سے قبل جو تم کو ہماری ضمانت
میں دیا گیا تھا تو اس کی وجہ سے دل تمہاری طرف متوجہ تھا اور اکثر اوقات
تمہارے حق میں دعا کی جاتی تھی لیکن اب تم کو ہماری ضمانت سے نکال
دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب ہماری وہ توجہ بھی باقی نہیں رہی ہے اور دعا بھی
جس طرح پہلے کی جاتی تھی اب نہیں کی جاتی۔" وزیر یہ جواب سن کر مایوس ہوکر
چلا گیا اور اس واقعہ کے تین روز بعد شاہ ابدالی اطراف سرہند میں پہنچا
اور روہیلوں کو ساتھ لے کر وزیر اور مرہٹوں کی فوج سے جنگ کی۔ گھمسان
کا رن پڑا جس میں کفار کی فوج کا سردار مارا گیا اور تمام فوج شکست کھا کر
بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس جنگ میں ہزارہا کفار جہنم واصل ہوئے اور وزیر اسی
مقام پر جس کی حضرت اقدس نے زبان غیب سے نشان دہی کی تھی یکہ و تنہا رہ گیا
اور بھاگ کھڑا ہوا۔ بعد ازاں خوں ریز افواج نے شہر میں داخل ہوکر قتل و
غارت گری شروع کی جس سے لاتعداد آدمی مقتول ہوئے اور ایک جہان تباہ و
برباد ہوگیا اور حضرت اقدس کا مسکن بھی اس کے صدمے سے محفوظ نہ رہا۔ اور وہ بات
جو آپ نے پہلے فرمائی تھی کہ "مبارک ہو وہ شخص جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے" اسی
اسی طرف اشارہ تھا اور بعض رمز شناسوں نے اس کو دریافت کرکے متحقق کردیا تھا لیکن
اس دفعہ تولیٔ خاص آئی جس سے مطلب وھو یتولی الصالحین[1] ہے اور جو محبوبین کا حصہ ہے،

[1] یہی وہ مقام محبوبیت ہے جس میں محب بغرض حب محبوب کو وہ تمام طاقتیں
عطا فرما دیتا ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ (حقی اور)

آنجناب کے حق میں ان صورتوں سے جلوہ گر ہوا۔ فالحمد للہ رب العالمین
پھر آپ وہاں سے منتقل ہوکر شہر پناہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اور اس مقام
پہ فرمایا کہ اب یہ نظر آرہا ہے کہ پرانے شہر پر مریخ[1] کی کڑی (گہری) نظریں ہیں
اور جنات ان اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جب تک ہم اس محلہ میں رہے تو
وہ وہاں آمد ورفت رکھتے رہے اور اس کی تشریح کسی مصلحت کی وجہ سے
آپ نے ظاہر نہ کی تھی۔

افادہ:۔ سنہ ۱۱۷۲ھ کے فتنہ میں اس شہر کے فدویوں کی استدعا پر حضرت
اقدس نے وطن مالوف سے مع تمام اعزہ واقربا قصبۂ بڈھانہ میں وہاں
کے لوگوں کی سعادت ازلیہ کے تقاضہ سے نیز بعض وجوہات اور مصالح کی بنا
پر کہ آپ خود انبیاء کے کمال وراثت پر مامور ہیں قیام کے ارادہ سے ہجرت
فرماکر سامان سفر اتار دیا۔ اور ان عقیدت مندوں کو اپنی عنایت وکرم سے
نوازا۔ اور اس خصوصیت سے ان کے پایۂ افتخار کو بلند فرمایا۔ جب ماہ رمضان
المبارک آیا تو حسب معمول قدیم اعتکاف چلہ کشی فرمایا۔ اور آپ کی ابتداء
ہی سے عادت شریفہ یہ تھی کہ اگر یہ خاکسار ان ایام میں شرف مجاورت سے
مشرف ہوتا تو خلوت خاص میں بلاکر ان اوقات کے اسرار و واردات سے ممتاز
فرماتے۔ اور اگر اپنی بدقسمتی سے اس شرف سے محروم ہوتا تو حضرت اقدس از خود
ان تمام واردات کے افادات اپنے اس فدوی کو بالتفصیل تحریر فرماتے
اور شرف امتیاز بخشتے۔ اس چلہ میں گو کہ وہ اس سعادت سے مشرف نہ ہوا
لیکن حضرت اقدس کے بے پایاں کرم عام نے اس دیرینہ خوگر عنایات کو محروم

[1] مریخ کی خاصیت فی نفسہ قہاری ہے لہٰذا اسم قاہر کا خاصہ ظہور فلک مریخ سے ہوتا
ہے اور وہی اس کا رب ہے۔ (حقی ۱۱)

رکھنا پسند فرمایا۔ اور اعتکاف کے فتوحات بالتفصیل تحریر فرماکر عنایت و کرم سے سرفراز فرمایا۔ لہٰذا وہ اس رسالہ کو ان تمام واردات و کیفیات سے مزین کرتا ہے اور ہر مسئلہ کو لفظ "واردہ" سے معنون کرتا ہے۔

(واردہ) صوفیہ کے درمیان معتبر نسبت اتصال کی نسبت ہے یعنی سرشارئ سے محظوظ ہوتا ہے اور روح انس و انجذاب کے ساتھ جب اس نسبت کے دونوں اجزاء میں تفکر کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں جزو عالم کبریٰ پر تسبیح تکیہ رکھتے ہیں (یعنی) مشاہدہ سر جبروت و انس پر تکیہ رکھتا ہے اور روح عالم ملکوت پر۔ پھر ان دونوں عالموں نے ایک باب عظیم کھول دیا۔ ان میں سے قدرے ان اوراق میں لکھا جاتا ہے۔

(افادہ) مجھے بتایا گیا کہ بہشت دو قسم کی ہے اور لفظ بہشت کا اطلاق دونوں معنی پر مشترک امور کے لیے بطریق تشکیک[1] ہے۔ ان دونوں قسموں میں ایک قسم اس بہشت کی ہے جس کے حصول کا دارومدار اعمال پر ہے وہ تلک الجنة التی اورثتموها بما کنتم تعملون۔ اور سر اس کے وجود میں نفس کی توجہ ہے تدبیر الٰہی کے مطابق موت کے بعد عالم مثال میں۔ پس اعمال صالحہ اور ملکات متشبحہ نفس میں صور مثالیہ کے ساتھ ظہور کرتے ہیں اور اس بہشت کا تفصیلی بیان دوسری کتابوں میں تلاش کرنا چاہیے۔ اور دوسری قسم بہشت کی وہ ہے جو عناصر کے درمیان ہے اور جہاں کی آب و ہوا نباتات و حیوانات کے مزاجوں کی لطافت کی مناسبت سے انتہائی معتدل ہے۔ ایک جماعت افراد بشر میں سے (عام بشر میں جو فرد ہیں) ان کی

[1] کسی امر کا شدت اور ضعف کے ساتھ صادق آنا جیسے وجود واجب تعالیٰ پر شدت کمال اور اولویت کے ساتھ صادق آتا ہے اور ممکنات پر وجود کا صدق ضعف و نقصان کے ساتھ صادق آتا ہے۔ (تعلیق انور)

جن کے طالع میں سعادت، سہولت، اور اعدام کوشش غالب ہے یعنی ان کی ولادت حوت جدی اور ثور میں جو برج ہیں ... ... اور زہرہ میں جو کوکب میں سے ہے۔ ہوتی ہے۔ پس مرتے ہی اس عالم کی کیفیات جو حیات دنیا کی تابع تھیں درہم برہم ہو جاتی ہیں اور اس میں سوائے زندگی کے کوئی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس حالت میں فیض الٰہی اس کو تسکین دیتا ہے اور اس تسکین سے اتنا زائد لبریز کر دیتا ہے کہ وہ اس کیفیت سے مست ہو جاتا اور تمام حرکات و سکنات سے باز رہتا ہے اور تسکین کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح کسی شخص نے موسم گرما میں شدید جسمانی محنت کی ہو جس کی وجہ سے اسے مزید گرمی کی اذیت پہنچی ہو اسی حالت میں اس کو برف کا شربت جس میں گلاب و شکر ملا ہوا تنا زائد پلائیں کہ ساری کلفت کافور ہو جائے۔ اور اس تسکین کی کیفیت میں مست و سرشار ہو جائے اور یہ کیفیت اس عالم کی کیفیات میں ایک چیز ہے جس کو صورتوں کے خالق نے اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اور اس اصل کیفیت میں اس نفس پر وہ کیفیت حوت، جدی اور زہرہ اور مشتری سے سیلاب کی طرح آکر افاضہ فرماتی ہے اور اجزائے نسیمہ جو حالت نزع میں متاثر ہوتے ہیں ایک قسم کی قوت عملیہ سے اس کو کامل کر دیتی ہے بلکہ خواب و خور سے اور اس کی صورت بشریہ کو اس کے لیے عالم مثال میں اس طرح مخلوق کر دیتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا کہ میں روح صرف مجرد ہوں اور بدن سے جدا ہو گئی ہوں اور کھانے پینے کی حاجت مجھے نہیں ہے بلکہ اپنے کو زندہ خیال کرتا ہے اور ان مواقع پر اس سے (یہ) مطلب بتایا گیا کہ ابتدا میں بعض شاہان روئے زمین نے بعض معتدل سرزمین پر اپنی خواہش کے مطابق ایسے مقامات بنا لیے تھے وہاں افراد سے بشریہ احساسات کا ازالہ کر کے ان ارواح کا مسکن کر دیا گیا۔ غالباً یہ ہندوستان کے جنوبی جزائر میں ہے جہاں کی

آب و ہوا ہمیشہ معتدل رہتی ہے، نہ زہرہ و مشتری کے غلبہ اور احوال ارضیہ میں سے
دوسرے امور کے غلبہ کی وجہ سے۔ ان کی روزی کھانا پینا (عالم مثال سے متعلق)
مثالی ہے جو صبح و شام انہیں دیا جاتا ہے اور اس کام کے لیے ملائکہ عنصریین اور
آدمیین کی جیسی ایک جماعت کو مقرر کر دیا ہے۔ اور بہ طریق ندرت آدمیوں کی ایک
جماعت جو ابھی موت طبعی سے مردہ نہیں ہوئی ہے ان کے پاس جاتی ہے اور قیام
کرتی ہے۔ جب اس بہشت میں میرا گزر ہوا تو دیکھا کہ ہزاروں لاکھوں ارواح وہاں
موجود ہیں اور کسی کو کسی سے کوئی واسطہ یا ربط و ضبط نہیں ہے اور ایک دوسرے
سے بے تعلق ہے، نہ کوئی کسی سے یہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے، وہاں
دلنشین ہیں اور نہ ان کو گذشتہ باتیں یاد ہیں، نہ کوئی مرض ہے اور نہ بول و براز، نہ انہیں
ناک چھنکنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کھانسی اور تھوک آتا ہے۔ نفس تسکین ہی تسکین
ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں، نہ وہاں اس کی فکر ہوتی ہے کہ میں کل کیا کروں گا اور نہ
گذشتہ میں نے کیا کیا۔ اور کھانا پینا ہمارے پاس کہاں سے آتا ہے اور لباس فاخرہ
لانے والے کون لوگ ہیں اور ان کی غرض اس لانے میں کیا ہے۔ اس قسم کی باتیں
کبھی ان کے خیال میں نہیں گزرتیں[1]۔ اگر وہ حدیث نفس کرنا چاہیں تو تسکین مانع
التفات ہوتی ہے ان نعمات کے استحقاق کا سبب (در اصل) ان کے اعمال نہیں ہیں
بلکہ وہ شکل فلکی ہے جس نے ان کی پیدائش کے وقت معاملات و مناظرات کا
تقاضہ کیا تھا لہٰذا وہی معاملات ظاہر ہوں گے۔ جس طرح ہم اگر سرو و گل کی
صورت بنائیں تو ہماری منظور نظر وہی صورت ہوگی نہ کہ کوئی اور۔ خواہ وہ مٹی
سے ہو یا موم سے یا اینٹ چونے سے، اسی طرح وہ معاملات و مناظرات ہر اس
مادہ سے جو ہوتا ہے متشکل ہوتے ہیں۔ اور بعض افراد میں وہ مختین جو دو (محن) میں

[1] یعنی ان کو ایسی حالت میں اس قدر کیفیت ہے جو حیطۂ بیان میں نہیں آسکتی۔

وہ اٹھائے ہوئے ہیں ان نعمتوں کے حصول پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ صورتیں
صورت ہیبیہ کو راہ راست پر لگا دیتی ہیں۔ اسی طرح میں نے طاقتوں کو اس میں
موثر دیکھا ہے اور کسی دوسرے عمل کا اس میں دخل نہیں دیکھا۔ اور ایک جماعت
ان میں بادشاہوں کی ہے جو تاج و تخت رکھتے ہیں اور ایک فوج ان کے ہمراہ ہے
اور ایک جماعت صاحب خانہ کی ہے جن کی اپنے جنس مزاج کے مطابق بیوی اور خادم
ہیں اور ان معتدل جگہوں پر وہ اجتماع رکھتے ہیں اور کھانا پینا تخیل یا متحقق
کھاتے پیتے ہیں۔

واہب (۵۷)۔ مجھے بتایا گیا کہ بنی آدم کی جماعتوں میں ایک گروہ ایسا ہے جن کا مزاج
تقریباً اسی نہج پر پیدا کیا گیا ہے اور ان کا نام ملائکۃ الانس ہے (وہ) خلق کے درمیان
کائن و بائن (موجود و غیر موجود) ہیں ان پر تسکین غالب ہے۔ اہل و عیال مال و
دولت ہم نشیں اور تکلفات معیشت اور پوشاک وغیرہ میں ہیئت معتنفہ (ایک
خاص طرز) رکھتے ہیں جو ان کے طالع نصیبہ کا مقتضا ہے اور یہ ایسا نقش ہے کہ
کبھی ایک مادہ پر ہوتا ہے اور کبھی دوسرے مادہ پر۔ اسباب کے تفکر و تجسس میں نہیں
پڑتے اور فطرت و جبلت کے مطابق ایک خاص وضع کے خواستگار رہتے ہیں،
اس کی مزید تفسیر کرنے سے مجبوری ہے۔ اور ان قسموں میں سے ایک قسم ان لوگوں کی
ہے جو ایسی عورت کی طلب کرتے ہیں جو ان کے ہم مذاق ہو اور جماع سے قبل غسل کرتے
ہیں اور ابھی ان کے بال خشک بھی نہیں ہو پاتے کہ جماع سے فارغ ہو جاتے
ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں اس جماع کو اپنے مزاج کے مخالف نہیں جانتے اور ان کی
غذائیں چند صفات سے متصف ہوتی ہیں، لیکن نہ کہ نفاخ بلکہ معدہ پر سبک، خوشبودار
خوش شکل، میٹھا یا کھٹ میٹھا۔ (جس میں) شل ساق از برنج سفید یا شکر سفید

[1] چوں کہ اس میں زہرہ کا غلبہ ہے اور وہ طہارت کا متقاضی ہے۔

ملی ہوئی ہو اور اس میں گلاب پڑا ہوا ہو یا از قسم ترمیوہ جات جیسے انار، سیب
اور خربوزہ اور ..... وغیرہ۔ اور ان کی شرط یہ ہے کہ ان کی نیند رات و دن کا
چھٹا حصہ ہوتا ہے۔ اور ان کا کھانا چوتھائی پیٹ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے
لیے ایسے اسباب مہیا کرتا ہے وہ جانتے بھی نہیں۔ اور وہ خوشی خاطر کے تابع رہتے
ہیں۔ دیگر لوگوں کے رسم و رواج کو معتبر نہیں سمجھتے، اور ان کی باتیں مختصر، مفید اور
مفرح ہوتی ہیں۔ اصحاب منازل ہوں یا ملوک زمین۔ فکر کا ان کے قلوب میں گذر
نہیں۔ وہ ایک جماعت کو اپنے طالع کے مطابق مسخر کر لیتے ہیں۔ اس جماعت میں
زمانہ کے (ساز و سامان) کی ضروریات ان کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور ایک گروہ
بحسب الہام جبلی جو قوائے فلکیہ سے نشو و نما پائے ہوئے ہے ان کا مسخر و مطیع ہو جاتا ہے
اس طرح (اس اعتبار سے) ان کی ریاست (سرداری) کی صورت قائم ہو جاتی ہے۔

وارده:۔ آگہی آئی کہ اس قسم کی تسکین کا سبب ہمارے عالم جبر میں بھی ہے
اس میں سے ایک صبح صادق کی طرف گہری نظر رکھنا ہے۔ اور اسی میں معتدل اور
خوشگوار ہوا ہے اور اسی میں سے وہم غیر مستقل ہے جو لطیف غذاؤں کے بخارات
کے سبب سے یا آب شیریں سے حاصل ہوتا ہے اور اسی میں سے ملائکہ مقربین عنصرین
کا تقرب اور ان کا اثر قبول کرنا ہے۔ اور انھیں خصوصیات میں سے حدیث نفس سے
زمانہ دراز تک باز رہنا ہے اور لڑائی جھگڑوں وغیرہ سے بھی باز رہنا ہے وغیرہ وغیرہ

وارده:۔ مجھے بتایا گیا کہ ملائکۃ الانس (یعنی) اکثر حرکات و خیالات میں قوائے فلکیہ
کے خواطر کے تقاضا پر چلتے ہیں۔ مثلاً کسی کے دل میں بوجہ اس بیقراری کے جو اس
عورت کی طرف پہنچے ہو جو اس کے طالع میں ہو نکاح کی خواہش ہو تو اسی صورت میں
وہ خیال کو متشکل کر دیتا ہے۔ اور اگر دل میں کسی عمارت کی تعمیر کا خیال گزرے تو وہی

لہ عمل یا سپنانا۔

مکان جو اس کے طالع میں مقرر ہو اس کے خیال میں متشکل ہوگا اور اگر کسی لباس کا خیال
آئے تو وہی لباس جو اس کے طالع کا مقتضی ہو اس کے دل میں متشکل ہوگا علیٰ ہذا القیاس
جب کوئی شخص ایسا ہوتا ہو تو اس کا خیال معتبر ہوتا ہے اس کو حضرت اجمالؒ کہتے
ہیں اور وہ خیال بمنزلہ خواب کے قابل تعبیر اور لائق اعتماد ہوتا ہے۔ فقیر کی والدہ نے
ایک عجیب قصہ بیان کیا کہ وہ اپنے بچپن میں خاندان کی لڑکیوں کے ہمراہ کھیلا کرتی
تھیں اور اس وقت ہمیشہ وہ کھلونے [illegible] اپنے کھیلنے کے لیے بنایا کرتی تھیں
بعد ازاں خارج میں وہی صورت واقع ہوئی یعنی بڑھاپے میں (وہی) دو لڑکے
ان کے پیش رہ ہوئے۔ نیز والدہ اپنی ننھیال کی ایک عورت کا نام لیا کرتی تھیں کہ وہ
ہمیشہ ایک گڑیا بنایا کرتی تھی کرتہ پہنے ہوئے بیوہ کی شکل میں۔ (چنانچہ بعد ازاں) وہ بھی
ابتدائے عمر میں بیوہ ہو گئی اور تمام عمر بیوگی کی زندگی گزارتی رہی۔ نیز ایک دوسرا
قصہ بھی بیان کرتی تھیں کہ میرے لڑکوں میں سے جب کوئی بیمار ہونے والا ہوتا ہے
تو میرے دونوں پستانوں میں بڑی تکلیف دہ کھجلی پیدا ہو جاتی ہے جس سے میں سمجھ لیتی
ہوں کہ میری اولاد میں سے کوئی بیمار ہوگا۔ اور جب میری [illegible] میں سے کوئی حاملہ ہوتی
ہے تو میں اپنے کو دیکھتی ہوں کہ میں نے لڑکا جنا ہے یا لڑکی۔ وہی درحقیقت میری بہو پیدا
کرتی ہے۔ فقیر ایک سفر میں تھا اور سخت گرمی و تپش میں راستہ چلا، جب لوٹ
کر آیا تو بیوی نے بیان کیا کہ فقیر کی والدہ کئی بار بے قرار ہو کر پریشان ہوئیں اور
سخت گرمی کے باوجود وہ صحن میں باہر بیٹھ گئیں یہاں تک کہ سب لوگ بہ ہزار منت
و خوشامد انھیں سایہ میں لے گئے۔ جب میں نے حساب لگایا تو وہ وہی وقت تھا جب
میں راستہ میں تھا اور آفتاب کی تمازت و شدت کی وجہ سے بہت پریشان تھا

لہ ان بیانات میں [illegible] نے ارادہ دل [illegible] اور [illegible] کے اثرات کا اظہار کیا ہو کہ [illegible]
ارادہ مشہور ہوتا ہو وہ [illegible] خارج میں حقیقت ہو جایا ہو۔ [illegible]

اور نکیت اٹھائی تھی۔ حکایت اول کا سر مقتضیات فلکیہ کا دل میں انطباع ہو کر دیا
بنانے کے ضمن میں اور حکایت ثانی کا سر [illegible] ہو یعنی عالم میں کوئی چیز ہوتی
[illegible] کے ظہور سے قبل اس پر یقین نہیں کرتے تو ایسا واقع ہوگا یعنی بعض اجزائے
عالم نجوم کی صورت [illegible] قبول کرتے ہیں۔ دونوں [illegible] بچہ کی پیدائش سے ایک
خاص مناسبت رکھتے ہیں کہ جس پر اس کی پرورش کا دارومدار ہو (اور ہم تنبیہ کرتے
ہیں ہر جگہ [illegible] حکایتوں کا سر ظاہر ہو بیان کرتے
ہیں کہ سکندر [illegible] غیب کی جانب سے ایک جنگل میں آیا وہ [illegible]
اور [illegible] غالب آیا اور اس نے دوسرے کو [illegible]
خود [illegible] شاخ پر بیٹھ گیا اتنے میں ایک باز آیا اور اس کو مار ڈالا سکندر نے
اس سے [illegible] دشمن پر فتح یاب ہوگا اور پھر دنیا سے انتقال کر جائے گا۔ اور یہ
[illegible] ایک بار بادشاہ روم نے نوشیرواں کو ایک سربمہر ڈبیہ بھیجی
[illegible] اس ڈبیہ کو کھولنے سے پہلے [illegible] اس ڈبیہ [illegible]
[illegible] بزرجمہر کے حوالے کیا وہ علی الصباح [illegible]
[illegible] عورت [illegible]
[illegible] تھی اور اس کے
[illegible] سربمہر [illegible] ایک
[illegible]
[illegible] بعض
[illegible]

[illegible] اس کرامت کو کہتے ہیں جو انبیاء [illegible]
[illegible]

کی مثال یہ ہو کہ کسی چیز پر نظر پڑے اور اس چیز کو اپنے ساتھ اپنی فراست سے منتقل کرلے

وارد ۵۵۔ آگاہی آئی کہ مواطن ملکوت میں سے ایک موطن ملائکہ عنصریہ کا موطن ہے
وہاں کا کلام عجیب انداز سے ہوتا ہے ان کے بات کرنے کا عجیب انداز ہے جیسے مجلس میں
دو آدمی ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور ایک شخص درمیان میں خاموش بیٹھا ہوتا
ہے دوسری سمت منہ کئے ہوئے اور دوسرے کام میں مشغول۔ اچانک ایک بات کہہ اٹھا
ہو یا ہاتھ و زبان سے اس طرح اشارہ کرتا ہو کہ اس کے حال و قال کے قرائن سے مطلب
سمجھا جا سکتا ہو۔ اور اگر صرف کلمہ یا اشارہ ہو تو کچھ سمجھ میں نہ آئے۔ اسی طرح یہ ملائکہ کا سا
(معمول سا) اشارہ اس شخص کے دل میں القا کرتے ہیں تو کبھی اس شخص کے خیال میں فوراً
بجائے اس القا یا اشارت محسوسہ کے استعداد وقت کے مطابق ایک کلمہ نقش ہو جاتا ہو
اور یہ نقش اتنی جلد ہوتا ہو کہ خود یہ شخص بھی نہیں پہچان پاتا بلکہ بغیر کسی شبہ کے یہ جان لیتا
ہو کہ فرشتہ نے بعینہ یہی لفظ کہا ہو یا بعینہ یہی اشارہ کیا ہو۔ اور یہ ایک عجیب تحقیق ہو کہ
حکیمانہ نظر نے وہاں تک رہنمائی کی ہو ورنہ جمہور مخاطبین اس کو ملائکہ کی طرف سے نہیں
سمجھتے۔ ایک رات میں نے گوشت کھایا تھا (میں نے دیکھا) کہ انہیں فرشتوں میں
سے ایک فرشتہ میری پشت کی جانب سے اڑ کر جا رہا ہو اور یہ اشارہ کرتا ہو کہ یہ شخص کیا
کر رہا ہو یعنی گوشت کھانے کے باوجود اسمائے اربعین کیوں پڑھتا ہو۔ اس کے
اس کہنے سے دل میں ایک وحشت پیدا ہوئی۔ جب رات کو میں نے تکیہ پر سر رکھ کر سونا
چاہا تو ایک فرشتہ نے یہ پکار کر کہا کہ مسجد میں یہ قباحت ہوئی۔ میں اس اشارہ سے
مطلب نہ سمجھ سکا پھر اسی شب میں احتلام واقع ہوا۔ بعد ازاں تحقیق کرنے پر یہ
معلوم ہوا کہ اس نے اشارہ احتلام کی طرف کیا تھا۔

وارد ۵۶۔ آگاہی آئی کہ جس طرح ملائکۃ الانس ملائکہ سے ایک قدم نزدیک ہیں
اسی طرح بنی آدم کی ایک جماعت بھی بہائم سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ

گروہ ہے جو اپنی شکم پری اور دودھ پینے میں مشغول ہے اور لذات حسیہ سے حظ
حاصل کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مطمح نظر نہیں۔ اور ایک جماعت درندوں سے
ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو اپنے ساتھیوں پر غلبہ و حسد کرنے میں
مشغول ہے اُن کی ہمت کا مطمح نظر سوا خود بینی و خود پسندی کے اور کچھ نہیں ہے
اور ایک جماعت حشرات الارض سے ایک قدم نزدیک تر ہے اور وہ وہ گروہ ہے جو
جنگلوں میں رہتا ہے اور جنگلی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا
اشارہ اسی جماعت کی طرف ہے اور ایک جماعت شیاطین سے ایک قدم نزدیک تر ہے
اور وہ وہ گروہ ہے جو معاصی کے ارتکاب میں مبتلا ہے اور پشت در پشت یہی ان کا کام ہے
مثل شراب فروشی اور مزمار نوازی کے یہ گروہ ارتکاب رذیلہ سے رُکنے کے بعد چند پشت
گذرنے پر اعتدال کے ساتھ صورت نوعیہ انسانیہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

وارد ۱۱۔ آگاہی آئی جس طرح بہشت برزخ جو کہ طاعات کی سعادت کا سبب ہے منتج
ہوئی اور بہشت مجازات جو اعمال پر منحصر ہے منکشف ہوئی۔ اسی طرح دوزخ برزخ
جو مناہی کا سبب ہے اور دوزخ مجازات جو اعمال و ملکات کے ساتھ وابستہ ہے
عالم برزخ میں واقع ہے لیکن چونکہ تم کو حقائق کا کشف بطریق ذوق ہوتا ہے نہ بطریق
خبر لہٰذا تمہارے حبیب نے ان معارف کو تم سے موقوف رکھا۔

وارد ۱۲۔ آگاہی آئی کہ جس طرح وہ جماعت جس کا حال واضح ہو چکا بسبب قوت
سعادت بہشت میں داخل ہوں گے اور مقامات عالیہ پر متمکن ہوں گے اسی طرح
ملائکہ خدا کی ایک جماعت ایسی ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے اور اس کو ملائکہ
موکل اور حظیرۃ القدس کے ساتھ معاملہ واقع ہوتا ہے ان کے دلوں میں ملائکہ کی طرف
سے اور ملائکہ کی طرف سے ان کے دلوں میں ایک وسیع اور کشادہ راہ ہے۔ اس جماعت

شدہ و نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملایا۔

کو اس دنیا سے انتقال کرنے کے بعد چشم فراقی عطا کرتے ہیں اور مسجد حرام، بیت اللہ
میں یا مدینہ طیبہ میں چھوڑ دینے کا حکم دیدیتے ہیں۔

وارد ۹۔ آگاہی آئی کہ نفسانی امراض میں سب سے سخت تر رسوائی کے اعتبار سے
قیامت کے روز حقد (کینہ) و شہوت خفیہ ہے حقد سے مطلب یہ ہے کہ غصہ کا تقاضا
پیدا ہو اور اس وقت اس کا اظہار ممکن نہ ہو یا خلاف مصلحت جانتا ہو تو نفس اسے
اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور ظاہری اعتبار سے کان کو ملمکین بنا دیتا ہے اور پھر مغضوب
علیہ سے (بظاہر) محبت و موافقت کرتا ہے اور اپنے کو بشاش بشاش دکھاتا ہے پھر موقعہ
و قدرت پاتے ہی اپنا انتقام لیتا ہے اور شہوت خفیہ سے مطلب یہ ہے کہ بتقاضائے
(بشریت) شہوت پیدا ہو اور نفس اس پر عمل کرنے کی طلب کرے لیکن اس پر قدرت
نہ ہو تو نفس اس کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے اور کان کو ملمکین بنا دیتا ہے پھر صالحین
کا رنگ اختیار کرتا ہے یعنی نماز و ورد و ذکر کرتا ہے اور مسجد میں بیٹھتا ہے اور کتاب اللہ
کی تلاوت کرتا ہے نیز واعظ کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور ہر ممکنہ حیلہ سے جو شہوت کے
مقابل ہوتا ہے تمسک کرتا ہے۔ پھر موقعہ ملتے ہی شہوت پر عمل کرتا ہے۔ یہ دونوں
(حقد اور شہوت خفیہ) قیامت کے روز انتہائی ضرر رساں ہیں اور دنیا میں ان
دونوں کا علاج مشکل ترین علاج ہے۔

وارد ۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کریمہ سے بیعت کے وقت جو کہ
میرے طریقہ میں ہے آگاہی آئی کہ انبیاء علیہم السلام سے تمسک کرنے والوں کی
دو قسمیں ہیں۔ ایک جماعت صرف مقلد ہے اور وہ عام مومنین کی ہے اور ایک جماعت
نے عقل کی شہادت سے یہ پایا ہے یعنی وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شرع کے احکامات اور
ہر چیز میں جو معاد و ملکوت کے سلسلہ میں شرع میں وارد ہوا ہے عالم میں مصلحت
کے علاوہ اور سنت اللہ کے موافق ہے اور یہ جانتے ہیں کہ شریعت انسان کی صورت

قول کے مطابق وارد ہوئی ہو کل مولود یولد علی الفطرۃ (اور صورت نوعیہ کی ہی مقتضی ہو) اور یہ جماعت خاص مومنین کی ہے۔ اور امت میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو شریعت کو شہادت طبعی و عقلی سے قبول کرتے ہیں ان دونوں سے مطلب یہ ہے کہ ان کی طبیعت بشری عقل و تقلید سے صرف نظر کر کے انہیں امور کو چاہتی ہے اور منہیات سے متنفر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ ۱؎ اور کلمہ واوحینا الیہم فعل الخیرات ۲؎ سے اشارہ اسی جماعت کی طرف ہے اور یہ اخص الخواص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان رکھا ہے کہ مجھ کو حضرت اقدس قسم ثالث میں پیدا کیا ہے۔ ہیئت اول میرے طالع میں شمس و زہرہ و عطارد برج حوت میں واقع ۳؎ ہیں۔ حزب البحر پڑھتے وقت جب میں نے کہا یا علی یا عظیم یا حلیم یا علیم۔ زہرہ نے کہا علی میرے لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور شمس نے کہا عظیم میرے لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور عطارد نے کہا علیم میرے لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور حوت نے کہا حلیم میرے لیے ہے اور وہ میری تمجید ہے اللہ تعالیٰ کے لیے بعد ازاں ہر وہ فقرہ جو میں پڑھتا تھا ان چاروں میں سے یا تین یا دو یا ایک، ہر ایک ان میں سے اپنی طبیعت کے موافق آمین کہتا تھا۔

۱؎ کیا جو لوگ اپنے پروردگار کے کھلے راستہ پر ہوں اور ان کے ساتھ ان ہی کا ایک گواہ ہو پارہ ۱۲ سورہ ہود

۲؎ اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے کی وحی بھیجی ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۵

۳؎ اس کی تفصیل بضمن ولادت حضرت اقدس سابقہ اوراق میں مع نقشہ گذر چکی ہے۔

وارد ۱۰۔ آگاہی آئی کہ شمس ذات الٰہیہ کے منسوبات سے ہے عالم اکبر میں اور منسوبات عقول سے ہے عالم ارض میں اور مجوسی ۱؎ جو یہ سمجھتے ہیں کہ آتش ذو قبول سے مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے قبل تخلیق آدم وہ شریک کہتے ہیں لیکن جب عالم کی صورت تبدیل ہوگئی اور تبدیل کل کی نوبت بصورت مشبحہ احجار مجنیہ [illegible] یعنی وہ افراد بنی آدم ہوئی (تو) وہ قبلہ منسوخ ہوگیا۔ اب سورج سیاروں میں سے ایک [illegible] ہے وہ اور نار عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔

وارد ۱۱۔ آگاہی آئی کہ میرے بیٹے کے جن کو الطاف الٰہی نے عطا فرمایا ہے سب کے سب سعداء یعنی نیک بخت اور خوش قسمت ہیں ایک قسم کی ملکیت ان میں ظہور فرمائے گی لیکن تدبیر غیبی اس کی متقاضی ہے کہ ان کے علاوہ دو شخص اور پیدا ہوں گے جو کہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں ہر سال (مدتوں) احیائے علوم دین کریں گے (دینی علوم رائج کریں گے) اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلیں گے اپنی ماں کے رشتہ سے مجھ سے ۲؎ متعلق ہوں گے (یعنی حبا) گو کہ آدمی فطری طور پر اپنے وطن مادری سے رغبت رکھتا ہے تو اس سرزمین کو چھوڑنا جہاں اس کی والدہ رہتی ہوں اسے بڑا شاق گذرتا ہے لیکن بدرجہ مجبوری کرنا پڑتا ہے۔

۱؎ شمس ذات کا مظہر ہے اور قمر نفس کا۔ مجوس دو خدا مانتے ہیں ایک کو اہرمن کہتے ہیں اور دوسرے کو یزداں اور انہی کو نور و ظلمت بھی کہتے ہیں۔ فرقہ مجوسیہ کا عقیدہ ہے کہ جب دنیا میں خیر غالب رہتا ہو تو اس وقت دنیا کا حاکم یزداں ہوتا ہے اور جب شر غالب ہوتا ہے تو اس وقت کائنات کا حاکم اہرمن ہوتا ہے یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے تفصیل کے لیے علم کلام کی کتابیں ملاحظہ کریں۔ تقی انور

۲؎ شاہ عبدالعزیزؒ کے دو نواسے شاہ محمد اسحاقؒ و شاہ محمد یعقوبؒ شاہ صاحب کے نواسے شاید اس وقت کہ جب شاہ عبدالعزیزؒ طفل خورد سال ہوں گے۔ تقی انور

وارد ہوا۔ آگاہی آئی (دیکھے بتایا گیا) کہ جبروت اللہ تبارک و تعالیٰ کی صورت مثالی سے
عبارت ہے کیونکہ جبروت عالم اسمائے الٰہی ہے اور ان اسماء کا مسمّیٰ وہ صورت مثالی
ہے جو عالم مثال میں موجود ہے اس معنی میں عالم مثال میں ایسی صورت [illegible] جو جبروت
محض کی حکایت کرتی ہے اور اس [illegible] تعلق [illegible] خواب [illegible] تعبیر کی طرح ہوتا
ہے اور کبھی اس ربط و تعلق کی طرح ہوتا ہے جو کسی کو کسی سے ہے [illegible]
تعبیر۔ جیسے کوئی [illegible] شخص [illegible] دیکھا شخص کی حکایت کرتی ہو
یعنی اس شخص کا جاہ و جلال ہونے کے جاہ و جلال کی تعبیر ہو) اسی طرح عالم مثال میں ایک حقیقت پیدا
ہوئی ہے جو مجرد محض کی حکایت کرتی ہے اور [illegible]
ذہنیہ ہے جو عرش کے مثال کے ایک [illegible] ہوئی، وہ یعنی عرش [illegible]
ہے اس کا جو نقطہ ذہن میں منقش ہوتا ہے اور مجرد شئی کے [illegible]
حق کی صورت مثالی کی حکایت کرتا ہے یا نقطہ ایک [illegible] عرش [illegible] ہوا اور دوسری
وجہ سے ذات الٰہیہ کی تحقیق ہوا اس کے بعد ہر کامل میں اس [illegible]
صورت الٰہیہ رکھی گئی۔ جو حس کے وہم و خیال کے درمیان ہے کیونکہ وہ نفس کلیہ
مقید ہو کر نفس جزئیہ ہو گیا عرش کی صورت ذہنیہ بمنزلہ جوہر[1] ہے جو تابندہ ہے اور
اس سے نکلنے والی صورتیں اپنے کمال میں خواہ فلک کی صورت ہو خواہ ملک کی
خواہ آدمی کی اس جوہر تابندہ کی ایک شعاع کے مثل ہے۔ اللہ کے علم میں وہ ساری
روشنی جو جوہر شعاع نے نکلی [illegible] علم پر محیط ہے۔ اس طرح علم [illegible] اس روشنی کے
ایک واسطے ہوا اور یہ وحدت مبدا فیاض کے سامنے قائم ہو گئی یہ حقیقت کلی اور
باقی رہنے والا جاندار ہے کیونکہ جسم کل کے نقطہ نے مجرد محض کو قبول کر لیا ہے۔ و تبدیلی
اور متغیر ہونے والے افراد کا عین وہ ان میں ظہر تا یعنی بہ روز تغیر و تبدل ہوتا ہے

---

[1] وہ شے جو قائم بالذات ہو اور اپنے وجود میں غیر کی محتاج نہ ہو۔

کل یوم ہو فی شان ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے، عالم شہادت کے افراد کائنہ فاسدہ کے
عین وجود میں یہ فرد مقدس متحقق ہوتا ہے اور یہی فرد دوسرے چاند کی طرح ملکوت
سے محجوب ہوتا ہے اور افراد کائنہ فاسدہ عالم شہادت سے بمضمون[1] من بین فرث
ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین اسی ملکوتی فرد سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اور
دوسرا فرد جو مقدس تر ہے کیونکہ ابداً اور ازلاً موجود ہے اور وہ جبروت سے محجوب
ہوتا ہے۔ اس طرح ایک وجود میں تین وجود پیدا ہوئے۔ شہادتی، ملکوتی، جبروتی
اس اعتبار سے ایک شخص قائم ہوا اور وسط عالم میں کھڑا ہو گیا جس سے مطلب
جبروت ہے۔ اور اس واحد شخص میں ایک جزو ہے جو فعل سے متصل ہے منفصل نہیں
کہ جو جبروت سے بالفعل ہر کامل کا نصیبہ ہے اور اس نے ان سارے متفرق اجزاء کو
وحدت کی شکل دی ہے جیسے دس وحدتوں کو جمع کرنے سے عشرہ کا پوشیدہ وجود
ظاہر ہوتا ہے اس وحدت کو اچھی صورت دی گئی۔ کیونکہ یہ واجب تعالیٰ کے محاذی
(مقابل) ہے اس کی مثال واجب تعالیٰ کی نسبت سے روح و بدن کی نسبت ہے
ہر چند کہ جبروت کا تعلق عالم شہادت اور عالم مثال سے ہے خدائے تعالیٰ نے اس کو
اپنے لیے اصطفا فرمایا (منتخب فرما لیا) اس جگہ صورتوں کی دوگانگی بمضمون فی[2]
مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ۔ تعدد آرا و متعددہ کے سبب محذوف ہو گئی
اس شخص قدسی میں عالم کی تشریح کرنے والی ساری کثرت مندمج ہوئی اور تعدد
مضمحل (نیست) ہو گیا لیکن وہ مادہ بقوت باقی رہا۔ اس صورت جبروت کی نمائش
تین طرح پر ہے۔ نمائش اول میں وہ احجار بجنیہ افلاک کا مبدا ہے اور اسی اعتبار سے
یہ تو اس کے نام سے موسوم ہے اس کا نور نہایت سفید اور رنگ صبح صادق کی طرح

---

[1] گوبر اور خون میں سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ پارہ ۱۴، نحل، رکوع ۹
[2] سچی جگہ قادر مطلق کے مقرب ہوں گے۔ پارہ ۲۷، سورۂ قمر رکوع ۳

سفید ہو اور دوسری نمائش میں وہ ملائکہ ملاء اعلیٰ کے احجار بختیہ کا مبدا ہو اس کا
رنگ شفاف بیرنگ مائل بہ سفیدی ہو اور تیسری نمائش میں بنی آدم کے احجار بختیہ
کا مبدا ہو جن کی ضو (روشنی) آفتاب کی روشنی کی طرح یا بادلوں کی روشنی کی طرح
جو غروب آفتاب کے وقت منعکس ہوتی ہیں اور اس کا رنگ ہوا کے رنگ کی طرح
مائل بہ سرخی ہوتا ہے۔

وارده ۔ آگاہی آئی کہ جس طرح آفتاب اپنی حد ذات میں شعاع رکھتا ہے
کا نہ آب موجود ہوا نہ ہوا اسی طرح ذات سے ایک شعاع نکلی اور عوالم کے سرے
تک چلی گئی ہو جب یہ شعاع خیال عرش سے لفظ معقیہ[1] پر پڑی (تو) وہ تدلی کل کی
اصل ہوگئی (پھر) جب آسمان و زمین و موالید و نفوس فلکیہ و ملاء اعلیٰ وآدمیین
پیدا ہوئے تو وہی شعاع ریزش کر کے عرش پر مستوی ہوگئی۔ اور چونکہ ایک طرح کے
قیود و تحدد کثرت و وحدت نے بنی آدم کے علوم میں تین نمائش سے ظہور کیا،
بیرنگ یزداں اور وہی سے دو سکر دو پیدا ہوئے۔ ایک اعتبار سے وہ سب دائم
بدوام حق ہو اور ایک ہی چیز ہے۔ اور ایک اعتبار سے متعدد ہے۔ آسمان و
زمین کی تخلیق کے بعد تمام عالم پیدا ہوئے۔

وارده ۔ آگاہی آئی کہ چہرہ فطری طور پر ایک اعتبار سے اس بلور سے شباہت
رکھتا ہو جس کی شکل ایک گنبد کی ہو۔ جو شخص اس کی طرف دیکھتا ہو اس کی نظر اس
گنبد کی طرف نفوذ کرتی ہو۔ اور جو شخص اس میں دیکھتا ہو اولاً اپنی ہی صورت دیکھتا
ہو اور نظر کا نفوذ ہو کر رنگ اپنے چہرہ کے عکس کے ساتھ محفوظ رہتا ہو۔

وارده ۔ مجھے آگاہی آئی کہ ایک جحر بحت جو کسی کامل میں پیدا ہوتا ہو اس کا جہان
تمام عالم پر ثابت ہو جس نے حق کو خلق کے نزدیک کر دیا ہو۔ (یعنی اس (کامل) کا جحر بحت

[1] خیال کو صورت میں لانا یعنی مافی الضمیر ادا کرنا یا باطن کو ظاہر کرنا۔ تفہیمات

حق کو خلق کے نزدیک کر دیتا ہو)

وارده ۔ مجھے آگاہی آئی کہ طلسم الٰہی کی اس صفت کے ساتھ معرفت کہ اس کی لمیت[1]
اور انیت[2] واضح ہو اور اس کے اسرار و رموز اور نمائش ظاہر ہوں خاص طور پر یہ
نمائش جو شش کو بطور ہم نے بیان کی وہ اعلان کرنے والی ہو معرفت طلسم الٰہی کے
دورہ کو ختم کرنے کی ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اس کے بعد آثار قیامت ظاہر ہوں
گے یا کوئی دوسرا دورہ شروع ہوگا۔

وارده ۔ مجھے آگاہی آئی کہ جس طرح مراتب ترقیات تکوین میں معدن بصورت نبات
اور نبات بصورت حیوانیہ اور حیوان بصورت انسانیہ مقتضی ہوئے (فیصلہ یا
حکم کیے گئے)، اسی طرح مراتب تشریع میں ملتیں تدلی اعظم کے سامنے ایک دوسرے
سے پہلے صف بستہ ہوگئیں اور ایک خاص وضع پر نزول فیض کی آماجگاہ ہوگئیں
اور یہ فیض ملت متاخرہ ہوگیا۔ پس ملت مجوسیہ دعوت تھی بر واثم و اخلاق و ملکات
محمودہ کے اصول کی۔ پھر زمانہ گزرنے کے بعد ملت یہودیہ آئی اور ملت یہودیہ دعوت
تھی حدود اور اوضاع مقدرہ تم ۔ تدبیر منزل[3] اور سیاست مدنیہ[4] اور اعلائے ملت
حقہ کی (تبلیغ کی)، اور ملت نصرانیہ دعوت تھی حکمت تہذیب نفس اور فنا فی الرسول
کی۔ جب یہ سب ملتیں تدلی اعظم کے سامنے حظیرة القدس میں قائم ہوئیں تو شریعت محمدیہ
کے نزول کی مستعد اور رکھنے والی (پیش خیمہ) ہوگئیں اور بر واثم کا خلاصہ ملت
مجوسیہ سے اور اوضاع مقدرہ کا خلاصہ ملت یہودیہ سے منتخب کر لیا گیا اور فنا
فی الرسول کو ایک جز بنا کر (متابعت کی گئی) معتدل کر کے برگزیدہ کر لیا گیا اور

[1] لمیت علت سے معلول کو سمجھنا جیسے آفتاب سے دھوپ کا علم ہونا،
[2] انیت معلول سے علت کا علم حاصل کرنا (جیسے دھوپ سے آفتاب کا علم ہونا) (تفہیمات)
[3] معاشی کوشش
[4] شہری انتظام

ان سب کا مجموعہ ملتِ محمدیہ ہو گئی اور (پھر) افضل الانبیاء پر جو افراد بشر میں سب سے
زائد عادل ہیں منزل ہوئی ذٰلک تقدیر العزیز الحکیم۔

افادہ :- ان ایام میں جب کہ شاہ درانی اور نجیب الدولہ کفار دکھن کی افواج
سے مقابلہ کر رہے تھے اور ان ملعونوں کی ایک فوج شاہجہان آباد پر بھی مسلط
تھی اور وزیر عماد الملک نے ایک شخص کو برائے نام تختِ سلطنت پر بٹھا دیا اور بادشاہ
ان ملعونوں کے محاصرہ اور توپ خانہ اور ان کی کثرت سے سخت پریشان ہو گیا تھا ان
دنوں حکیم ابوالوفا کشمیری نے جو حضرت اقدس کے قدردانوں میں سے تھے آپ کی
خدمت میں ان حالات کے انجام کا انکشاف چاہا۔ فرمایا کہ فقیر کے دل میں جو
القا کیا گیا وہ یہ ہے کہ ملکی مصالح میں بادشاہ کی پریشان خاطری اور اپنے
بائیں سے پریشانی میں پڑنے اور اپنی کسی کوشش کو کارفرما نہ پانے اور
کچھ عرصہ کے لیے اس کی بدنصیبی اس وبال ظلم کی وجہ سے ہیں جو اس نے شہر
کے مسلمانوں پر ڈھائے ہیں بعد میں نئے اثرات ملائکہ عالیہ کی جانب سے ظاہر
ہوں گے جو تخت دہلی کے لیے مقدر ہیں۔ سابق وزیر بڑی ذلت اٹھائے گا اور کفار
بھی ذلت اٹھائیں گے۔ بعد ازاں بادشاہ ختم ہو جائے گا اور سلطنت کا کام ایک
دوسرے شخص کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس شخص کے تعین کے بارے میں ملاءِ اعلیٰ
میں غیر متعارف الفاظ میں بحث ہو رہی تھی۔ یعنی فریدون کو ہم پھر تخت پر بٹھا
دیں گے۔ اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سب سے اس کی اصلاح مقصود ہے اور
شخص محمود مقررہ، اولاد ملوک میں ہوگا۔ خصوصاً وہ شخص جس کا باپ ظلم و ستم
سے مارا گیا۔ انتہیٰ۔ پس ایسا ہی ہوا کہ کفار باوجود کثیر تعداد کے اور تعداد بھی کیسی
کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد تھی اور سامان جنگ بھی بے شمار مہیا تھا سرنگوں ہوئے
جس وقت کہ غازیان دین اور شیران شجاعت آئین مقابل ہوئے تھوڑی سی

ہی جنگ میں حواس باختہ ہو گئے اور شکست کھا کر مفرور ہوئے۔ کانّھم حمر مستنفرۃ
فرت من قسورۃ[1]۔ اور اس بھاگنے میں ہزارہا لوگ جہنم واصل ہوئے اور ان کفار
کے تمام سردار فی النار والسقر ہوئے اور جو باقی بچے وہ قید ہوئے اور جس کو تختِ
سلطنت پر بٹھایا تھا وہ پھر قید ہو گیا اور وزیر نے فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی۔ اور بادشاہ
باوجود اس فتح کے جو وہ چاہتا تھا اس پر قابو نہ پا سکا اور پھر اپنے ملک لوٹ گیا۔
بعد ازاں شاہ عالم عالی گوہر پسر عالمگیر شہید ملک پورب کے نواحی میں تخت پر بیٹھ کر
شاہجہان آباد کی طرف جو اس کا موروثی تخت گاہ تھا متوجہ ہوا۔ اسی زمانہ میں
نواب زینت محل والدہ شاہ عالی گوہر نے حضرتِ اقدس کی خدمت میں اپنے اوپر
گزرے ہوئے مظالم کا تفصیلی خط لکھا۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ "حق
بات تو یہ ہے کہ آپ کے خاندان عالی شان پر جو ظلم ہوا ہے اس کے شرارے افق
کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ چکے ہیں۔ قوی امید ہے کہ عدل الٰہی اور جبار
ومن قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطاناً فلا یسرف فی القتل انہ کان
منصوراً[2] ثابت ہوگی۔ فقیر دعاؤں میں مشغول ہے اور قبولیت کا منتظر۔ ہاتفِ غیب نے حصول
مراد کا افادہ فرمایا ہے بلکہ وہ تدبیر بھی گوش ہوش میں ڈال دی ہے جو صاحبِ معاملہ کو
تین چار سال کی مدت میں کرنا چاہیے اور وہ تدبیر بھی جو سات آٹھ سال بعد
مطلوب ہوگی۔ ان تدبیروں کو انشاء اللہ وقت پر لکھا جائے گا۔ اسی دوران جب مسلم
افواج اور کفار کی فوجوں کا تصادم ہوا۔ حضرتِ اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ۲۳ ربیع الثانی

---

[1] گویا وہ جنگلی گدھے ہیں اور شیر سے بدک کر بھاگتے ہیں۔ ۲۹ سورۃ رکوع ۲

[2] اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قاتل سے قصاص لینے کا
اختیار دیا ہے تو اس کو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ وہ بدلہ
لینے میں بھی اس کی جیت ہے۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل رکوع ۴

شب شنبہ کو واقعہ میں دیکھا کہ گویا مسلمانوں کو مشرکین پر فتح یاب ہونے میں دیر لگ
رہی ہو جس کی وجہ سے ایک قسم کی فکر لاحق ہو اور یہ چرچا ہو رہا ہو کہ لڑائی طول
کھینچ گئی۔ میں نے کہا کیوں نہ اس سلسلہ میں فال دیکھی جائے حضرت سلطان نظام
الدین اولیاؒ کے ملفوظات موجود ہیں اس کو میں نے فال کے لیے جیسے ہی کھولا پہلے
ہی صفحہ پر یہ مضمون نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی جانب تشریف
لے گئے تو ایک شخص نے حضورؐ تک خبر پہنچائی کہ فلاں کافر حضورؐ کو قتل کرنے
کا قصد کر رہا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس بات پر قادر نہ کرے گا۔
اور اگر وہ سامنے آجائے تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا کہ
اس خواب کی تعبیر خود واضح ہو لیکن وجدان کے مطابق اس کے معتبر ہونے کی
وجہ یہ ہو کہ (ان) ملعونوں کی نحوست عالم ملکوت کی بلندیوں میں تا حال یقینی ہو
(مقرر ہو) اب ملاءِ اعلیٰ کے ذریعہ نزول کیا ہو اور اہل علیین کی ارواح نے
اس داعیہ (پیش کش) کو قبول کر لیا ہے۔

واما دکا :- اسی دوران حضرت اقدس نے اس خاکسار کو سرفراز نامہ عنایت
فرمایا اور اس میں یہ تحریر فرمایا کہ تین تلواریں مشہور ہوئی ہیں اول تو وہ
تلوار جو کفار پر اٹھی اور کفار سے مراد تمام مرہٹہ اور جاٹ ہیں۔ ظن غالب
یہ ہے کہ وہ ایسی ذلت و نکبت اٹھائیں گے کہ کبھی اس کے مثل نہ دیکھی
ہوگی اور لوگوں کو کبھی اس کا گمان بھی نہ گزرا ہوگا۔ اور دوسری وہ تلوار
اس شیعہ فرقہ پر اٹھے گی جو ہندوستان میں ہو وہ بہت ذلت و خواری اٹھائے
گا اور اس کی جمعیت منتشر ہو جائے گی اور ان کا زوال ہو جائے گا۔
اور تیسری تلوار ان مبغضین اہل رائے پر اٹھے گی جو بیجا بے بصری سے
اپنی رائے کو غالب اور مذہب کو مغلوب رکھتے ہیں اصلہا ثابت و فرعہا

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فی السماء۔ فقیر کو ان تینوں تلواروں کے اٹھانے پر مامور کیا ہو اور باطن میں
اس عزیمت سماویہ کے جاری کرنے کا داعیہ اور طلب رکھی ہو۔ واللہ علی ما نقول وکیل
افادہ :- ماہ رمضان ۱۱۷۰ھ میں جب کہ حضرت اقدس نے قصبہ بڈھانہ میں
اعتکاف فرمایا اور اس اعتکاف میں جو بھی حقائق الٰہیہ کونیہ اور معارف اسرار
شرعیہ صادر ہوئے ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے حسب فرمائش و التجا اس
خاکسار کو تحریر فرما کر عنایت فرمائے۔ پس وہ تذکرۃ تلک الحالات والتذ
ذلک الواردات اس کی تحریر سے اس کتاب کو زینت بخشتا ہو اور ہر مقدمہ
کو ایک لائحہ سے معنون کرتا ہو واللہ ولی التوفیق۔

لائحہ :- شخص اکبر کے نفس منطبعہ نے پیدا کی صورت قبول کی پس شخص اکبر اس
پانی کے حوض کی طرح ہو جس کے وسط میں عین نصف النہار کے وقت آفتاب
کی صورت منطبع (منعکس) ہوتی ہو اور اس کا ماحول ان شعاعوں سے پُر ہو جاتا
ہو اس کی مثال ایسی ہی ہو جس طرح آفتاب حقیقت کا ظہور اول شخص اکبر کے
نفس میں ہو اور اس کی مشابہت سے آفتاب کی شعاعیں تمام افلاک و املاک
کے نفوس میں نیز نفوس قدسیہ انسانیہ میں ظاہر ہوئی ہیں۔

لائحہ :- شریعت سماویہ میں تکلم فطرت انسانیہ کے مطابق واقع ہوا ہو اور انسان
کی فطرت میں مجرد محض کی معرفت نہیں رکھی ہو۔ جب آدمی کو اپنی فطرت پر چھوڑ
دیتے ہیں (تو) وہ اس کو خارج از فہم کر دیتی ہو اور خارج سے ماورا جہات تک
(یعنی مجردات ان کی سمجھ میں نہیں آتے) اور وہ مادہ و مدت کے ماورا سے

(دیکھیے صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) لہ شاہ صاحبؒ کی مراد اہل رائے سے وہ طبقہ ہو جو عقل کو اولیں مقام دیتا
ہے اور وجدان اور قوت باطنی سے قطع نظر کرتا ہو۔ واللہ اعلم۔ (تقی انور)

لہ جو چیز عقل سے حاصل ہو وہ لائحہ ہے۔ (تقی انور)

تجاوز نہیں کرتا۔ پس دعوتِ شرع اسی تجلی پر مقصور (ٹھیری ہوئی) ہے جو خارج میں
واقع ہے اور اس تجلی کے ماورا و اسم یا مدار الفرد اور ہے جس سے وہ مستغنی بکیفیہ
سے مخصوص ہوئے۔ اور یہی تجلی حجاب نور ہے۔ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت
سبحات وجهه ما انتهى اليه بصره من خلقه (یعنی بے محابا ذات
حق کو دیکھنا محال ہے) نفس انسانی کی ترقی گردشِ احوال کے اعتبار سے اس تجلی کے
علاوہ متصور نہیں ہے۔ لیکن نفس انسانی کی ترقی فہم و عقل کے اعتبار سے مجرد محض تک
بواسطہ عینک پہنچتی ہے بغیر اس کے نہیں۔ جس طرح وہ توحید جو قرآن عظیم نے بیان
کی ہے وہ توحید عبادت ہے نہ کوئی اور۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معرفت جو قرآن عظیم
میں بیان ہوئی ہے اسی تجلی کی معرفت ہے نہ کوئی اور۔ قوموں (لوگوں) نے چاہا کہ
اسی معرفت کو مجرد محض سے متعلق کریں اور اس توحید کو توحید وجود یا توحید واجب الوجود
یا توحید خلق پر منطبق کریں (اور جنھوں نے ایسا کیا) وہ جہل ابد میں پڑے رہ گئے
(دائمی جہل میں مبتلا رہے) ؎

ہر کہ دور انداز تر او دور تر — از چنیں صید است او مہجور تر

لاتغہ: جس طرح انسانی صورت یا گھوڑے کی صورت جو ہمارے ذہن میں موجود
ہوتی ہے وہ وجود رکھتی ہے ایک وجہ وجود خارجی کے مقابل ہے جس سے غرض ہمارا
نفس ناطقہ ہے اشیائے محسوسہ کے ڈھنگ کی طرح اور دوسری وجہ سے انسان و فرس
کا وجود ذہنی ہے۔ انسان و فرس کی حقیقت اس مدرک اور مدرک سے قطع نظر کر کے
اسی صورت سے ظاہر ہوئی ہے اور وہ صورت خارجیہ کے علاوہ ہے اسی طرح اس صورت جلیلہ

---

۱ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہوتے۔

۲ اس کا حجاب ایک نور ہے اگر وہ اس کو ہٹا دے تو اس کے چہرہ کا جلال اس کی مخلوق کو جہاں تک نگاہ جاتی ہے جلا دے۔ ع موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات ؛ تو عین ذات می نگری در تبسمی۔

(تقی الدہ)

عقلیہ میں جو فلکِ اعظم کے نفس منطبعہ نے قبول کیا ہے وہ دو طرح (سے) موجود ہے ایک
وجہ سے تو وہ فلک کے نفس منطبعہ کا کمال ہے اور دوسری وجہ سے مبدا اول کا
وجود۔ عارف کو اس تجلی سے دو قسم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ صوفی اور حکیم اس
وجود ذہنی کی طرف رغبت کرتے ہیں جو وجود ذہنی کی مانند ہے اور کیا ملائکہ علویہ اور
اور کیا عقلیہ اور نفوس انسانیہ وہ جس طرح اپنی حرکتِ انقلابیہ کی طرف مائل ہیں
اسی طرح اپنی معرفتِ تصوریہ کی طرف (بھی) مائل ہیں جس کا مدار و مدار حرکتِ انقلابیہ
پر ہے غنی کی طرف جو مائل ہے وجود خارجی کے مقابل بحث اور غیر خارجی وجود پر بلحاظ شریعت
بھی مائل ہے جیسے ملائکہ علویہ و عقلیہ اور نفوس قدسیہ انسانیہ فتدبر۔
لاتغہ: حدیث میں آیا ہے کہ لوگ سوال کیا کریں گے یہاں تک کہ وہ اس جگہ کہیں گے کہ
خلق اللہ الخلق فمن خلق اللہ۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ شیطان وسوسہ
ڈالے گا خلق اللہ الخلق فمن خلق اللہ کا۔ جب یہ حالت پیش آئے تو چاہیے کہ
اپنے دل کو روکے اور سنبھالے رکھے۔ یہ حدیث علم اشارت کے اعتبار سے اس بات پر
دال ہے کہ جب حق تعالیٰ بندہ کے لیے خیال مطلق یا مقید میں تجلی کرتا ہے
تو اس بندہ کو چاہیے کہ اس بات کی طرف متوجہ نہ ہو کہ یہ تجلی کون سے موطن میں
ہے اور اس تجلی سے اشارہ حقائق جبروت میں سے کون سی حقیقت ہے اور وہ تجلی
کے لیے کس استعداد سے تجلی ہوئی ہے کہ شغل اس فکر سے حلاوت لیتا ہے وظیفہ وقت
یہ ہے کہ جس طرح کتاب دیکھنے والے کی نظر کتاب کے صفحہ پر ہوتی ہے نہ کہ عینک پر
کہ وہ کس چیز سے بنائی ہے اور کس طرح بنائی ہے اسی طرح یہ عارف بحث کم
متوجہ ہوتا ہے اور تجلی کو بمنزلہ اپنی عینک کے بناتا ہے (اور) تجلی کے احوال کی تفتیش

---

۱ یعنی شریعت خارج سے تعلق رکھتی ہے اسی لیے وجود خارجی پر مائل ہے

۲ اللہ نے خلق کو پیدا کیا تو اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

حاصل کیجیے۔ پھر جنت رحمت کو آپ کی سعادت جبلی کی وجہ سے ظہور کرتی ہے اور سید اُصور اس نفس میں عالم مثال کے ساتھ امداد کرتا ہو۔ جیساکہ قدرے اس موضوع پر اعتکاف سابق کے بیان میں لکھا گیا ہو اور اگر نسمہ نے روحانیت (عظیمہ) کا حکم با حسن وجوہ قبول نہ کیا تو عالم برزخ میں جنت اعمال پیش آئے گی — وتلک الجنۃ التی اور تنتموھا بما کنتم تعملون۔ ملکات، اسخاد اور وہ اعمال جو ملکات کے مشابہ ہیں جیسے متمثل ہوتے ہیں گویا عجب الذنب کی حدیث شریف میں ایک مثال دی گئی ہو۔ جو انسان کے قوائے ثلاثۂ اصلیہ یعنی عقل و قلب و نفس کی حامل ہو سکتی ہو۔ اگر اجزائے بدن میں سے کچھ بھی گوشت و پوست باقی ہو اور خیال نفس اس کے ساتھ چپاں ہو تو وہی جزو جسد انسانی کی تکوین کا معاد میں اصل ہوگا اور اگر وہ باقی نہیں ہو تو جس جزو سے وہ چپاں ہو وہی جزو جسد معادی کی تکوین کا اصل ہوگا۔ اس بدن سے نفس کا تعلق نشات کی تکمیل کا مقتضی ہے اس لیے کہ نشات (ان) ملکات و اعمال کے تمثل کا اقتضا کرتی ہو جو نفس کے جوہر میں سرایت کر گئے ہیں۔ اور اس کی مثال اس درخت کی طرح ہو جس کی شاخیں کٹی ہوئی ہیں اور اصل تنہ باقی ہو اور فصل بہار میں اس کے قوائے نامیہ حرکت کرتے ہیں اور بارش سے اس نفس نباتی کے سارے اجزا کا ظہور پورے طور پر ہو جاتا ہے۔

لاغثہ:۔ ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کو مثل ایک چڑیا کے تصور کرو کہ بارش کا پانی اس کے بازوؤں میں پہنچا ہو اور اس کو تھوڑی دیر بعد اپنے سے جھٹک دیتی ہو یا مثل دریا تصور کرو جس میں بادہائے مخالف بصورت امواج ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر چند ساعت بعد فطرت آبی ان تمام امواج کو

ﮯ وہ عادات و خصائل جو نفس انسانی ـــ راسخ ہو گئے ہیں۔

میں نہیں پڑتا۔

لاغثہ:۔ قرآن عظیم میں جو اللہ نور السماوات والارض آیا ہو تو اس میں ایک باریک نکتہ ہو یعنی اللہ جو اپنی تجلیات اور اپنے جبروت کے الوان کے ساتھ ذات صرف ہو وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہو یعنی یہ نور تجلی وہی حقیقت وحدانیہ ہو یہ نہیں کہا گیا کہ نور السماوات والارض ھو اللہ۔ اس لیے کہ خارج اول میں اللہ تعالیٰ بعد ازاں نور السماوات والارض ہو گیا۔ پھر ترتیب خارجی کی رعایت کی مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ یعنی اس تجلی الٰہی نور السماوات والارض کی مثال ایک روشن قندیل کی ہو جو اپنی شعاعوں سے محراب کو منور کرتا ہو اسی طرح اس نقطۂ بسیطہ نے جو شخص اکبر کے وسط میں ظاہر ہوا ہو تمام آسمانوں و زمینوں کو اپنی شعاعوں کے گھیرے میں لے لیا ہو۔ (اسی لیے) المصباح فی زجاجۃ کہا گیا اور مشکوٰۃ فیہا زجاجۃ مصباح نہیں کہا گیا اس لیے کہ بات آسمانوں اور زمین کی اور نور کی نسبت کے بیان میں تھی اور اس نور کا تمام آسمانوں و زمین کے کناروں کو اپنے نور سے مسخر کرنا۔ المصباح فی زجاجۃ کا ذکر تتمۂ کلام ہو تشبیہ کے بیان میں دخل نہیں رکھتا۔

لاغثہ:۔ یہ شخص معین جو زید ہو یا عمرو تہ بہ تہ ہو۔ ایک طبقہ گوشت و ہڈی کا ہے دوسرا طبقہ نسمہ یعنی روح ہوائی کا جو حامل قوی ہو اور تیسرا طبقہ روحانیت کا ہو جو قوائے سیادات سے ظہور پذیر ہوا ہو اور عالم کے نفس خطیبہ کی سطح میں منقش ہو گیا ہو۔ جب نفس کل اس نفس جزئیہ کی شکل میں برآمد ہوا تو اس روحانیت نے قالب میں ظہور کیا۔ جب ان افراد بشر میں سے کوئی فرد مرجاتا ہو اور گوشت پوست و ہڈی کا طبقہ ختم ہو جاتا ہو اور نسمہ اور روحانیت ملکیہ باقی رہ جاتی ہو تو اگر نسمہ نے روحانیت ملکیہ کا حکم با حسن وجوہ قبول کر لیا تو عالم برزخ میں ملکوتی عما

ختم کر دیتی ہو۔ اسی طرح فقہا، صوفیا و متکلمین جب ملتِ محمدیہ میں بالتحقیق کلام
کرتے ہیں تو وہ ان کے تفکر و تجسس کا اقتضا ہو نہ کہ اصل ملت کا اقتضا بلکہ ان
ہر فرقہ کی تقلید نے اپنے نتیجہ کی تحقیق و افکار کو مزید بڑھا دیا جیسے بارش کا پانی ایک
جو ایک پہنچا ہو یا بہت سی امواج ہواؤں کے چلنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ ملت کا
اصل ان رطوبات کا ڈالنا اور بکھیرنا اور ان امواج کا برہم کرنا اور ڈالنا ہو اور اس برہم
کرنے کا کام مجھ ضعیف کے ذمہ کیا گیا ہے ع مصلحت را تجھے برآمدے جیب بستہ اند
اس زمانہ میں موطا امام مالک پر عمل کرنا اصل مراد ہو۔ اور تخریجات کی پُرکاری اور
ظاہرِ حدیث پر اکتفا لغتِ عرب کے جاننے والے کے نزدیک تراوش کرتا ہو اور
انکار رویہ سے عقلمندانہ ہاتھ کو روک دیتا ہے اور اسی طرح حق سے مراد اس زمانہ میں
صوفیا کے مکاشفات اور اشغال و اوراد کو دریائے زخار میں بہا دینا ہے ؎

دو شیر گز ۔ ور پاپوستگی | دگی پندر و دو دستگی
ایں قدر بس بود جمالی را | عاشقِ رند لاابالی را

وتلک هی القیامة التی وعدت له۔ اور یہ وہی قیامت ہو جس کا مجھ سے وعدہ
کیا گیا ہو۔ اللہ ہی جانے کہ ان مجاہدات عظیمہ میں کیا پیش آئے ؎

اگر غم لشکر انگیزد کہ خونِ عاشقاں ریزد | من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

لاغتہ۔ مصلحت کلیہ اس نکتہ میں ہو کہ نقطہ بسیط عالم کی اصلاح کے لیے بصفت شعاع نازل ہیں

لہ وہ تین گز ٹاٹ اور پوستین۔ لیکن دل دوست کی محبت اور درد سے بھرا ہوا۔ عاشق
رند لاابالی کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔

؎ اور یہ وہی قیامت ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

؎ اگر غم عاشقوں کا خون بہانے کے لیے لشکر کشی کرے تو میں اور ساقی باہم مل کر اس
کی بنیاد کو ڈھا دیں گے۔

کرتا ہو ہر زمانہ میں ایک نئی شکل اور نیا رنگ رکھتا ہو۔ جس طرح آفتاب کی شعاع جسم
صیقل اور جسم کدر میں اور وہ شعاع جو گھر میں ہو اور وہ جو گرد میں ہو مختلف طبقے اور درجے
رکھتی ہو اسی طرح آفتابِ حقیقت کی شعاع عالم میں مختلف طبقے رکھتی ہو اور شیخ ابوالحسن
اشعری کی تحقیق حق ہو اور وہ آفتابِ حقیقت کی شعاع سے نازل ہو لیکن چونکہ معتزلہ
اور مرجیہ وغیرہ کے شبہات سے عالم بھرا ہوا تھا۔ لہٰذا لوگ انھیں شبہات پر
مطمئن ہو گئے تھے (چنانچہ) اس شعاع نے ان کے درمیان طرح طرح کے معارضات
و مناقشات پھیلا دیئے تاکہ ان کے اطمینان کو درہم برہم کر دے۔ اور فقہا کی وہ
تحقیق بھی حق ہو جو جمع احادیث بلدان سے قبل کی تھی۔ اور وہ بھی شعاع حقیقت سے
نازل ہوئی ہو۔ لیکن اس وقت مسلمانوں کے درمیان احادیث بلدان جمع نہیں ہوئی تھیں
اگر اس جماعت (فقہا) کا فتویٰ ظاہر ہوتا تو نماز روزہ کی تقسیم کیسے ہوتی اور مقررات
کس طرح فیصل ہوتے اور ان کا ورع و تقویٰ کون سی شکلوں میں متعین ہوتا۔ صوفیا
کے اشارات و عبارات بھی حق ہیں اور وہ بھی شعاع حقیقت سے نازل ہوئے ہیں
لیکن سمجھدار آدمی اگر تمھارا نکتہ نہ سمجھ پائے تو اپنی مشغولی کا حق اس اصل کے ساتھ
ادا کر سکے گا جب دریائے حقیقت نے اپنی موجوں کو شکست دے دی تو دوسری صورت
ظاہر ہوئی ؎

چوں بآں وحدت رسی کاں داشتی | موسیٰ و فرعون دارند آشتی

لاغتہ۔ حدیث شریف میں آیا ہو کہ الانبیاء بنو علات ابوهم واحد و امهاتهم
شتّٰی۔ باپ واحد مصلحت کلیہ ہو جو نقطہ بسیط سے نکلا ہو اور علات شتّٰی
استعداد و محال ہو جن پر شعاع پڑتی ہو اس قیاس پر دین محمدی کے مجدد و تبعلات میں

لہ جب تم اس وحدت تک پہنچو گے جو تمھارا مقصود ہو تو وہاں موسیٰ اور فرعون دونوں میں صلح رکھتے

؎ انبیا علیہم السلام باہم علاتی بھائی ہیں ان کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف۔

اور دین منقول جو حضرت سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰت والتسلیمات سے ہو اُن کا باب ہے۔
اور عالم کے اوضاعِ مختلفہ جو کہ شریعتِ محمدیہ کے اسالیبِ بیان کے تعدد کے مقتضی
ہیں اور قوم کو اُن شبہات سے روک دینا جو گمراہی پیدا کرنے والے ہو سکتے ہیں وہ
علاتِ شتّی ہیں۔

لامحہ:۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی بعثت پر نزولِ کتب کا بھی ارادہ فرمایا ہو اور عالم
غیب سے عالم شہادت کی طرف علوم حقہ (صحیح علوم جو باطل نہ ہوں) کے القاء سے
صلاح عالم و اصلاح عالم کی اصل حاصل ہوتی ہو لیکن بعض احوال میں قوم کے
شبہات خراب اور تاریک افکار سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان شبہات کا سدِّ باب یہ
ہو کہ ان کے نفوس علوم حقہ غیبیہ کی اطاعت کریں۔ اس (سبب) اعتبار سے ان
لوگوں کے شبہات کا رد مقصود بالعرض ہوتا ہو (نہ کہ مقصود بالذات) اور ایسی
حالت میں قوم کے اطمینان کا ختم ہوجانا اپنے شبہات رد یہ کی وجہ سے ضروری ہوجاتا
ہے۔ خواہ منع کے ساتھ ہو یا مقدمات خطابیہ کے ساتھ (یعنی اس کے مقدمات یقینی
نہ ہوں) اسی وجہ سے قرآنِ عظیم میں بعض مقدماتِ خطابیہ کی وجہ سے مخاصمت
واقع ہوئی جیسے قوم خواہ مخواہ سے کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (الملائکۃ
بنات اللہ، الکم الذکر ولہ الانثیٰ (تمھارے لیے مرد ہوں اور اس کے لیے عورتیں)
کہہ کر مخاصمہ کیا گیا۔ حالانکہ اگر اس کا نقض کیا جائے یعنی دلیل کو توڑا جائے
یدین و رجلین سے تنزیہ کرتے ہوئے (یعنی اللہ ید و رجل سے پاک اور جسمانیت سے
بری ہو) کہ اتثبتون لکما الیدین والرجلین ولا تثبتون لہ الیدین
والرجلین (کیا تم اپنے لیے یدین و رجلین ثابت کرتے ہو اور اس کے لیے یدین و
رجلین نہیں ثابت کرتے) تو انھیں مقدمات پر نقض ہوتا ہو اور انھیں مقدمات پر اصلاح
عالم کو قیاس کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی نیابت میں مجدد دین

ملت کو مقرر کیا ہو اگر وہ لوگ جو نیابت کے قائل نہیں ہیں اس کو تسلیم نہ کریں اور ان
کی نیابت کو توڑ دیں اور یہ لوگ زنا ثبین (ہوں)، اس کے رد پر قادر نہ ہوں تو مجبور ہو کر
شریعت ظاہری کی طرف رجوع کریں۔ تو مطلب حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی فقیہ
جب کوئی فقہ قوم کے واسطے مرتب کرے ہر چند اس میں استحسانات اور تخریجات
جو پسندیدہ نہیں ہیں داخل ہو جائیں تو اس مجدد کی دیانت داری ارکان اسلام
کے ساتھ اور گناہ کبیرہ سے اجتناب اور اصل قضا کے فیصلے اپنی جگہ مسلّم ہیں
اسی قدر پر اکتفا کرنا چاہیے[1]۔ اور تمیز کا حل تلاش کرنا کسی دوسرے مجدد کی مرضی نظر کی
پہ چھوڑ دے۔ مجدد دین کا کلام خطا اور اغلاطِ فکریہ سے پاک ہونے میں انبیاء
علیہم السلام کے کلام کی طرح ہو۔ (یعنی مجدد دین کی باتیں انبیاء علیہم السلام کی باتوں
کی طرح ہیں کہ وہ خطا اور غلط فکر یہ سے پاک ہوتی ہیں) سو ہر سخن وقتے و
ہر نکتہ مکانے دارد۔ اسی طرح صوفی کسی قوم کے لیے جب کوئی طریقہ مرتب کرتا ہو
تو ہر چند کہ اس جگہ بعض مکاشفات کو مقاماتِ سلوک کے ساتھ مشتبہ کر دیتا ہو اور
بعض اشارات کو جو تیزی ذہن کی آمیزش سے اور وحدت الوجود کے بعض معارف
اور تنزلاتِ خمسہ[2] جو نظر کی حکمی غلطی سے دوام ذکر اور انصرافِ ہمت کے ساتھ غیب
کی جانب پیدا ہوتے ہیں اصل سلوک میں داخل کرتا ہو (حالانکہ) اصل توجہ سلوک
الی اللہ ہو اور مقامات کی اصل ان تخلیطات کے ضمن میں حاصل ہوتی ہو۔

لامحہ:۔ عارف جس اتصال کا قصد کرتا ہو (وہ) انس و سرور و انجذاب روح
ہو یا کشف ... ہو خواہ وہ کسی وقت ہو۔ اگر سر اپنے کام سے باز رہتا ہو
تو روح میں انس باقی رہتا ہو اور نفس اس انس میں سے کوئی چیز اچک لیتا ہو

[1] ایسی صورت میں خود کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے مجدد پر چھوڑ دے
[2] تنزلاتِ خمسہ۔ احدیت۔ وحدت۔ واحدیت۔ الوہیت۔ رحمانیت۔ نقی انور

اگر اس میں عُجب غالب ہو تو وہ شطح کہے گا اور اگر عُجب غالب نہیں ہو (تو) لذات جسمیہ میں سے ہر چیز میں ایک سرور و انس پائے گا حتیٰ کہ سبز رنگ جو درختوں کے پتوں میں دیکھے گا اور موزوں (اچھی) آوازیں سنے گا اور سمندر کی وسعت میں جو بھی مشاہدہ کرے گا جیدُ اُنس و سرور ادراک کرے گا، اور اس استغراق میں اگر شہوت خفیہ بھی شریک ہوگئی تو امردوں کی صورت بھی لذت تام دے گی۔ یہ ہے بعض عارفین کا بعض اشیاء مذکورہ سے اشتغال کا سبب۔

لاعنہ۔ وجود کی قسموں میں تفتیش کرنے والوں نے سلوک کی ایک راہ اختیار کی ہے اور اس کے لیے ایک ترتیب قرار دی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ قسموں میں ایک قسم انسان کی ہے اور اس سے بالاتر حیوان ہے اور اس سے بالاتر نامی[1] ہے اور اس سے بالاتر جوہر ہے (اور) جو کچھ ہے وہ سب اسی سلسلہ میں داخل ہے اور جو کچھ وجود کے انساد کا مبادیات[2] عالیہ میں مقتضی ہے اس کے علاوہ بھی داشتہ ہے اس کی دید کو ہم بیان کرتے ہیں، اس جگہ حیوان جنس عالی ہے حیوان کے تحت انسان ہے اور بیل ہے اور گھوڑا اور درندے اور چوپائے اور پھاڑ کھانے والے پرندے (یعنی لفظ حیوان کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے) اور کبوتر اور گرگیاں اور مرغی اور بط اور کوے اور خشکی کے جانوروں اور آبی جانوروں میں بھی یہی تفصیل ہے یعنی وہ بھی مثل بیل اور گھوڑے وغیرہ کے ہیں، پھر اس میں بیلوں کی بھی قسمیں شامل ہیں جیسے پالتو گائے اور جنگلی گائے اور بھینس اور اونٹ اور پالتو بکری اور جنگلی بکری وغیرہ وغیرہ اور ہرن اصلاً سنگھا یہ سینگ رکھتے ہیں اور وحشی ہوتے ہیں (انسان سے بھاگتے ہیں)

---

[1] نامی نشوونما پانے والے یعنی نباتات

[2] مبادیات عالیہ عقول بالفاظ دیگر فرشتے

[3] بعض وجود کا تقاضا ان تقاضوں کے علاوہ ہے جو انسان حیوانات نباتات اور جمادات میں پایا جاتا ہے

اور غول کے غول ہوتے ہیں اور ان کا نر ایک مادہ پر اکتفا نہیں کرتا اور فرس بھی اسپ ہی کی ایک قسم ہے (یعنی فرس) کے معنی ان سب کو شامل ہیں) اور پالتو گدھے اور جنگلی گدھے یہ سب سینگ نہیں رکھتے اور وحشی نہیں ہوتے اور کھُر والے ہوتے ہیں اور بحیثیت جنس سب یکساں ہیں (چاہے اہلی ہوں یا دشتی) اور درندوں کی بھی ایک جنس ہے جس میں شیر، چیتا، بھیڑیا اور گیدڑ شامل ہیں اسی طرح پھاڑ کھانے والے پرندے جس میں باز ہے، عقاب ہے اور شکرا اور ایک قسم ان جانوروں کی ہے جو بیٹ کرنے والے ہیں اور اپنی غذا زمین سے کھود کر حاصل کرتے ہیں، مرغا، شاہین اور چکور سب اس میں داخل ہیں۔ اور بط جو پانی کا پرند ہے اس کی بھی کئی اقسام ہیں۔ بعض ان میں مرغی کی طرح بعض کبوتر کے مشابہ اور بعض چھوٹی چڑیوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اور بعض اس جنس کے مشابہ ہیں جو بیٹ کرنے والے جانوروں کو کھا جاتے ہیں اور کوّا اور جو اس کے مشابہ ہو، اسی طرح نباتات کی بھی بہت سی اقسام ہیں ایک ان میں جیر (یعنی سبزہ کا چر جانے کے بعد پھر اُگ آنا) ہے اور وہ درخت جو شگوفہ نہیں رکھتے جیسے سیب اور بہی وغیرہ اور ایک قسم ان کی ہے جو زمین پر پھیلے ہوتے ہیں۔ جیسے ماش۔ اور ایک قسم ان کی ہے جو اپنے تنہ پر قائم ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ہر دو جنس میں اختلاط پیدا ہوتا رہتا ہے۔

ہر جنس کے بے تعداد نوع ہیں اور ہر جنس کے لیے ایک رب النوع ہے دو جنسوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والی جنس ملعون ہوتی ہے کیوں کہ اس کا رب النوع نہیں ہوتا کیونکہ جن جنسوں کے اختلاط سے وہ پیدا ہوا ان جنسوں کے علیٰحدہ علیٰحدہ دو رب النوع ہیں اور اس ملعون کو ان میں سے کسی ایک سے منسوب کرنا غلط ہے۔ آنحضرتؐ نے امیّہ بن صلت کا یہ شعر سے

وَالْقَمَرِ الْاٰخِرِيْ وَلَيْثٌ مُوْقَدٌ   رَجُلٌ وَثَوْرٌ عِنْدَ رِجْلِ يَمِيْنِهٖ

پڑھا ہو۔ پس اس اعتبار سے ان سب کو ایک وحدت دینا چاہیے اور نوع کہنا چاہیے۔ جو لوگ اس وحدت کو ایک جنس پر مشتمل کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

لاغہ:- وجود کی تقسیم میں دو اصل مستقل ہیں ان میں سے ایک جنس اعلیٰ کے تحلات (ہیں) (یعنی وہ خاصیات جو اس جنس میں شریک ہیں) تحلات سے ہماری مراد صرف وہ خواص ہیں جو نظر کرنے پر موجود پائے جائیں نہ کہ چھپے ہوئے خواص۔ یہ چھپے ہوئے خواص وجود کے باطن میں چھپے ہوتے ہیں اور یہ انبساط ان کی ماہیت کہلاتا ہے اور ہر ماہیت کا ایک رب النوع ہوتا ہے اور حمل عرش ان کے ظہور کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے تحلات مستعد الوقوع (واقع ہونے کی استعداد) یعنی وہ خواص جو اپنے ظہور کے لیے قوائے کواکب کی تاثیر کے منتظر رہتے ہیں (یہ ہیکل کہلاتے ہیں) تحلات اول اصل مستقل نہیں ہیں اور نہ تحلات ثانی اضافت میں ایک دوسرے سے تمیز کرنے کے لیے ہیں جیسے دو آئینہ ایک دوسرے کے سامنے رکھے جائیں تو جو کچھ ایک آئینہ میں ہو وہی دوسرے میں بھی ظاہر ہوگا۔ اور جو دوسرے میں ہو وہی پہلے میں ظاہر ہوگا۔ ایسا ہی معاملہ ماہیات اور ہیاکل مستعدہ (استعداد رکھنے والی ظاہری شکلیں) ان قوائے کواکب کے درمیان متحقق ہوا۔ شاہ پہاڑ کھانے والے درندے جن کے بعض خواص شمس کی تاثیر سے بعض مریخ کی تاثیر سے، بعض زہرہ کی تاثیر سے منسوب ہیں وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ افراد انسان کے درمیان بھی قوائے کواکب کے ہیاکل کی اصل پائی جاتی ہے۔

لاغہ:- ایک رات مبدا کی طرف توجہ اور اس نقطہ بسیط میں فنائیت محسوس ہوئی پھر یہ دیکھا کہ اس فرد کی خصوصیات کو حذف کر کے قوائے کواکب سے ایک فرد کلی بنایا اور وہ فرد اس سطح نور میں جو اس کے چاروں طرف تھی فنا ہو گیا۔

[illegible]

افادہ:- اس دوران جب کہ شاہ عالم پٹنہ سے روانہ ہوا اور نجیب الدولہ کا جاٹوں کی فوج سے مقابلہ ہوا حضرت اقدس نے اس خاکسار کو اس مضمون کا سرفراز نامہ عنایت فرمایا

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں   مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

عجیب ماجرا پیش آیا مسلمانوں کی دو فوجیں آپس میں لڑ گئیں اور ان میں باہم لڑائی ہونے لگی فقیر کو ان کے درمیان حکم بنایا۔ تمام آسمان و زمین والے اس کے منتظر کھڑے تھے کہ دیکھیں یہ حکم کیا فیصلہ کرتا ہے۔ آخر کار ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ صوبہ دہلی اور اکبر آباد اس کے قبضہ اور تحویل میں رہے جس نے جہاد کیا ہو اور کفار کو اس سرزمین سے دفع کیا ہو لنبوئنہم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الآخرۃ خیر اور پٹنہ سے الہ آباد اور مالوہ مارواڑ گجرات تک فلاں کے قبضہ اور تحویل میں رہے اس لیے کہ اس کے آباؤ اجداد بادشاہ تھے اور ان کے خاندان میں سلطنت ہوتی آئی ہے اور وہ سلطنت ابھی تک منسوخ نہیں ہوئی ہے (جب یہ فیصلہ ہو چکا) تو تمام ملائکہ ارواح وغیرہ نے کہا کہ احسنت احسنت۔ تم نے کیا ہی اچھا فیصلہ کیا۔ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ عَلَيْكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ؎

فلک گفت احسنت ملک گفت زہ   قضا گفت گیر و قدر گفت دہ

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ من جمیع ما کرہ والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] مشک افشانی تو درحقیقت تمہاری ہی زلف کی کارفرمائی ہے لیکن نہ معلوم عاشقوں نے کس مصلحت کی بنا پر اس کی تہمت آہوئے چینی پر رکھ دی ہے۔

[2] ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھے ٹھکانے سے بٹھائیں گے اور آخرت کا اجر اس سے کہیں بہتر ہے۔

[3] جو تمہارے فیصلہ پر عمل نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

[4] آسمان بول اٹھا کہ واہ واہ۔ تم نے کیا اچھا فیصلہ کیا اور فرشتے پکار اٹھے کہ کیا خوب۔ کارکنان قضا قدر نے کہا اس فیصلہ کو قبول کر لو اور قدر نے کہا کیا خوب۔

افادہ:۔ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۔۔ھ شب دوشنبہ کو ارشاد فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ
اپنے گھر سے عزم باہر نکل گیا ہوں اور حضرت والدہ مکرمہ قدس سرہا پیچھے پیچھے فقیر کی اس
حرکت پر گھر سے باہر نکل جانے پر ناراض ہیں ہر چند ان سے عذر معقول کر کے ان کو تسلی
دے رہا ہوں (وقائل کر رہا ہوں) کہ گھر سے باہر نکل آنے کا سبب کسی قسم کا رنج و ملال نہیں ہے کیونکہ
یہ دیوانوں کا کام ہے۔ آپ چند روز کے لیے اس کی اجازت دے دیجیے کہ میں چند ایام گھر
سے باہر گذاروں، اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرات چشت کا جم غفیر جن میں شیخ عبدالعزیز اور شیخ
گنگوہی کے تبعین نیز حضرت شیخ محمد اور شیخ عبداللہ قدس اللہ سرہم بھی موجود ہیں اسی پر مُصر ہیں
کہ گھر واپس جاؤ کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ان سے بھی میں یہی عذر کیا ہوں لیکن کسی کی
پذیرائی نہیں ہوئی کہ کسی رنجیدگی کے سبب گھر کی سکونت ترک کر دوں۔ اس قسم کی حرکت نا سمجھ
آدمی سے صادر ہوتی ہیں میرے متعلق یہ خیال نہ فرمایا جائے لیکن میرے اس سب کہنے کے
باوجود میرا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوا اور آخر کار واپس لوٹا کر گھر پہنچا دیا۔ پھر دیکھا کہ بزرگان
چشت کے حضور میں محفل سماع منعقد ہے۔ محمد امین نے کہا کہ اس وقت گانے کا موقع نہیں ہے اور
میں نے پایا اب کوئی بات سماع کے جواز اور عدم جواز پر نہ کہہ سکا۔ اسی کشمکش میں شیخ میں ان
حضرات کی ضیافت کا خیال آیا خواجہ عبدالحکیم سے میں نے کہا کہ اس وقت گھر سے تو ان کی
ضیافت کا انتظام ممکن نہیں بازار سے ڈلیاں وغیرہ لے آؤ۔ اور تقریباً چار سو روٹیوں کی
فرمائش کی پھر میری آنکھ کھل گئی۔ جاننا چاہیے کہ اس واقعہ کا ظہور ان ایام میں ہوا جب حضرت
اقدس نے فتنۂ ابدالی کے سبب دہلی سے ہجرت فرمائی اور بڈھانہ میں قیام فرمایا اسی دوران حضرت
شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم قدس سرہ کے عرس کا زمانہ آ گیا۔ خواجہ عبدالحکیم مذکور کے دل میں گویا الہام
ہوا اور انھوں نے چار سو روٹیاں بازار سے خرید کر ان کے مزار شریف پر لے جا کر فقراء کو تقسیم کیں

افادہ:۔ خواجہ محمد امین نے بیان کیا کہ ایک بار میں نے عشرہ میں دیکھا کہ جناب حضرت ولی نعمت
نے مجھے اپنے خاص مقامات کمالات تحریر کرنے کا حکم فرمایا ہے اور بندہ اس کام کو انجام دے رہا ہے

اپنے کو قاصر سمجھتے ہوئے عرض کر رہا ہوں کہ کس طرح لکھوں ارشاد فرماتے ہیں کہ لکھو میں نے
عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو سید آدم بنوری کے مقامات کے مثل لکھوں فرمایا کہ وہ بھی لکھو۔ اس
دوران یہ سمجھ میں آیا کہ حضرت کا مقصود دوسرے ہی مقام کا ہے پھر میں نے دیکھا کہ
لطف خاص خلوت کا مقتضی ہے چنانچہ آپ ایک سمت چلے اور غلام کو بھی اپنے ساتھ لے
چلے۔ چلتے چلتے ایسی جگہ پہنچے جو لوگوں سے بالکل الگ تھی وہاں کھڑے ہو گئے اور ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ روئے مبارک کو ازراہ انکسار چھپا رہے ہیں اور دیوار کی سمت متوجہ ہو کر فرما رہے
ہیں کہ لکھو۔ کیونکہ آنحضرت کے عوض ہر زمانہ میں ایک شخص پیدا ہوتا رہا ہے اور اس شخص
سے اشارہ اس وقت بہ نفس نفیس اپنی ذات کی طرف تھا۔ غلام سمجھا کہ مقام مجددیہ کے بارے
میں ارشاد فرما رہے ہیں لیکن پھر آپ کی مراد اس ارشاد سے یہ سمجھی گئی کہ یہ مقام مقام مجددیہ سے
بھی بلند ہے۔ اور اسی طرح کتنی ہی بار ایک ہی دن میں لطف و محرمیت خاص کے مشاہدہ کا
اپنے حق میں ان اشارات و بشارات سے اتفاق ہوا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ایک بار بعد اعتکاف عشرہ تحریر فرمایا کہ عزیزا لیلۃ القدر میں یہ واردات
مکاشفات کے قبیل سے نہ تھے جن کی تشریح کی جا سکے بلکہ ان حالات کے تعبیر سے ہیں جو
صرف اسرار و رموز میں بیان کیے جا سکتے ہیں اور مختصراً یہ ہے کہ جوارح بعض حوادث کون
(یعنی عالم میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں) میں مستی پیدا کرتے ہیں اور اس مستی کی شرح اس
مستی کے علاوہ نہیں ہو سکتی (اس مستی و بیخودی کا اندازہ اس محو سازہ مستی و بیخودی کے بغیر
نہیں ہو سکتا) ان چند اشعار پر اکتفا کی جاتی ہے۔

کہ باور دارد ایں حرف از فقیر خاکسار ۔ کہ ظل عالم قدس است افکار قبول او

۱؎ یعنی فقیر خاکسار کی اس بات پر کون یقین کرے گا کہ اس کے افکار اور اس کی قبولیت عالم قدس کا ظل ہے
اس کی انا کا اس کے باطن میں آئینہ کی طرح کوئی زنگ نہیں ہے اور اس کا عکس اور فصول علم حیرت میں
ڈوبا ہوا ہے (یعنی حیرت کے باعث اس کی انا بھی آئینہ ہو گئی ہے) آفتاب کی شعاع اسی روزن کی راہ سے

(باقی اگلے صفحے پر)

نہ دارد باطنش از خویش آئینہ صفت زنگ — طلسم حیرت آموزست تمکین وصول او

شعاع آفتاب ازراہ ایں روزن ہمی ریزد — بجز ایں نکتہ نتواں بست مضمون وصول او

حباب آسا ز خود خالی ز سطح بحر می جوشد — وجود او نمود او شہود او حصول او

افادہ :- حکیم ابوالوفا نے جو حضرت اقدس کے راسخ الارادت معتقدین میں سے ہیں بیان کیا
کہ حضرت اقدس سے عقیدت اور حاضری آستانہ شریفہ سے قبل یہ خواب دیکھا کہ دو
دروازے ہیں ایک دوسرے سے متصل۔ ایک دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ حضرت
موسیٰ کلیم اللہ کا ہے اور وہ بند ہے اور دوسرا دروازہ اس کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ
کا ہے اور اس کو کھول دیا گیا ہے جب وہ کھولا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس اس دروازہ
کے اندر تشریف فرما ہیں اس کی وجہ سے حضرت اقدس سے مزید اعتقاد و رسوخ پیدا ہو گیا۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ایک بار نیاز گل خاں کو جن کے سپرد نجیب الدولہ نے متعدد پرگنات
کئے تھے اور انہیں حضرت اقدس کے حضور میں کافی رسوخ و اعتقاد تھا، یہ تحریر فرمایا کہ تمہارے
نائبوں کی شکایات کا جو ان پرگنات میں ہیں عالم ملکوت میں چرچا ہے اس کا تدارک کرنا چاہیے اگر
[illegible] بعد خود بخود اس کا تدارک ہو جائے گا۔ وہ باوجود آپ کی اس تنبیہ کے اس کو نظر انداز کر گئے
بہت دن نہ گزرے تھے کہ پرگنات کے بعض لوگوں نے ان کے ایک نائب کی شکایت نجیب الدولہ سے
کر دی اور یہی ان کے مواخذہ کا سبب ہوا اور وہ اس عہدے سے معزول کر دیئے گئے۔

افادہ :- حکیم ابوالوفا نے ایک بار اپنے روزینہ کا دستاویز (کاغذ) جس میں کا کچھ حصہ
جاری تھا نیاز گل خاں کو پیش کر دیا کہ وہ نجیب الدولہ سے دستخط کرا کر باقی بھی جاری کرا دیں

([illegible] گزرتا نہیں اس کے وصول کے متعلق بجز اس نکتہ کے کچھ نہیں کہا جا سکتا یعنی اس عالم میں
فیض جاری اسی کے روزن سے [illegible] کو منور کرتا ہے اور یہی اس کا وصول ہے اور مثل حباب
بلبلے آپ سے خالی سمندر کی سطح سے اس کا وجود نمود شہود جوش مارتا ہے اور یہی اس کا حصول ہے [illegible]
[illegible] اس وقت صحیح ہے جب انا بھی لاپتہ ہو جائے اور
اس کا مطلب یہ ہوا کہ حق کا حصول و وصول حق ہی کر سکتا ہے۔) تقی انور

تھوڑے دنوں بعد جب حکیم صاحب موصوف نے ان سے وہ مذکورہ کاغذ مانگا تو خان مذکور
کو یاد آیا اور انھوں نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن نہ ملا اس وقت وہ یہ سمجھے کہ وہ گم ہو گیا
جواب دیا کہ میرے پاس نہیں ہے شاید تم لے گئے ہو وہ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیے
جو سند تھی وہ بھی گم ہو چکی (اور کوئی ثبوت باقی نہ رہا) پریشان ہو کر حضرت اقدس سے یہ
صورت حال عرض کی اور اپنا اضطراب بیان کیا۔ آپ نے اسی وقت دست مبارک
اٹھائے اور دستک دی۔ پھر نیاز گل خاں کو تحریر فرمایا کہ خوب اچھی طرح ڈھونڈو۔ انھوں
نے آپ کے لکھنے کے مطابق پھر بہت تلاش کیا لیکن کاغذ ملنا تھا نہ ملا۔ اسی پریشانی
میں تھے کہ ایک شخص نے ایک کاغذ لاکر دیا کہ یہ یہاں پڑا ہوا تھا جب انھوں نے اس کو دیکھا تو
وہ وہی گم شدہ دستاویز تھی۔

افادہ :- ایک بار حضرت اقدس نے مخدوم محمد معین ٹھٹھی کو (جو بہت بڑے عالم
صوفی مشرب نیز راسخ العقیدہ معتقد تھے) تحریر فرمایا اور ان کو زمانہ رحلت کے
قرب پر یہ تحریر فرما کر آگاہ فرمایا کہ ان ایام پیری میں جب کہ زمانہ رحلت قریب ہے
مرضی الٰہی یہ ہے کہ اپنے کو اس نسبت پر جو شیخ ابوالقاسم قدس سرہٗ سے حاصل کی ہے
قائم رکھیں، اور توحید کے [illegible] تفصیلات [illegible] حاصل [illegible] اپنے
کو دور رکھیں۔ اور تجلی اعظم میں جس کو شیخ اکبر نے عرف عام میں حقیقت محمدیہ ﷺ سے تعبیر کیا
ہے مستغرق رکھیں۔ اس وقت اسی مجمل بات پر اختصار فرمایا۔ والسلام۔ اس صحیفہ کے
موصول ہونے کے چند ہی ماہ بعد مخدوم مذکور نے رحلت کی۔ اس وقت اس بات کی حقیقت
لوگوں پر واضح ہو گئی۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ یہ نظر آرہا ہے کہ جو ملاء اعلیٰ کو نظر آئے ان کی
نسبت ربت مجموعہ یقین و تسکین و تعظیم ہو اور ان میں جنبش و حرکت محض داعیہ الٰہیہ و الہام
فرقانیہ سے ہو اور بغیر حس نفسانیہ اور خواہش طبیعیہ کی آمیزشوں کے۔

افادہ:- محمد جواد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرتِ اقدس سے صحیح بخاری پڑھا کرتا تھا اس سے کچھ باقی رہ گیا تھا کہ رمضان شریف آگئے۔ اور ماہ مذکور ختم ہونے کے بعد میرا گھر جانے کا قصد تھا۔ ایک روز میں حضرت اقدس کو وضو کرا رہا تھا کہ میرے دل میں یہ خطرہ آیا کہ بخاری شریف کے جو چند جزو باقی رہ گئے ہیں اگر اسی رمضان میں وہ بھی ختم ہو جاتے تو بہت اچھا تھا لیکن اس کے اظہار سے مجھے شرم آئی۔ اچانک حضرتِ اقدس نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ بخاری شریف کو رمضان میں ہی ختم کر لو۔ سبق شروع ہوا اور تھوڑا تھوڑا پڑھنا شروع کیا۔ ایک روز جب اوراق شمار کیے تو معلوم ہوا کہ اس طرح پڑھنے میں تو وہ رمضان میں ختم نہ ہو پائے گی۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر کسی اور وقت بھی سبق ہو تو جلد فراغت ہو جائے گی۔ آپ نے پھر اسی وقت متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابھی تو بہت سے اوراق باقی ہیں۔ دوسرے وقت بھی پڑھا کرو۔ حضرت اقدس کے سامنے اس قسم کے خطرات سے میں بہت شرمندہ و نادم ہوا۔

افادہ:- شیخ عبدالعزیز صاحب جو حضرتِ اقدس کے خلف الصدق ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رمضان میں ایک جگہ سے ایک سو روپیہ حاصل ہوئے تھے۔ حضرت [illegible] یتیموں اور مسکینوں پر صرف کریں اور بجائے اس کے دوسرے خانگی امور کے لیے وہ مانگے گئے۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں جب اللہ تعالیٰ کو یا رزاق کہہ کر پکارتا ہوں اور اس کے واسطے سے مجھے جو کچھ عطا ہوتا ہے وہ میں اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہوں اور جب یا وہاب کہہ کر پکارتا ہوں اور اس سے جو کچھ عنایت ہوتا ہو اسے فقراء و محتاجوں پر صرف کرتا ہوں اور یہ عطیہ (بھی) اسی قبیل سے ہے۔

واقعۂ جاں کاہ، غم پرسوز و اندوہ و الم

حضرتِ اقدس قدس سرہ الاطہر

جاننا چاہیے[لہ] کہ حضرتِ اقدس نے زبانِ غیب ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ افراد میں سے ایک شخص نے (اور اس سے اشارہ خود اپنی ذاتِ اقدس کی طرف فرمایا) اپنی عمر کے تعین کے بارے میں معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ پچپن سال ہوگی۔ ایک بار اسے ایک سخت مرض نے آگھیرا۔ اس میں اس نے یہ مشاہدہ کیا کہ ایک جسم انسانی پرانا و بوسیدہ ہوا ایک فرشتہ نے اس کے ہر ہر عضو (بند بند) کو جدا کیا اور پھر اس کے ایک ایک ذرہ میں تجسس و تلاش کرکے اس میں سے ایک چھوٹا سا جزو انتہائی سفید و براق روشن و چمکدار جس میں زہرہ کی میراث تھی نکال کر اس شخص کے دہان کے اوپر رکھ دیا۔ اس عمل سے اس کی مقررہ عمر میں اضافہ ہوگیا اور وہ ساٹھ سال ہوگئی اور عمر میں یہ زیادتی محض اسی کی وجہ سے ہوئی۔ اس کے بعد اس مقدار عمر پر بعض ارواح کی برکات اس طرح نازل ہوئیں کہ گویا ان ارواح مذکورہ نے اس شخص کے نفس کو اپنا ذکر قرار دے دیا ساٹھ سال سے بھی دو ایک سال مزید بڑھ گئی۔ اس سر کے ارشاد کے بموجب جب ۶۱ سال گزر گئے اور سن شریف

لہ حضرت اقدس اپنے اس مشاہدہ کو اٹھارہ سال قبل ہی بیان فرما چکے تھے۔ اس وقت سامعین میں سے کوئی نہ سمجھ سکا تھا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۱

اکسٹھ سال ہوا واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم آپ کی مسجد میں جو شاہجہان آباد
میں ہے تشریف لائے اور جسم اطہر سے کپڑے اتار کر تین بار خاک پر لوٹے اس کے
بعد اس جگہ ایک جدید مسجد تیار ہوئی۔ انھیں ایام میں ایک رات حضرت شاہ اہل اللہ
تہجد کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ غیب سے ایک آواز سنی کہ احسان اللہ کا واقعہ
ہو گیا اس سے سخت متوحش اور متفکر ہوئے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس سے مراد اسم صفت
تھی پھر حضرت اقدس نے ماہ شعبان سنہ مذکور میں حسب معمول قصبہ بڈھانہ میں
اعتکاف فرمایا جس میں سخت ریاضات و مجاہدات فرمائے۔ جب رمضان کی ۲ تاریخ ہوئی
آپ کے باؤ میں درد پیدا ہوا اور اتنا شدید ہوا کہ ناقابل برداشت ہو گیا تو بغرض علاج
خلوت کو موقوف فرمایا اور علاج کے بعد جب وہ درد زائل ہو گیا تو پھر خلوت اختیار
فرمائی دوبارہ پھر مرض نے عود کیا اور پھر علاج سے دفع ہو گیا لیکن بھوک تقریباً ختم ہو گئی
اور فم معدہ پر ایک سختی پیدا ہو گئی اور تنفس لاحق ہوا اور سوء القنیہ[1] پیدا ہو گیا
آپ اس کے علاج میں مشغول ہوئے کبھی اس میں تخفیف ہو جاتی تھی اور چند روز
بعد پھر عود کر آتا تھا یہ حالت دیکھ کر تمام خدام پر خوف و اضطراب طاری ہوا۔ پس
آنجناب کے معتقدین میں ایک صاحب جو فن طب میں ماہر تھے شاہجہان آباد سے آکر
علاج میں مشغول ہوئے انھیں ایام میں ایک روز ارشاد فرمایا کہ آج رات باہمی خصومت و
مزاحمت کی نشانیاں مجھ پر ظاہر ہوئیں جس کی وجہ سے بعض علمی اسباب مفتوح ہوئے
میں نے دیکھا کہ زندگی کو منقطع کرنے اور باقی رکھنے والوں کے درمیان مزاحمت و
مخاصمت (باہم کشمکش) واقع ہوئی اس کی مثال بالکل ویسی ہی تھی جیسی ملاء اعلیٰ
کے درمیان ہوتی ہے یہ صورت حال نصف شب تک رہی پھر اس کے بعد (زندگی کو)
باقی رکھنے والے اسباب غالب آئے یعنی قضائے نفاذ (نافذ ہونے والے فیصلے)

۱؎ مقدمہ مرض استسقاء

نازل ہو گئے۔ اگرچہ بقا کی مدت بھی معلوم ہو چکی ہے لیکن اس کے اظہار کی اجازت
نہیں ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس عالم سے انتقال کے بعد اخلاق رذیلہ و حمیدہ کے
مابین بھی مخاصمت واقع ہوتی ہے کبھی ایک فریق دوسرے کو بالکل فنا کر دیتا ہے اور
کبھی ایک فریق دوسرے کے حکم کی تعمیل کو روک دیتا ہے یا اس مخاصمت کے تہائی
یا چوتھائی حصہ کو فنا کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے
قضا یا بقا اسی صورت سے نازل ہوتی ہے۔ اور وہ کیفیت کی صورت اس شخص کا
مستقر اور مقام ہو جاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ "تخاصم اہل النار"
اس سے اشارہ اسی تخاصم اخلاق کی جانب ہے اور اسی کی مثال دیتے ہیں۔

انھیں ایام میں ام المریدین یعنی صاحبزادوں کی والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ
میں نے خواب دیکھا کہ ایک بلند مقام ہے اور اس مقام پر ہم بیٹھے ہوئے ہیں
اور ایک شخص طویل القامت سیاہ داڑھی سبز رنگ کا ایک کپڑا بغل میں دبائے سامنے
بیٹھا ہے اور اسی مقام پر ایک دوسرا شخص بھی صالحین کی صورت کا بیٹھا ہے
اسی اثنا میں فرزند عزیز عبد القادر آ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ شخص جو سامنے بیٹھا ہوا
تھا اس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ دنیا سے چلا گیا ورنہ اپنے لڑکے کی خود تعلیم و
تربیت کرتا۔ میں نے اس کی یہ تلخ بات سن کر نہایت غصہ سے اس سے کہا کہ تم جو
کچھ کہہ رہے ہو کیا ہمارا گھر برباد اور ہم کو بے سروسامان کرنا چاہتے ہو۔ کہنے لگا کہ
کیوں خراب ہوگا اور کیوں برباد ہوگا۔ میں جتنا ہی اس کی باتوں پر غصہ کر رہی ہوں
وہ اتنا ہی اپنی بات پر اڑا ہے۔ اتنا میں دوسرے شخص نے کہا کہ ان بچوں سے
قطع نظر کر کے کچھ خیال دین کا بھی کرنا چاہیے پھر وہ کہنے لگا کہ دین کا کیا نقصان
ہے یہ لوگ جب اس عالم میں چلے جاتے ہیں تو ان کی ہمت دین کی بقا کے لیے
دوگنی ہو جاتی ہے۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس تشریف لے آئے۔ اور اسی پہلے

شخص کی طرف متوجہ ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس سے خندہ پیشانی سے باتیں
کرنے لگے یہ دیکھ کر وہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ اب تو حضرتِ اقدس نے اس سے
ملاقات کر ہی لی اس کی بات پر مصالحت ہو جائے گی۔ جب اس خواب کے بعد
میری آنکھ کھلی تو نہایت متفکر ہوئی اور یہ خواب حضرت سے بیان کیا۔ آپ نے
اس وقت تو سکوت فرمایا اور دوسرے دن یہ فرمایا کہ ناسوت و ملکوت کے ملائکہ کو
ملاءِ اعلیٰ سے حکم مل چکا ہے۔ اور اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ پھر ایک دوسرے موقع
پر فرمایا کہ موت جبلی چند وجوہات سے ہوتی ہے بعض کامل افراد کا صرف یہی انتقال
ہے۔ آپ کا یہ فرمانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بعض کاملین ورثہ نبوت کو مکمل
ورنہ اس دنیا سے انتقال کے بعد ایک اور زندگی اس دنیاوی زندگی کی طرح عطا
ہوتی ہے اور وہ وہاں سے اس دنیا کے بعض امور کی طرف توجہ کرتے ہیں چنانچہ
انہیں ایام میں اسی سلسلہ میں ایک بار صاحبزادوں سے ارشاد فرمایا کہ پچیس سال
محض تمہاری تعلیم و تربیت کے لیے ہم کو عطا فرمائے ہیں۔ جب مرض نے شدت اختیار کی
تو بعض خدمتیں کی درخواست پر مرزا ایلچی کو شاہجہان آباد کی طرف ہجرت فرمائی۔
تمام اطبا حاضر ہوئے ہر ایک نے اپنی تشخیص کے مطابق مختلف تدابیر کیں اور
جو کچھ ممکن تھا وہ کیا لیکن کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ ایامِ مرض میں آپ کی
رقت قلبی اتنی زیادہ بڑھ گئی تھی کہ اگر کوئی ذرا سی نازک بات بھی زبان حقائق
ترجمان سے نکلتی تو دریا شدید گریہ طاری ہوتا کہ اپنے کو بڑی مشکل سے روک پاتے
اور ضبط کر کے بات کو پوری فرماتے اور شاعر کے اس قول کے مصداق معلوم ہوتے

کرامت کن دلِ نازک چو شبنم ۱؎ — کہ گر بادے بجنبد باشد از ہم

۱؎ شبنم کی طرح نازک دل عطا فرمائیے کہ اگر ہوا بھی اس کو جنبش دے تب بھی وہ چھڑکا کرے۔

اور یہ حال تمام حاضرین مجلس میں سرایت کر گیا تھا۔ انہیں ایام میں ایک روز یہ فرمایا
کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز بیشتر اوقات ہماری نظروں
کے سامنے جلوہ گر رہتے ہیں (برزخ قائم رہتی ہے) اور جب وقت پانی کا گلاس ہاتھ میں
لیتا ہوں یا کھانے کی کوئی چیز سامنے لائی جاتی ہے تو دیکھتا ہوں کہ وہ موجود ہیں اور اس
سلسلہ میں اہتمام فرما رہے ہیں۔ انہیں ایام میں ایک افغانی شخص محمد بیگ نام جو
آپ کا مرید تھا، ایک رات آپ کے پائے مبارک دبا رہا تھا اسی حالت میں اسے غنودگی
آگئی دیکھا تو حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے سر مبارک کے قریب کھڑے
ہوئے فرما رہے ہیں کہ روانہ ہو (چلو) اسی وقت وہ جاگ پڑا اور جو دیکھا تھا۔
خدمتِ اقدس میں عرض کیا فرمایا کہ وہاں وہ تشریف لائے تھے۔ انہیں ایام میں
ایک روز مزاج مبارک نہایت متغیر ہوا ایسا کہ ہاتھ پیر سرد ہو گئے اور نبض غائب
ہو گئی اور سانس انتہائی تیز چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر سب پر قلق و اضطراب طاری ہوا
اور حکما بھی مایوس ہو کر روتے ہوئے اٹھ گئے۔ حضرتِ اقدس نے جب یہ صورت حال
ملاحظہ فرمائی تو اپنی حالت پر رجوع ہو کر تمام حاضرین کو تسلی و تسکین دینے لگے اور
فرمانے لگے کہ اللہ کی قدرت اور رحمت سے نا امید نہ ہونا چاہیے ع

باشد کہ ازیں حال افاقت بخشد

اور اس وقت غلام کی اضطرابی کیفیت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

گر بدانستی کہ ظل کیستی ۱؎ — فارغی گر مردہ گر زیستی

اور بعض احباب (مخصوصین) نے انتہائی مضطرب ہو کر عرض کیا کہ یہ ہماری شامتِ
اعمال کا خمیازہ ہے۔ ازبسکہ حضرتِ اقدس ہماری پشت پناہ ہیں یہ تکلیف ذات
ملکی صفات ہماری ہی وجہ سے ہے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ تمام امور عالم نشر سے

۱؎ اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو

کے لوازم ہوتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہاں کبھی کبھی خانگی معاملات میں شرکت صاحب
مجلس کے ساتھ بھی حاضرہ کو ایک دوسرے واجب کر دیتی ہے یعنی جب ایک
سے پرسش ہوتی ہے تو اس کے ساتھی سے بھی کی جاتی ہے جو اس خانگی معاملات میں اس کا
شریک ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے مابال اُناس لایحسنون
الوضوء فلیس علی صلوٰتی۔ (لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور ہم
پر وہ وہ نہیں بھیجتے) اس ارشاد سے تمام حاضرین نہایت متعجب ہوئے کہ ایسی حالت
میں اس قسم کی دقیق معرفت کے ساتھ کلام کرنا کسی انسان سے ممکن نہیں۔ اس وقت
آپ کے بڑے صاحبزادہ میاں محمد صاحب انتہائی مضطرب و بےچین ہو رہے تھے اور
لوگ انھیں تسلی دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت اقدس نے اس خاکسار کی طرف متوجہ ہو کر
ارشاد فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو۔ اس سلسلہ میں جو کچھ ملا ہو ان پانچوں بھائیوں پر ہی ہو۔ ہوشمند
حضرات نے آپ کے اس فرمانے سے اشارہ سمجھ لیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پانچوں بھائی
خلافت کے مستحق ہیں پھر آپ کو افاقہ ہو گیا۔ اسی دوران ایک روز شیخ عبدالعزیز نے
(جو ظاہری و باطنی ہر حیثیت سے آپ کے حقیقی جانشین ہیں) فرمایا کہ ہمارے
حضرت قبلہ گاہ نے جب اس عالم سے رحلت فرمائی تھی تو ہم تمہاری ہی عمر کے تھے اور
میاں اہل اللہ (یعنی آپ کے برادر خورد) رفیع الدین کی عمر کے تھے۔ اور اکثر اوقات ہم
حضور شریف پر ان کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے اور حقیقت کی راہ ہم پر
کھل جاتی تھی۔ یہ واقعات بیان فرما کر اپنی قرب رحلت کی طرف آگاہ فرمایا اور
ایک روز فرصت کے اوقات میں اپنے دو چند فرزندان گرامی کو ان بشارات عظیمہ
سے نوازا۔ شیخ عبدالعزیز صاحب سے فرمایا کہ میرے فرزند شیخ محمد کی نسبت مع الٰہی
مثل شاہ حسین کی نسبت کے بتائی گئی جس کو واقف بھول گیا اور تمہارا نام ملاء اعلیٰ میں
حجۃ اللہ ہے اور رفیع الدین کا نام ابوالعجائب یعنی عجائبات ان کے مسخر ہوں گے جو کہ ان کی

زبان سے نکلے گا ویسا ہی واقع ہو گا۔ اور عبدالقادر کا نام معین الحق ہے جو حجۃ اللہ کی کسی
طرح پر اعانت کرے گا مال سے یا کسی دوسری طرح سے۔ اس پر شیخ عبدالعزیز نے عرض
کیا کہ کیا مجھے ولایت حاصل نہ ہو گی فرمایا تم نہیں سمجھے اللہ تعالیٰ کی مراد پوری کرنے میں
حجۃ اللہ جا بجا الٰہی ہوتا ہے۔ بحمد اللہ کہ ان بشارات کے آثار ان میں سے ہر ایک میں ظاہر
و باہر ہیں۔

جب محرم الحرام سنہ ۱۱۷۶ھ کی آخری تاریخ ہوئی اور عمر شریف کا باسٹھواں
سال شروع ہوا سنیچر کے روز صبح کے وقت حضرت مرزا جان جاناں (حضرت مرزا
مظہر جان جاناںؒ جو سلسلہ نقشبندیہ احمدیہ کے مشہور مشائخ میں سے ہیں مع اپنے
احباب کے عیادت کو آئے ان کی آمد پر تخلیہ کرایا گیا اور بجز چند مخصوصین کے جن کا
طفیلی یہ غلام بھی تھا کوئی اور نہ تھا۔ حلقہ مراقبہ ہوا اور تقریباً آدھ گھنٹہ صحبت
گرم رہی۔ جب مجلس مراقبہ ختم ہوئی اور مرزا صاحب نے رخصت چاہی اسی وقت
مزاج شریف متغیر ہوا اور آناً فاناً آثار وصال ظاہر ہوئے اور اسی روز وقت
ظہر طائر روح پاک نے عالم قدس کی طرف طیران فرمایا اور رفیق اعلیٰ سے
واصل ہو گیا۔

نظم

آں ہادی زمانہ رُخ اندر نقاب کرد — زیں شیوہ خانماں جہاں را خراب کرد
در روزگار عمر نہ دیداست ایں چنیں — زیں صعب تر غمے کہ دلہا چو آب کرد
ہر کس کہ نالہ ہائے جگر ریش ما شنید — شب را تمام روز قیامت حساب کرد
خوں نفس بر گزیدہ یاراں فراق داد — خود بادہ خوردہ و جگر ما کباب کرد

غرضکہ اس مصیبت کی کیا شرح کی جائے اور اس غم کے ماتم کا کیا حال بیان

---

[1] اگر تم یہ جان لو کہ کس کا سایہ ہو تو موت و زیست کے خیال سے فارغ ہو جاؤ۔

کیا جائے کہ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَائِیْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ فَلْیَطْلُبْ رَبًّا
سِوَائِیْ وَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ۔ کی وعید شدید دل کو خون کیے دیتی ہو
اور زبان کو حرکت کی سکت نہیں دیتی۔ جس رات حضرت اقدس نے اس دار فانی
سے اعلیٰ علیین کی طرف رحلت فرمائی بابا فضل اللہ جو آپ کے مخصوص خلفا میں
نماز تہجد پڑھ رہے تھے اسی اثنا میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم قدس
سرہٗ کے مقبرہ کے اندر تین مزار ہیں اور وہاں لوگ بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے
ہیں۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ تیسرا مزار کس کا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں حضرت
نظام الدین اولیا دفن ہیں۔ انھوں نے کہا کہ حضرت نظام الدین اولیا کا مزار
تو شہر سے باہر ہے کہنے لگے کہ نہیں وہ اسی جگہ دفن ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان
کو نہایت رنج ہوا جب دن ہوا تو ظہر کے وقت یہ واقعۂ جاں کاہ رونما ہوا۔ پھر
آپ کا مزار پُر انوار اسی جگہ بنا جہاں کا انھیں مشاہدہ ہوا تھا۔ نیز جس روز حضرت
اقدس نے وصال فرمایا ایک مرد صالح (جس کو آپ سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوا
تھا) نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات اور صحابۂ کرامؓ ایک مقام پر
تشریف فرما ہیں اور یہ شخص بھی (اس مقام پر) حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ وہاں سے اٹھ کر ایک جانب تشریف لے گئے اس نے
پوچھا کہاں تشریف لے گئے لوگوں نے کہا کہ شاہ ولی اللہ آرہے ہیں ان کے
استقبال کو تشریف لے گئے ہیں۔ ایسا ہی ایک دوسرے شخص کا بھی واقعہ ہے
جو تین منزل راہ پر تھا اس نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا چبوترہ ہے جس پر فرش
بچھا ہوا ہے اور اس پر حضرت اقدس انتہائی حسین شکل میں لباس فاخرہ زیب تن کیے

لہ جو میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے تو اسے چاہیے کہ میرے علاوہ کوئی اور
رب تلاش کر لے اور میرے آسمان کے نیچے سے نکل جاوے (حدیث قدسی)

ہوئے تشریف فرما ہیں اور یہ (یعنی خواب دیکھنے والا) بھی خدمت اقدس میں
حاضر ہے۔ ناگاہ آنحضرت ﷺ کی سواری پہنچی جس کا ہودج انتہائی پر تکلف مثل حجلہ
عروسی کے ہے اس کو اس چبوترہ کے قریب اتارا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ
مبارک اس حجلہ سے باہر نکال کر حضرت اقدس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے
لگے کہ ہم محض انھیں کی وجہ سے آئے ہیں اور حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے
شیخ محمد صاحب نے فرمایا کہ وصال کے دوسرے روز حضرت اقدس ہماری نظر
میں متمثل ہوئے (آپ کی برزخ ہمارے سامنے آئی) اور فرمانے لگے کہ جس وقت
میرا انتقال ہوا تو مجھے عالم ملکوت میں سے ان عوالم سے جن کی کسی کو اطلاع
بھی نہیں ہے دور دور لے گئے۔ انتقال کے وقت سے لے کر پوری رات تا
بلکہ دو گھڑی دن تک ہم کو نہ تمہاری طرف توجہ تھی اور نہ تمہارے حال کی کوئی
خبر۔ اب ہم تمہاری تربیت کی طرف متوجہ ہیں۔ پھر چند ساعت بعد دیکھا
کہ اس عالم کے معاملات کی طرف متوجہ ہیں جیسے کوئی تخت شاہی پر بیٹھا
ہو امر و نہی اور سزا و جزا کے احکام صادر کرنے میں مشغول ہوتا ہے۔ اور اسی دن
ایک جوان طالب علم نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت اقدس زرد لباس میں
ملبوس تشریف فرما ہیں اور میاں شیخ محمد صاحب اس واقعہ جاں کاہ سے
نہایت بے قرار اور مضطرب ہیں یہ دیکھ کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ کیوں
پریشان ہوتے ہو۔ کیا موت کا گمان کرتے ہو اس کے کون سے آثار ہم میں
ہیں۔ اگر جسم سے روح کا انقطاع سمجھتے ہو تو دیکھو کہ ہم (خود) موجود ہیں اور
بیٹھے ہوئے ہیں اور اگر تمہارا مطلب نقل مکانی ہے تو چوں کہ وہاں گرمی
تھی اس لیے ہم وہاں سے منتقل ہوگئے اور بڈھانہ سے چلے آئے ہیں۔ اور
آپ کے سیوم کے روز جب کہ انبوہ عظیم و مجمع کثیر تھا اور تمام مشائخ عظام

وعلمائے شہر موجود تھے شیخ محمد صاحب نے اسی درمیان بحالت بیداری یہ مشاہدہ کیا
کہ عالمِ اعلیٰ کا ایک جمِ غفیر صحن مسجد میں جہاں مجلس سیوم منعقد تھی موجود
ہے اور ان کی اتنی کثرت ہے کہ ہجوم کی وجہ سے ان کے بدن کا صرف نصف
اوپری حصہ اور سر دکھائی دے رہے ہیں۔ ان میں بعض بوڑھے ہیں اور بعض
نیم شیم جوان۔ بعض ضعیف و نحیف ہیں اور بعض پگڑی باندھے ہوئے ہیں
اور ایک فریق کے سر پر بڑے بڑے بال ہیں اور تہبند باندھے ہوئے ہیں
اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح سر اقدس پر بڑے بڑے
بال اور نیلی تہبند باندھے ہوئے مجلس میں تشریف لائے اور حضرت اقدس
بھی حاضر ہوئے۔ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ ہم نے اس وقت انتہائی بیقرار
ہو کر عرض کیا کہ یا حضرت ہم کو کس کے سپرد کیے جاتے ہیں فرمایا کیوں پریشان
ہوتے ہو فلاں (شاہ محمد عاشق) تو موجود ہے اور اپنے اس خاکسار (یعنی
مؤلف کتاب ہذا) کی طرف اشارہ فرمایا اور میاں اہل اللہ جو حضرت اقدس کے
بمار خوردوں میں وہ بھی موجود ہیں۔ پھر ہم نے کہا کہ آپ ہی ہمارا ہاتھ پکڑ کر
ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت اقدس نے پانچوں بھائیوں کے ہاتھ لے کر
اپنے اس خاکسار مؤلف کے ہاتھ میں دیدیئے۔ پھر فاتحہ سیوم وغیرہ کے
اختتام کے بعد بموجب اشارہ جو کلام کرامت نظام سے سمجھا گیا تھا دستار
سجادہ نشینی (شاہ عبد العزیز کے سر پر) و نیز دستار خلافت (دیگر) صاحبزادگان[1]
کے سروں پر باندھی اور جلیل القدر کام کی انجام دہی اس بندہ مؤلف نے

---

[1] ان صاحبزادوں کی اس وقت عمر کیا تھی اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا نور الحسن
راشد صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۱۵۹ھ میں آپ کی عمر اٹھائیس یا انتیس سال ہوگی۔ تذکرہ نظر
مدہ ماہ شوال و ذی الحجہ ۱۱۷۶ھ حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کی عمر سترہ سال کی تھی اور بعض
روایات کی رو سے سترہ سال چھ مہینہ۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی عمر ۱۳ سال اور
حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ کی عمر دس سال تھی اور چھوٹے صاحبزادہ شاہ عبد الغنی
الثقافۃ الاسلامیہ کی روایت کے مطابق اس وقت پانچ سال کے تھے اور کلام پاک پڑھا کرتے تھے
حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے ایک مکتوب بنام حضرت شاہ ابو سعید بریلویؒ سے معلوم ہوا کہ آپ نے
(باقی [illegible])

کی احساس نعمت عظمیٰ سے اس کمترین کو سعادت کبریٰ کی سرفرازی بخشی۔ و...
علیٰ ذالک حمدا یوافی کرمہ ویکافی نعمہ

ایک روز حضرت میاں محمد صاحب نے بیان کیا کہ ہم شاہجہان آباد میں ہیں
اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت صاحب کا واقعہ (وصال) ہوگیا اس خبر کو سن کر

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) کلام پاک حفظ کیا تھا جس سال شاہ رفیع الدین صاحب فارغ التحصیل ہوئے
اور شاہ عبد القادر صاحب بھی بافراغ تھے۔ اسی سال شاہ [illegible] کے حفظ سے فارغ ہوئے
یعنی رفیع الدین [illegible] تحصیل علوم فارغ شد و در مجلس عرس حضرت [illegible] علما و فقرا [illegible] دستار
[illegible] عبد الغنی قرآن ختم نمودہ در رمضان گذشتہ در محراب [illegible]
یعنی شیخ رفیع الدین اللہ کے فضل سے فارغ التحصیل ہو گئے حضرت کے عرس [illegible] جبکہ علماء و فقراء [illegible]
دستار [illegible] عبد الغنی نے قرآن [illegible] حفظ ختم کر دیا گذشتہ
رمضان میں محراب [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت [illegible] موجود [illegible] محترم مولانا
نور الحسن راشد کاندھلوی [illegible] صد آفرین [illegible] جرأت ہے با اندے کام [illegible]
[illegible] ستمبر ۱۹۹۵ء اسلام آباد پاکستان ص: ۱۴۵ سطر ۱۰ میں مجلس
عرس نقل ہوا اگرچہ عرس کے بعد کا لفظ حضرت حذف فرما دیا جس سے یہ ثابت
ہے کہ شاہ عبد العزیزؒ بھی اپنے اکابرین کے طریقے کے مطابق حضرت اقدسؒ کا عرس
کرنے کے پابند تھے۔ پھر [illegible] سطر میں موصوف نے "مجلس عرس" کا ترجمہ "یادگاری
[illegible] ہیں تو انگشت بدنداں رہ گیا کسی لغت میں یہ ترجمہ تلاش سے بھی نہ ملا ممکن
ہے کسی جدید قلمی لغت میں یا جدید تحقیق ہو۔ کاش یہ سہواً ہوا ہو نہ قصداً۔

(تقی انور)

مجھ کو انتہائی قلق ہوا اور میں دلی دروازہ (دلی گیٹ) کی طرف روانہ ہوا دیکھا
کہ اس سمت سے حضرت اقدس کا جنازہ آرہا ہے اور ایک جم غفیر آہ و فغاں کرتا
ہمراہ ہے۔ پھر ایک مقام پر اس جنازہ کو غسل دینے کے لیے اتارا اور غسل
دے کر انتہائی پر تکلف کفن پہنایا۔ اسی اثناء میں ایک فرشتہ نے آسمان سے
نازل ہو کر یہ پیام پہنچایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو تین ساعت کے لیے تم کو
دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے تاکہ جو کچھ وصیتیں تم کو کرنا ہوں کر لو۔ گویا
حضرت اقدس زندہ ہو کر بیٹھ گئے اور بآواز بلند لوگوں سے فرما رہے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے مجھے اس عالم میں اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بری عادتوں سے روکوں
اور بری خصلتوں سے پاک کروں اور اسی طرح بداخلاقی کی برائیاں بیان فرما کر
اور تنبیہ کر رہے ہیں اور گویا کسی کی طرف اپنائیت کی نظر سے التفات ہی
نہیں فرماتے اور ہم بھی ایک گوشہ میں اس کے منتظر بیٹھے ہیں کہ (اگر) اس
وعظ و نصیحت سے کچھ سکوت فرمائیں تو اپنا حال عرض کریں۔ اسی حالت میں
جاگ پڑا اور اتفاق نہ ہوا۔ پھر اس مشاہدہ کے چند ہی روز بعد شاہجہان آباد
جانے کا اتفاق ہوا۔ ۱۲ ماہ رجب ۱۱۷۶ھ کو مزار پر انوار کی زیارت کے لیے
آپ کے صاحبزادگان کی معیت میں جن کے ہمراہ ایک کثیر جماعت آنحضرت
کے اصحاب اور مخصوصین کی بھی تھی اور ان میں یہ غلام (مولف کتاب) بھی تھا مقبرہ
میں پہنچی۔ ایک عجیب و غریب واقعہ رونما ہوا جتنے چھوٹے بڑے تھے سب پر ایک
وجد عظیم طاری ہو گیا اور باد ہوا اور گریہ و زاری کا ایسا شور اٹھا کہ کسی نے نہ
دیکھا ہوگا۔ انھیں میں سے ایک جوان صالح[1] کو جو فطرت صافی رکھتا تھا

[1] یہ جوان صالح مولوی محمد عاشق تھے جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کے [illegible]
[illegible] بھانجے تھے جیسا کہ مقالات طریقت [illegible] کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔
باقی [illegible] صفحہ

ایک عجیب حال پیش آیا کہ پہلے اس کی ناک سے خون بہا اور وہ مضطرب ہوا
بعد ازاں حضرت اقدس کی طرف سے بے اختیار بطور سفارت پیغام موعظ
پہنچانے لگا پھر اس حال میں اتنا زائد مغلوب ہوا گویا وہ خود گم ہو گیا اور سفارت
سے گذر کر حضرت اقدس کے مرتبہ جارحیہ پر فائز ہو گیا اور گویا آپ میں فنا ہو گیا
آپ کے کلمات حقایق و معارف اس کی زبان سے ادا ہونے لگے یہ معلوم ہو رہا
تھا کہ حضرت اقدس خود کلام فرما رہے ہیں) اور بمصداق ان اللہ ینطق علی
لسان عمر، آپ کا نمونہ ہو گیا۔ اور سائلوں کے ویسے ہی جوابات دینے لگا
جیسے حضرت اقدس دیتے تھے (ہو بہو) آپ کے مثل ہو گیا اس وقت جو لوگ
اس سے سوالات کرتے تھے وہ ان کے بعینہ اسی طرح جوابات دیتا تھا جس
طرح حضرت اقدس اپنے زمانہ حیات میں دیا کرتے تھے) اور جو کچھ حضرت شیخ محمد

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) [illegible] شاہ ولی اللہ صاحب کو [illegible] کی ضرورت ہوئی کہ اپنے خلف ارشد
[illegible] مولوی محمد عاشق [illegible] مولوی
[illegible] شاہ عبد العزیز صاحب کے [illegible] حالت [illegible] کی زبان
میں شاہ ولی اللہ [illegible] جاری ہوا۔ اور حرکات و سکنات شاہ ولی اللہ صاحب کے ان سے سرزد
ہونے لگے بعض اشخاص جنون پر محمول کرتے اور بعض آسیب زدہ جانتے۔ جناب شاہ عبد العزیز صاحب
نے اس حال سے آگاہ ہو کر [illegible] کہا کہ اگر [illegible] شاہ ولی اللہ صاحب ہو تو بعض مشکلات
[illegible] حضرت شاہ صاحب [illegible] اس وقت ان کو ایسی حالت
[illegible] بیان سے [illegible]
[illegible] مشکلات کے حل کرنے کے واسطے [illegible] زبان و بیان [illegible] حضرت
شاہ ولی اللہ [illegible] مولوی محمد عاشق [illegible] حقائق و دقائق [illegible]
[illegible]
(مقالات طریقت [illegible] صفحہ ۱۳۳-۱۳۴)

کو مذکورہ بالا خواب کی حالت میں دکھایا گیا تھا وہ اس مشاہدہ کا مصداق ہوا۔ تقریباً چار پانچ ساعت یہی حال رہا۔ جب اس حالت سے اس کو افاقہ ہوا یعنی اپنے ہوش و حواس میں آیا، تو اس سے اس کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ قاری نے جب پنج آیت شروع کی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری پشت سے کوئی چیز آ کر ٹکرائی اور قبر شریف کی طرف سے ایک جاذبہ آیا اور مجھ کو اپنی جانب کھینچ لے گیا۔ میں نے دیکھا کہ قبر مبارک شق ہوئی۔ اور صورت مبارکہ ایک طلسم کی طرح نمودار ہوئی اور اس سے ایک نور مثل آفتاب تاباں و درخشاں میری نگاہوں میں سما گیا اور وہ طلسم صورت ان شعاعوں میں پوشیدہ ہو گئی۔ اور اس وقت آپ کے وجود کا ایسا یقین تھا کہ گویا سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ آنجناب مجھ پر القا فرماتے تھے وہی بے اختیار میری زبان پر جاری ہو رہا تھا۔ بغیر اسے اپنی طرف نسبت دیئے ہوئے (یعنی میرے علم و ارادہ و اختیار کا اس میں مطلق دخل نہ تھا)، اس وقت میں ایسا سمجھ رہا تھا کہ آپ اس کے منتظر ہیں کہ جب یہ تمام امور القا ہو چکیں تو توجہ اٹھائیں۔ جب وہ القا پورا ہو چکا تو وہ نور پوشیدہ ہو گیا پھر مجھے افاقہ ہوا اور میں اپنی اصلی حالت پر واپس آ گیا۔ الحاصل اس وقت بکثرت سوال و جواب درمیان میں لوگ کرتے رہے اور حضرت اقدس اُس جوان کی زبان سے بیان، افادہ فرماتے رہے اسی دوران کسی شخص نے اس مجمع میں یہ بھی پوچھا کہ کیا اس سے قبل بھی کبھی اس قسم کی باتیں ظاہر ہوئی ہیں جواب دیا کہ نہیں یہ ہمارے ہی لیے مخصوص ہے کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی اِنَّ اللّٰهَ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ۔

حضرت اقدس کی بعض تاریخہائے وصال جو مختلف فردوں نے موزوں کی ہیں لکھی جاتی ہیں۔

ایک شخص نے کلام پاک سے نہی النفس عن الهوی تاریخ نکالی ہے

از مولوی محمد صدیق اعظم کشمیری

چو قبلہ گاہ خلائق پناہ محمل راند — ازیں خرابہ دنیا بہ جنت موعود
بہ سال رحلت آں شاہ عارفاں ہاتف — جنید عصر رفت از جہاں ندا فرمود

ایضاً

قبلۂ سالکان و فخر زمن — کعبۂ رہروان خیر رجال
راسخ العلم و کامل العرفاء — کوہ تمکین و کان مجد و جلال
افقہ الخلق در فروع و اصول — اعلم الناس در حرام و حلال
شہ ولی اللہ آں کہ در وصفش — عقل فعال ہست ناطقہ لال
یاد فرمود موطن اصلی — کرد منزل بہ بارگاہ وصال
اہل جنت ز سال رحلت او — از ملائک نمودہ اند سوال
گفت روح الامیں پے تاریخ — بود ماہ سمائے فضل و کمال

ایضاً از مولوی محمد دائم بریلوی

شاہ ولی اللہ تاج اہل فضل — چوں بہ جنت رفت آں فرخندہ خو
بہر تاریخش تامل ساختم — گفت رضواں شاہ دار الخلد گو

ایضاً از مولوی حضور اللہ کشمیری بہ تعمیہ

بحر عرفاں شہ ولی اللہ — کو ز حق بہر خلق رحمت بود
جبہ ارشاد و رہنمائی دیں — سوئے خلد بریں چو رحلت نمود

بے دل سالک سالِ او گفتا
ہاتفے وارثِ نبوت بود

ایضاً از خواجہ احمد جاز کشمیری

یادگارِ سلف امامِ خلف کہ بسر برد در قیام و سجود
دل و دستش بہ صیقلِ ارشاد زنگ بزدائے سینہ ہائے خلق زدود
عاقبت نفس مرجع الاحرار شدہ راضی بہ جنتِ موعود
حالِ وصال وصالِ شیخ اجل از عزیزاں یکے سوال نمود
من بہ امامِ حق با او گفتم
آں ولی نقشبندِ ثانی بود

ایضاً از حسن شاں کشمیری

شاہِ عرفا، ولی برحق آں راہ نمائے شارعِ دیں
آں صدر نشینِ بزمِ ارشاد واں صافِ ضمیر و صدق آئیں
در راہِ سلوک بود دائم منزل گہِ او مقامِ تمکیں
از منطق واز حدیث و تفسیر در صدرِ دہر داشت تزئیں
معلوم نہ کرد عقلِ کلی اندازۂ علمِ او بہ تخمیں
افسوس ہزار حیف ہیہات کز گردشِ آسمانِ پرکیں
رفت از دنیا بسوئے عقبیٰ آں پاک نہاد عاقبت بیں
در بسترِ خاک آرمیدہ در خشتِ لحد نمودہ بالیں
اے چرخ ستمگر جفا جوئی خاکت بسر چہ کردی ایں

زیں واقعۂ کدورت افزا ہر جا کہ دلیست ہست غمگیں
گر سقفِ فلک فتد عجب نیست طغیاں کردہ است اشک خونیں
آں مجتہد زمانہ در خلد تا گشت انیسِ آلِ یاسین
از بہرِ وصالِ او ز ہاتف تاریخ طلب نمود تحسیں
ناگاہ زغیب آمد آواز او بود امامِ اعظمِ دیں
بادا رحمت بہ روحِ پاکش
آمیں آمیں. ثم آمیں

ایضاً

دریغا رفت از دنیائے فانی شاہِ اہلِ دل ولیِ برحق و پیرِ طریقت مرشدِ کامل
کمالِ فضل و دانش منحصر بودہ است در ذاتش نماندہ در جہاں دیگر نشانِ جوہرِ قابل
ز فوتش می نمود افسوس ہر سے زد رقم تخمیں
بہ تحقیق آں ولی اللہ بودہ شاہِ اہلِ دل

ولہٗ ایضاً بہ تعمیہ

قطبِ زمانہ شاہ ولی اللہ آں کہ خلق از وے علومِ دیں بہ جہاں اکتساب کرد
جائز در اجتہاد چو اصلا خطا نداشت او کارِ شرع راست بہ حکمِ صواب کرد
پیوستہ داشت میلِ طبیعت بسوئے معاد از عالمِ معاش از آں اجتناب کرد
چوں روحِ پاکِ او شد عطار بہ روحِ قدس رضواں بہشت را خبرِ فتح باب کرد
تا کرد ترک دورِ مہ و روز عمرِ او از بہرِ ضبطِ سال دلم پیچ و تاب کرد

آگہ ز حسن تعمیہ چوں گشت پیرِ عقل

سالش بہ محرم و تتمہ حساب کرد [۱]

ایضاً از حافظ محمد مقیم

آہ و دیہات وستیاں ہائے ہائے   کاں شہِ عرفان و گنجِ علمِ دیں

شد نہاں در خاک اندر ماتمش   خاک بر سر کرد چرخِ ہفتمیں

از فراقش عالمے دل چاک کرد   جملگی بنشست غمگین و حزیں

در مریدان و غلامانش ہمی   شد قیامت قائم اندر صحنِ دیں

ہائے ہائے کربت و واحسرتا   آمد از ہر سوئے گوشش اندریں

شد جہاں زیر و زبر زیں واقعہ   خیرِ عالم شد ز عالم بالیقیں

نیست چارہ جز صبر و رضائے دگر   ایں جراحت را بعلاج ایں چنیں

آئینہ اصبروا جمیلا ذا ثنا   بر بندہ اوستی حیاتی و اصابرین

سالِ تاریخِ وصالش از خرد   سائلت کردم بگو تا چیست ایں

کرد افسوس و بگفت از پیر سال

آفتابِ دیں شدہ زیرِ زمیں

مولوی محمد صدیق نے اسی تاریخ کو رباعی میں کتنا اچھا نظم کیا ہے؟

آں راہبرِ شائعِ عرفان و یقین   منزلگہِ خویش ساخت چوں خلدِ بریں

تاریخِ وصالِ او ز ہاتف جستم   فرمود شدہ آفتابِ دیں زیرِ زمیں

---

[۱] ۱۲ کے عدد کو سالِ بہ محرم و تتمہ سے کم کرنا چاہیے۔

تاریخِ دیگر بہ تعمیہ

آں ولی اللہ امیرِ ملکِ دیں   بود ذاتش بحرِ فیضِ سرمدی

سالِ تاریخِ وصالِ او بگفت   ہاتفے از بارگاہِ ایزدی

از سرِ دنیا و دل آں گزشت

آفتابِ شرع و دینِ احمدی

تاریخِ دیگر از خواجہ رحمت اللہ ممتاز

آں شاہِ ولی کہ در سخن لایق بود   در علمِ کلام حجتش بالحق بود

پیوست بہ رحمتِ حق شد تاریخ   در علمِ حدیث ایں ولی فائق بود ۔

منشی محمد فاروق کشمیری نے آنجناب کے مرثیہ میں اپنے درد آمیز اور سوز انگیز نالے نظم کیے ہیں وہ بھی تحریر کیے جاتے ہیں ؎

روزے کہ ایں خبر ز قضا بر زباں فتاد   سخت آتشے بجانِ منِ ناتواں فتاد

در چشمِ روزگار قیامت پدید شد   بر فرقِ اہلِ درد مگر آسماں فتاد

چوں شمع بسکہ شعلۂ آہم بلند شد   خشتِ شرر بہ حجرۂ قدسیاں فتاد

قطراتِ غم ز دیدہ کرد بیاں چکید   چوں گوہرِ یتیم بہ دستِ جہاں فتاد

ایں تند بادِ غم کہ فرو ریخت ترک و تاز   یارب چہ شعلہ بود کہ در باغِ جاں فتاد

مینائے دل شکستہ و کوہِ الم بہ سر   ایں بارِ غم کرا چو من اندر جہاں فتاد

یعنی کہ خاکِ پائے شہِ دیں پناہِ من

جنت فروز گشت ازیں خاکدانِ کہن

کشتی شکست بحرِ طوفاں مصیبتاہ   بر خاک ریخت آبِ عزیزاں مصیبتاہ

این صدر زخم خورده درین دشت ناپدید   آواره گشت کوه و بیابان مصیبتا
این برق خانه سوز متاع شکیب ما   برباد داد آتش سوزان مصیبتا
آن شهسوار دین ز بهمن خانه خراب   بیرون زده است خیمه رفیقان مصیبتا
آں سرو خوش خرام ازیں بوستان خشک   سوئے جناں روان شده یاران مصیبتا
دارم بچنگ دشنهٔ قانون ز ہر زباں   زیاد آه و ناله و افغان مصیبتا

واحسرتا که آں سرو دیں شد به زیر خاک
یاراں ز بید جامهٔ صبر و شکیب چاک

آه آں زماں که مہر رخش در نقاب شد   دہلائے غم کشان مصیبت کباب شد
یارب مصیبتے عجب آورد روز بر ما   کز صدمه اش سنانی طاقت خراب شد
زیں داغ تازه آبلهٔ دل که بسته بود   دریا شکست و بر رخ پاکش حباب شد
زیں اشک لاله گوں که به صحرا گماشتم   ماہی به خوں طپیده و دریا سراب شد
در خلد نشست تا که ازیں چرخ نیلگوں   در ماتمش دو چشم مسیحا پرآب شد
احباب را ز گریه نه دانم چه رفته داد   از آه و ناله ام که دل سنگ آب شد

ایں آه دردناک به گردوں رسیده است
سیلاب خوں ز دیده به جیحوں رسیده است

آه آں زماں که بر سر کویت گذر کنم   بر خانقاه و مسجد پاکت نظر کنم
چوں ابر نوبہار به چشم گہر فشاں   بر خاک آستانهٔ تو دیده تر کنم
خالی ز جائے خاص تو بینم ز خود روم   چاکے ز غم به سینه و خاکے به سر کنم
از خون دل به لوح مزارت رقم کنم   وا ز آب دیده فرش ترا پُر گہر کنم
چوں عندلیب ہر نفس از آه آتشیں   روئے مزار تازه به خون جگر کنم
در زیر مقدمت بنشینم فدا قدوم   ایں قصهٔ دراز مگر مختصر کنم

کاش ایں جہاں نیامدے اندر جہاں دریغ
برباد داد بے سر و سامان جہاں دریغ

یاد آں زمانه که ز بوئے تو نوبہار   می داد مخلصان ترا نافهٔ تتار
آں مدرسه که خاک شریفش بفیض خاص   بوده است خاک دیدهٔ ارباب افتخار
بر خاک غم نشسته و از موج بوریا   مردم کشید خنجر کیں بر دل فگار
محراب مسجد از خم ابروئے تو خمید   باز است چشم حلقه در باد در انتظار
از فیض درس و لطف اشارات خاص تو   ساغر گرفت شاہد مقصود در کنار
عالی ز فیض صحبت تو فطرت بلند   روشن ز خاک درگه تو چشم اعتبار

باز انچه خاک پائے ترا توتیا کنم
بشگافت به منت و در دیده جا کنم

از گریه بے تو وا نه رہد چشم تر ہنوز   باشد به رہ گذار تو چشم خبر ہنوز
آشفته زلف سنبل و از رخت بوئے گل   واں سرو خوش خرام نیامد بدر ہنوز
نرگس شگفته دیدهٔ بادام شد سفید   زاں چشم پُر خمار نیامد خبر ہنوز
آراست زہره انجمن انجم آسماں   آں ماه دلفروز نه شد جلوه گر ہنوز
مشتاق شوق خوں ز دل خویش می خورند   در کوئے فروش نه گردی گذر ہنوز
گل شگفت و سبزه دمید و صبا وزید   شاید نسیم صبح نه کردش خبر ہنوز

سرو و سمن به دیدهٔ پرنم نشسته اند
در باغ انتظار چو شبنم نشسته اند

اے شان عالم از تو رفیع المکان بیا   جائے تو در بہشت بریں جاوداں بیا
در انتظار چشم امیدم سفید شد   چوں نور دیده در نظرم ناگہاں بیا
قربان چشم مست تو جان و دل و قرار   گرد سر تو طاقت و تاب و تواں بیا

ساغر کشانِ درد محبت در انتظار ❊ بے رنگ بے خودی زدہ مینائے جاں بیا
اصحابِ درد جاں بلب انداز برائے تو ❊ اے عیسیٰ زمانہ و قطب زماں بیا
از مطلع امید چو خورشید خاوری ❊ بر خاکیانِ غم زدہ پرتو فشاں بیا

چشمانِ غمکشاں ہمہ جا خوں گریستند
از ہجر آں کہ بے تو چہ دیر زیستند

منشی خوش گریہ ات از حجرہ کاں گذشت ❊ آہ جگر شگاف تو بر آسماں گذشت
ایں داغ سینہ سوز کہ بر دل ترا رسید ❊ تنہا نہ بر تو بر ہمہ اہل جہاں گذشت
اے تیرگی نہاں کہ بہ دل جا گرفتہ است ❊ بیروں چو نالہ از قفس استخواں گذشت
ایں ماتم غریب کہ رو دادہ از قضا ❊ نشنیدہ کہ بر ہمہ دوستاں گذشت
سیلاب موج خیز سرشکم بہر طرف ❊ در سنگ رخنہ کرد چو آب رواں گذشت
قری صفت ز نالہ نیاسودہ ام دمے ❊ آہ آں زماں کہ سرو تو زیں بوستاں گذشت

ایں چرخ نابکار جہاں بے مروت است
ہر صبح دم کہ خندہ زند برق آفت است

افادہ:- مزامیر کے حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم مزامیر کی آوازوں سے محظوظ ہوتے ہو یا نہیں۔ اس کے اس سوال کا یہ مطلب سمجھ میں آیا کہ اگر تم ان نغمات کے حسن (خوبیوں) سے واقف ہوتے تو ان کے اس سماع سے نہ انکار کرتے اور نہ احتراز۔ میں نے کہا تم نے جو اس سلسلہ میں بات کہی ذرا غور سے سنو اور سمجھو اگر سمجھ سکتے ہو۔ ! اس کی خوبیاں میں سمجھتا ہوں اور اس سے بہت زائد لذت حاصل کرتا ہوں لیکن اگر چند ہی روز اس کی پابندی کروں تو اس کا خوف ہے کہ کہیں اسی میں گم نہ ہو جاؤں (اور کسی دوسرے کام کا نہ رہوں) اور تمام اشغال سے باز رہوں

دو چیزیں اس سے مانع ہیں ایک شرعی دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند اپنی صفات میں عموم و اطلاق رکھتا ہوں اور کریم مطلق نے اپنے کرم بے علت سے شریعت کا لباس مجھے پہنایا ہے موافق شرع باتوں سے ایک ایسی لذت و الفت عطا فرمائی ہے اور خلاف شرع باتوں سے میرے دل میں نفرت ذاتی ہے۔ وہ الفت و نفرت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں انھیں قسم کی چیزوں میں مشغول ہوں۔ اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کی اجازت نہیں دیتی کہ میں داد عشرت دیتے ہوئے جلسوں میں بیٹھوں یا امردوں اور نامحرم عورتوں سے کچھ سنوں یا کسی غیر شریف عورت کو اپنے عقد نکاح میں لاؤں۔ شرافت نفس سے مطلب اعراض ہے جو اصل فطرت کے مطابق میرے اوضاع حیثیت کو اس قسم کی حرکات (چیزوں) سے روکنے والا ہے۔ اور اگر اپنی عقل و فہم کو درست کرو تو ایک دوسرا نکتہ اس سے بھی زائد دقیق بیان کرتا ہوں جس طرح میرا نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جانِ جاں بھی جو میری جان کا خلاصہ ہے شرافت رکھتی ہے اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ طبعی طور پر اس سے مانع ہوتی ہے اس وجہ سے کہ میری جان جان میں تجلی اعظم کے علاوہ (دوسرے) نقوش منطبع ہوں۔ بلکہ میری جان جاں فطرتاً اسی لیے پیدا ہوئی ہے کہ اس میں (صرف) تجلی اعظم کا ہی نقش منطبع ہو جس طرح انگوٹھی کے نقوش کا موم میں ثبت ہونا۔ اور تجلی اعظم کے نقش کے علاوہ ہر نقش کے انطباع سے میری جانِ جان انکار کرتی ہے اور موافق چیزوں سے الفت اور مخالف چیزوں سے نفرت رکھتی ہے اور یہ وہ سر ہے جو مجھے سید البشر و شفیع یوم المحشر علیہ الصلوات والتسلیمات سے وراثۃً ملا ہے۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم الا ان اللہ تعالیٰ اتخذنی خلیلاً

ومَا ینبغی لمن اتخذہ اللہ خلیلاً ان یتخذ غیر اللہ خلیلا اور کما قال
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آگاہ ہو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل
بنایا اور جسے اللہ نے خلیل بنایا اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ غیر اللہ کو
خلیل (دوست) بنائے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض نفوس ایسے ہیں جن میں بسبب ان کی
جامعیت کے ایک استعداد رکھی جاتی ہے اور وہ اس استعداد کی وجہ سے وہ اعمال
خیر جن کو تمام عالم والے عمل میں لائے اور لا رہے ہیں بغیر اپنے سے صادر ہوئے
بارگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ ان کو
ہر اس عمل خیر کے ساتھ جو اہلِ عالم میں سے کسی سے صادر ہو ایک استحسان و داعیہ
پہنچتا ہے۔ پھر ابتداءً اس کو اس عمل کی صورت دکھلائی جاتی ہے[1] بعد ازاں اس
شخص عامل کے نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بحیثیت اس عمل کے ہوتا ہے
اور یہ نفس کامل عمل مذکور کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بغیر
عمل کئے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ گو کہ یہ حال مستقل نہیں رہتا
لیکن ایک ساعت کے لیے حصول ضرور ہوتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے اس قول
فبھدٰھم اقتدہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے" اخوف ما
اخاف علی امتی الشھوۃ الخفیۃ۔ یعنی جو چیز سب سے زائد مجھے ڈراتی
ہے وہ میری امت کی شہوتِ خفیہ ہے۔ بعض راویانِ حدیث نے اس کی مثال
یہ دی ہے کہ ایک شخص اس نیت پر صبح کرتا ہے کہ وہ روزہ رکھے گا۔ پھر جب
اس کو لذیذ کھانا مل جاتا ہے تو اس کھانے کے شوق (لالچ) میں وہ روزہ توڑ ڈالتا
ہے۔ (یہ تو راویانِ حدیث کا قول ہے) اور فقیر کی سمجھ میں جو آتا ہے وہ یہ ہے کہ

[1] یعنی عمل عالم والے کرتے ہیں اور فوائد خود بخود ان کو پہنچتے رہتے ہیں۔

یہ حدیث علم لطائفِ نفس کی باریکیوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ پس
امراضِ نفس میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کا مزاج طبیعی جس سے مراد
عقل کا قلب پر اور قلب کا نفس پر غلبہ ہے وہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔
اور نفس قلب پر اور قلب عقل پر پرورش کر کے اسے بیکار (مغلوب کر دیتے ہیں)۔
اور ایک مرض جو اس سے بھی سخت ہے اور اس کا علاج اس سے بھی زائد
سخت ہے وہ یہ ہے کہ نفس بہیمیہ اپنی مخالفت و مصادمت کو عقل
و قلب پر ظاہر نہ کرے بلکہ اپنی شہوت کو ضبط کر کے نیست و نابود کر دے
پھر عقل میں وسوسہ ڈال کر رفتہ رفتہ اسے اپنا ہم مذہب بنانے (اس وقت
عمل کرنے کی طرف مزاج متوجہ نہیں ہوتا بلکہ خواطر کی طرف متوجہ رہتا ہے۔
اور وہ بھی نفس کی موافقت میں اور اس کو عقل صریح جانتا ہے اس وقت
جہلِ مرکب پیش آتا ہے اور فطرتِ سلیمہ فنا ہو جاتی ہے اور اسی طرح
اگر نفس قلب میں وسوسہ ڈالے اور جوہرِ قلب کے درمیان ایک خطرہ وہ
(قلب یہ محسوس کرتا ہے) متحس ہو تو گویا یہ اس کی فطرت کا مقتضا ہے اور
اس کی صلب سے نکلا ہے۔ اس صورت میں اس کا علاج مشکل ہوا
اور حق و باطل میں اشتباہ ہو گیا۔ (شبہ پیدا ہو گیا)۔ یہی ہے وہ شہوتِ خفیہ
جس کی طرف حدیث شریف میں اشارہ ہے۔

خواجہ محمد امین اپنے مسموعات میں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے
حضرت اقدس کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو
دعا اور طلب فرزند کی التجا کے وقت جو[1] انا نبشرک بغلامٍ اسمہٗ
یحییٰ کی وحی ہوئی تھی پھر اس کے بعد اس کا کیا موقع تھا جو انھوں نے

[1] ہم تم کو خوش خبری دیتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔

۱ رب انی یکون لی غلام الخ کا سوال کیا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملائکہ نے ظاہر ہو کر فرزند کی بشارت دی تو اس پر انھوں نے فرمایا ۲ ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر، حضرت اقدس نے فرمایا جو علم مبدا فیاض سے مترشح ہوتا ہے اس کا پہلا عبور لطائف کا منہ پر ہے بشکل سر اور روح کے اور اس حالت میں استغراق کے وقت ہر چند ان علوم کی حقانیت میں شبہ نہیں رہتا لیکن اس کیفیت سے افاقہ ہونے کے بعد حال مشتبہ ہوتا ہے تاوقتیکہ قلب پر اس کی ریزش ہو۔ پھر جب قلب اس سے بہرہ مند ہو گیا تو یقین کلی حاصل ہو گیا۔ اور شبہ زائل ہو گیا۔ اس لئے کہ اطمینان کے معنی یہ ہیں کہ لطائف بازدہ ان واردات سے پُر ہو کر اسی کے ہم رنگ ہو جائیں اور ولکن لیطمئن قلبی ۳ سے یہی مراد ہے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس نے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم کے موقع پر اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا کہ حقیقت واحدہ (جو مسمی بہ اللہ اور مدبر السموات والارض اور خالق مخلوقات و رزاق مرزوقات ہے) کی جانب توجہ راست رکھنا چاہیئے۔

نیز وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ سالک نے جب اپنے مبدا کی طرف توجہ درست کر لی اور اس کو فاطر السموات والارض کی صفت کے ساتھ پہچان لیا تو اس سالک کا سر آگاہ ہو گیا۔ اور پہلی صورت جو اس پر منکشف ہوتی ہے وہ عرش تکوینی کی صورت ہے جو عرش اعظم کی صورت مثالی ہے (اس وقت

---

۱ اے میرے پروردگار میرے یہاں لڑکا کیسے ہو سکتا ہے ۲ کیا تم مجھکو ایسے وقت اس بات کی بشارت دے رہے ہو جبکہ میں بڑھاپے کی منزل پر پہنچ چکا ہوں ۳ تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

وہ اپنی طبیعت سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کے الوان و انوار کو زہرہ و بیاض سے تشبیہ دیتا ہے حالانکہ عرش تکوینی مجردات سے ہے اور الوان و انوار کی نسبت خصوصیات سے مخصوص ہے لیکن وہ صفت جس کو اس کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں وہ اس کے علاوہ نہیں ہے کہ نور سفید کو نور زہرہ کے مثل بیان کرے۔

نیز خواجہ مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے نسبت اویسیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ارواح سے اخذ فیض دشوار ہے اور ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور زندوں سے استفادہ کرنے کے مقابلہ میں مُردوں سے ہر شخص استفادہ نہیں کر سکتا۔ جو چیز اس شخص کے جزو دل کے موافق ہوتی ہے اسی ایک چیز کی موافقت و مناسبت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اس جگہ نہ کلام و تکلم ہے اور نہ تعلیم و تعلم۔ اگرچہ افراد میں سے بعض ایسے ہیں جو شے کی مناسبت سے ارواح سے مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن شاذ و نادر۔

نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آپ نے درود شریف کے فضائل بیان کرتے وقت یہ بھی فرمایا کہ اس کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا پڑھنے والا دنیا کی رسوائی سے محفوظ رہے گا۔ اور کوئی آفت اسے نہ گھیرے گی۔

افادہ :- تجلی صوری کی حقیقت شیخ کے ساتھ خزانہ خیال میں صورتوں اور لباسوں کے ساتھ یادداشت مجردہ ہے کیونکہ حکمت الٰہیہ نے بحسب نشأ مثال اس کی تخصیص فرمائی ہے اور شیخ کے ساتھ تجلی معنوی کی حقیقت خزانہ وہم میں معنوی و وہمی صورتوں اور لباسوں کے ساتھ

یادداشت مجرد ہے اور حکمت الٰہیہ نے اس کی تخصیص کی ہے اور ان
دونوں صورتوں میں عارف کا نفس مجرد حقیقت مجردہ فعالہ کے ساتھ آشنا
ہوجاتا ہے اور اس سے ایک علیحدہ رنگ اس میں منطبع ہوتا ہے جس طرح
انگوٹھی کے نقش و نگار موم میں اُبھر آتے ہیں اور اس مرد کے قوائے علیہ
وعلیہ اس کی اتباع کرتے ہیں اور لطیفۂ روح میں ایک انس و انجذاب
پیدا ہوتا ہے اور لطیفہ سر اس حقیقتِ مجردہ کے ساتھ ان لباسوں اور
پردوں کے بیچ میں دیدہ ور ہوجاتا ہے اور ایک عجیب اتصال اور عجیب
حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر ہم تجسس (کھوج) کریں تو تجلی پر تخصیص کا سبب
ان صورِ خیالیہ و وہمیہ کے ساتھ جو اس کا لباس ہوگیا ہے تین چیزیں ہونگی
ایک تو رقوم منسجمہ۔ دوسرے اس عارف کی استعدادِ فطری جس کا
اقتضا یہ ہے کہ خاص صورت دکھائے بلکہ اس خاص صورت میں تخصیص رکھتا
ہے جیسے اپنی ہدی کو علیحدہ کرنا۔ تیسرے قوائے افلاک جو عالم پر اثر انداز
ہوتے ہیں وہ ان دونوں خصوصیتوں کو مخلوط کر دیتے ہیں جیسے صنف کا
تعین افرادِ نوع میں جن خواص سے وہ صنف قائم ہے۔ اور اگر ہر ایک
کی ایک مخصوص مثال ہم قائم کریں تو یہ کہیں گے کہ آئینہ دیکھنے والا جب
آئینہ دیکھے تو اس میں تین قسم کی خصوصیات جمع ہوں گی۔ اوّل یہ کہ دیکھنے
والے (انسان کی) صورت گھوڑے اور گائے کی صورت نہیں ہوگی بلکہ وہ
عمرو و بکر کی صورت سے ممتاز ہوگی۔ نیز ذات آئینہ کو اس کے سامنے
دیکھیں گے دوم یہ کہ آئینہ محدبہ[2] صورت محدبہ ظاہر کرتا ہے اور آئینہ مقعرہ[3] صورت مقعرہ

---

[1] یعنی صُوَرِ خیالیہ و وہمیہ کو باوجود کثرت کے وحدت کے نور سے دیکھنا۔ تقی نور
[2] اوپر کا اُبھرا حصہ۔ [3] نیچے کا گہرا حصہ۔

تیسرے یہ کہ آئینہ کی صفائی و سمائی بھی صورت کے ظہور میں ایک تاثر
رکھتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ جب کوئی شخص سُرخ عینک اپنی آنکھوں پر
لگائے تو جس چیز پر بھی نظر کرے گا وہ سُرخ دکھائی دے گی اور اگر سبز
رنگ کی عینک ہوگی تو سبز رنگ نظر آئے گا۔ اور اگر کسی گنبد پر مختلف
رنگوں کے شیشے نصب کئے جائیں تو جس وقت سورج ان کے سامنے
آئے گا تو اس کی مخلوط شعاع انھیں رنگوں سے (بھر کر گنبد کے) اندر نظر
آئے گی۔ الحاصل ہر تجلی صوری و معنوی کا ایک مقام ہے اور یہ صورت
خاص اسی سے نکلی ہے محقق عارف کو اسی مقام سے کام ہے نہ اس
صورت کائنہ فاسدہ سے۔ جو ایک وقت تو جوش زن ہوتی ہے اور
دوسرے وقت ساکن۔ اور محقق عارف کے نزدیک جب تجلی صوری
جوش مارتی ہے اور پھر ساکن ہو جاتی ہے تو اس کا مقام منکشف
ہو جاتا ہے اور نیز تجلی معنوی بھی جو اس کی ہم عناں اور دوش بدوش
ہے معلوم ہو جاتی ہے۔ اور جب تجلی معنوی جوش مارتی ہے اور ساکن
ہو جاتی ہے تو اس کا منشا (مقام) منکشف ہو جاتا ہے۔ اور
تجلی صوری بھی جو اس کی دوش بدوش ہے معین ہو جاتی ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - -

دوسری قسم ارشادات کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ حضرتِ اقدس کے کلماتِ قدسیہ جو اسرار و رموز یعنی حقائق لاہوتیہ و جبروتیہ اور معارف لطائفِ انسانیہ اور احکاماتِ شرعیہ کے بیان میں واقع ہیں ان میں بیشتر اس سے بلند ہیں کہ اہلِ ذوق و وجدان کے ذہن کی رسائی اس کے دامن تک ہو سکے اس کتاب میں ان کے تحریر کرنے سے جس کی بنیاد عوام و خواص کا افادہ ہے کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر کوئی صاحب استعداد ان حقائق و معارف پر مطلع ہونے کا شائق ہے تو اس کو چاہیے کہ آپ کی تصانیف تفہیمات الٰہیہ۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ خیر کثیر۔ لمعات۔ ہمعات۔ الطاف القدس اور فیوض الحرمین وغیرہ کا مطالعہ کرے لیکن بعض الفاس نفیسہ اسرار و رموز کے سلسلے میں اور مبداء سلوک اور وسط و انتہا (مبتدی۔ متوسط۔ منتہی) کے آداب کے بارہ میں جناب ولایت مآب کے مستفیضین کے ارشاد میں تحریراً یا تقریراً صادر ہوئے ان کی تحریر سے خواہ وہ روایت لفظی ہو یا نقلی اس رسالہ کو مزین کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ ھوالولی الموفق۔

افادہ:۔ بُعدِ صوری (ظاہری دوری) مرشد اور مسترشد (رشد و ہدایت حاصل کرنے والے) کے مابین اگرچہ افاضہ (فیض دینے میں مرشد کے لئے) کو مضر (مانع) نہیں ہے لیکن استفاضہ (فیض حاصل کرنے والے کے لئے) ضرور مشکل (حائل) ہوتا ہے اس لئے کہ افاضہ بُعد کی صورت میں

بوجہ کلی صادر ہوتا ہے اور اس کے اہل کے لئے نفع بخش صورت یہ ہے کہ جیرت کے طریقہ پر ہو اس کے باوجود اگر دوری کی صورت میں کسی فیض دینے والے سے استفاضہ (فیض حاصل کرنا) چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت، دلی فراغت کے اوقات میں سے اور خواہشات میں اعتدال کے ساتھ مقرر کرے اور ایک جگہ جو شور و شغب سے خالی ہو وہاں باوضو اور یکسو ہو کر جس قدر ممکن ہو نماز پڑھے پھر اسی جگہ بیٹھ کر اس کی صورت پر جس سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے اپنی ہمت کو دفع خطرات کے ساتھ بعد متوجہ کرے اور اس (مرشد کی) صورت میں اپنے کو اس حد تک محو کر دے کہ وہ صورت، اس کے خیال و تصور میں قائم ہو جائے اور اس کی اس طرح مداومت (پابندی) کرے کہ مستفیض اور مفیض کے علاوہ تمام احوال و خیالات و خطرات یک قلم فنا ہو جائیں اور یہ حالت پہلے روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز ہی سے حاصل ہونے لگتی ہے اور اس دوران ایک قسم کا غنو۔ اور جسم میں سستی پیدا ہوتی ہے اور ویسی ہی حالت ہو جاتی ہے جیسی نیند کی حالت ہوتی ہے۔ جس وقت یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ اس کو ایک مناسبت اس روحانیت سے فیض کے ساتھ پیدا ہو گئی اور اس کا لوح قلب صاف ہو گیا۔ پھر اس (مرشد کی) صورت سے التجا اور استفاضہ کے بعد اس ملاحظہ کو روک کر (شغل برزخ سے فارغ ہو کر) ذکر کو لازم کرے خواہ وہ ذکر اسم ذات ہو یا ذکر نفی و اثبات۔ لیکن ضربات قویہ (ذکر جہر) اور دلجمعی کے ساتھ اگرچہ حبس دم نہ ہو۔ اور ان اللہ محبوبہ وان لا محبوب سواہ پر اس حد تک غور (ملاحظہ) کرے کہ

ـــہ اللہ اس کا محبوب ہے اور اسکے سوا کوئی محبوب نہیں۔

اس کا اثر سارے بدن اور رگ رگ میں سرایت کر جائے (من [illegible] سر تا قدم) اور نفس اس عاشق کی طرح مضطرب ہو جائے جو محبوب کی ملاقات کیلئے آئے اور اس سے ملاقات نہ ہو سکے اس وقت اس کو خفقان قلب اور اضطرابِ نفس کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور اس ذکر و شغل میں یہی کیفیت مطلوب ہے جب یہ چیز حاصل ہو گئی تو ذکر کو ترک کر کے اس ذوق و شوق کی کیفیت پر غور کرے جو ذکر کا حاصل ہے لیکن بے تاب [illegible] کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ عشق کے شوق و اضطراب میں اختیار برتے یا بھوک سے بے تاب شخص مختصر غذا کھانے پر اکتفا کرے۔ حالانکہ اس کے پاس دوسری اشیائے خوردنی بھی ہوں۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر روزانہ دو ایک ساعت متوجہ ہو کر (مشغول کرے) پہلے فیض دینے والے (مرشد) کی صورت پر غور کرے، پھر اسکے بعد ذکر کی طرف۔ پھر کیفیت معہودہ (مذکورہ) کے اختصار پر اور بقیہ اوقات ذکر و ذوق و شوق سے غافل نہ رہے اور کثرتِ کلام (زائد گفتگو) سے محترز رہے۔ شعر
تا در نہ زنی بہ آنچہ داری آتش ۔ ہرگز نشود حقیقتِ وقت تو خوش۔

افادہ:- جاننا چاہیئے کہ تمام آدمی فطرتاً یکساں نہیں ہیں ان میں سے بعض فطری طور پر حجابِ وہم میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس طبقہ کا علاج یہ ہے کہ ان کے حق میں توجہ الی اللہ کو مخلوط بہ وہم کر دینا چاہیئے۔ مثلاً مرشد اس سے یہ کہے کہ اپنے قلب کو خالص چاندی کا ایک طبق فرض کر جس پر گلِ صنوبری بنا ہوا ہے۔ اور اس پر لفظ اللہ مذہّب بخطِ جلی لکھا ہوا ہے۔ اور اس صورتِ نقش کو دل میں جما کر قائم کرنے کی کوشش کرے۔ اور بعید نہیں ہے اگر اس شغل

۱؎ اس کیفیت سے معراج شریف کی طرف بھی اشارہ ہے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوا کہ قف یا محمد فان ربک یصلی [illegible] ٹھہریئے کہ آپ کا پروردگار نماز پڑھ رہا ہے آپ نے جواب فرمایا [illegible] نے تعالیٰ [illegible] جب تک اس میں آگ نہ لگاؤ گے ہرگز وقت کی حقیقت تم پر اچھی طرح ظاہر نہ ہوگی۔

کی بسم اللہ ابتداءً کراتے وقت مرشد توجہ کرے اور اسکی قوت قویہ سے تکرار کرے یا مثلاً یہ کہے کہ لا کے لفظ کو ناف سے نکال اور وہ ایک نور ہے خالص چاندی کی شکل کا۔ اور اس کو ام الدماغ تک کھینچ اور [illegible] پر ضرب مار۔ اور پھر اسکو ناف تک پہنچا یعنی الا اللہ کی [illegible] کو۔ اور یہ سمجھ کہ چاندی کے اس دائرہ میں تیری پشت، دل اور سینہ گھرا ہوا ہے اور اس دائرہ سے تیرے قلب و سینہ پر ایک شعاع ریزش کر رہی ہے۔ اور کمال شغل یہ ہے کہ مرکز اور دائرہ محیط ایک دائرہ ہو جائے سورج یا چاند کی شکل پر یا مثلاً مرشد یہ کہے کہ جب تو میرے سامنے بیٹھے تو میری آنکھوں سے ایک نور سفید نکل کر زمین پر پھیل جائے گا اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوگا تو اس نور کی طرف متوجہ ہو اور اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ اور عقلمند کے لئے ایک اشارہ ہی کافی ہے۔

افادہ:- اکثر اشخاص جنھیں راہ خدا کا شوق ہے ان کی استعداد اس قابل نہیں کہ ان کو تصور مجرد یا دوام محبت یا طمانیت قلبی کی کیفیت کیلئے مکلف (مجبور و مامور) کیا جائے۔ وہ صرف ذکر کو ہی صبح و شام اپنا مطمح نظر بنا لیتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان کے حق میں آخر الامر ذکر کی مقدار مقرر کرنا چاہیئے۔ مثلاً ان سے یہ بتا دیں کہ رات و دن میں چار ہزار بار تسبیح پڑھیں دو تین ماہ اسی تعداد پر اکتفا کرنا چاہیئے۔ جب ان کا دل اس ذکر سے مانوس ہو جائے تو بالانتہا محبوب اور معیت شوقیہ کو اپنے لئے مشروط کر لیں۔ جب یہ چیز بھی قائم ہو جائے تب ذکرِ خفی سکھائیں۔ میں نے جب اس بات پر غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اکثر سالکوں کو اضطراب اس لئے پیش آتا ہے کہ

۱؎ میرے خاندان (خانوادہ) کا تعلیم [illegible] یہی شغل برزخ تصور قلب صنوبری اور نفی و اثبات کے اسی طریقہ کا جلسہ قلندریہ کے ساتھ معمول ہے جو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر ثانی خانقاہ نے حضرت شاہ قدس کے مرشد حضرت شاہ ابو سعید بریلوی سے اخذ فرمایا تھا۔ نقی انور

اگرچہ وہ مجرد اور شوقِ توحید کے معنی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہیں لیکن طبیعت موذ کے حسب حال سفلیات کی کشاکش میں پڑکر اس کو قبول نہیں کرتے اور اسی وجہ سے ان کے حال میں گرہیں پڑجاتی ہیں اور مختلف قسم کے شکوک پیدا ہوجاتے ہیں۔ غرض کہ یہ سمجھ میں آیا کہ لوہاروں اور بادشاہوں کو یکساں نہیں سمجھنا چاہیئے۔

افادہ:— سینہ سے بجہد تمام نکال کر اور توجہ کے ساتھ بے حرف وصوت امر مجرد کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ غلبات جمعیت اور قلب کے یکسو ہونے میں نفی[1] واثبات کے ساتھ بلکہ صرف اثبات کیساتھ مشغول ہونا چاہیئے جب یہ بات نصب العین ہوجائے تو سانس کو زیر ناف مقید رکھکر اس نصب العین کی اس وقت تک محافظت کرنا چاہیئے جبتک طبیعت ساتھ دے اور جب کسی قسم کی گرفتگی (قبض) محسوس ہو تو اس کو ترک کرکے اثبات مجرد کی طرف رغبت کرنا چاہیئے جب نصب العین ہوجائے تو دوبارہ سانس کو زیر ناف مقید کرکے اس کی محافظت کرنا چاہیئے۔

افادہ:— امر منزہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے اور یہ جان لینا چاہیئے کہ علم حضوری جس سے مراد شعور محض ہے امر منزہ مجرد تک نہیں پہنچتا جبتک علم الکلام اسکو محیط نہ ہوجائے۔ جب ہم علم العلم تک پہنچتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں یا معمول وموضوع کرکے ایک حکم اس شئے کے ساتھ شامل کردیتے ہیں کہ جب ہم اس سے روگرداں ہوں تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ حضوری بحث کے علم کو جدا کرنا چاہیئے اور دل کو نفوس کونیہ سے اس طرح آزاد کردینا چاہیئے کہ علم حصولی اس سے اٹھ جائے۔ اس طریقہ سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ انا کیا ہے اور اس کی شناخت کرنا چاہیئے کہ یہ انا کہاں تک پہنچاتی ہے۔

---

[1] نفی لا الٰہ۔ اثبات۔ الا اللہ۔ اثبات مجرد ھو۔ نفی اور

اور اس کی اصل کیا ہے۔ اس امر کے احکام کے بعد علم حصول کو بھی حضرت حق کی طرف مصروف کرنا چاہیئے۔ ہم کو اس بات میں شک نہیں کہ ایسے وقت میں علم حصولی منزہ قابل حصول ہوگا۔ اور جب علم العلم کے ساتھ مجرد کی طرف توجہ کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ علم العلم کو چھوڑ دینا چاہیئے اور علم صرف کو اختیار کرنا چاہیئے اور یقین کے ساتھ یہ جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے تجرد کے متعدد درجات ہیں۔ سب سے ادنیٰ درجہ جو ہے وہ زمان ومکان سے اس کا تجرد ہے اور محض اس تجرد کی بدولت اس کے بارہ میں ھو اللہ کہہ سکتے ہیں حاصل یہ کہ اس کی کوشش کرے کہ مدرکہ کو تلفظ واحساس اور تخیل وتوہم کے قیود سے آزاد کردے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صورت کا ظہور (حصول) ہوگا اور دل برداشتہ نہ ہونا چاہیئے اور نہ ناامید ہونا چاہیئے۔

افادہ:— اکثر وبیشتر اوقات بزعم زاعم حضور مجرد حاصل ہوجاتا ہے حالانکہ وہ واقعی حضور مجرد نہیں ہوتا۔ اس کے لئے[1] آئینہ مقرر کیا ہے کہ زمین کثیف ہے اور پانی لطیف۔ اور اس کی لطافت تلون یا اثر کا زائل نہ ہوتا ہے گو اس کو چار یا چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ اور ہوا اس سے بھی (الطف) زائد لطیف ہے اور الطفیۃ کے معنی ہیں ان دونوں صفات کا انتہائی درجہ ہے۔ اور تمام صفات نفیہ جیسے پیاس اور غصہ یہ سب ہوا سے بھی لطیف ترین ہیں اور ان [illegible] ترین کیفیت کے معنی یہ ہیں کہ نہ تو ان کو تقسیم کیا جاسکتا ہے اور نہ وہ کسی شئے میں سما سکتے ہیں اور صورت انسانیہ کلیہ انسانوں کے مخصوص اوضاع واشکال

---

[1] یعنی جسکو وہ اپنے زعم میں مجرد سمجھتا ہے وہ مجرد نہیں ہے۔

بے قطع نظر کرتے ہوئے ایک بسیط امر مجرد ہے جو صفات نفس سے بھی زیادہ
الطف جوہر ہے اور اس کی الطفیت کے معنی یہی ہیں کہ ایک شخص ہی کی خصوصیات
سے علم تخصیص اور تمام افراد پر وحدت کے ساتھ اس کی نسبت کا استواء
ہے ولکونہا شیئا من الاشیاء الخارجیۃ خارجیا واحدا
اور حق تعالیٰ کی ذات مجردہ ان سب سے زیادہ الطف ہے اور اس
الطفیت کے معنی کسی شے میں حلول نہ ہو سکتا ہے باوجود اس کے کہ
اس کی نسبت تمام ممکنات کا استواء کیے ہوئے ہے۔ عجب وجود علی ان
فی واحد۔ اسی طرح ان امور کو بتدریج ملاحظہ کرنا چاہیے۔ اور اپنے
امر وجدانی کو ان میں سے ہر ایک پر قیاس کرنا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ غیر
مجرد کو مجرد قیاس کرے

افادہ:- یقین کرنا چاہیے کہ آدمی سے مراد در اصل اس کی صورت
شخصیہ ہے جس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں اور وہ صورت بوجہ لطیف اور دقیق
ہونے کے ہر شخص کو معلوم نہیں ہوتی۔ ہم جو اثر اس پر ڈالتے ہیں اسکا
طریقہ یہ ہے کہ اس کی کیفیات جو لازمی ہیں پر اثر ڈالیں تاکہ اس کی تبدیلی سے
جوہر نفس کی تبدیلی میسر آئے اور نفس کے خاص لوازمات یہ ہیں جنکو
ہمت کہتے ہیں۔ کوئی باہمت ہو جاتا ہے اور کوئی کم ہمت۔ علم و ادراک
اور تمام صفات نفسانیہ یہ سب ہمت ہی کی تفصیل ہیں۔ سے ہمت
تا بر کسے کہ بر پا برو۔ ایں سقف نہانہ جسم انسانی از زیر افزیں نرد بان
سمجھاو۔ یا ہمت کی تبدیلی کا ہم یقین کریں تاکہ علم ضروری منتقل ہو جائے

ے اس کا ہونا اشیاء خارجی میں سے ایک خارجی چیز ہے یعنی الوجود ے ہمت جسکو
عرش کے کلس تک پہنچانا ہے۔ اس گھر کی چھت اس سیڑھی سے جسم انسانی ہے جا ہو یعنی اس راہ
میں اصل چیز ہمت ہے اور بغیر ہمت کے یہ راہ طے نہیں ہوتی۔

اور حق جل و علی کی یاد میں شجاعت غضب اور طرح طرح کی لذتوں کا التذاذ
اور مرادات سے مطلع ہیں سے کسی مراد کی طرف انجذاب یہ تمام چیزیں شکست
اور نابود ہو جائیں۔ جب ہم کو اس کا علم ہو گیا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ تبدیلی ہمت
ثابت ہو گئی تبدیلیات دائم کو تحقیق اثابت ہو جائے تو تجلی الٰہی شام کو حاصل
ہوئی تو تجلی الٰہی ضرور بالضرور بغیر فنائے ہمت کی کثرت کے صبح کو حاصل
ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ آدمی نا امید ہو جائے اور اس سے زیادہ کوشش کو
نا ممکن سمجھے۔ اور یہ تفصیل بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اپنی ہمت و ولولہ
کو اللہ میں فنا کر دینا چاہیے۔ اور خوب اچھی طرح غور کر کے یہ بات ذہن نشین
کر لینا چاہیے کہ ہمت کیا ہے اور اس کی فنا کیسے ہوتی ہے۔ سے اے برادر
تو ہمیں اندیشہ ۔ مابقی تو استخوان و ریشہ ۔ گر گل است اندیشہ تو گلشنی
در بود خار ہمہ تو گلخنی۔ اس پیچ و تاب و بیقراری عاشق مجنون صفت کی طرح جسکی
زبان اور آنکھیں خشک ہو گئی ہوں اس حالت میں اگر اس کے سامنے
کھانا لایا جائے تو اسے کوئی لذت و مزہ نہ ملے اور اگر کوئی مشروب دیا جائے
تو باوجود سلامتی حواس اور زیادتی نشاط اس کی شیرینیت اور نمکینیت ایسے
کوئی امتیاز نہ کر سکے۔ حاصل یہ کہ اگر ہم خود اپنے میں اچھی طرح غور کریں تو یقینا
یہ جان لیں گے کہ اس کے دل کو ہر طرف رغبت ہے اور وہ رغبات متعددہ
اس کی ہمت کا انقسام ہے لیکن جب ہمت یک سو ہو جاتی ہے
اور ایک ہی سمت رجوع کر لیتی ہے یعنی کسی اور سمت توجہ نہیں رہتی تو
بیشتر یہ ہوتا ہے کہ آدمی مزیدار کھانا کھاتا ہے اور خوش ذائقہ مشروب
پیتا ہے اور بہترین منظر دیکھتا ہے لیکن اپنے میں اس کی کوئی لذت نہیں

ے اے بھائی تو اسی واہمہ میں الجھا ہوا ہے جو کچھ تجھ میں رہا سہا رہ گیا ہے وہ گوشت ہڈی اور ریشہ
ہے اگر تو اپنے کو پھول سمجھے گا تو باغ کا پھول نظر آئے گا اور اگر تیرا واہمہ تجھے کانٹا بنائے گا تو تو اپنے کو
کانٹا سمجھیگا۔

پاتا اسلئے کہ جب ہمت ایک جانب چلی گئی تو اس کے پیچھے پیچھے ادراکات بھی
بھی چلے جاتے ہیں۔ اگر آدمی اپنے میں بسعی بلیغ اس بات کا کھوج کرے کہ کلام
کرے یا نظر انداز کردے یا کپڑے پہنے تو اپنے میں اس کا شوق واستحسان نہ پائے
نہ اس لئے کہ وہ بیہوش اور بے حس ہے بلکہ اس کو جو قوت مستحسنہ حاصل ہوتی
ہے اور کسی امر مقدس کی وجہ سے اشتیاق پیدا ہوتا ہے وہ اسے ان تمام
چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے روکتا ہے چہ جائیکہ وہ حسد، غضب اور
مہلکات ذمیمہ وغیرہ میں پڑے اور اسی طرح شوق وارادہ بھی۔ اور جزئیات
ہمت میں سے ہر چیز گم ہو جاتی ہے اور آدمی یک رو و یکہمت رہ جاتا ہے
مجھے یاد ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ ایک شاعر نے اپنے غلاموں کے متعلق شعر
کہا اور ان کے حالات بیان کئے تو یہ بات شعر میں اس کی قوت مستحسنہ کی
فنائیت پر دلالت کرتی ہے جب ہو کلی طور پر اپنے سے باہر نکل گیا تو اس
وقت خدا بالمشافہہ متجلی ہوگا اور اگر جہتوں میں سے کوئی جہت باقی رہ گئی ہے
تو تجلی شفاہی محال ہے [illegible] کسے دو دہن کا چی قلبہ جوید۔ اضاع العمر فی
طلب المحال۔

افادہ:۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اس حالت
کو ارادہ کی فنا کہتے ہیں اور امیر سید کلال اسکی مثال اس کوزہ سے دیتے ہیں
کہ جب تک اس میں کچھ باقی ہے وہ تصرف کے لائق نہیں ہے اور خواجہ نقشبند
نے اس کو وجود سے نامزد کیا ہے ۔ عباراتنا شتی وحسنک واحد
وکل الی ذالک الجمال یشیر۔ تمام اوقات یعنی صبح وشام دن ورات
نشست وبرخاست میں اس بات کا خیال رکھکر کہ محبت تامہ کے وصف
اور ایسی تجرید کامل جس سے کہ غفلت اور غیر کی محبت کا کسی طرح دخل نہ ہو اور

سب نیست ہوجائیں یادداشت میں مشغول رہنا چاہیے ۔ یا بجود آتش
تواں زد یا دلے باید گداخت۔ گردماغ عشق داری اس قدر باکردنی است
حضرت حق سبحانہٗ اس وقت تک ہر طلب کے لئے مورد جمع نہیں ہوسکتا
جب تک جگر خون نہ ہوجائیں (طلب شرط است وغواصی کہ نقد آری بہ کف
ورنہ ہم۔ صدف را کے پسند آید کہ آوارہ شود گوہر (مولوی تاج الدین جذب کا کورویؒ)
اور یہیں خاک میں مل کر یکساں نہ ہوجائیں۔ اور اس سعادت عظمیٰ کے نزدیک
اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ ہر قصد وہمت جو اپنے میں
پاتا ہو معدوم نہ ہوجائے عرفت ربی ۔ اگر اس عادت مستمرہ کا خرق افراد میں
سے کسی ایک کے بارہ میں واقع ہوجائے (تو) وہ خود حساب سے باہر اور
مستثنیٰ ہے۔ اس کا وظیفہ یہ ہے کہ داعی بہ رضا رہنا چاہیے اور ادب
کے ساتھ مقامات آئندہ کا طلب گار رہنا چاہیے۔ اللہ جواد رحیم بر رؤف کریم۔

افادہ:۔ کھانے کی قلت اور روزوں کی مداومت اگر مزاج پر بار ہو تو
اس کو مزاج کے موافق کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ طبیعت کی تازگی اور شگفتگی
رخصت ہوجائے کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے تخیلات[2] تشبیہیہ
تخئیلیہ اگرچہ حقائق الٰہیہ یا امور عادیہ کے ادراک میں ہوں تو اس سے
مغلوب اور متاثر ہونا اور اس کی طرف کھنچنا کاروبار کے مانع ہے۔ اس
بات کو اچھی طرح غور کرکے سمجھنا چاہیے اگر اضمحلال موجودات کے معنی
ایک وجدانی بسیط امر کے تحت اس طرح [illegible] پائیں۔ اوپر نیچے سے یورش
کریں کہ اس سے علیحدہ ہونے کی گنجائش [illegible] تو اس کی طرف محبت ہو

---

[1] اپنی خودی میں آگ لگا دینا چاہیے یا پگھلنے والا دل سوز وگداز والا دل چاہیے۔
اگر عشق کا دماغ تم رکھتے ہو تو یہ کرنا ہی پڑیگا۔ [2] وہ خیالات جو قوت خیالیہ کی مدد سے پیدا ہو کر ذہن میں
آئیں۔

سے وصفیا کے ساتھ ہمت کو جمع اور دوست تمام راہتوں [illegible] اور مراد کرتے ہوئے رغبت کرنا چاہیے۔ اور اگر اس حد تک جوش نہ ہو (یعنی اگر روحانی قوت حاصل نہ ہو)

تو بہتر یہ ہے کہ تعلقات اور پسندیدہ چیزوں کی نفی اور محبت تو یہ کی مواد عہد [illegible] سے زائد اپنے حوصلہ میں نہ یاد ت اپنے کو مشغول کر دینا چاہیے اس وقت تک جب تک [illegible] اس عشق کی کیفیت کا سلطان ظاہر اور جلوہ گر نہ ہو جائے اور خود پر اتنی سختی نہ کرنا چاہیے کہ حواس پراگندہ ہو جائیں اور نشاط جس کو ہندی زبان میں اُمنگ کہتے ہیں ختم نہ ہو جائے کیونکہ کام اسی سے وابستہ ہے۔ صحت مزاج کی نگہداشت۔ حواس کی سلامتی طمانیت قلبی اور خلوص نیت باقی رہنا چاہیے اور کسی مسرت کے وقت حکیم ثنائی کے یہ اشعار پڑھ کر خلوت میں تواجد[1] کرنا چاہیے۔ فقیر نے خود بھی ذوق و شوق کی کیفیت میں یہ دو اشعار پڑھے تھے اور ان کی تاثیر کا تجربہ کیا تھا۔

زیں بیش دست ما و دامن دوست | زیں بیش گوش ما و ساقہ یار

فقیر نے اکثر اوقات نشاط میں یہ دو شعر پڑھے ہیں اور ان کی تاثیر بھی دیکھی ہے

اے دوست توئی دیدۂ بینائی من | ہم قوت و شنوائی و دانائی من
عشقم تو و ہم تو دل غمدیدہ من | وانگہ دل غمدیدہ شکیبائی من

[1] تواجد کہتے ہیں وجد کی مانند بنانا اور حالت وجد کا اظہار کرنا۔

[2] اے دوست تو میری بصارت و بصیرت میری قوت و طاقت میری سماعت اور میرا عقل و دانش ہو [illegible] اب تو ہی ہے میرا عشق اور میرا وہم و خیال اور میرا غمزدہ دل بلکہ جب غمزدہ دل ہے تو میرا صبر بھی تو ہی ہے

افادہ: سالک جب خلوت اختیار کرے تو اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھے اور اصحاب کہف سے عبرت لے کہ کس طرح انھوں نے صدق ہمت اختیار کیا اور ان کے رب نے ان کے ارادہ کے مطابق ان سے ویسی ہی معاملت کی۔ آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے کہ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا[1]۔ اور جاننا چاہیے کہ آدمی کی ایک عقل معاش ہے جس سے امور معاشیہ انجام پاتے ہیں اور دوسری عقل معاد ہے جس سے وہ خوف توکل و تسلیم اور اعمال خیر پر آمادگی سے اپنے امور معاد سر انجام دیتا ہے اور ایک اور عقل مقدس ہے جس سے اللہ کی معرفت پر تصرف حاصل ہوتا ہے لاغیر ان عقلوں میں سے ہر ایک کا درجہ ایک دوسرے سے ممتاز سمجھنا چاہیے کہ یہ[2]

[1] اور جب تم نے ان سے اور ان لوگوں سے جو خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں کنارہ کشی کر لی تو غار میں چل بیٹھو تمہارا پروردگار اپنی رحمت کا سایہ تم پر پھیلا دے گا اور تمہارے اس ارادہ میں سہولت کے سامان مہیا کرے گا۔

[2] عقل کے تین اطوار ہیں۔ عقل معاش، عقل معاد، عقل مقدس۔ عقل معاش مادیات پر تصرف کرتی ہے۔ اس کا مقتضی معاشی امور کی انجام دہی ہے اور اس کے مدرکات مادی ہیں عقل معاد امور دوامی میں تمیز کرتی ہے اور اس کا مقتضی [illegible] پر غالب کرتا ہے اور اس کے مدرکات مجرد ہیں۔ عقل معاش دلائل کو دیکھتی ہے اور عقل معاد کا تعلق شعور سے ہے۔ دلائل کے ترک سے شعور غلبہ پاتا ہے اور اسی شعور کی وجہ سے صاحب شعور افکار روحانیہ کے ظہور کو ان کے مبادی سے دیکھتا اور پہچانتا اور ان پر عامل ہوتا ہے یہی عقل کا تیسرا طور عقل مقدس ہے وہ مقرر دل۔ علوم روحانیہ کا مطالعہ کرتا ہے اور اسی کی نظر مبدا پر رہتی ہے

[illegible] الملہم

معرفت طمانیت کی کنجی ہے۔ جب عقل معاش کو ترک کر دیتا ہے تو عقل
معاش کا کام عقل معاد سے پڑ جاتا ہے۔ اس وقت اہل و عیال اور مال
و جاہ کی الفت و محبت اس کے لیے مخل نہ ہوگی (لیکن) مگر یہ کہ محبت
کمال اور اس کی احادیث نفس باقی رہیں گی اور جب عقل معاد سے
بھی کنارہ کشی اختیار کر لی تو وہ عقل الٰہی کے ساتھ باقی رہ گیا۔ اس
وقت کوئی خطرہ اور حدیث نفس اس کا دامنگیر نہ ہوگا۔ بس لیس محض
اور نیستی محض کی طرف ترقی بغیر تابع کے میسر آجائے گی اور عقل معاش
و معاد کا ترک ان دونوں کی معرفت اور ان دونوں میں امتیاز کے بعد
عزلت و تخلی کے وقت اتنا مشکل نہیں ہے اور اس سلسلہ میں نفی و اثبات
کی مدد سے ان دونوں کی نفی کا طریقہ ڈھونڈھنا چاہیے اور یہ معلوم کرنے
کی کوشش کرنا چاہیے کہ عقل معاش کیا ہے اور اس کا کیا مقتضی ہے اور
وہ کس چیز میں تصرف کرتی ہے اور اس کے مدرکات کا وزن کیا ہے نیز
اسی طرح عقل معاد کیا ہے اور وہ کس چیز میں تصرف کرتی ہے کیا تم نہیں
جانتے کہ برہانی رائے[1] شعری رائے[2] کے علاوہ ہے۔ جب برہانی رائے ضعیف
ہو جاتی ہے اور شعری رائے غالب آجاتی ہے یا اگر اس کے برعکس ہوتا ہے
(تو) مردود کی رائے برہانی کو جو افکار برہانیہ کا مبدا ہے، ان کے مبادی
دیکھتا اور پہچانتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے اور علوم برہانیہ کے طلب کرنے
کی طرف توجہ کرتا ہے اور بنظر غائر یہ معنی سمجھ میں آجاتے ہیں۔

افادہ:۔ سالک جب عزلت اختیار کرے تو اس کو قوی الہمت ہونا چاہیے

---

[1] برہانی رائے۔ قطعی یا یقینی امور
[2] شعری رائے۔ خیالی امور

اور سینہ سے ایک زور و طاقت باہر نکالنا چاہیے تاکہ وہ وقت حاصل ہو
جائے کہ مدرک اور مدرک ایک ہو جائیں اور متوجہ و متوجہ الیہ کا حجاب
درمیان سے اٹھ جائے اور حیرت حائرہ (حیرت میں ڈالنے والی) حاصل
ہو جائے اور فنائے کلی ظاہر ہو۔ اس وقت تجلیات الٰہیہ اس شخص کی خاک
پر چھڑکنے لگتی ہیں۔ مصرعہ۔ حیف گر یک دانہ باشد حاصل دہقان ما۔ اس وقت
سالک کا قصہ بالکل مجاہد امیر کی طرح ہوتا ہے جس نے تمام اسباب جنگ مہیا
کر لیے ہوں اور فتح و ظفر سے اس کے احوال ظاہر ہوں۔ اور فریقین کے مابین
مقابلہ و مقاتلہ پڑ گیا ہو۔ اس وقت اس کو نئے سرے سے زور لگانا چاہیے اور
اپنی جان پر کھیل جانا چاہیے ورنہ یہ تمام سامان جنگ اور فوج کا اجتماع
بے کار ہوگا معاذ اللہ من ذالک۔ اس کا علاج یہ ہے کہ احوال جمعیت و
تفرقہ شئ کے تلاطم کے وقت مدرک۔ ادراک۔ اور مدرک کے اتحاد کی
طرف توجہ کلی رکھنا چاہیے۔ اور اس نیرنگی خیال سے مردانہ وار باہر آنا
چاہیے۔ کیف[1] لا والموجودات کلہا تشترک فی الموجود المطلق الذی
ہو مفہوم انتزاعی وھذا من اجل البدیہیات الیس انّ [illegible]
ھذا المفہوم حقیقۃ لولا لما صح الانتزاع الیس ان تلک الحقیقۃ ھی
الصرفۃ وحدۃ القصوی لا تعد ولا تتکثر فیہا الا بما تشبہ الوہم و
الخیال والاعتبار، اور ہم کب تک وہم و خیال میں مبتلا و گرفتار رہیں گے

---

[1] کیونکہ تمام موجودات مشترک ہیں وجود مطلق میں جو مفہوم انتزاعی ہے اور یہ
بہت واضح دلائل میں سے ہے۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے اگر یہ نہ ہوتی تو انتزاع صحیح
کرنا جائز ہی نہ ہو کیا وہ حقیقت وحدت قصوی نہیں ہے جس کا نہ عدد بیان ہے
نہ گنتی نہ کثرت مگر ایک وہم و خیال اور اعتبار کے لحاظ سے۔

اور حقیقۃ الحقائق سے محروم بیٹھے رہیں گے۔ واحسرتاہ وادیلاہ۔ اگر اس نادانی
کے لباس کو ہم چاک نہ کریں اور اس دریائے وحدت میں جا کر۔ ہر رگ اور
ہر رگ کا تقابل و مسامت ہے ہم غوطہ نہ کھائیں حتّٰی لا یبقی عینٌ و لا اثر
دہان تک۔ کہ کچھ نام و نشان باقی نہ رہے (جس طرح انسان کے اوہام جبلیہ اور
افعال ناپسندیدہ ہمارے نزدیک لاشئے محض ہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی
زائد قبیح اور دوشن یہ دوئی اور من و توئی جو محض جہالت سے پیدا ہوئی
حقیقت تصوری اور وحدت کبریٰ کے نزدیک لاشئے محض اور لیس صرف اور
عدم بحت ہے۔ سبحان اللہ۔ ایک خیال ہمارا راستہ روک رہا ہے اور ہمارا مال
و اسباب لوٹ رہا ہے اور ہم کو رجوع نہیں ہونے دے رہا ہے۔ حالانکہ اس
کا نور ظاہر اور اس کی شعاعیں نگاہوں کو خیرہ کئے ہوئے ہیں اور ظلمت
جہالت سر نگوں اور مخذول۔ وحدت تصوری کی تلوار سر پر حملہ کرتی ہے اور
اس کا سر کاٹ لینا چاہتی ہے اور اس کو نیست و نابود کر دینا چاہتی ہے
وہ بھاگتی ہے اور بحکم الغریق یتعلق بکل حشیش (ڈوبتے کو تنکے کا
سہارا) ہماری احادیث نفس کے ساتھ آکر مل جاتی ہے دیکھنا چاہیے کہ احادیث
نفس جو من و تو جھگڑا تراشتے رہتے ہیں کیا وقعت رکھتے ہیں اور کس قدر
زور آوری کرتے ہیں۔ الا قبح اللہ ھذا الغیث وھذا المستغیث
اگر اس نابکار ناہنجار سے مقابلہ ہے جو بلا استحقاق معاونت و سرداری کے
لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے ہم پیچھے رہیں تو اللہ کی مخلوق میں سب سے کمزور اور ذلیل
ہم ہوں گے۔ سبحان اللہ احادیث نفس ہمیشہ ہمارے گریباں گیر رہی ہیں

نہ وشد ہو کہ اس تمنا کو بادی اور آرزو اس کو (یعنی جو کچھ عجز کی اگر کسی نے
اس کے خلاف طرح اختیار کیا تو وہ واقعہ میل ہو)

اور ہم کو حقیقی آرزوؤں و تمناؤں کے وصول سے باز رکھتا ہے اور آج یہ چاہتی
ہیں کہ ہم کو شاہ وحدت کے سامنے شرمندہ کرے کہ دشمن اس کی معاونت
کئے ہوئے ہے اور اس کو اس کا موقعہ ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے لباس سے
باہر آئے تاکہ ہم اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیں۔ ہم کو اس شرمندگی کے
غم سے مر جانا آسان اور بہتر ہے۔ ایک خنجر اپنے مار لیں اور اپنا نرخرہ بیواڑ
ڈالیں اور دوسرا خنجر اس ملحد کے سینہ میں اتار دیں کہ دوبارہ ہمیں شرمندگی
نہ اٹھانا پڑے اور نہ یہ کافر مردود ہی باقی رہے اور شاہ وحدت اپنے اسی جاہ
و جلال کے ساتھ تخت پر بیٹھ کر شہنشاہی کرے ؎

عشق و تو گر فدا شدیم چہ باک   غرض اندر میاں سلامت اوست

جس نے اپنے سے ہاتھ دھو لیے اور خود کو معدوم سمجھ لیا اور تمنا کی کہ
خدایا میرے ہونے سے میرا نہ ہونا بہتر ہے (یا لیتنی کنت ترابا) کاش
ایسا ہوتا کہ تیر علم ہم تک پہنچتا اور نہ تفنگ خبر ہم تک پہنچتی۔ اس جو
عدماً لا وجود معہٗ ولا قبلہٗ ولا بعدہٗ اس کو اس قسم کی باتیں کیا لغزش
دے سکتی ہیں اور اس کی محبت اس کے دل میں کیسے جاگزیں ہو سکتی ہے جو چیز
ظلمات جمعیت میں مضمحل ہونے سے مقابلہ میں آتی ہے یہی حدیث نفس ہے
جب ہم نے اپنے سے ہاتھ دھو لیے اور مخالفت کر لی اور کوئی چیز اپنے نفس
سے زائد مشغول نہ نکلی کر شاہ وحدت کا شوق ہم پر غالب ہو کر اور ہم کو اپنے
سے جدا کر اور ہمارا گریبان پکڑ کر کبھی زمین اور کبھی آسمان پر چمکاتا ہے
اس حدیث نفس کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے عقل باور نہیں کرتی کہ وہ ہمارے

(۱) اور وہ اگر قربان ہو جائیں تو کیا ڈر مقصد اصل تو وہ اصل معشوق کی سلامتی ہے
گناہ ہے امید کرتا ہوں اپنے عدم کی خبر کے ساتھ کوئی وجود نہیں ... ہیں

اگرچہ انسان کے بس میں نہیں ہے لیکن نفس کے مختلف اعراض و احوال ہیں۔
لہٰذا اس کے اضداد سے اس کے لباسوں کو بدلتے رہنا چاہیے تاکہ صورت بقا کی
استعداد حاصل ہو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پانی کو ہوا میں تبدیل
کرنے کا ارادہ کرے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کی ٹھنڈک کو حرارت سے
تبدیل کر دے۔ یعنی[1] سبیل التجربۃ حتی یبلغ ذلک النصاب التام جس طرح
پانی ہوا میں تبدیل ہو جاتا ہے اسی طرح مرید کی فنا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ
نفس کے تمام مختلف اعراض جو تعلقات خفیہ ہیں نفس کو حُبِ الٰہی کے انواع سے
مبدل کر دیں اور یہ چیز اگرچہ مشکل ہے لیکن جس پر توحید ظاہر ہو گئی اور جذبہ
کے سیلاب نے دائیں بائیں سے احاطہ کر لیا اس کے لیے آسان اور بہت ہی
آسان ہے۔ دوسرے محافظت نفس ہے یعنی ایک لمحہ بھی اسے غافل نہ ہونے
دے۔ یعنی ذکر اللہ بل عن ذکرہ بضم الذال[2]۔ اس لیے کہ آدمی جس طرح
مرے گا اسی طرح مبعوث بھی ہوگا۔ کما تموتون تبعثون (جس طرح تم مرو گے
اسی طرح اٹھائے جاؤ گے) اور فنا بھی موت ہے اور بقا بعث۔ جب دوام ذکر
کے ساتھ فانی ہو جائے گا تو حضور دائمی کے ساتھ بقا حاصل ہو جائے گی
اور اس مسئلہ میں جو دریافت ہے وہ یہی ذکر ہے کہ فنائیت کے بعد تجلی آلٰہی
ہوتی ہے۔ پس اگر ذکر اس طرح ہو جو اس کے نشاء ونفس کا مستوجب ہو تو
تجلی آلٰہیہ بھی مستوجب اور کامل ظہور فرمائے گی۔ پس آثار حقانیہ نسمہ و نفس
پر دونیا پر دنیا میں اور قبر میں اور (حساب کتاب کے دن) قیامت میں ظاہر ہوں
گے تیسرے محافظت لسان ہے مسائل شرع کے انکار سے جس طرح تو دیکھتا

لہ تجربہ کے طور پر تاکہ وہ پہنچائے کمال تام کو۔
عہ اللہ کے ذکر سے بلکہ اس کی یاد اور دھیان سے (ذال کے پیش سے)

ہے کہ علم توحید بعد علم شرع ہے جس کا سرا بھی اس پر منکشف نہیں کیا ہے اور بس
مسئلہ میں اصل علم یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے وجود سے انکار اور ان کی مخالفت موجب
خذلان ہے جو کمال کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے والا ہے

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

افادہ: اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ سالک کی رغبت علوم توحید یا دقائق
شعریہ یا حکمیہ کی شمولیت سے ہوتی ہے۔ اور یہ دوسرے سے بہتر ہے نیز جذبات
توحیدیہ کی شمولیت لطائف جو شوق ذوق یا صورت کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور پہلے
سے دوسرا ہے۔ اور اس سب کا سبب یہ ہے کہ اس مرد کا میل طبعی شعریہ یا دقائق
حکمیہ میں صورت و صوت کے ساتھ فانی ہو گیا ہے۔ جب جوہر نفس پر انکسار
واقع ہوتا ہے۔ تو یہ انکسار و شکستگی، ان اشیاء کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے
(شکل اختیار کر لیتا ہے) اور صاحب قال کا کام فاسد ہو جاتا ہے (یعنی وہ ان
دقائق اور حکمتوں کی وہمی صورتوں کو مشاہدہ سے تعبیر کرتا ہے)۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔ شیخ الشیوخ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے اور مولانا روم نے فرمایا ہے
کہ کاش کر دے و گذشتے۔

وکما وقع العراقی فی المزج ۔۔۔ باللطائف الشعریۃ والجمالیۃ
غیر معشوق ار تماشائی بود ۔۔۔ عشق نبود ہرزہ سودائی بود
ولعلک وقعت نفسک یعد السکر ۔۔۔ وجدت قلبک مزرعاً و اترعاجیا

ایسی حالت میں لوگوں کی صحبت سے اور زیادہ باتیں کرنے، اشعار اور حکمت
کے مضامین پڑھنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ ایسی بار یک بینی پر جو سانپ
بچھوؤں سے زیادہ مضر ہے استغفار پڑھنا چاہیے۔

افادہ: فنائے نفس اور صفائے نفس دونوں لازم و ملزوم ہیں، فنا جہت

مخلوقیت کی جہت خالقیت میں بغیر صفائی کے مفقود ہوتا ہے اور نفس کا علاقہ
حسیہ سے اس حد تک مجرد ہو جانا کہ وہ آئینہ بن جائے صفا کہلاتا ہے اس
آئینہ میں مبادی عالیہ کے علوم کی صورتیں منطبع ہوتی ہیں لیکن نفس کی
اس حد تک صفائی محال ہے۔ وَكَذٰلِكَ النَّفْسُ تَحْتَ ذَاتِ [illegible] مَنْ يَجْلُوْهَا
لَا تَتَحَقَّقُ اِلَّا بِاَنْ لَّا مُنَاسَبَةَ شَدِيْدَةً بَيْنَ ذَاتِ الْعَبْدِ وَبَيْنَ اللّٰهِ
عَزَّ وَجَلَّ وَصِفَاتِهٖ ۔ اور اسی طرح ان سب کا ملکہ بھی کیوں کہ یہ دونوں متحقق
نہیں ہوتے مگر مناسبت شدیدہ کے ساتھ بندہ اور اللہ عزوجل اور اس کی صفات
کے درمیان لیکن حضرات صوفیہ نظر دقیق سے اس مقام پر فرق کرتے ہیں اور
صفائی نفس کے درجات ملحوظ رکھتے ہیں۔ جیسے شراب کو جب وہ آتشہ یا
سہ آتشہ کریں تو ہر حال میں صورت خمریہ باقی رہے گی اور کدورتیں ذ
رفتہ صاف ہوں گی اور لطیف سے لطیف تر اثرات پیدا ہوتے رہیں گے
اور جب شراب میں نمک شامل کر دیں گے تو صورت خمریہ باقی نہ رہے گی۔
اسی طرح جب سالک علائق حسیہ سے مجرد ہو جاتا ہے تو اس میں محبت جاہ
اور لطیفہ انا باقی رہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سالک کا تقیید اور
تعین اس کی دوگانگی کا اثبات کرتا ہے ایسی حالت میں حب جاہ کے
باعث وہ دعوائے الوہیت کا مرتکب ہوتا ہے لیکن کامل صفائی مستلزم
فنا ہے کیوں کہ معرفت نسبتی جو عبد و معبود کے درمیان واقع ہوتی ہو
کشوفات کے لیے اہم مبہم ہے اور اسی سے لطیفہ انا کی فنا ہوتی ہے۔
اور اس جگہ راز یہ ہے کہ علم مقدس علم فعلی ہے نہ کہ انفعالی۔ لہذا جو چیز
عالم قدس سے بندہ پر افاضہ ہوتی ہے صور علمیہ اس علم کی مظہر ہوتی ہیں۔ اور اگر
سالک کے جوہر نفس میں شکستگی پہلے ظہور کرتی ہے تو وہ لطائف ستہ کی توحید

کو اسی طرح توڑ دیتا ہے جیسے کسی تخت کو لوہے کے گرز سے توڑ کر ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا جائے اور پھر ان ٹکڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے اسی طرح وہ توحید
سے لطائف ستہ کو توڑ دیتا ہے اور لطیفۂ قلب کو توحید افعالی سے ایسا نابود
کر دیتا ہے کہ وہ اپنی اصل یعنی صفت تکوین کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور
اس کا مزاج بھی جاتا رہتا ہے جیسے کہ تخت کی صورت مزاجیہ ٹوٹنے کے
بعد جاتی رہتی ہے لیکن اس کی صورت ذہن میں باقی رہتی ہے اور اسی پر لطیفۂ
روح وغیرہ کو قیاس کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سب وجود و اعتبارات نفس ناطقہ
کے ہیں وہ ان کو توڑ کر اپنے اصول کی طرف راجع کر دیتا ہے اور اسی طرح انا جو نفس ناطقہ
کی علت صوریہ ہے اور حضرت ذات کی تجلی کا ایک شعبہ ہے اسی طرح جیسے
دریا سے ایک حباب اٹھ کر عدم میں مخلوط ہو جاتا ہے اسی طرح حباب ہوا میں مخلوط
ہو جاتا ہے[1] اور اس لطیفہ انا کا فی نفسہ کوئی مزاج نہیں ہے جس طرح زمین
کو پانی سے مخلوط کرنے پر دونوں میں کسی کا بھی مزاج حادث نہیں ہوتا یعنی ان
دونوں کے امتزاج سے کوئی نیا مزاج پیدا نہیں ہوتا، لہذا یہ لطیفہ حضرت حق کی
طرف عائد ہوتا ہے اور یہی فنا ہے اور یہ صفا کے ساتھ لازم ہے کیونکہ جیسے زمین

---

[1] قطرہ بے مقدار کا بھی کمال ہے کہ اپنی ہستی کو وجود مطلق کے صحرائے بسیط میں شامل کر دے
اور حباب کی نمود بس اسی قدر ہے کہ وہ بحر کے خوان یغما سے اس کے امواج کے تلاطم کی بدولت [illegible]
[illegible]

ساوی صفت ہو گئی اور مقدس ہیکل متحیز ہو گئی (جگہ حاصل کر لی) تو لامحالہ معلومات
مقدسہ کی صورتوں کا اس میں چھپ جانا (ضرور) متحقق ہو جاتا ہے حاصل یہ کہ
فنا اور صفا کا فرق مرید اور مراد کے فرق کے مثل ہے اور ہر مراد کا آخر دوسری مراد
سے وابستہ ہے۔

افادہ:- فنا کی دو قسمیں ہیں ایک شفاہی دوسرے حجابی۔ پہلی قسم سالک کے
نفس ناطقہ کا حقیقت ذات کے رنگ میں رنگ جانا ہے یعنی وہ تجلیات
میں سے ایک تجلی ہے اور فنا کی یہ قسم جبلت پر مخصوص ہے اور وہ جبلت سالک
کی صورت مزاجیہ کی سختی ہے کہ وہ تجلیات مذکورہ (سمیٹنے والی) یا جذب قوی
کے بغیر ظہور نہیں کرتی۔ جاذب اتنا قوی ہو کہ سالک کی تمام قوتوں اور تدابیر پر
غالب ہو اور اس وقت تک غالب و قاہر رہے کہ سرحد کمال کا وصول ہو جائے
اور دوسری قسم جو حجابی ہے وہ وجود سے ہوتی ہے حجاب یا تو فانی کی طرف سے
ہوتا ہے یعنی اس کی فنا صرف علم میں متحقق ہوتی ہے نہ کہ حال میں اور ذاتی
حوادث سے مغلوب ہو جاتی ہے یا اس کا جذب فنا سے پہلے ختم ہو جاتا ہے یہ
جذب کا قصور ہے۔ یا حجاب اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی فنا اسماء میں سے
کسی ایک اسم میں ہوتی ہے فنائے ذاتی نہیں ہوتی۔

افادہ:- ہم نے اچھی طرح غور کیا فنائے شفاہی کے موانع کے بارے میں
جن میں سے چند چیزیں ہم نے پائیں، ایک یہ کہ مرد کی مرادات سفلیہ میں سے
کوئی مراد باقی رہ گئی ہو اور لامحالہ اس کی حد تک نفس ناطقہ اس سے علاحدہ
نہ ہوا ہو گا، ایسی حالت میں جذب طاری ہو تو فنائے حجابی ہو گی۔ دوسرے
یہ کہ مرد کی محبت، مزاج اور مادہ جنوں سے مخلوط ہو گئی ہو وہ ہر چند تمام
مالوفات سے علاحدگی برتے اس کی تجرید اختلاط مزاج کی حد سے ہو۔ اس کی

فنا شفاہی نہیں ہے۔ لہذا اپنی بات کو بعض اقوال میں سلامتی مزاج اور
وفور نشاط کے ساتھ ہم نے مشروط کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ باریک طبع ملاذ خیال
اور تشبیہات اور نکتہ فہمی و لطیفہ گوئی سے طبعاً مجبول ہوتا ہے جو اس کے
نزدیک تمام لذتوں سے زائد لذت بخش اور محبوب ہوتی ہے اور وہ سبک روح
ہوتا ہے اور اس کی دقیقہ فہم تجلی اس کے دقیقوں کے مطابق ہوتی ہے
شفاہی نہیں ہوتی۔ صفا ایک امر محمود ہے لیکن بار بار طبعی اس کے علاوہ
ہے اور روگوں کی عادتوں میں ہونے کے علاوہ محمود نہیں ہے۔ دوسرے
یادداشت دائم اس کو حاصل نہ ہو یا یادداشت ضعیف رکھتا ہو اور یہ تجلی
دوسری حالت میں وہی یادداشت ہے فاذا ضعف ضعف التجلی۔
دوسرے یہ کہ اپنے کو دیکھنے سے قبل فانی ہو جائے اور یہ مسئلہ بہت ہی باریک
ہے مقصد یہ کہ فرد پہلے حال میں مستغرق ہوتا ہے اور اس کی نگاہ حال
کے ساتھ اس وقت تک محیط نہیں ہو سکتی جب تک اس میں مہارت نہ پیدا
کرے، اس وقت اپنے میں غور کرے اور حال کو اپنے میں گم پاوے اور
اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔ اس وقت دوسری ہوا چلے گی اور اس کو
اس کی جگہ سے لے جائے گی۔ اور امر تجلی پورا ہو گا اور اس بیان سے مقصد
وہ موانع پنجگانہ ہیں جس سے بصیرت رکھنے والا احتراز کرتا ہے
بزرگوں نے کہا ہے کہ سالک کو (اپنی) کوشش اور روش پر قائم رہنا
چاہیے تاکہ اپنا مقصد پورا ہو۔ بحمداللہ جتنا علم روشن اس ناچیز کو عطا
فرمایا، معلوم نہیں کہ کسی دوسرے کو بھی عطا کیا گیا۔

افادہ:- جاننا چاہیے کہ جو شخص ہر وقت بہ احساس ہے وہ اپنے ادراک
پر یقین نہیں کرتا لیکن رفتہ رفتہ اس کو علم یقینی سے پہچان لیتا ہے۔ پھر جب

اس حالت سے ترقی کرتا ہے تو ان علوم کا تیقن حاصل ہوتا ہے اور اس کو
سداومت اُسے محبوب و لذیذ معلوم ہوتی ہے اور اسرار و معارف ظہور
کرتے ہیں وہ ان کو سب چیزوں پر اختیار وہ ایثار کرتا ہے اور قریب ہو
کہ اس کو یہ یقین ہو جائے کہ احساس کوئی چیز نہیں ہے جو کچھ کمال ہو
وہ یہی تعقل ہے اسی پر سلوک کا راستہ ظہور کرتا ہے اور حق بات معلوم
ہو جاتی ہے پھر وہ پروا نہیں کرتا محسوس۔ موہوم۔ متخیل۔ محاط یا دریافت
کرنے والے حس کی ادراک سے۔ اور وہ وہ یاد حق ہے جس میں سالک
مستغرق ہو جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اس کو نہیں جانتا نہ یہ کہ اس کو اطراف
و جوانب سے علم و ادراک کے ذریعہ احاطہ کر لیتا ہے اور یہ معنی باطل محض ہیں
ہرگز آسان نہیں۔ ہاں وہ یاد حق اور وہ علم جس کو تعقل اور ادراک سے حاصل
کیا ہے شروع شروع کبھی وہ متشکل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سالک
امارت (نشانوں) و علامت کا محتاج ہو جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ حق و
باطل میں امتیاز حاصل کرے اور وہ امارت ہمارے نزدیک نفس کا تمام
علوم سے مجرد ہو جانا ہے علاوہ اللہ کی محبت کے یکے بعد دیگرے اور ان
سے فراموشی اس وقت باطل محو اور حق محکم ہو جاتا ہے۔ اور تجرید تام
اور غلبہ محبت کی زیادتی حاصل ہوتی ہے اور یہ امارت عوام کے لیے ہے
نہ کہ خواص اور سمجھدار لوگوں کے لیے۔ پس ہیئت اضمحلالیہ و نیستی کی
صورت اور جود و نقص میں اور اس میں استغراق غیر کے ادراک کے احاطہ
سے بھی باہر ہے کیونکہ یہ ایسی حیرت حائرہ ہے جو ان کے نزدیک
اظہر من الشمس ہے۔

افادہ: سالک کو کبھی تشویش پیش آتی ہے اور یہ چیز نا امیدی قبض

کی تنگی اور غمی کا باعث ہوتی ہے جس کا کوئی سبب نہیں ہوتا۔ پس وہ غیر
واصل رہ جاتا ہے۔ لاچار تشویش کے اسباب اور وجود کا تفحص اور اس کا
علاج ضروری ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ تشویش کا ظہور دو وجوہ پر ہوتا ہے یوں
وہ فنا فی اللہ کے قبیل سے ہے۔ یا بعد فنا اور فنا سے مراد اس جگہ سالک کے
نفس ناطقہ کا اللہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ اول وجہ یہ ہے کہ تشویش
فنا کے قبیل سے ہوتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ [illegible] ہوتی ہے۔ کبھی
محبت و شوق کے فساد سے ہوتی ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ امور سلوک [illegible]
کا باعث سالک کی بقائے نشاط ہے جو ذات حق میں ہے اور [illegible]
یہی ایک امر ہوتا ہے اور اس کے انحصار سے ذات حق میں فنا حاصل ہوتی
ہے۔ جب بعض سالکین ریاضات شاقہ کو اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں اور بہت
زیادہ بھوک و پیاس اختیار کرتے ہیں اور نفس کو اس کے مالوفات سے
یک دم مقید کر دیتے ہیں تو یہ بات ان کے انقباض خاطر کا سبب ہو
جاتی ہے اور قصد سے وہ شوق جو اس سے قبل وہ رکھتے تھے بسبب فتور
حواس تشویش غم سے بدل جاتا ہے اور ان کو اس انقلاب کا کوئی احساس
نہیں ہو پاتا۔ اور نہ اس کا کوئی سبب ہوتا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ جائز
خواہشات۔ حبس اور ریاضات شاقہ (جن سے فتور حواس پیدا ہوا) کرنے
سے لگام کو اس وقت تک روکے رکھے جب تک کہ وہ نشاطی کیفیت عود
نہ کر آوے۔ پس شوقی کیفیت نفی و اثبات مع التوحید کی تکرار کے ذریعہ پھر
سے حاصل کرے اور نشاط کی محافظت اور اس کی بقا کو لازم جانے اور
بتدریج اس کو ذات حق میں منحصر کرے تو فانی ہو جائے گا۔ اور کبھی اس کا
سبب یہ ہوتا ہے کہ بقیہ نفس اور اس کی غفلت باقی رہ جاتی ہے اور سالک

کے جوہر میں جو فی الجملہ ذہین ہوتا ہے اسی وجہ سے اپنے نفس کو شہوتِ
مقصودہ کی طرف راغب نہیں پاتا۔ لیکن خلوِ نفس سے ایک ظلمت اجمالی
اس کے عالم میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کو اس باریک بات کی خبر بھی
نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ حیران و سرگرداں رہ جاتا ہے اور اس ظلمت کی وجہ
سے اس پر غم و یاس غالب ہو جاتا ہے اور اس کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی اور
اس کا علاج صرف شگفتگیٔ نفس ہے خواہ تزکیہ[1] سے ہو یا تصفیہ[2] سے جو شخص
کہ سخت مزاج ہے اس کے لیے تزکیہ زائد مناسب ہے۔ پانچویں وہ امور
جن میں ذلت اور فنائے جاہ کا نفاذ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نفس پر
گراں گزرتا ہے اور اس سے ایک قسم کی کراہت اور انقباض ہوتا ہے۔
اور جو ضعیف المزاج ہے اس کے حق میں تصفیہ زائد بہتر ہے اس لیے کہ
اس کی ظلمت ضعیف ہے۔ قریب ہے کہ وہ ذکر کی مداومت اور خلوت
کی شرائط کے ساتھ فنا ہو جائے گی۔ اور کبھی تشویش و بزدلی کی وجہ سے
ہوتی ہے جو سالک کی طبیعت میں موجود ہے۔ جب طویل مسافت اور
راستہ کی دوری پر نظر کرتا ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔ اور اس کا نفس ترک
مالوفات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے اس کو فکر و غم لاحق ہوتا
ہے اس کا علاج ترغیبات موزونہ اور حتمی وعدے میں مقصود کے پالینے کے لیے

---

[1] تزکیہ کہتے ہیں نفس کو صفاتِ ذمیمہ کے [illegible] کی طرف سے بازآنا۔ یہ بلا ریاضت و مجاہدہ کے نہیں ہوتا ہے۔
نفس کی اصلاح چلے کر ریاضت سے [illegible] نفس امارہ ظلماتی ہیں

[2] تصفیہ کہتے ہیں دل کو غیر حق اور اپنی خودی سے پاک کرنا۔ اور بجز حق کے کسی کو
اپنے دل میں جگہ نہ دینا۔ اس کو تطہیر قلب بھی کہتے ہیں۔ تقی انور

عہ [illegible]

اور امید دلانے والی حکایات سننا اور اپنے حالات کو مستحسن بنانا تا کہ سلوک
پر جسارت اور جرأت اختیار کرے۔ اور کبھی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ سالک
رسوم کے ملابس اور فضول باتوں اور دیگر اشیاء سے بھاگتا ہے۔ اور
نقوش کو نیز اس کے لوحِ ذہن میں آہستہ آہستہ قائم ہو جاتے ہیں اور اس کو
اس کا کوئی شعور نہیں ہوتا۔ اور جب یہ مرض سرحدِ کمال پر پہنچتا ہے تو سالک
اجمالاً اذیت پاتا ہے اور ان نقوش کو محبت و شوق کے ترک ہونے کی وجہ سے
بالتفصیل ادراک نہیں کرتا۔ (دوم) اس کا علاج گوشہ نشینی اور عدم صحبت
خلوت اور جمع ہمت کے ساتھ ذکر کی مداومت ہے تا کہ ان نقوش میں
کمی ہو اور جب وہ پورے طور پر دفع ہو جائیں گے تو فنا حاصل ہوگی اور
حق سبحانہٗ تعالیٰ متجلی ہوگا پھر اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی اور کبھی
ان افکار کی جہت سے ہوتا ہے جو شیطان اس کے دل میں ڈال دیتا ہے
مثلاً طبیعت کو وصول سے ناامیدی کی طرف مائل کر دیتا ہے یا بعض فیض
دینے والے امور میں عیب جوئی اور قدح کرتا ہے۔ اس کی مثال ذبح شیطانی
کا سوتے میں ڈرانا ہے (اور) اس کا علاج ہمت کو کمال کی حد تک جمع
کر لینا ہے اور ان خیالات و برائیوں کو عزم بالجزم کے ساتھ چھوڑ دینا ہے
اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فنا کے بعد تشویش کا ظہور ہوتا ہے۔ پس وہ ضروری
ہے نفس کے باقی رہنے کے سبب سے (جب تک کہ نفس کا زوال کلی طور
پر ثابت نہ ہو گیا ہو وہ ہو جائے) اس طرح فنا حاصل ہو گئی لیکن فنا کے بعد
اس کو ایک قسم کا ترتب پیدا ہو کر مستحکم ہو گیا۔ پس اس کی آفت عظیم ہو گئی
اور علاج مشکل ہو گیا اور ایسا مریض ہمیشہ مشوش الحال رہتا ہے۔ جب
اس پر نفس غالب آجاتا ہے تو دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کچھ

جب اس کو محتاجی۔ اولاد کی موت اور اپنے چشموں میں ذلت کے مصائب
گھیر لیتے ہیں، تب اس کا حال صاف ہو جاتا ہے۔ پہلی حالت میں اس
محبت و شوق کی وجہ سے جو اس کے دل میں ہے ایک تنگ دلی پیدا
ہوتی ہے اور دوسری حالت میں وہ واویلا کرتا ہے یعنی نفس کو
کسی حالت میں راحت نہیں ہے اس کا علاج وہ ہے جس کا امیر
سید کلال قدس سرہٗ نے اشارہ فرمایا ہے اور انشاء اللہ اس کے بعد اس کا
ذکر کیا جائے گا۔ حاصل یہ کہ اس سے انجذاب خاطر اور میلان بہ عروج کا
انتظار کرنا چاہیے (منتظر رہنا چاہیے) جب یہ بات (چیز) حاصل ہو جائے
تو رسوم و اموال و اولاد وغیرہ سے مجرد ہونے پر مجبور کرنا چاہیے تاکہ اس کو
کسی چیز سے تعلق باقی نہ رہے پھر محبت تامہ حاصل کرنے کا حکم دینا چاہیے
نیز ذلت تو یہ برداشت کرنے کا جو اس کے لیے سخت ہو حکم دینا چاہیے اور
اس کے تحمل میں تقویت محبت اور مالعز برائیاں دکھلا کر اللہ کے ذکر کے
ذریعہ تدبیر کرنا چاہیے۔

افادہ۔ امیر سید کلال قدس سرہٗ مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک کوزۂ
وجود تعلقات کی نمی سے خشک نہ ہو جائے تصرف کے خدان میں رکھنے کے قابل
نہیں ہے اور ان میں سے بعض کوزے ٹوٹ کر نکلتے ہیں (جن میں تعلقات کی نمی
ہوتی ہے) ان کا علاج یہ ہے کہ پھر ان کو باریک کرے اور دوسری مٹی
شامل کرے شاید اس بار خالص اور پاکیزہ نکلے۔ غرضکہ جو شخص ایک بار توحید
میں مستغرق ہو گیا۔ اگرچہ اس کی فنا ابھی ناقص ہے لیکن اس کے لیے
ایک قسم کا مرتبہ پیدا ہو گیا۔ پھر دوبارہ اس کو خدانِ تصرف میں جس سے
طلب کذا ہے نہیں لا سکتے لیکن اس وقت جبکہ طبیعت مصائب پر تو یہ

ظاہری و باطنی کے تصادم کے بعد رجوع ہو۔ تصادم (صدمہ) خواہ مال سے ہو
یا اولاد سے یا بالجملہ یہ عود کبھی رجوع کا باعث ہو جاتا ہے۔

سأطلب بعد الدار عنكم لتقربوا[1]   وتسكب عيناي الدموع لتجمدا

بعید نہیں ہے کہ کامل طور پر رجوع ہونے کے بعد پھر ذوق و شوق کی
کیفیت پیدا ہو جائے۔ اور اس بار عجز و قصور کے اعتراف کے بعد حضرت حق
ایک راہ عطا فرمائے۔ اطباء کہتے ہیں کہ نزول الماء آنکھوں میں جب تک
پورے طور پر نہ آ جائے اس کا علاج (قدح کرنا) غلطی ہے اور کامل ہونے کی
علامت عدم یافت بے شوقی یافت کے عدم کے ساتھ اس کے بعد ممکن ہے کہ نئے
سرے سے راستہ اختیار کیا جائے۔

افادہ۔ حق سبحانہٗ کا ادراک کرنے والا اگر تمام اشیائے ثابتہ کے اضمحلال کو
(فنا ہونے کو) اللہ کے وجود میں، بجائے اس کی شرح کے رکھے تو موافق
بیٹھتا ہے۔ (یعنی اگر تمام اشیائے ثابتہ کے وجود کو ہم باری تعالیٰ کے وجود
میں نیست خیال کریں تو یہ درست ہے) اور اگر امر مجرد کا حضور بطریق
حصول صورت اس کی شرح کی جگہ پر رکھیں تو بھی ٹھیک ہے (یعنی حصول
صورت تمام اشیا کا اس کی ذات میں گم سمجھیں تو بھی صحیح ہے) ان سب
کا مدرک نہ حسِ ظاہر ہے اور نہ حسِ باطن۔ اور نہ قلب جو کہ منبع اخلاق
اور صاحب احوال ہے مثلاً خوف و رجا اور محبت و صلابت اللہ کے
امر میں ایک امر دیگر ہے جو نہایت اعلیٰ اور اکمل ہے اس سے یہ بہت تعجب خیز۔

---

[1] میں تم سے وطن کی دوری (دوری) چاہتا ہوں تاکہ تم دل میں بس جاؤ اور میری آنکھیں
آنسو بہاتی ہیں تاکہ وہ خشک ہو جائیں۔ (قول مومن)

مانگا کریں گے اب تو دعا ہجر یار کی   آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ
(تقی انور)

بات ہے کہ عارف کو اس سر کے ساتھ جب اس کی حس باطن طبیعت کے انقباض
سے قلب کو تشویش میں ڈال دے کیونکہ انسان کی فطرت ہی اللہ نے ایسی
پیدا کی ہے کہ اس کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں
تشویش میں پڑا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قلب مطمئن ہو تو اس کی مثال ایسی
ہے جیسے بادشاہ کوئی کام کر رہا ہے اور اس کی فوج اس کی اتباع کر رہی ہو
اور اس طریقہ سے ملکی امور انجام پا رہے ہیں اور جب قلب مشوش ہو تو اس کی
مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ ایک کام کر رہا ہے اور کسی کام کا حکم دے رہا ہے
لیکن کوئی اس کی بات بہ سمع قبول نہیں سن رہا ہے لیکن بادشاہ کی ذات کسی
حال میں تغیر نہیں ہے۔ اگر وہ شکایت کرے تو قلب سے کرے نہ کہ نفس ناطقہ
سے۔ اور ہر حال میں دل کو مضبوط رکھنا چاہیے۔

افادہ:۔ جاننا چاہیے کہ آدمی کا قلب رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے
ایک انگشت جلال۔ دوسری انگشت جمال۔ تو ضروری ہے کہ ان دونوں
کا مقتضا جلوہ گر ہو۔ انسان کی ان وحشتوں کو اس کی استعداد سے سمجھنا چاہیے
اور ہر وحشت ایک دوسرا ہی اُنس لاتی ہے۔ اگر تم کو یقین نہ ہو تو اس کا
تجربہ کر لو ؂

گو نہ[1] رنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود ولیک بخونِ جگر شود

اگر غور کریں تو معلوم کر لیں گے کہ طبیعت کو قلق دینے والی وحشت
جو اسمائے جلالیہ کے انعکاس سے ہوتی ہے وہ دوسری ہے۔ یہ وحشت ایک
اُنس ہے رنگ کی وحشت اور مزاج کی وحشت بخلاف اول کے۔ جیسے ہی
طبع کو چھوڑ دیا اور اپنے کو مردہ سمجھ لیا تو وحشت اول معدوم ہو جائے گی۔

۱؎ کہتے ہیں کہ پتھر مقام صبر میں لعل ہو جاتا ہے۔ ہاں ہو جاتا ہے لیکن جگر خون ہونے سے ہوتا ہے۔

اس وقت اگر وحشت جاگی تو دوسری قسم کی ہو گی ؂

لنگ[1] و لوک و خفتہ شکل و بے ادب — سوئے او می غیژ و او را می طلب

جب کسی فعل کا کام مشہود ہوا کہ وہ عین جمال ہے اور اس کا ہر فعل دوسرے
قسم کا جمال ہے تو کیا رہ جاتا ہے سوا اس کے کہ ہر جمال ایک جدا تماشہ کرتا ہے جلال
جلالی دوسرا ہے اور جمال جمالی دوسرا۔ جب ہر فعل وہاب حقیقی سے آتا ہے تو وہ
بخشش تازہ ہے بجز اضمحلال کے نغمات کے شاہد ہیں اور گم ہوتے ہیں اور حیران
رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے لذت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے رونا ایک
بخشش ہے اور ہنسنا دوسری بخشش۔ جب جلالی جلوے دل میں ہر سمت سے چمکتے ہیں
اور ایک سمت سے آتے ہیں تو ان سب کو اسباب وصل کہہ سکتے ہیں نہ کہ اسباب
وحشت ؂

آب[2] نیل است و بہ قبطی خوں نمود — قوم موسیٰ را نہ خوں بود آب بود

افادہ:۔ اپنے کو قیام لیل اور سبق باطنی کی طرف شب و روز مشغول رکھنا
چاہیے۔ اگر کسی وقت خطرات کا ہجوم ہو تو یہ ذکر کرنا چاہیے یعنی سبحان اللہ و
بحمدہٖ۔ سبحان اللہ کی دل پر ضرب کریں اس طرح کہ سب دل پر کہیں اور معانی
دل میں رکھیں اور بحمدہٖ کو حق سبحانہ کے نور پر جوش کے اوپر ساکن ہے
ضرب کریں۔ سبحان اللہ صفات محدثات سے تنزیہ ہے۔ اور بحمدہٖ اثبات جمال
ہے جو حضرت وجود کے مناسب ہیں اس ذکر کے درمیان فصل نہ کرے بلکہ تمام
بے بیان تک اپنے میں ایک انشراحی کیفیت دیکھے اور اگر اس ذکر کے بعد

۱؎ لنگ، لولا، سونا اور بے ادب یعنی بے شعور بچہ کی طرح آداب سے لاعلم اس کی جانب سے قائم ہو کر چل اور اسے طلب کر۔

۲؎ نیل پانی ہے اور قبطی کے لیے خون ہو گیا — موسیٰ کی قوم کے لیے خون نہ تھا پانی تھا

نورِ عظم کا جو فرق الوش ساکن ہے اس طور پر خیال کرے کہ اسی تجلی میں غیبت
واقع ہو جائے تو نفی ماسوا اور رفع اندوہ اور انشراح خاطر کے لیے انتہائی
مفید ہے۔ اس نور کی حقیقت بڑی عجیب ہے۔ الحاصل وہ عالم مثال سے
ایک حقیقت آئی ہے۔ اور بعید نہیں جو شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرش
تکوین سے یہی مراد لی ہو اس لیے کہ تکوین بغیر مخالطت مثال نہیں ہو سکتی۔

افادہ:- شجاع کو لڑائی میں پہچان سکتے ہیں اور مومن کو کہ کتنا راضی و شکرگزار ہے اور
یہ مصائب کے ہجوم کے وقت اس کی صفت ہے ورنہ ہر بے سروپا ایمان و اطاعت
کا خیال پکا کر اپنے ذہن میں پکا کر رہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ انما الصبر عند
الصدمۃ الاولیٰ۔ اور صبر سے مراد صرف جزع و فزع کا ترک ہی نہیں بلکہ اس طرح
خوش رہنا کہ اگر اس مصیبت کو اس پر نازل نہ کرتے اور اس غم کو اس کے دل پر
نہ پہنچاتے تو اس کی جزا (یا اجر) اس تک کیسے پہنچتی اور اس کا دل پژمردہ
ہو جاتا اور وہ واویلا کرتا اور اگر پہنچ گیا تو گویا خشک سبزہ کو پانی مل گیا۔ اور
آب شیریں سے تشنہ لب کی تشنگی دور ہو گئی۔ پھر نئے درد کو غنیمت سمجھتے ہوئے
اس سے مدد ڈھونڈنا چاہیے۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ بہت دقیق بات ہے۔

افادہ:- کشف و کرامات اور علوم و مکاشفات یہ سب آنے جانے والے ہیں
صبح کو آتے ہیں اور شام کو چلے جاتے ہیں۔ لوگ اس کھیتی سے جو کچھ برایہ
حاصل کرتے ہیں اور قبر میں اور جو کچھ ان کے سامنے ہوتا ہے وہ بھی یادداشت
ہے اور بس لیکن وہ یادداشت نہیں جو علم حصولی کا ایک شعبہ ہے اور
استحضار وہی ایمان بالغیب ہے جو ایمان لاتے وقت کسب کیا جائے۔ بلکہ
ایسی یادداشت ہے جو ہر نفس کے انکسار اور توحید میں اضمحلال سے حاصل
ہو (وہ) نہ حضوری ہے نہ حصولی۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کو قوت و

طاقت، اس یادداشت میں گم کر دینا چاہیے۔ ؎

بہ ضعف[1] کہ میسر شود بکن جہدے
کہ خویش را بسر کوئے آں نگار کشی

افادہ:- اعلم ان اصل السعادة
الاخروية ثلاثة اشياء احدها
ان يكون العقل ممتليا بالتصديق
بان السعادة تنحصر في العبودية
التامة المستوعبة بظاهر الانسان
وباطنه وبمعرفة اسباب
حصول هذه العبودية ومقدماتها
وثانيها ان يكون القلب ذا همة
وعزم قوي، اذا قصد شيئا
لم يضعف عنه ولم يتكاسل
دونه حتى يرتقي ذروة
سنامه، وثالثها ان يكون
النفس منقادة القلب في
جبلتها، فاذا وجدت هذه
الاشياء نزل من العقل
خاطر حق، واستقر في القلب
وتلقته بما اودع الله تعالى
فيها من الهمة والعزيمة۔

جان لو کہ سعادت اخرویہ کی اصل
(بنیاد) تین چیزوں پر ہے۔ ان میں سے
پہلی یہ ہے کہ عقل اس بات کی تصدیق
کے ساتھ معمور ہو کہ سعادت منحصر ہے
عبدیت تامہ میں جو انسان کے ظاہر و
باطن کو گھیرے ہوئے ہے اور اس
کو اس عبدیت اور اس کے مقدمات
کے حصول کے اسباب کی معرفت ہو
اور دوسرے یہ کہ قلب میں ہمت نافذہ
اور عزم قوی کے ساتھ ہو جب وہ
کسی چیز کا قصد کرے تو اپنے میں کسی
قسم کی کمزوری پائے اور نہ اس کے مقابلہ
میں سست ہو یہاں تک کہ وہ ترقی
کر جائے اس کی (قصد کی) بلند
چوٹیوں تک۔ اور تیسرے یہ کہ نفس
قلب کا فطرت کے اعتبار سے مطیع
ہو۔ پس جب نفس ان اشیا کو اپنے
تو عقل سے وہ چیز نازل کرے گی جو

[1] تم سے جس طرح بھی ممکن ہو کوئے محبوب میں پہنچ جانے کی کوشش کرو۔

ثم إن حصل له زاجر قوي يتوجه
إلى النفس فيأخذ بتلابيبها
ويمنعها عن هواها، فعند
ذلك يحصل مقام التوبة
ومقام الإرادة وهما
بمنزلة النواة والملاقاة
في الأرض البطنية، فإذا
اشتغل العبد بدوام
العبودية ظاهرا وباطنا
خلص منها نور يكون بمنزلة
الماء في أصل الشجرة تورق
بسببه النواة وتعلو وذلك
الذي قلناه حقيقة السلوك
وأمراض الانسلاك وإن
كانت كثيرة جدا تنحصر
في أربعة أنواع أن لا يكون
العقل متحليا بالإيمان والمعرفة
أن لا يكون القلب ذا العزيمة
في أصل جبلة وأن لا يكون
النفس منقهرة تحت حكم
القلب وأن يكون اشتغاله

حق ہے اور قلب بھی جاگ رہا ہو جائے گا
اور قلب اسے روکے گا اس چیز کے کرنے
جو اللہ نے اسے ودیعت فرمایا ہے یعنی
ہمت و عزیمت پھر اس جگہ ایک زاجر
قوی پیدا ہوتا ہے جو نفس کی طرف متوجہ
ہو کر اسے پکڑ لیتا ہے اور سرزنش کرتا ہے
اور کھینچا کر اس پر غالب آجاتا ہے۔
اس وقت مقام توبہ اور مقام ارادت حاصل
ہو جاتا ہے اور وہ دونوں ایک گٹھلی کی
طرح ہیں جو نرم زمین میں ڈال دیے
گئے ہیں۔ پس جب بندہ ظاہر و باطن کے
اعتبار سے دوام عبودیت کے ساتھ مشغول
ہوتا ہے تو اس سے ایک نور خاص پیدا
ہوتا ہے جو بمنزلہ پانی کے ہوتا ہے درخت
کی جڑ میں جس سے گٹھلی نشو و نما پاتی ہے
اور وہ پھر پتے نکلتے ہیں۔ اور ہم نے
اسی کو حقیقت سلوک کہا ہے اور امراض
سلوک اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ چار (۴)
پر منحصر ہیں پہلی یہ کہ عقل ایمان و معرفت
سے بھری ہوئی نہ ہو۔ دوسری یہ کہ قلب
اپنی اصل جبلت میں عزیمت والا نہ ہو

بالعبودية قليلا لا يسمن
ولا يغني من جوع، فالسعيد
من تفحص عن مرضه وعرف
سببه وعالج نفسه فإن كان
قصور في الإيمان والمعرفة
عالجه بتذكر مقدمات
تصحح عنده الإيمان و
المعرفة، وإن كان ضعف
في قلبه عالجه بمقدمات
تنتج عزيمة وإن كانت
صفوته في نفسه عالج
برياضات قوية وإن كان
قلة الاشتغال بكثر من
الطاعات بالعبودية، ومن
الأمراض التي يكثر وقوعها
ويعظم بلاؤها أن يقبل
الإنسلاك إلى طريقة
القوم أعلى الله تعالى
درجتهم، ثم يبدو فيه
الهواجس الطبيعية
عنها فيغوص في بحر الانقلاب

تیسری یہ
کہ نفس قلب کے حکم کے تابع نہ ہو مغلوب
نہ ہو، چوتھی یہ کہ عبودیت کے ساتھ اس
کا اشتغال بہت تھوڑا ہو نہ موٹا ہو اور
نہ بے پرواہ ہو بھوک سے۔ پس نیک بخت
وہ ہے جس نے اپنے مرض کی تفتیش کی
اور اس کو پہچانا پھر اپنے نفس کا علاج کیا
پس اگر ایمان و معرفت میں قصور پائے تو
اس کا علاج کرے ایسے مقدمات دلائل
سے یاد کر لینے سے جو اس کے نزدیک ایمان
و معرفت کی تصحیح کریں (کرتے ہیں)
اگر قلب میں ضعف ہے تو اس وہ ایسی
چیزوں سے علاج کرے جو عزیمت کے
طور پر ہیں اور اگر اس کو صفائی قلب
مغلوب ہے تو ریاضات قویہ سے علاج
کرے اور اگر عبودیت کی طرف قلت
اشتغال ہے تو عبادات
کی کثرت کرے۔ اور وہ امراض جن کا
وقوع بہت زائد ہوتا ہے اور ان
کی بلائیں بہت عظیم ہیں ان کا طلوع

ويقعد غارب الهوى و
يسير كان لم يكن قط على
طريقتهم ثم بعد برهة
من الزمان يزجره زاجر
الالهي فيعوده الى الحق
ويرجعه حيث كان وكذا
يبقى امرا مترددا الى هذا
تارة وعلى ذلك اخرى
واحسن ما يعالج به هذا
المرض ان يلتزم المحاسبة
كل يوم مرة او مرتين فيفرد
بنفسه ويتوضأ ويصلي
ما قدر له ثم يتذكر الموت
ويحضره بين عينيه وربما
ينفعه ان يتلقن كيفية
الموتى ويتصور انفكاك
الاهل والمال منه ويقول
ان بقلبه سرا وان بلسانه
مع لا اله الا الله ينوي
بذلك ان لا نافع لا ذي
معاذ لا الله تعالى بربه

ہے کہ راہ سلوک میں قوم (صوفیاء)
کے طریقہ پر چلنا قبول کرے۔ اللہ تعالیٰ
ان کے مدارج بلند فرمائے۔ پھر اس سے
نفس سے ہوا جس طبیبہ (وساوس)
کو۔ پھر وہ انقلاب کے سمندر میں غوطہ
لگائے گا اور خواہشوں کو جدا کرکے پیچھ
جائے گا خواہشات کو ترک کر دے گا اور
ایسا ہو جائے گا گویا کبھی دنیا تعلق ہی نہیں
پھر تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد اللہ
کی طرف سے ایک تنبیہ کرنے والا اس
کو تنبیہ کرے گا اور اس کو حق کی طرف
لوٹا دے گا اور اس کو اس جگہ لوٹا دے گا
جہاں وہ تھا۔ اور اسی طرح باقی رہتا ہے
امر دیا وہ زندگی گزارتا ہے (متردد ہوتے)
ہوئے کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف
اور اس مرض کے علاج کا سب سے بہتر
طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ایک یا دو بار
اپنے نفس کے محاسبہ کا التزام کرے پھر
منفرد ہو اپنی ذات کے ساتھ اور
وضو کرکے نماز پڑھے جس قدر ممکن ہو
پھر موت کو یاد کرے اور اسے پیش نظر

وجدت كلمة مشوقة زاجرة
اعادها مرات ويترك
المطالعة فهذه هي
الاسباب المهيجة العزيمة
وخذ هذا والحمد لله
اولا وآخرا وظاهرا و
باطنا.

زبان پر یا اس کی صحبت میں ایسی چیز
کھول دے گا جو اسے نفع دے گی جو
اچھی طرح یہ عمل کرے تو خلوت کی
جانب رجوع کرے (خلوت میں چلا جائے)
اور یہ بات بھی اسے نفع دے گی کہ
وہ روزانہ قوم (صوفیاء) کی کتابوں
میں سے کسی کتاب کے مطالعہ میں
مشغول رہے جیسے عوارف المعارف
اور احیاء العلوم اور مشغول رہے
تصحیح نیت میں شروع ہی سے اور
رجوع کرے اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے
قلب کے ساتھ۔ پس جب کوئی کلمہ شوق
دلانے والا زجر کرنے والا پائے تو اس
کا اعادہ کئی بار کرے اور مطالعہ کو
ترک کر دے (یعنی جب یہ کیفیت
حاصل ہو جائے) پس یہی وہ اسباب
ہیں جو عزیمت پیدا کرنے والے
ہیں اسے قبول کرو اور الحمد للہ
اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

ظاهرًا وباطنًا حتى يجد
في قلبه انشراحًا وفي نفسه
انزجارًا أو شكلًا، ويفعل كل
يوم مرة أو مرتين ويفعله
أيضًا أن يتوضأ ويصلي ما
قدر له ثم يتوجه إلى بعض
الصوفية المستعين بربهم
ظاهرًا أو باطنًا ويستشعر في
قلبه أدبًا وخضوعًا وينوي
بذلك معالجة مرضه
الذي اعتراه فلابد أن
يفتح الله على لسانه أو في
صحبته ما ينفعه فإذا حصل
ذلك رجع من ساعته إلى
الخلوة ويقبل على الذكر
وينفعه أيضًا أن يشتغل
كل يوم بمطالعة كتاب من
كتب القوم مثل العوارف
والإحياء وتصحيح نية في
أول مطالعة ويرجع
إلى الله تعالى بقلبه فإذا

رکھے اور بسا اوقات یہ چیز بھی مفید
ہوتی ہے کہ مردہ کی طرح چت لیٹے اور
اپنے سے اہل و مال سے جدا ہونے کا
تصور کرے۔ اور لا الٰہ الا اللہ بآواز
دل میں کہے یا بہ آواز بلند زبان سے
اس بات کی نیت کرتے ہوئے کہ اس
کے سوا میں کوئی نفع دینے والا نہیں
(اور) ظاہری و باطنی طور پر اپنے رب
کی طرف مشغول ہو۔ یہاں تک کہ اپنے
اپنے قلب میں انشراح اور نفس میں
انزجار۔ اور روزانہ ایک یا دو مرتبہ
ایسا ہی کرے اور یہ بات بھی اس کو
نفع دے گی کہ وضو کرے اپنے امکان
بھر نماز پڑھے۔ پھر بعض ان صوفیاء
کی طرف متوجہ ہو جو ظاہری و باطنی
طور پر اپنے رب سے مدد حاصل کرتے
ہیں۔ اور ادب و خضوع کے ساتھ
اپنے دل میں شعور پیدا کرے اور ادب
کا خاص خیال رکھے، اور اپنے اس
مرض کے علاج کے سلسلہ میں اسی طرح
جدوجہد کرتا رہے۔ پس یقیناً اللہ ہی کی

افادہ ۶: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ راہ حقیقت کے سالک کو بہت
سی چیزیں پیش آتی ہیں۔ ان میں سے بعض مقامات ایسے ہیں جن کو عبور کرنا سلوک میں ضروری
ہے اور بعض احوال وہ ہیں جو ان مقامات کی صور و اشباح ہیں جن کا حصول سلوک کیلئے
شرط نہیں ہے کیونکہ عبرت مقامات کے ظہور سے ہے نہ کہ احوال کے ظہور سے۔ مثلاً انسان کے
اطوار میں طفولیت ہے۔ شباب ہے۔ ادھیڑ پن ہے اور بڑھاپا ہے۔ اور ہر ایک کا ایک مقام ہے
لیکن قوت غضب اور بے قراری شباب میں احوال سے ہے کہ بعض میں یہ امور ظہور کرتے ہیں
اور بعض میں نہیں۔ ہمارا راہ میں اول اول اذکار رسانی و قلبی میں مشغول رہنا ہے۔ اور یہ
پڑھنے والوں کے حق میں الف۔ با۔ تا۔ کے مثل ہے اس کا شمار مقامات میں نہیں ہے۔
پس اس وصف محبت کے ساتھ قلب کا اللہ سے دوام تعلق ہے اور اس کی توجیہ محبت کلی
اشیاء ہے جس سے مراد ما سوی اللہ سے قطع الفت ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جسکو حاصل کئے
بغیر کسی کام کا کشود نہیں ہوتا۔ اور اس مقام پر عجیب غریب حالات اور واقعات
مثلاً خرق و انوار اور انس و ہیبت۔ تجلی و استتار بعض کو پیش آتے ہیں
اور بعض کو نہیں۔ اور دوسرا مقام توحید افعالی ہے۔ اور اس سے مطلب تدبیر
غیبی وحدانی کا انکشاف ہے کہ رزق و ذریت وغیرہ کے تمام حوادث جو میر اصلی تفصیل
میں [illegible] ان کے مصدر کی ربوبیت تمام اور الہام [illegible] اور ہر وقت بنیر
بتقیہ جو اپنے میں یا اپنے غیر میں دیکھے۔ سب کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے وصف شہود
کے ساتھ دیکھے۔ اس میں حال غالب ہوتا ہے۔ اور اس مقام کی نشانیوں میں سے
تفویض و توکل ہے۔ اور یہ مقام حاصل ہونے کے بعد بہ تحقیق سے ان افعال کے
جدا ورکی عدم رویت سلوک کا نقصان نہیں ہے۔ مثلاً کسی کو کسی کو دکی نہ ہر حرکات
وسکنات کے صادر کرنے میں صور و اشباح میں واضح ہوئی۔ اب اگر تماشہ کے وقت
اشکال سے حرکات کی تفصیل کو صادر دیکھے تو کیا نقصان ہوگا۔ تیسرا مقام توحید
صفاتی ہے۔ اور اس سے مطلب وجود واحد میں تمام موجودات کے اضمحلال کا انکشاف
ہے۔ اور اس کا ظہور دو طرح پر ہے۔ ایک تو یہ کہ تمام اشیاء کا خدا میں مشاہدہ کرے
دوسرے یہ کہ تمام اشیاء میں مشاہدہ کرے۔

ومن بعد هٰذا ما تدق صفاته[ل] ۔ وما کتمه احظی لدیه واجمل

یہ ان مقامات ہفت گانہ کا بیان ہے جو اکابر اولیاء اللہ کی راہ سلوک ہے جس کسی کی توفیق دستگیری کرے وہ یہ راہ طے کر کے انجام کو پہونچتا ہے ۔ ورنہ زندگی بھر ایک یا دو میں پڑا رہتا ہے اور اس کا جذب ختم ہو جاتا ہے ۔ اور وہ رجعت قہقری کیساتھ مخلوق کی طرف پلٹ آتا ہے ۔ العیاذ باللہ الحور بعد الکور ۔ اور بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ یہ سب بطور ضعف و اجمال ظاہر ہوتے ہیں ۔ اور یہ ارادہ ازلی کے سبب سے ہے ۔ کسی اور کو اس میں دخل نہیں ۔ الحاصل شاعر نے انھیں سات مقامات کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

ہفت شہر عشق را عطار گشت[۲] ۔ ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

درویش یہاں اس جگہ ایک نکتہ یہ ہے کہ جس شخص نے سلوک شروع نہ کیا ہو ۔ اور وہ ابتدائے حال ہی قوی الہمت ہو ۔ اور بڑا دلیر اور اپنے مزاج پر بڑا قابو ہو اسکے تمام اطوار و احوال دلیری ۔ بزرگی ۔ اور تسلط کے رنگ میں ہوں گے ۔ اور اگر ابتدائے فطرت میں یہ سب چیزیں نہ ہوں گی ۔ تو اس قسم کی باتیں کہاں سے لائے گا ۔ وهو الموفق بختم الموانی وختم الخیر ۔

افادہ ۶۶ : وصول ذات کے بعد فنا کے ضمن میں ۔ اور یادداشت بے کیف اور آگاہی بے جہت کے حصول میں بعض وہ لوگ جنکو اس مرتبہ میں قیام اور توجہ کی مدد اس طرح نہیں ہوتی ۔ ان کا سلوک مکمل نہیں ہوتا لیکن وہ لوگ رحمٰن کی جہت تدلی عظیم سے ملی ہوئی ہو ۔ اور وہ اس پر اپنی نگاہیں گاڑے ہوئے ہوں ۔ اور تدلی عظیم سے مطلب وہ حقیقت الٰہیہ ہے جسکی صورت جلیہ عرش عظیم ہے ۔ اور اصلی ذات کی طرف توجہ عام کی تمام استعداد کے مطابق اس ذات سے حاصل ہوتی ہے ۔ اور اس نے عالم مثال میں ایک نوع سے ظہور فرمایا ہے ۔ اور وہی تدلی ان تمام تدلیات کی اصل ہو

ل اس کے بعد وہ جیسے ہیں یہ تجلی صفات و ذاتی ہیں ۔ اور اس کا چھپانا جکے نزدیک زیادہ بہتر ہے ۔

۲ عطار عشق کے ساتوں شہروں میں گھوم گیا ہم ابھی تک ایک ہی کوچہ کے پیچ و خم میں پھنسے ہوئے ہیں ۔

پوشیدہ ہے القدس اور وہ دوسرے مواطن عالیہ میں ظاہر ہوتی ہے ۔ اور رجوع کی طاقت رکھتے ہیں وہ بھی اس تدلی کی توجہ کے نتائج ہیں تاکہ ان کے اور ان کے مستفیدین کے درمیان رابطہ کا سبب ہو ۔ اور اس بات کے حصول کا سبب اس شخص کی قوت قلب سے زائد قوی نہیں ہے جس کا آشیانہ یہ تدلی ہو گیا ہو ۔ اور یہی افادہ سابقہ میں مذکور ہو چکا ۔ اور یہ حرف انکے لئے ہے جس نے اپنے کو اس کے حوالہ کر دیا ہو اور ہمت بھی اس میں صرف کر دی ہو ۔

افادہ ۶۵ : حضرت حق سے تعلق قلبی کے باوجود سالک کو چند وظائف ظاہری بھی اپنے اوپر لازم کر لینا ضروری ہیں ۔ اس لئے کہ ہر عمدہ کام وہ ہے جو قوائے نسمیہ[ل] و نفسیہ میں سے ہر ایک کو ایک حصہ پہنچاتا ہے ۔ یہ بات چشم وجدان سے محسوس کی جا سکتی ہے کہ مجذوب خالص کو دار الجزاء میں وہ وقعت و عظمت حاصل نہیں ہے ۔ جو سالک خالص کو ہے ۔ ہاں وہ کمال جو اس میں فی نفسہ ہے وہ ایک دوسری ہی چیز ہے ۔ اور دار القلب اور دار الجزاء دونوں اس کمال کے مطابق مستوی ہیں ۔ او لکیف فتوی النسمة ولا یجازی علیه حین ثبات علی ما عمل النسمة ۔ جس طرح کوئی عامہ میدان جنگ میں اور مال غنیمت تقسیم ہونے کے وقت عام لوگوں کے ہمرنگ ہوتا ہے اس کا عرفان ایک ایسی چیز ہے جس نے جزا کے لئے اسکو نہیں چاہا بلکہ وہ مطلوب لذاتہ ہے ۔ اور تمام لطائف میں سے جو ہمارا اختیار کیا ہوا ہے تین وظیفے ہیں ۔ ایک یہ کہ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ استعینوا باللہ والغدوة والروحة[گ] وشیٔ من الدلجة ۔ جب تہجد کے لئے اٹھے تو سات یا نو یا گیارہ رکعتیں پڑھے جس میں الم ۔ یٰسین ۔ سورۂ واقعہ ۔ اور سورۂ یوسف پڑھے ۔ پھر ان سورتوں میں سے جو دعا

ل پہلے وہ قوائے نسمیہ کے ذریعے کسب کرتا ہے یعنی کمال حاصل کرتا ہے ۔ اور اس کسب پر اسکو بدلہ دیا جاتا افعال نسمیہ پر ثابت رہنے تک ۔

گ مدد حاصل کرو اللہ سے صبح کے وقت ۔ اور شام کے وقت اور رات کے آخری وقت ۔

اس کے وقت کے مناسب ہو پڑھے۔ اور دعا اتنی دیر تک پڑھے جتنی دیر میں سورۂ ملک
اور اس کے مثل اور کوئی سورت پڑھی جائے۔ اور حصن حصین کی فصل دعا کو جیسا کہ [illegible]
سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ پھر تفکر و تعلق قلب میں جہاں تک ہو سکے مشغول رہے۔

پھر سو بار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور سبحان اللہ وبحمدہ پڑھے پھر
آفتاب بلند ہونے تک حضرت حق کی طرف تعلق قلبی سے مشغول رہے۔ پھر دو رکعت پڑھے
اور آفتاب گرم ہونے کے بعد چار رکعت۔ تیسرے بعد عشا سو بار تہلیل جلی اور درمیان میں
وغیرہ آواز سے پڑھے۔ پھر سورۂ ملک یا مسبحات میں سے کوئی سورت پڑھے پھر بستر پر
جائے۔ اور معوذات پڑھ کر دونوں ہاتھوں کو پھونک کر اپنے پورے جسم پر پھیرے۔

افادہ ۵: کسی حال میں توجہ بحضرت حق میں فتور نہ آنا چاہیے۔ اور نہ
کو کسی حال میں شعائر اللہ اور علم باللہ سے مستغنی رکھنا چاہیے۔ کہ یہ بدنصیبی کی علامت
ہے۔ اور ہمیشہ تفکر کے درس کو لازم رکھنا چاہیے۔ اگرچہ وہ سکر [illegible]
اور بدنی و مالی عبادات کی رغبت میں اپنے کو معاف نہ رکھنا چاہیے۔ اگرچہ [illegible]
جانا مشقت ہو جو عبادات کا مفترض ہے تو اور زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ عاشق جلد
مشتاق ہے۔

افادہ ۶:

مرید رشت وصال من کرنا بی — گفتم بود از شوق نیست منا بی
مشغلی میان بحر [illegible] یابی — تشنه نیست که تا کی بود ز آبی

سعادت مندوں کی صفت یہ ہے کہ لوگوں کو شغل باطن سے بھی فائدہ دینا چاہیے اور
اگر مستعد کو جس سے مطلب نسبت ہے میسر آئے تو اس کو توجہ کے اسباب میں سے بڑا
سبب سمجھنا چاہیے۔

افادہ ۷: سالک کو بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ اور شغل و ریاضت کرنے سے
جو کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا نفس اس سے متلون ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت
و سکینت کہتے ہیں۔ اور نسبت کی کئی قسمیں ہیں۔ اور جمہور اہل اللہ اقسام نسبت کو [illegible]

یہ [illegible] خالی نہیں رہے ہیں۔ اور ہر قسم میں ایک خاص اثر ہے۔ اور علیحدہ طریقہ جس سے
مراد حضرات الہیہ میں سے ایک حضرت ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر سالک کا نفس ناطقہ اسی حضرت
کے مطابق اس کے احکام و کمالات کا عکس پذیر ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال اس آئینہ کی
سی ہے کہ جب اس کو شمال کے مقابل کیا جائے تو شمال کے تمام ستارے اس میں منعکس ہو جائیں
گے۔ اور جب اسے جنوب کی جانب پھیر دیا جائے تو جنوب کے تمام ستارے اس میں اتر
آئیں گے۔ اور نسبت پہنچا دینے سے ایک نسبت موجودات کی وجود واحد میں اضمحلال
کی نسبت ہے۔ اور نیز تمام اشیاء کا اس میں اندراج و قیام۔ اور اس نسبت کا اثر جو
آفاق سے حقیقت تعرض سے خیر و شر کے درمیان فرق کرنے سے اور خیر و شر کی جوش میں زائد
ہو رہے، اور اس استعداد کا اثر نفس مرتبۂ اطلاق کا انکشاف اور اس کی خصوصیت کا آثار
ہے۔ اور کمالات الہیہ میں سے اس کمال کا منبع ابداع و تحقق ہے جس سے مطلب اشیاء و غیرہ
کی جاتی ہے جس کا اول تمام اعلیٰ ہے پھر وہ [illegible] اس کے بعد [illegible] اس کے بعد
مرتبہ تحقق ہے۔ اور دوسری احسان کی نسبت ہے۔ اور وہ ایسی حالت ہے جو [illegible]
سے مرکب ہے۔ ایک ان انوار کا مطالعہ جو طہارت و ذکر سے ناشی ہوتے ہیں۔ دوم
حقیقت الہیہ کی طرف خضوع و تعظیم کے وصف سے مطلع ہونا جسے مطلب تدلی الٰہی ہے جو
وہی تفصیلی صورت و استعداد کے مطابق صورت مثالیہ سے متدلی ہوتی ہے۔ اور اسی کا منبع
وہی تدلی الٰہی ہے۔ اور اس کا اثر جزائے اول کے مطابق خطرات کا بیٹھ جانا ہے اور
اطمینان کی یافت اور اس شخص کے بدن و نفس میں راحت۔ نسبت قلبی کا حصول اور
اس کے انوار و حال کا انکشاف اور حدیث شریف اللہم اجعل فی قلبی نورا و فی
سمعی نورا اس پر دلیل ہے۔ اور یہ حدیث واغسل خطایای بالماء والثلج والبرد
اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس کا اثر استعداد کے جزو ثانی کے مطابق معاد میں
حضرت حق کی رویت ہے چنانچہ یہ حدیث شریف انکم سترون ربکم کما ترون القمر لیلۃ البدر

ملاحظہ [illegible] کو اس طرح دیکھو گے جس طرح دیکھتے ہو چودھویں رات کے چاند کو۔ اگر تم کر سکتے ہو [illegible]

تو ان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوٰۃ قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔ اس پر دلالت
کرتی ہے۔ اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی وہ تجلی جو آج کے دن مصلی کے روبرو ہوتی ہے جیسا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا صلی احدکم فان اللہ بین یدیہ۔ وہی حقیقۃ
وہی ہے کہ روز قیامت ان کا مشاہدہ کرے گا۔ دوسرے اس استعداد کا اثر تقویٰ و نور۔
تیسرے نسبت انجذاب جو ارواح میں پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے مطلب بیان شرح
اس و انشراح۔ اور تجرد کا ظہور اور ہیبت ملکیہ کا اختیار ہے۔ اور اس کا اثر و نشان نزول
اور مبشرات صادقہ اور برکات عظیمہ اور قبولیت دعا ہے۔ اور لوگوں کا اپنے خواب میں
ان اشیاء کا مشاہدہ کرنا جو اس کے احکامات عظیمہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس کا منبع
حظیرۃ القدس ہے۔ چوتھے نسبت عشقی یعنی شوق و عشق ہے۔ اور اس کی بہت سی قسمیں
ہیں جن کے اندر معرفہ خالص ہے۔ اور اس نسبت سے مطلب اپنے اصل لطیفہ وجود کا اپنے
منبع کی طرف میل ہے جو ذات بحت ہے۔ اور ان میں سے بعض قسمیں وہبیہ ہیں۔ اور بعض کسبیہ
اور بعض عادیہ۔ اور جب اوہام وغیرہ مرتفع ہوتے ہیں تو سالک پر ایک خاص حالت
غالب ہوتی ہے جس کو عشق کہتے ہیں اور جو لب (مغز) ہے وہی محبت ذاتیہ ہے۔ اور محبت
ذاتیہ والے بہت کم ہیں۔ اور اس نسبت ذاتیہ کا منبع وہی مرتبۂ ذاتیہ ہے۔ اور پانچویں
وہ ہے جو صورت مثالیہ شیخ کی توجہ کے سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہو چکی۔ اس کی مثال یہ کہ
کے نفس ناطقہ میں اس طرح نزول کرتی ہے جس طرح کسی حوض میں صاف شفاف پانی
بھرا ہوا ہو۔ اور اس میں آفتاب کی روشنی منعکس ہوتی ہو۔ اسی طرح سالک کے نفس
ناطقہ میں شیخ ہی کی مثال نزول ہو درحقیقت شیخ نفس کبریٰ ہے۔ اور اس سے مراد روح قدیم
سے پایا جاتا ہے۔ حظیرۃ القدس سے ظہور فرمانے کا عکس پذیر ہوا۔ اور تمام کمالات الٰہیہ کا انعکاس
کرنے والا ہوا۔ اور اس کا اثر معرفت تامہ اور حقائق کا لباس ہے۔ اور اس کا منبع

ہو سکے اور [illegible] کہ تم پر غلبہ حاصل نہ ہو سورج نکلنے سے قبل کی نماز کے سلسلہ میں اور سورج چھپنے کے
فائدہ [illegible] جب تم [illegible] اشراق کی نماز پڑھتے دیکھے اور [illegible]

سبب ہے جیسا ہے جیسے کمالات وہبی ذات الٰہی ہے۔ اور بعض وہ لوگ جو نفس کی ہیئت پر ہوتے
ہیں ان میں یہ پیر متحقق نہیں ہوتی لیکن بینات وہبیہ کے محل ہیں۔

افادہ:- حضرت اقدس نے خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی کے التماس پر سلوک کے چند
مسئلہ میں چند رباعیاں نظم فرمائی ہیں۔ اور ہر رباعی کے ذیل میں اس قاعدہ مقررہ کی
طرف یہ اشارہ فرمایا ہے۔

ہے گر نہ ماخوذ ز مشکوٰۃ نبی ست — واللہ کہ سیرابی از آں تشنہ لبی ست
جائے کہ بود جلوہ حق حاکم وقت — مانع شدن حکم خرد بو العجبی ست

اس رباعی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان علوم کا حصول جن کا ماخذ شرع محمدی
نہیں ہے اس میں مشغول ہونا سلوک کے منافی ہے۔

دانی چہ بود نتیجہ قوم اے دلدار — شغل دل تو کہ ظاہر و باطن با یار
یعنی راستی از درس عوارف عارف — دل غم زدہ بار بخیر از احرار

اس رباعی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اصل کام اس راہ میں ظاہر و باطن کا
لحاظ رکھنا ہے۔ ظاہر سے مراد ہے اوقات کا عبادتوں میں تقسیم کرنا۔ اور باطن سے مطلب
قلب کا حق سے دوامی ربط و تعلق (یعنی دل بیار و دست بکار)۔ اور اگر کوئی اول کو جاننا
ہے تو کتاب عوارف سے بہتر نہیں ہے خصوصاً پانچواں اور چھٹا باب جس میں یہ مسئلہ واضح ہے
اور اگر دوسرے کو چاہتا ہے تو احراریوں کی صحبت سے بہتر نہیں اور نہ حاصل ہوگا

در مذہب ما ہست شرابے بے غرور — ذکرے کہ بود حاصل از انوار حضور
در جانب نفی شو از خلق نفور — در جانب اثبات بر و سوئے غفور

یعنی ذکر کی تاثیر کی شرط حضور و تعظیم ہے۔ اور خلق سے تنفر اور حضرت حق کی محبت کا
اثبات ہے۔

مستی ز رشحۂ واثق افتاد است — بے ہست شدن کار کسے نکشادست
در نفی جبینہ تحصیل کردن — شرط است ز استاد طریقم یاد است

حضرت اقدس سرہٗ [illegible] کے خیال رکھنے کی شرط فرماتے تھے کہ [illegible] صحبت اور محبت
[illegible]

وجود عنصری و مثنوی کی تاثیر اہل دعوت کے نزدیک ثابت ہے اسی طرح کی وجودی
کی تاثیر کی محافظت نقشبندیہ کے نزدیک ثابت ہے۔

اے دوست قولی دیدہ و بینائی من — شنوائی و دانائی و گویائی من

عشقم تو و ہم تو دل غمدیدہ من — وانذر دل غمدیدہ شکیبائی من

ایسی اشعار حق تعالیٰ شانہ کی توجہ کی جاتی ہے۔

افادہ :- اگر کسی کے لطیفۂ قلب کو جنبش دینا اور بیدار کرنا چاہوں تو اس کو
جنبش دینے اور بیدار کرنے کا علاج عشقِ لطیف ہے کہ اس مقام پر آگے بڑھتے ہیں ایک
سرور او پیچھے ہٹتے ہیں ایک وحشت پیدا ہوتی ہے۔ اور معشوق کی تعشق اداؤں اور اس کی
صورت قلب سے متعلق ہو جاتی ہے۔ اسی وقت اسکو خواہش جماع ہوتی ہے اور خواہش
بوس اور آلات طرب کا سننا اور واعظ کے قول کو سن کر وجد حاصل ہونا۔ اسی طرح
ذکر جہر کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر اس کو لطیفۂ قلب سے روح کی طرف منتقل کرنا ہو
تو اس کی منتقلی کا علاج طہارت و مناجات کی نسبت کو نسبت اویسیہ کے ساتھ متوجہ
کرنا ہے یعنی بہتر غسل و وضو کی کثرت کرنا۔ اور ان باتوں پر عمل پیرا ہونا جو سمعیات میں
میں لکھا گیا ہے۔ اور درود شریف حضور قلب کے ساتھ طویل سجدوں میں اپنے کو باب ...
ڈال دینا اور پیشانی رگڑنا۔ اور تیسرے بارگاہ رسالت میں بعد طہارت و تعظیم و خشوع
و بیداری قلب درود شریف کی کثرت اور دلائل الخیرات اور قصیدہ بردہ کا ورد رکھنا
اور اگر لطیفۂ عقل کو جنبش دینا اور بیدار کرنا چاہوں تو اس کا علاج مراقبات و
افکار پر لگا دینا۔ اور محبت قویہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن
عربی نے فرمایا ہے کہ میرا شیخ اسی عمل میں مشغول تھے جو جوہر کے حق کی طرف متوجہ
یہ سبق ہم نے کسی سے سیکھا ہے۔ اور اگر اس کو لطیفۂ عقل سے لطیفۂ سر کی طرف منتقل کر دوں
تو اس کا علاج کثرت مراقبہ ہر کی لطافت کے باوجود تمام ماسوی سے تولّا اور شا

ـــه وہ عشق جو مسائل کے قلب یا افکرت میں پیدا ہو۔

والی گزرتے ہوئے۔ اور یہ عمل بہت مشکل ہے۔ اور اگر نشست و برخاست ایسے شخص کے
ساتھ میسر آ جائے جس کا رابطہ قوی ہو تو اس کے ساتھ نشست و برخاست رکھے تاکہ
کسی وقت یہ شعلہ اس میں اثر کر جائے جیسے ایک چراغ کا شعلہ دوسرے چراغ کی بتی میں
اثر کر جاتا ہے۔ اور لطیفۂ خفیہ کے بیدار کرنے کا علاج لا موجود الا اللہ کا ورد ہو
ماسوا سے بے تعلقی اور اخلاق کے ساتھ اور محبت کا جمع رکھنا حق تعالیٰ کے ساتھ اور اگر یہ شکل
حاصل ہونا کسی ایسے شخص اور ہم مشرب کی صحبت پر منحصر ہو جو اس بات کا ملکہ رکھتا ہو تو جب
تک اس کے رنگ میں رنگ جائے۔ اس کا شعلہ شوق اس میں اثر کر جائے۔ تب تک
طالب اپنے نفس میں سوچا کرے اور تمام غیر حاصل شدہ لطائف کا حصول کتاب و سنت
و توجہ کیسا ممکن نہیں ہے بلکہ ایک ایسے امر کا تجربہ ہے جو اس کی اصل میں متعین کر دیا گیا تھا
یہ ایک علیم الخواہ اور جمیل المنافع سمندر ہے۔ اور شاہ نجم العصوت جل فیدہ پیر تجھے اس
کی توفیق دے کریں اسے مزید شرح و بسط سے بیان کروں۔ ان شاء اللہ علی کل شئ
قدیر ؎ ...

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جبروت کی تکمیل کے بعد جوگی
شخص اس کے ذکر کو لطیفۂ تالیہ پر ریاضت کرنا چاہیے۔ اور اس کے عضا و جوارح سب
میں رنگ جائیں تو اس کی تدبیر یہ ہے۔ اور ذکر سانی کی کثرت ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ان
اوقات میں جبروت کی توجہ سے غافل نہ ہوتا کہ نیا رنگ اور اس میں سرایت کر جائے

افادہ :- حضرت اقدس نے فرمایا کہ لطیفۂ ناسوت کی ایک خاصیت ہے کہ
وہ اس کے ساتھ متنوع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ باوجود اپنی عزت کی قرارگاہ میں
استقرار کے کبھی حرکت بھی کرتا ہے۔ اور اس جگہ متحرک اور متحرک الیہ ایک ہیں
اس کے باوجود ایک حرکت نفس الامر میں واقع ہے۔ اور وہ دو مرکزوں میں ایک نقطۂ جسم
رکھتی ہے۔ اور یہ چیز اس نقطہ کے علاوہ اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ الحاصل اس نقطہ
سے ایک رقیقہ فوق ہوتا ہے اور پھر ان نشأت میں ایک طبقہ کے بعد دوسرا طبقہ نمودار ہوتا
ہے۔ اور افراد میں سے ایک فرد کے ہیکل میں استقرار کرتا ہے پھر ایک سے دوسرے میں

طبقے کے بعد دوسرا عروج کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی عزت کی قرار گاہ پر پہونچ جاتا ہے
اور اس مستقر میں نو کام عجیبہ پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ دوسرے طبقے رفتہ
رفتہ اس نقطہ کی عبودیت کو بجا لاتے ہیں۔ اور اس کی دیہ اور نسبتی کا بزبان حال کہا
کرتے ہیں۔ اور اس اعتبار سے یہ نقطہ اپنے اوپر ایک جوش و خروش طاری کر لیتا ہے اور
یہی افراد کی توحید ہے۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عالم میں کوئی خبر دینے والا اور
حکایت کرنے والا نقطہ لاہوت سے نہیں ہے مگر ایک شخص جو فرد ہے اور اس کی وحدت
نوعی ہے نہ شخصی بلکہ ایک دوسری ہی چیز ہے۔ اس کی مثال یہ ہے جیسے چہرہ
حوض میں منعکس ہو پھر وہ پانی ختم ہو جائے۔ اور وہ تالاب دوسرے پانی سے بھر
جائے تو وہی صورت پھر اس میں منعکس ہو جائے گی۔ اور ان ہیاکل کے بھی خاص احکام
ہیں جس کی وجہ سے بعض افراد بعض سے ممتاز ہیں۔ اور اس نقطہ کا حکم سب میں ایک ہے اور
منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ یہ فرق محبت ذاتیہ رکھتے ہیں۔ اور اس نقطہ کا [illegible]
کی طرف میلان نسبت ذاتیہ ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اگر کاملین کا وجود جو بخشش ہی
کا ذریعہ ہیں نہ ہوتا تو کوئی شخص اللہ نہ کہتا۔ اور اس اسم مبارک کا کوئی مفہوم نہ ہوتا
اور اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ نفس جزئیہ وہی نفس کلیہ ہے جو باوجود اپنی کلیت کے نفس
جزئیہ کا عین ہو جاتا ہے۔ اور ایک حالت میں وہ کلیت پر بھی رہتا ہے۔ اور جزئیت پر
بھی۔ اور جو کچھ نفس کلیہ میں مندرج ہے۔ اور جس کی تفصیل تمام موجودات ہیں۔ وہ
نفس جزئیہ میں بھی موجود ہے لیکن بہ تفاوت درجات۔ اس کا ظہور وہ خفا ہے جب
تجا خانے تشکل عالم نفس کلیہ کے نزول کے وقت نفس جزئیہ کی صورت ہو جاتا ہے اور
تجلی اعظم نے ایک قسم کے رعب و غلبہ سے نفس کلیہ میں اس حد تک نزول فرمایا ہے کہ اس کے
سب سارے ہو لیا ہے۔ اور نفس کلیہ اس سے پر ہو گیا ہے۔ پس بعض نفوس جزئیہ میں اس
تجلی کا ظہور اسی قہر و رعب کی فراوت سے ہے لیکن فی الجملہ نو کام کے رنگ لیا اور بعض نفس
جزئیہ میں دستور [illegible] ہو گیا ہے لیکن تجلی ہمہ وہ اتحاد اس تجلی اعظم پر رکھتا ہے جو مرتبہ

ہوئے ہیں۔ پھر یہ تمام رنگ دھیرے دھیرے تھوڑا تھوڑا کر کے قدرے قدرے زائل ہونے لگتے
ہیں۔ اور ان کا دامن اس آلودگی سے پاک ہو جاتا ہے اور پاک ہونے کے بعد تجلی اعظم
کے ساتھ پوری مطابقت جو اس نفس کلیہ میں ہے اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس کی
تاہلی انا ہو جاتی ہے۔ اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کی پوری انا تجلی اعظم ہو
جاتی ہے۔ پھر اس ظہور کے تعلق کے ساتھ اس نفس جزئیہ میں اس تجلی کا علم اور ادراک بوجہ
ان وجوہ تمام نفوس میں ساری ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ لفظ اللہ
جو اس کی ذات مقدس کا نام ہے۔ اور ایک حیثیت سے وہ تجلی ہے زبان سے نکالے اور جگہ
ذہن اس کے مسمیٰ کی طرف نہ پہنچے اور اس سے کچھ نہ سمجھے۔ اور جو عارف کامل ہے وہ مسمیٰ ذات
یعنی مسمائے ذات تک پہونچ جاتا ہے یعنی اس کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے
لیکر اس وقت تک تمام لوگوں کی ارواح حظیرۃ القدس میں جمع ہیں۔ اور ان کے اس اجتماع کی
خاصیت یہ ہے کہ دقیق علوم آسان ہو گئے ہیں۔ اور یہ کہ اب کوئی ایسا نکتہ دین نہیں ہے
جو بہ عمل سے اور براہ راست علم اخذ کر رہا ہو بلکہ ان کی ساری کاوش یہ ہے جو وہ حظیرۃ القدس
سے حاصل کرتے ہیں جیسے یہ خود انعکاس ہیں ویسے ہی ان کی شاگردیں بے شمار ہیں بعض بوجہ
اور کامل ہیں کہ اس میں ان کا چہرہ بھی طرح سے منطبع ہو جاتا ہے۔ اور بعض ناقص ہیں جن
میں روشنی و چمک کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہوتا جب کسی آئینہ کو آفتاب کے مقابل رکھیں تو اس
کی روشنی۔ اور سفیدی اس آئینہ کے ذریعہ زمین پر پھیل جاتی ہے لیکن ان آئینوں کا
رنگ فی الجملہ اس روشنی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور ایک تاثیر پیدا کرتا ہے۔ اور کثرت ہوئی
پر اکثرت موافقہ کا سبب بھی ان کا اجتماع ہے۔ اور علم تواریخ کی اشاعت کا سبب بھی
یہی اجتماع ہے۔ اور طریقوں اور مذہب کے اختلاف کا سبب بھی یہی ہے۔

افادہ: خواجہ محمد امین نے فقیر کاتب حروف کو لکھا کہ ایک عزیز نے حضرت
اقدس سے یہ سوال کیا کہ معارف وجدانیہ کے حاصل ہونے پر عرفان کے تین وجوہ یعنی از
روئے عقل اور کشفی حیثیت سے منکشف نہیں ہوتی کہ کیا ہے؟ جناب حضرت ولی نعمت

دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ ہماری اصطلاح میں وجہ یقین ظاہر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
انسان کی حقیقت میں ایک نقطہ وحدت ہے جسکو ہم جوہر بحت کہتے ہیں اور وہ اس کے
مطلب ذات ہے۔ اور اسی نقطہ سے ایک امر مجرد بشکل نقطی کے پیدا ہوتا ہے۔ اور عارف کے
متخیلہ میں پہلے ایک صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ صورت شرح خیال میں کس طرح
منشرح اور منتشر ہو جاتی ہے کہ عارف کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔ وہ علانیہ کہتا ہے
کہ یہ حقیقت میں نے خدا سے حاصل کی ہے۔

افادہ :- نیز خواجہ موصوف نے تحریر کیا کہ ایک عزیز نے حضرت اقدس کی
خدمت میں مولانا روم کے اس شعر ؎

آن یکے نادر رہ استغنا بخفت — جان او با جان استغناست جفت

کے بارے میں دریافت کیا کہ اس کے معنی مشکل معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ بعض انبیاء
علیہم السلام عدم استغناء پر ماخوذ ہوئے تو اولیاء کس شمار میں ہیں۔ پس حضرت اقدس نے
ان کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ کاملین دو قسم کے ہیں۔ ایک تو اولیاء عارفین وہ
سلوک کے بعد مرتبہ فنا پر پہنچیں۔ اور پھر فنا کے بعد ان کو صورت بقا عطا ہو تو صورۃ بھی
اسی ابتدائی حالت پر واقع ہوگی جس پر انھوں نے ابتداء میں سلوک کیا تھا۔ پس ان کا
یہ وہ عوام کی صورت پر ہوں گے۔ اور عوام یقیناً ترک آداب اور ترک سنن زائدہ پر
ماخوذ نہیں ہیں۔ اور جان او جان استغناست جفت کے یہی معنی ہیں یعنی وحدت میں
استغراق اور اس میں کثرت کی دید اور ان حقائق کے انکشاف کی وجہ سے بقا کے وقت
عوام کے سکون کی طرح اسکو ایک سکون عطا کرتے ہیں جو طبعاً طالب فوق ہے۔
اس لئے کہ تعبیر وارادہ نے ایک طرح تفوق حاصل کیا تھا۔ اور بقا کی حالت میں بھی یہ
صفت نفسانیہ دوبارہ اختیار کرکے عود کریں گے۔ برخلاف انبیاء اور ان کے وارثین
کی استعداد کے جو آگ کے شعلے کی مثل ہے۔ اور وہ ہمیشہ بلندی کا طالب ہوتا ہے۔ ان کو

ے حسنات الابرار سیئات المقربین۔ اس کی شرح آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔

فنا کے بعد جب بقائی خلعت پہنائیں ہر چند بصورت اولیٰ کہ سالک کی ابتداء پیش ہوتی
ہے ان کی بقا ہو جائیگی لیکن ان کی بلندی کی طلب حقیقتاً ختم نہیں ہوتی پس ان کی
استعداد پر ترک ادب پر مواخذہ کی مقتضی ہے۔ لہٰذا عدم استغناء پر اگرچہ وہ زوائد میں
سے ہوں تب بھی ماخوذ ہوتے ہیں (حسنات الابرار سیئات المقربین)[1]

افادہ :- قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ رُوْحَ
الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاَجْمِلُوْا فِی
الطَّلَبِ۔ اس حدیث میں اشارہ ہے علم سلوک کی دقیق معرفت کی طرف۔ اور وہ یہ ہے
کہ آدمی توجہ الی اللہ کی ابتداء میں افعال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ درحقیقت
وہ ایک قدر ہے طریقت میں۔ ہر چند شریعت کے اعتبار سے حق ہوتا ہے۔ بعد ازاں
توحید کے ساتھ ترقی کرتا ہے پھر تمام عالم کی حرکات کو کٹھ پتلیوں کے تماشہ کی طرح
جو پردہ کے پیچھے سے مستند ہے ایک فاعل کے ساتھ مستند دیکھتا ہے۔ اور وہ اس حال
میں طریقتاً جبری ہے۔ پھر دونوں صنفیں اس میں متبع ہو جاتی ہیں۔ اور ایک کی رویت
دوسرے کی رویت کے مانع نہیں ہوتی۔ اور اس حالت میں وہ یعنی سالک پھر وقار
میں متوسط ہو جاتا ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔ اور امر بین الامرین کا قائل
ہو جاتا ہے۔ اور مقام ابنیت کے مرتبہ کی طرف رجوع کرکے طریقت میں سنی ہو جاتا
ہے پھر سکو دوسری پوشاک پہناتے ہیں۔ اور اس کی نگاہ میں اسباب کو محکم اور درست
کر دیتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ اسباب حقیقی توحید کے منافی نہیں ہیں جملہ اسباب جتنے زائد
ہوتے ہیں اس کی توحید بھی زائد ہوتی لیکن باوجود اس کے وہ طلب میں اقتصار اختیار
کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی زبان سے شکر جانے اور سوال کے جاری ہو جانے سے مستفید ہوتا

ے حسنات الابرار سیئات المقربین۔
ے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس نے میرے قلب میں یہ بات ڈالدی ہے کہ کسی کو موت
نہ آوے گی جب تک اپنی روزی پوری نہیں کر لیگا۔ پس خدا سے ڈرتے رہو اور طلب معاش میں
اعتدال سے کام لو۔

اور عام مثال میں اس کی ایک عظیم شان ہے۔ اور یہ واقعہ اس کی بعض تحقیقات مثالیہ کے لحاظ سے ہے۔ پھر اس نے عرض کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میرا نفس لطیفہ مثل آب جاری کے سیلان کر رہا ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب خطرات خارجیہ ختم ہو جاتے ہیں تو نفس ناطقہ اپنے علم حضوری کے ساتھ آدمی کی صلب تحقیق سے منتقل ہو جاتا ہے باقی یہ سیلان بھی علم حضوری کی نمائش ہے۔ پھر اس نے سوال کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اپنے کو خدا جان رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سیر آفاقی کی انتہا ہے۔ حق تعالیٰ اول حال میں سالک کی نظر میں انبساط اشیائے خارجیہ تجلی ہوتی ہے؟ اور پھر آخر میں اس شخص کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر اپنے میں ظاہر و مظہر کے درمیان فرق کرنے کے ساتھ نظر کرے اگرچہ علم اجمالی ہو تو یہ سیر انفسی ہے اور اگر حق کو حق میں دیکھے اس معنی کے ساتھ کہ اس چیز کو جس کو خارج میں دیکھتا تھا اپنے نفس میں دیکھتا تھا بغیر کسی دوسری چیز کے ملاحظہ کے دیکھے اور جانے تو یہ اقوام خواص کی نسبت سے تجلی ذاتی ہے۔

افادہ ۵:- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی جماعت دعاؤں یا آیات قرآنی پر مداومت کرے۔ اور ایک مدت اس سے اللہ کا تقرب تلاش کرے اس طرح کہ جو وقع اس ورد خاص سے اشتغال کرتے ہیں تو ان اعمال کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں۔ اور اسے اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ اور بہ نظر استحسان اسکو منظور رکھتے ہیں۔ اسی طرح ایک زمانہ کے بعد دوسرے زمانہ والے اس سے اشتغال اختیار کرتے ہیں پھر اسی وضع پر زمانے اور عصر گزر جاتے ہیں تو ان دعاؤں اور عزائم میں ایک نورانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اگر کوئی دعوت ان کلمات کے وسیلے سے جو دعا ہی کے سیلان کا خواستگار ہو تو اس کے آثار و برکات ظاہر نہ ہوں گے۔ اور اگر انہیں دعاؤں کے معنی دوسری عبارتوں سے ادا کرے تو کوئی اثر نہ ہووے گا۔ اور یہ اسرار الٰہیہ میں سے ہے کہ اس معنی میں دعائے سیفی کو کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر وہ دعا جو اسی وضع سے عمل میں لائی جاوے جو کہ سیفی کرے۔ مثلاً دلائل الخیرات کہ اس زمانہ میں ملک عرب میں بکثرت لوگ اس سے اشتغال رکھتے ہیں۔ اگر کوئی کسی خاص

بعد ازاں یہ آیت ولا تقولن لشیءٍ انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ نازل ہوئی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام یقیناً حقیقت استثناء سے متصف تھے لیکن تلفظ کا باوجود لفظ استثناء کے ترک پر مواخذہ ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جلالت کا زعم میں یہ کہا کہ انا اعلم پس اس بات پر وہ عتاب کیے گئے۔ حاصل یہ کہ انبیاء اور ان کے وارثان کے ظواہر سیر فی اللہ و باللہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد قصد الی اللہ کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ سالک کو اس کی اصل فطرت کی صورت پر بقا دی جاتی ہے پس انبیاء اور ان کے ورثاء اصل جبلت میں کسی وضع پر مخلوق ہوئے ہیں کہ ان کی قوت ملکیہ انتہائی طاقت در ہوتی ہے۔ اور ان کی قوت بہیمیہ اپنی قوت کے باوجود ملکیہ کے رنگ اور اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اس چراغ کی لو کی مانند جو بالطبع مائل بہ بلندی ہے فنا کے بعد جو صورت ان کو عطا کیجاتی ہے تو وہ بھی مائل بہ بلندی اور قوت بہیمیہ کا قوت ملکیہ کے ساتھ رنگ جاتا ہے۔ بخلاف ان کے غیر کے۔ اور مقام الوصول کے اقوال مختلفہ کے درمیان یہی وجہ ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند نے یہ تحریر فرمایا ہے ؎

موسیٰ اندر درخت آتش دید ۔۔۔ سبز تر می شد آں درخت از نار
شہوت و حرص مرد صاحب دل ۔۔۔ ہمچنیں داں ولی چنیں انکار

اور خواجہ نقشبند کے بعض متبعین نے لکھا ہے کہ فانی و باقی غضب عامی غضب سے سوخت ہے۔ اور سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فنا و بقا حاصل ہونے کے بعد ایک دوسرا مجاہدہ پیش آتا ہے۔ اور پھر دوبارہ نفس کی کشاکشی لازم ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے ایک مقام کی خبر دی ہے۔ اور اقوال کا اختلاف احوال کے اختلاف کے لئے ہے۔ اور یہ مسئلہ علم سلوک کی باریکیوں میں سے ہے۔ فتدبر تو شد۔

افادہ ۶:- ایک سائل نے حضرت اقدس سے یہ سوال کیا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اسم اللہ مجھ پر ایک رسی کی شکل میں نازل ہوا اور مجھ کو گھیر لیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اسم مبارک الفاظ و کلمات کے نشأت میں تجلیات الٰہیہ میں سے لمعہ ذی ہو

میں منتقش ہوتا ہے۔ اور وہ ارواح طیبہ ابتدا ہی سے کسی عالم میں ایسی کیفیات میں مستغرق
ہیں کہ اس عالم کی طرف ان کو بالکل توجہ نہیں ہے۔ اگر کوئی اس عالم کے رسوم وغیرہ سے تنہا
اور محض کسی کا حسن کر کے متوجہ ہوتا ہے تو کوئی چیز اس کے دل کے مانع نہیں ہوتی پہنچ
میں نے خود بارہا آزمایا ہے کہ جس [illegible] طبیعت میں استقلال کم سے متوجہ ہو کر وہاں
روح کو اپنی طرف درآمدگی اور اسی وقت سے [illegible] میرے عزیز بزرگی کی روح مبارک کی طرف
توجہ ہوتی تو ایسا نہیں ہوا کہ یہ تو جیرا سی توجہ سے فیض لے۔ نیچ ہوئی ہوں کیپ اپنے قیود وں کی
کے سو فیوض کا [illegible] کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر ان قیود سے آزادی میسر آجائے تو برکت
سے استفاضہ افیضان جاری ہو جائے گا۔

افادہ :- نفس ناطقہ جو ارواح نفسی کے ساتھ متعلق ہوا اس کی علیحدگی اصلا
متصور نہیں ہے۔ ہر چند کہ اخیر امراض کی شدت اور بدن کے اضمحلال کی وجہ سے ضعیف ہوتا
ہے لیکن اس طرح پر کہ نفس ناطقہ کا تعلق بالکل اس سے زائل ہو جائے یہ نہیں ہوتا بلکہ
اجزائے نسمہ کی قلیل مفارقت کی صورت میں بدن کو پہنچتی ہے۔ اور بدن سے مفارقت کے
کے بعد بدن کا تعلق بالکل اس سے ختم ہو جاتا ہے۔

افادہ :- ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ فرماتے تھے
کہ جب کسی پر عقل علم و عشق تینوں جمع ہو جائیں تو وہ خلافت کے لائق ہے۔ اور میں نے ان
تینوں چیزوں کو نظام الدین میں پایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہم نے ان تین چیزوں [illegible] محبت
کو بھی شامل کر لیا ہے یعنی [illegible] وہ پورے طور پر خلافت و ارشاد
کے لائق ہے۔ یعنی جب صاحب محبت مقتدا ہوتا ہے تو [illegible] اس کی دولت سے استفادہ
کرتا ہے۔ [illegible] نہیں [illegible] کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے اور
[illegible] کا طریقہ [illegible] منتشر رہتا ہے۔

افادہ :- ارشاد فرمایا کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم باللہ اور علم باحکام اللہ۔
عالم باللہ وہ ہے جو ولایت عرفانی کا حامل ہے اور عالم باحکام اللہ ولایت احسانی [illegible]
[illegible]

ہے۔ اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے اعتصام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر
عمل۔ اور تمام کائنات کو تجلی اعظم کا مشاہدہ۔ اور تمام ماسوی پر اس کے غلبہ کا عرفان
اور وراثت نبوت سے مراد یہی ولایت ہے۔ اور جو بھی صاحب ولایت ہو وہ اتباع
اور اقتدا کے لائق ہے۔ اور لوگ اس کی متابعت سے لغزشوں سے محفوظ رہتے ہیں اور
ولایت عرفانی سے مراد وحدت ذات کا انکشاف اور کثرت میں اس کا تنزل ہے۔ جو
اس کے جذب کا منشا ہے۔ پس وہ ہر چند ارکان اسلامیہ پر قائم رہنے کی کوشش کرے
اور ذکر و فکر میں اہتمام کرے۔ اور باوجود اس سب کے محظورات شرعیہ و ممنوعات شرعیہ کے
ارتکاب سے محفوظ نہیں رہتا۔ پس ایسے شخص کی متابعت جو ولایت عرفانی رکھتا ہو۔ اور ولایت
احسانی سے خالی ہو اس کے متبعین کے لئے نقصان رساں اور صحیح راہ سے ان کی دوری
کا باعث ہے۔ اور جو شخص دونوں ولایتوں یعنی ولایت عرفانی اور ولایت احسانی کا
جامع ہے۔ وہی وارث کمال نبوت ہے۔ اس کے متبعین البتہ صحیح سلامت منزل مقصود تک
پہنچ جائیں گے۔ اور جو صرف صاحب ولایت احسانی ہے یا صرف صاحب ولایت عرفانی
وہر چند کہ اس کے سیف نفس کی شدت نے بعض کمالات کو قبول کر کے ذات الٰہی کے ساتھ
ایک راہ پیدا کر لی ہے لیکن وہ لائق ارشاد نہیں ہے۔ اس کی اتباع اور اس کی تقلید
نہیں کرنی چاہئے۔

افادہ :- میں نے عرض کیا کہ بعض ہی جو ذکر میں مشغول ہوں تو وہ ذکر خواہ
اسم ذات ہو یا نفی و اثبات۔ کیا اثنائے نماز میں بھی دل کو اسی کیفیت کے ساتھ ذکر
میں مشغول رکھیں یا اسے ترک کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اذکار کی مشغولی کا ترک اثنائے
نماز میں زیادہ بہتر ہے۔ اور نماز کے ارکان اور اس کے مکملات مستحبات کی ادائیگی
میں ظاہری اور باطنی طور پر توجہ رکھنا بہت ضروری ہے۔ اور اگر کوئی اس سب کے باوجود
دل سے خشوع [illegible] میں مشغول رہے تو کوئی نقصان اور خلل نماز میں نہ پڑے گا۔

افادہ :- صوفی بیگ خان کابلی حضرت اقدس کی آستان بوسی سے مشرف
ہو کر بیعت و صحبت [illegible] حاضر رہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ بزرگوں میں سے کس کے

ساتھ نسبت کا ظہور رکھتے ہو۔ کسی نے ایک بزرگ میر سبیت الدین دہلوی کا بیان کیا
اور ایک واسطے سے ان کی نسبت حضرت خواجہ خاوند محمود لاہوری سے متصل ہوتی ہے،
کا نام لیا۔ اور عرض کیا کہ ایسی بے معنی نسبت جس کے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے کیا
بیان کی جائے۔ حضرت اقدس نے اس کی تسکین کے لئے فرمایا کہ اتنی ہی نسبت کافی ہے
ہم نے عہد کیا یاد رکھے کہ اگرچہ وہ یاد نہ رہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں
بزرگوں کا دامن پکڑنا اور ان سے عہد بیعت کرنا ایک معتمد علیہ امر ہے اگرچہ ان عہد
و پیمان کے حقوق کی رعایت کا حق ظہور نہ کرے۔ ایک مجلس میں
خاندانوں کی گفتگو کے دوران آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ نسبت نقشبندیہ خلوت کے مقابلہ میں جلوت میں
زائد رونق پاتی ہے برخلاف دوسرے اکابر کی نسبتوں کے کہ ان کی نسبتوں کی جلا
خلوت میں بہت زائد ہے۔ اور خلوت کی رعایت ان کے نزدیک بہت زائد ہے۔ اور
نسبت قدیم نقشبندیہ اس وقت دو خاندانوں میں بغیر زیادتی و کمی کے پائی جاتی ہے ایک
خاندان خواجہ محمود خاوند کا۔ اور دوسرا خاندان میر ابو العلیٰ کا۔ ان کی وضع اصلی میں
کوئی تغیر نہیں ہوا برخلاف دوسروں کے۔ کہ ان میں طریقہ میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے

افادہ :- میں نے عرض کیا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جب حق
اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے۔ تو حضرت جبرئیل کو حکم دیتا ہے کہ میں اس
بندہ کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو۔ اور تمام ملک و ملکوت آسمان و
اور روئے زمین میں یہ منادی کرو کہ تمام ارواح و اجسام میرے بندے کی دوستی پر آمادہ
ہو جائیں۔ اور علم حدیث کی رو سے یہ افادہ کیا جاتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں اس کے نام کا چرچا
پھیل جاتا ہے کیا ایسا ہی ہے۔ یا کوئی دوسری تاویل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا
کہ فرد مجہول میں سے ہر فرد کا ذکر ملاء اعلیٰ میں اس کے نام کے تعین کے ساتھ ضروری نہیں
ہے بلکہ یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کاملین کا مرتبہ ہے۔ اور اس سے مراد اس جگہ
اعمال صالحہ اور ملکات محبوبہ کا تشکل ہے ملاء اعلیٰ میں جو اس شخص کا مقصد رہ گیا ہے۔
اور ان ملکات و اعمال کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتی ہے۔ اور وہ اس سے راضی

ہوتا ہے۔ وہ اس کی اسی رضامندی کو محبت سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہی روحانیین جسمانیین
کی دوستی کا سبب اس شخص کو ہو سکے۔ واللہ اعلم

افادہ :- ایک بار دوران تقریر اس حدیث شریف من رآنی فی المنام
فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی کے معنی ارشاد فرمائے کہ ہمارے نزدیک آنحضرت
کو دیکھنا دو طرح پر ہے۔ ایک رویائے الہیہ۔ دوسرا رویائے ملکیہ۔ رویائے الہیہ یہ ہے
کہ دیکھنے والے کی روح آئینہ کی طرح ہو۔ اور عالم قدس کے ساتھ پوری مناسبت پیدا
کرے اسی وجہ سے آنحضرت کی روح کریم اس آئینہ میں منعکس ہو جاتی ہے۔ اور وہ دیکھنے
والے کے حق میں اس قسم کا خواب بشارات عظیمہ اور کرامات جلیلہ کا مقتضی ہوتا ہے۔ اور
پیشانہ ہوتا ہے۔ اور رویائے ملکیہ یہ ہے کہ اس کا دیکھنے والا کمال محبت کے سبب سے
جو آنحضرت کی نسبت رکھتا ہو تو اسی محبت کی صورت کو آنحضرت کی صورت میں مشاہدہ
کرے گویا آپ پر بالقصد تعظیم و تکریم صلوٰۃ وسلام بھیج کر اس پر مداومت کرے تو اسی
درجہ تعظیم و تکریم آنحضرت کی صورت کے ساتھ متمثل ہو کر اس کی نظر میں جلوہ گر ہوگی۔
یہ بیان فرماتے ہوئے آپ نے مثالاً یہ فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت نے جس نے اپنی
ساری عمر معاصی میں گزاری تھی ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا اس سے
کہہ رہا ہے کہ اپنے کو تیار رکھو آج حضرت سرور کائنات تمہارے یہاں تشریف
لائیں گے جب وہ بیدار ہوئی تو پورے طور پر متنبہ ہوگئی۔ اور رقت و نفرت اپنی
بداعمالی سے دل میں محسوس کر کے تمام اسباب جو اپنے گھر سے دور کر دیئے۔ اور شراب
کے برتنوں کو توڑ ڈالا۔ اور صبح ہی سے پورے گھر کو پاک و صاف کر کے رات کے انتظار
میں بیٹھ گئی۔ اور خواب کی حالت میں حضور کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوئی۔
اور اس کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہی اس مدت میں پوری ثابت قدمی اور استقلال
سے کمربستہ رہی اور اعمال خیر کی توفیق یافتہ رہ کر مقربین کے درجہ پر فائز ہوگئی۔ اور یہ

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا

تو بھی رویائے الٰہیہ کے قبیل سے تھا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نسبت پیری و مریدی درحقیقت نسبت پدری و پسری ہے۔ اس نسبت کی رعایت اور اس رابطہ کی حفاظت لازمی ہے جس طرح اگر لڑکے سے کوئی لغزش ہو جائے جو باپ کی رنجیدگی کا سبب ہو تو اس کی وجہ سے بلاوجہ بیچ میں نہیں پڑے گا اور نہ اس حرکت کی وجہ سے باپ اس کو اپنی فرزندی سے خارج کرے۔ ہر چند وہ باپ کی مرضی کے خلاف چلے لیکن اس کی وہ نسبت باقی رہے گی۔ اسی طرح اگر مرید سے کوئی لغزش ہو جائے تو شیخ کو چاہیئے کہ وہ اس کے ساتھ ایسی معاملت نہ کرے جو اس کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حجاب ہو جائے یعنی مرید اس کو مثل فرزند دل کے جاننا چاہیئے۔ اور ان کی لغزشوں سے درگذر اور صرف نظر کرنا چاہیئے۔ اور جب تک ہو سکے ان کا سا معاملہ مثل پدر با فرزند ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور جس میں یہ حقدار مرتبہ اس کی قابلیت نہیں ہے۔ اس کو اس کام میں عجلت نہ کرنا چاہیئے۔ اور طالبین کے امور کی تولیت سے جو اولاد معنوی ہیں احتراز کرنا چاہیئے۔ اسی ضمن میں آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص جس نے ہم سے رابطہ بیعت قائم کیا تھا۔ اور انتہائی خصوص کی تھا بمقتضائے تقدیر ایک وقت عنان نفس اس سے چھوٹ گئی اور ایک ایسی حرکت اس سے سرزد ہو گئی کہ حد شرعی کا مستوجب ہوا۔ چنانچہ ہم نے اس کو سزا دینے میں عجلت کی لیکن ہمارے اور اس کے درمیان جو نسبت تھی اس میں ذرہ برابر کمی نہ آیا۔ اور نہ اس سے دل ہٹا بلکہ اس وقت اس کی شدت حاجت مزید ملاطفت و دلداری کی باعث ہوئی۔ اگر پہلے وہ محتاج تھا تو اب اور زائد محتاج ہو گیا۔ اور اس کا حال اس حالت میں اور زائد اصلاح و ترحم کا مقتضی ہوا۔ اور اسی قسم کی بات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بیان فرمائی کہ اپنے بعض اصحاب سے کچھ نامناسب باتوں کے صادر ہونے

کی پر ملال فرمایا۔ جب چند روز اسی ناراضگی میں گذر گئے تو ایک دن حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میری رنجیدگی فلاں کی نسبت اس لئے نہیں ہے کہ وہ اپنے اصل مقصد سے دور ہو جائے۔ بلکہ میرا مقصد محض اس کی اصلاح ہے تاکہ وہ متنبہ ہو کر آئندہ اس قسم کے افعال سے پرہیز کرے حتی اس گروہ کا ملال دل شیخ کی بانفسانیت سے نہ ہونا چاہیئے۔ اور نہ اس حد تک پہنچے کہ مرید اور مرشد آپس سے مطلب حق سمجھاتے ہیں کے درمیان رکاوٹ بن جائے۔ الی آخرہ۔ اور یہ حدیث شریف بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اللہم انی اتخذت عندک عہدا لن تخلفنیہ فانما انا بشر فای المؤمنین آذیتہ شتمتہ لعنتہ او جلدتہ فاجعل ذالک صلوۃ وزکوۃ وقربۃ تقربہ بہا الیک یوم القیامۃ۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ سعادت دنیوی کی پانچ قسمیں ہیں ان میں سے ایک سعادت نفسانی ہے۔ اور اس سے مراد نشاط قلب اسکون و طمانیت قلب اور انبساط خاطر کا دوام اور باطن کی عدم تشویش ہے۔ اور دوسری سعادت بدن کی صحت و عافیت اور ظاہری تندرستی ہے۔ اور تیسری سعادت اسباب معاش کی انجام دہی ہے۔ اس طرح کہ رنج و محنتوں کی سختیاں اس کے حال کو پریشان نہ کریں۔ اور اپنے ہم عمروں اور ہم جنسوں میں عزت و آبرو سے گذر بسر ہو۔ اور چوتھی سعادت سلسلہ نسل و نسب کی بقا کے لئے وجود اولاد ہو۔ پانچویں یہ کہ ملک و مال اور جاہ و حشم حاصل ہو کیونکہ ظاہری عزت و تعظیم اس سے وابستہ ہے۔ چونکہ ان تمام سعادتوں کا بالاستیعاب کسی شخص میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے ان میں سے جو سعادت بھی آدمی کو نصیب ہو جائے اسے غنیمت سمجھے اور اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

افادہ: حقیقت الحقائق کی طرف میلان جو آدمی کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس کا نام محبت ذاتیہ ہے۔ اس کا منشا ہستی خاص کا ہستی مطلق کے ساتھ انجذاب اور کشش و انجذاب اس وجود مطلق کے ساتھ وجود مقید کے اتصال کا باعث ہوتا ہے

جب یہ دونوں جزو دوکل آپس میں مل گئے ۔ اور مرتبۂ اتصال متحقق ہوگیا تو وہ کمالات
جو مرتبہ اطلاق میں تھے اس مقید میں بحسب اقتضائے وقت وحال جلوہ گر ہوئے ۔ اور
اس وقت انانیتِ مطلقہ کی وسعت و بے نشانی کے انطباق سے انانیت مقیدہ کی تنگنائی
میں ایک دوسرا کاروبار پیدا ہوگیا ۔ اور ایک جدا حالت اور ایک دوسرا رنگ ظاہر ہوگیا
اور اسی حالت کا شہود اس کا موجب ہوجاتا ہے کہ تمام عالم کو اپنے میں دیکھتا ہے ۔ اور
جب اس سے مزید ترقی ہوئی اور محویت بھی حاصل ہوگئی تو عبادت و اشارت بھی گم ہوگئی
اور عالم سے کلیتاً فراموشی اختیار کرلی ۔ اور حقیقۃ الحقائق کا محقق متجلی رہ گیا ۔ اس حالت
میں یہی کہا جاسکتا کہ وہ عارف ہے یا ولی کہ ۔ ع آنجا ہمہ آنست کہ برتر زبیانست

گاہ خورشید و گہے دریا شوی — گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
تو نہ ایں باشی نہ آں در ذاتِ خویش — اے بروں از وہمہا و ز بیش بیش
اے زبونِ نفس! چند ایں صورہا! — ہم منزہ ہم مشبہ خیرہ سر

افادہ ۴ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نبوت کی دلائل کے اثبات میں

اصول ستہ کا حاشیہ: [illegible] تو اس کے خلاف نہیں کرے گا کیونکہ
میں ایک شخص ہوں [illegible]
[illegible] کے رحمت وصفائی [illegible] قیامت کے روز [illegible]
[illegible] کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقا
[illegible]
[illegible] تشبیہ اور [illegible] توحید بھی [illegible]
[illegible] انسان [illegible]
[illegible] تمام عالم [illegible]
[illegible]

دلوں کے متعدد طریقے اور طریقے ہیں جمہور علماء نے معجزات وکرامات کے ظہور کو دلائل
میں سب سے زائد قوی رکھا ہے جن کا صدور انبیاء کے علاوہ سے محال ہے ۔ اور امام رازیؒ
نے آنحضرتؐ کی نبوت کے اثبات میں ایک دوسرا طریقہ بیان کیا ہے ۔ اس کا حاصل یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ صدیاں گزر جانے کے بعد عام مخلوق کی ہدایت کے لئے
ظاہر ہوئی اور وہ تمام عالم جو ظلمات جہل وضلالت سے بھر گئے تھے اور انبیاء علیہم
السلام کے علوم محرف ہو رہے تھے اور مٹ رہے تھے تو داعیہ الٰہی عام لوگوں پر رحم
وکرم کا مقتضی ہوا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو جو رحمت عالمیان ہیں ارسال فرمایا
اور تمام مشرق ومغرب کو اس نیر اعظم اور مظہر اتم کے نور سے منور کیا اور اسلام کا جھنڈا
تمام اطراف عالم میں غلبہ کے ساتھ نصب کردیا پس وجود کہ غایت نبوت کی علت ہے
آنحضرتؐ کے دعویٰ صدق پر دلیلوں میں سب سے اول ہوگا ۔ اور ہمارے نزدیک ایک
دلیل جو آنحضرتؐ کی نبوت کے اثبات پر ظاہر اور قوی ہوگی وہ شریعت مطہرہ کے علاوہ
نہیں ہوسکتی ۔ کیونکہ از روئے وجدان یہ معلوم ہے کہ نوع انسانی کی تکمیل کے لئے افراد
انسانی کے قطع نظر ہی کتاب وسنت درکار ہے پس اگر کسی کو اللہ تعالیٰ فراست سلیمہ
عطا فرمائے تو یقیناً وہ سمجھ جائے گا کہ نوع آدم کی تکمیل انہیں دونوں اصلوں سے
وابستہ ہے ۔ اور ہدایت عام اس کے بغیر متصور نہیں ۔ پس آنحضرتؐ کی امت کیطرف قرآن
وسنت کی تبلیغ آپؐ کی نبوت کی عظیم دلیل ہے ۔

افادہ ۵ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عقائد حقہ کے
کے علوم میں سے ایک قسط (حصہ) اپنے فضل سے الہام فرمائی ۔ اور وجدان سے اسے
سمجھایا تو ہم جو اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو اشاعرہ کے مذہب کے مطابق پاتے ہیں ۔
اس طرح کہ اگر ان علوم وہبیہ مجردہ کو ایسی عبارت سے جو عوام کی خاص پسند میں ہیں ادا کرنا
چاہوں تو وہی مذہب اشاعرہ ہوگا بلا فرق ۔ پس ان کا مذہب عقل ونقل و وجدان کے زائد موافق
ہے اور کتاب وسنت پر منطبق ہے ۔

افادہ ۶ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تمام مخلوق کے سلسلہ میں انبیاء و اولیاء

کی شفاعت میں حکمت ایسے وجدان سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب گنہگار لوگ عذاب و عقاب کے
مستوجب و مستحق ہوں تو داعیہ الٰہیہ بمقتضائے رحمت گنہگاروں کے گناہوں کے لئے ان
کی شفاعت اور عذاب جہنم سے ان کی خلاصی فرما دے۔ اور اس داعیہ کی صورت انبیا
و اولیاء کے ابجار بجتیہ میں منطبع ہوگی۔ اور یہ انعکاس و انطباع صحرائے عصیاں میں پڑے
ہوؤں کے لئے شفاعت کا سبب ہے۔ (انغماس یعنی غوطہ لگانا) اور پہلا شخص جو اس دروازہ
کو کھولے گا وہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ پھر ان کے بعد اور انبیاء پھر
اولیائے کاملین پھر اور پھر اور۔

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اولیائے کاملین کو بھی حیرت ہوتی
ہے لیکن ایسی حیرت نہیں جو قلق و اضطراب پیدا کرے۔ یا وہ ذاتی معرفت میں شک رکھتے ہیں
بلکہ ان کی حیرت کیفیات عظیمہ کے وارد ہونے کی وجہ سے ہے ان کے امی بجتیہ پر جو عقل
قلب کے ادراک سے خارج ہے۔ اور یہ واسطہ سر و روح ان کی کیفیات کا پرتو تعلق قلب
کی جانب نفوذ کرتا ہے۔ اور عارف اس کی تعبیر سے عاجز آکر حیرت میں پڑ جاتا ہے اور کبھی
اس عجز کو قلق و اضطراب کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے لیکن یہ قلق وجدان کی لذت و راحت
کے منافی نہیں ہے بلکہ موجب زیادتی لذت ہے جیسا کہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں

ع بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندر آں برگ و نوا خوش نالہ ہائے زار داشت
گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت ما را جلوۂ معشوق در ایں کار داشت

افادہ :- حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت والد بزرگوار اور عم محترم

ف ایک بلبل کی چونچ میں خوش رنگ پھول کی پتی تھی جو بہت نالہ و زاری اور گریہ و فریاد کر رہا تھا۔ میں نے
کہا کہ اس وصال میں تو یہ نالہ و فریاد کیوں کر رہا ہے۔ کہنے لگا کہ معشوق کے جلوے نے ہی مجھے اس
میں لگا رکھا ہے

قدس سرہما تسکین و اضطراب کے مسئلہ میں جو اہل وجدان کی اصطلاح ہے مختلف الرائے تھے
ہمارے حضرت اقدس صفت قلق کو ہر حال میں اس راہ کے سالکوں کے لئے ضروری سمجھتے
تھے۔ اور اس کیفیت کا انفکاک (علیحدگی) دونوں عالموں (دنشأت) میں اس گروہ سے محال
سمجھتے تھے اور برخلاف اس کے حضرت عم محترم قدس سرہ تسکین و آرام اس زمرہ کی
سعادت دائمی سمجھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ عارف وصول کے بعد ہمیشہ ہمیشہ سکون و آرام
میں رہتا ہے۔ اور مطلوب کی یافت ہونے پر قلق و اضطراب سے محفوظ ہو جاتا ہے انتقال
بزرگوار کے مسائل کا حل اور ان دونوں کے درمیان مطابقت یہ پائی گئی کہ ہمارے حضرت
اقدس کی مراد قلق و اضطراب کے لفظ سے صرف شوق و اشتیاق کی کیفیت ہو سکتی ہے
کیوں کہ یہ بات یعنی یہ کیفیت شوق ان عزیزان عالیشان کی ذاتی صفت ہے اس لئے کہ
لطیفہ قلبیہ کا کمال اس صفت کے کمال کے ساتھ وابستہ ہے پس حقیقت شوق کی کیفیت
کا انفکاک (علیحدہ یا جدا ہونا) اس لطیفہ سے یقیناً مسلوب (باہر نکلا ہوا) ہے خواہ اس عالم
میں ہو یا اس عالم میں۔ اور شوق کی زیادتی ان حضرات کے حال کیلئے ضروری ہے۔ اور
حضرت عم بزرگوار قدس سرہ کی مراد کلمہ تسکین سے غالباً قیود بشری کا اضمحلال اور ہیولائی
کوائف سے تجرد تام اور تنگنائے عالم سے مکمل خلاصی اور لطیفہ روحیہ کے حکم کا غلبہ اور اس کی
وسعت اس کے لوازمات ہیں۔ اور حقیقۃ الحقائق سے اتحاد و اتصال اور حضرت بیرنگ
کے ساتھ یک رنگی ہوگی۔ پس لامحالہ یہ احوال موجب تسکین و آرام اور لذت و راحت
ابدی ہیں۔ اور ان کی اصطلاح میں قلق و اضطراب سے مراد وجد و مجبوری و نایافت یعنی
بلکہ حالت شوق۔ فلا اختلاف فی الحقیقۃ (یعنی یہ اختلاف صرف لفظی ہے حقیقت
میں کوئی اختلاف نہیں ہے)

افادہ :- ایک روز حافظ قرآن ہمارے ایک شخص نے یہ ہندی شعر جو حضرت
محبوب صمدانی سیدنا شیخ ابو الرضا محمد قدس سرہ کی جانب منسوب ہے پڑھا۔

ع دنیا اندھیری چاندنی رات   نیکی بوجھو بیستم ناتا

آپ نے اس کے معنی اس طرح بیان فرمائے کہ دن سے مراد مرتبۂ ظہور اور رات سے مراد

اور دعا لانکہ اس کا سبب حقیقت کار سے ناواقفیت ہے۔ اس لئے کہ فیض دینے والا جیسے
کہ جامع کمالات ہے لیکن اس نسبت کا استفاضہ بغیر لطیفۂ روحیہ کی قوت کی وساطت
کے نہیں ہے۔ پس یقیناً (ان کو) ان کمالات کا افاضہ ہوگا جو اسی لطیفے سے مناسبت
رکھتے ہیں۔ اور نیز استفاضہ ذومی شیٔ طبیعی پر ہوتا ہے کہ اس میں ایک نسبت سے
دوسری نسبت کی طرف منتقل (اپنے) ارادہ و اختیار سے نہیں ہو سکتی پس یہ شخص دوسری
نسبتوں کے استفاضہ کے لئے جو لطائفِ اخری تک پہونچانے والے ہیں تکمیل میں مرشد
ظاہری کا محتاج ہے۔

افادہ: ایک موقع پر تاثیرِ صحبت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک
شہزادہ فقراءِ اسلام و نیز دیگر فقراء کی صحبت رکھتا تھا۔ ایک روز ایک شاخ اور پھول
ہاتھ میں لیکر حاضرینِ مجلس کے سامنے لایا (اور یہ کہا) کہ اگر تاثیرِ صحبت محقق ہے۔ اور
اس کی کوئی اصلیت ہے تو یہ سبز پتے جو اس پھول کے ہم صحبت ہیں۔ اس کی خوشبو اور
اس کا رنگ قبول کر لیتے۔ ایک جوگی جو اس مجلس میں موجود تھا اس نے وہ پتے دار
شاخ مع پھول کے لیکر ریزہ ریزہ کر دی اور پھر سے ایسا مسلا کہ وہ ایک ذات
اور ایک رنگ و بو ہو گئے۔ اور سبز و سرخ کی تمیز درمیان سے اٹھ گئی۔ پھر اس کو
شہزادہ کے سامنے رکھ دیا وہ سمجھ گیا کہ یہ اس کی بات کا جواب ہے۔ پھر جوگی کی طرف
خطاب کر کے کہا کہ ہاں لیکن بڑی مشقت اور دقتوں کے بعد۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ کی زیارت کیفیت
پہلی ہی توجہ میں اور ادراک حیاتی کی کیفیت اس بقعۂ شریف میں اور ادراک ہوئی بعض
نفس نے اس گھر کے بارے میں جو پتھر اور اینٹ کا بنا ہوا ہے حیات کے تسلیم کرنے سے
انکار کر دیا پھر میں متامل ہوا۔ اور بہ نظرِ غائر اس کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ اس
مکانِ رفیع الشان کی ابتدائے تعمیر سے لیکر اس وقت تک تمام ملاءِ اعلیٰ کی تعظیم و توقیر
کی صفت کے ساتھ اسکی طرف منجذب ہیں۔ اور انطباع و انعکاس اور ان کی ہمتوں
کے پرتو نے ملاءِ سافل میں ایک قوی تاثیر پیدا کر دی ہے۔ اور تمام ملائکہ ارض

بطون ہے۔ دن کی مثال عالمِ شہادت ہے اور رات کی عالمِ غیب سے ہے۔ اور
برخلاف قیاس دن کی تاریکی سے مراد ہے عالمِ شہادت میں کمالاتِ خفیہ کا عدمِ ظہور
اور ان کمالات کی پوشیدگی تاریکی سے نسبت پائے ہوئے ہو۔ اور روشنی شب سے اشارہ
ہے عالمِ غیب کے حقائقِ الٰہیہ کا وجود۔ اور اس عالم میں ان کا غایتِ ظہور اور اس نشأت
میں ان کا نہایتِ بطون۔ یہی وجہ ہے جو وہ نور و ظلمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم
بحقیقۃ الحال۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ ہماری نسبت کا حصول دوامِ صحبت
انتظار کی زیادتی اور کمال محبت پر موقوف ہے۔ اور ہماری نسبت تمام نسبتوں میں
جامع نسبت ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی
کا رسالہ جو اذکار و اشغال سلوک و آدابِ نقشبندیہ کے بیان میں ہے اس کو بچپن میں
حضرت والد ماجد قدس سرہ سے پڑھا تھا یہی وجہ ہے کہ ان اعمال و اشغال کا تعلق شدت
کے ساتھ اور ایک محبت دل میں قائم ہے جو دوسرے اشغال سے نہیں ہے باوجود اس کے اللہ
تعالیٰ نے مشہور مشائخِ طریقت کے اذکار و اشغال و اعمال پر بھی اطلاع بخشی ہے (اور تحقیقات
عطا فرمائی ہے) لیکن رغبتِ دلی اور محبتِ قلبی بیشتر انہیں اشغالِ نقشبندیہ کی جانب
ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ نسبت اویسیہ یعنی انفرادیت
کے ساتھ (حسبِ استعداد تعین سالک) تہذیبِ روح کا اثر ہے۔ اور اس نسبت والوں کی
متعدد اقسام ہیں ان میں سے ایک جماعت ان اویسیوں کی ہے جن کو آنحضرت کی روحانیت
سے براہِ راست فیض حاصل ہوا ہے اور اپنی ترقی کو یقین کے ساتھ اسی مرتبہ پر منحصر سمجھتے
ہیں اور کاملین میں سے کسی اور کی طرف رجوع تربیتِ ظاہری میں اس خیال کے ساتھ
بے فائدہ سمجھتے ہیں کہ الشیخ کل اور تمام مشائخ کے سلاسل کا منتہیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہی ہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے فیضیاب ہو گیا اسے دوسرے کی تربیت کی ضرورت نہیں۔

بھی چاہا۔ اور اس کی مراد عالمگیر سے استدراق کی تھا۔ اور یہ کلام بھی تشبیہات پر مبنی ہے کہ اس تعالیٰ کو جو بادشاہ ظاہری کے یاد نہیں کر سکتے۔ اسی تناظر میں فرمایا کہ احمد آباد سے گزرتے وقت موسیٰ سہاگ کی قبر پر جانا ہوا جو ایک مشہور مجذوب تھے ان کے تمام متبعین عورتوں کی شکل میں تھے۔ اور اس تشبہ میں بعض کے معتقد تھے انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار احمد آباد میں شدید قحط پڑا اور لوگ موسیٰ سہاگ کی طرف رجوع کیا۔ اور وہ پانی کی طلب کرنے دعا کیلئے نکلے۔ اور مقام پر جہاں نماز استسقاء پڑھی جاتی تھی اس طرح پر جا کے کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ اٹھایا۔ اور ایک ڈھیلا لے کر آسمان کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اگر بارش نہ ہوئی تو میں یہ جامہ سہاگ اتار پھینکوں گا۔ اور اس کو اس پتھر سے ریزہ ریزہ کر ڈالوں گا۔ لوگ بیان کرتے تھے کہ اسی دن بارش ہوئی۔ اور لوگوں نے قحط سے نجات پائی۔

افادہ ۔ اثنائے گفتگو میں نفوس کی مستعدات کے بارہ میں جن کی بعض صحبات میں شرح و بسط سے ہوئی ہے نیز نفس کی حقیقت کے استشکالات اور بدن کی استعدادات کے بارہ میں حضرت اقدس سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مستعدات اور قوتیں جو صحبات میں مذکور ہوئے ہیں ان نفس اور استعدادات کے علاوہ ہیں لیکن مختصراً ان کی تعریف یہ سمجھانی کہ نفس مدرکہ بھی ہوتا ہے اور ضعیفہ بھی لیکن ان کا منصف علوم الٰہیہ کے قدر سے پر محمول نہیں ہوتا۔ اور لطائف عشرہ اصطلاحی کے مرتبہ اور لطائف کامنہ کے ذرائع ہیں۔ اور ان دو مرتبوں کے درمیان تمیز اور ترتیب بھی ہے جو علوم حقہ کے استفادہ کیلئے مستعد رہتا ہے۔ اور جو اس میں کچھ اور معارف حقائق مجردہ مع الفرق پنہاں ہیں۔ لطائف بارزہ کے اصطلاحی معنی اخذ علوم شرائع ہے نیز علوم باطنہ کے اخذ کے اور لطائف کامنہ کے اصطلاحی معنی ہیں علوم باطنہ کا تجاذب وغیرہ ظاہری علوم شریعت کے۔

افادہ ۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے حق تو

و معارف کے کلام میں بات اور ان علوم میں ان کا عدم تکلم یہ ہے کہ عام لوگوں کی تعبیر ان اسرار کی حامل نہیں ہو سکتیں وغیرہ درک کی تصدیق عقل و فہم کے محالات سے ہوتی ہے اور انبیاء کی تصدیق و اعتقاد کی مخالفت ان کی ضلالت ابدی کا سبب ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات جو خاص و عام کے لئے رحمت ہیں ان کلمات سے ناطق نہیں ہوئے اور ان کو تکلیف مالا یطاق نہیں دی گئی۔ اور وہ علوم جن کی نوع انسانی کے ذہنوں اور عقلوں نے تصدیق کی بیان فرمائے تاکہ جو شخص طبع سلیم رکھتا ہے انکار نہ کرے۔ اور ذوقی و عقلی طور پر ان کا مطیع و معتقد ہو جائے نیز اسی طرح اللہ کے دوستوں نے بھی ان حقائق و معارف میں اظہار کلام سے پرہیز کیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی متابعت میں اپنا قدم استوار رکھا ہے۔ اور ایک لفظ بھی نقصی طور پر جو لوگوں کی لغزش کا سبب بن سکے زبان سے نہیں نکالا ہے۔ اور حقائق و معارف میں کلام نہیں کیا ہے۔ ہاں اپنے اعوان خاص کے سامنے اور ان اوقات میں جن میں اغیار کا وجود نہ ہو۔ اسی ضمن میں اپنی ذات شریف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم کو چالیس سال تک بھی کوئی ایسا نہ مل سکے جو ہماری بات حقائق و معارف کو سمجھ سکے تو ہم اس سلسلہ میں کوئی بات نہ کریں گے۔ اور زبان نہ کھولیں گے۔ اور جو ان باتوں کے سننے کے لائق ہے فضل ایزدی سے اس کے حق میں زائد ہے۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

ـہ گفتگوئے طوطی از آئینہ می خیزد ولی
گر نباشد سینہ خالی از نفس کاری نیست

ـہ اس معنی طوطی کی گفتگو آئینہ سے ظاہر ہوتی ہے لیکن اگر سینہ خالی نہ ہو تو کچھ بھی نہیں بنے گی۔

افادہ: ایک بار اثنائے تقریر اس حدیث شریف نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام جو عباس بن مرداس سے مروی ہے۔ اور جسے ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کیا ہو اور وہ یہ ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ فاجیب انی قد غفرت لہم ما خلا المظالم فانی آخذ للمظلوم منہ قال ای رب ان شئت اعطیت المظلوم من الجنۃ وغفرت للظالم فلم یجب عشیتہ فلما اصبح بالمزدلفۃ اعاد الدعاء فاجیب الی ما سال قال فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قال تبسم فقال لہ ابوبکر وعمر بابی انت وامی ان ہذہ لساعۃ ما کنت تضحک فیہا فما الذی اضحکک اضحک اللہ سنک قال ان عدو اللہ ابلیس لما علم ان اللہ عزوجل قد استجاب دعائی وغفر لامتی اخذ التراب فجعل یحثوہ علی راسہ ویدعو بالویل والثبور فاضحکنی ما رایت من جزعہ۔

اس کے معنی اس طرح بیان فرمائے کہ سرور کائنات کی عنایت وشفقت امت پر آپ کے قلب مبارک سے بہت قوی کے انبعاث کا سبب ہوئی۔ اور وہ دعا جو مغفرت عامہ اور [illegible] معاصی کے ازالہ پر مشتمل تھی بارگاہ الٰہی میں پیش کی اور حضرت ربوبیت کی جانب سے آپ کی شان شریفہ کے مقابل دریائے رحمت جوش زن ہوا اور تمام گنہگاروں کی گناہوں کی سیاہی کو محو کر دیا۔ مگر ان چند بدبختوں کے جن کی استعداد میں فطرت ہی میں اس عنایت کی قبولیت سے منکر ہوئیں۔ یعنی جو شقاوت ازلی میں مبتلا ہے۔ اور ان کے موانع کی شدت اور استعداد خصوصی نے ان کو اس مغفرت کے وسیع دائرے سے محروم رکھا۔ نعوذ باللہ منہا۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ بزرگی کی سعادت ایک نعمت ہے جو اس راہ میں ارباب تحقیق میں سے کسی ایک کے تعلق کے ساتھ وابستہ ہے اور کمالات کا ظہور اور ان حضرات کی نسبتوں کے آثار کا حصول بغیر اس کے کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس جو شخص متابعت پر ثابت قدم ہے اس کا کشود کار اور قوی واحکام کے آثار

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کی شام کو دعا مانگی تھی کہ امت کی مغفرت کیجئے وہ فرمائی۔ جبرئیل

کا ظہور اور فکر اور رویت طبیعت وطبعی خیالات، اور ذہن کی جولانی اس میدان میں کام نہیں آتی ہے۔

افادہ: حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی میراث علوم شرائع ہیں جس کے عام وخاص سب محتاج ہیں۔ اور ان کی دعوات عامۃ الخلق علوم کی جانب ہو۔ پس قوت حفظ اور اس علم کے اسناد کا اتصال بلاشک موجب برکات عظیم اور فضائل جلیلہ ہے۔ اور تصحیح وتجوید اور سلسلہ اسناد وکتب حدیث اور قرآن عظیم کے بے شمار فوائد وبرکات اور اطمینان ظاہری کا میں نے اپنے میں مشاہدہ کیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ: ارشاد فرمایا کہ مقربین کا ایک گروہ ایسا ہے جن کی زبان ان کے حالات بیان کرنے کے تابع نہیں ہوتی اور اولیاء کاملین کا ایک فرقہ ایسا ہے جس کو اللہ نے اس کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ اپنے کمالات کی تعریف وتوصیف میں اس شرح وبسط لیسان [illegible] جن کا ان کو حکم ہوتا ہے دفتر کے دفتر لکھ ڈالتے ہیں۔ اور یہی وہ حضرات ہیں جو اپنے میں حقیقت حقائق کے سریان کو کلیۃً پاتے ہیں۔ اور اس

السلام تشریف لائے اور کہا اللہ نے آپ کو جواب دیا کہ آپ کی دعا قبول فرمائی کہ میں نے بخش دیا سب کو سوا ظالم کے جو دوسری مظلوم کا بدلہ ظالم سے لوں گا۔ آپ نے فرمایا اے رب اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما اور ظالم کو بخش دے۔ مگر جواب نہیں دیا۔ آپ نے اس کی شام کو دوبارہ یہ دعا مانگی قبول فرمائی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو پھر آپ نے دوبارہ وہی دعا فرمائی۔ آپ کو اس چیز کا جواب دیا گیا جس کا آپ نے سوال کیا تھا یعنی دعا قبول فرمائی گئی۔ راوی نے کہا کہ آپ ہنسے یا آپ نے تبسم فرمایا۔ پس حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ تو ایسی ساعت ہے جس میں آپ ہنستے نہ تھے (یعنی عرفہ کی) رات تو عبادت کی رات ہے اس میں ہنسنے کا کیا موقع تھا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ دشمن خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری امت بخش دی، تو وہ مٹی لے کر سر پر ڈالنے لگا اور واویلا کرنے لگا۔ مجھے اس کے واویلا کرنے پر ہنسی آگئی۔

ہے جن کے لئے یہ دنیا اور وہ دنیا رضوان اور جنوان اور جنت و بہشت ہے۔ اور یہ
گروہ عزیز الوجود اور نادر ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان کے حال کے سلسلہ میں یہ
ہی مختصر فرمایا ہے و اشارہ کیا ہے۔ اور یہ گروہ عرفاء باللہ کا ہے جو حقیقت واحدہ مطلقہ
کے مشاہدہ میں جس کا تمام موجودات میں سریان ہے، اس جہان سے آنجہانی ہو گئے
ہیں اور محققین کرام جل شانہ نے محض اپنی عنایت سے قیود و کونی کے حجابات کو ان کی نگاہ
بصیرت سے (اٹھا دیا) زائل کر دیا۔ پس وہ نعمت موعودہ جو ... مردوں کو آخرت میں
بڑی محنت و مشقت سے حاصل ہوتی ہے ان کو دنیا ہی میں بغیر مشقت و تکلیف کے
عطا فرمائی۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جنکو
اس نے کوئی نعمت عطا فرمائی لیکن خود ان کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ اور اس دنیا میں اس
نعمت کو ان سے پوشیدہ رکھنے میں مصلحت الٰہی یہ ہے کہ ان کا جو اصلی انعام ہے کے قابل ہو چکیں
اس دنیا میں انعام کی وجہ کے قابل ہو جب وہ اس دنیا سے انتقال کریں گے تو ضرور
اس حقیقت کا بے پردہ مشاہدہ کریں گے۔ اور بعض بندگان خدا ایسے ہیں جن کو اس نعمت
کو عطا فرمائی اور اس نعمت کا علم و شہود بھی انہیں عطا فرمایا تاکہ اس آیۂ کریمہ و اما
بنعمة ربك فحدث کے مطابق نعمت کا شکر ادا کریں۔ اور اس کے عطا فرمانے والے کی
قدر و منزلت پہچانیں۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ توجہ الی اللہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک
ذکر زبانی۔ دوسری ذکر قلبی۔ تیسری توجہ صرف ذات مجردہ کی طرف۔ اور یہ تینوں قسموں
میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

افادہ:۔ سالک کی باطنی لغزشوں کے ازالہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس نے
ارشاد فرمایا کہ پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ سالک اگر صاحب مقام قلب ہو تو اس کو آگاہ کرنا

جائے۔ اور اس کے خصائل ذمیمہ کے جزئیات و کلیات پر اسے واقف کرنا چاہئے۔ اور اس
کی بری باتوں پر اسے متنبہ کرنا چاہئے۔ اور وہ اذکار و اشغال جو اس کے حال کے مناسب ہوں
تعلیم کرنا چاہئے تاکہ وہ مہذب ہو جائے۔ اور وہ ... اس سے دور ہو جائیں
اور اگر وہ مقام قلب سے روح کی طرف گذرنے والا ہے تو اس کے حال پر چھوڑ
دینا چاہئے۔ اور اس کے حال سے کوئی تعرض نہ کرنا چاہئے کیونکہ جب وہ اپنے مقام اصلی پر
واصل ہو جائے گا تو یقیناً یہ اوصاف اس میں باقی نہ رہیں گے۔ اور صاحب سر و روح
معالجات وقت کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اس کے اخلاق خود بخود تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور
اس کو بہ آسانی تہذیب نفس میسر ہو جاتی ہے۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ عقلاء زمانہ اس بات کو ضروری
سمجھتے ہیں اور زور دیتے ہیں کہ دل کے تعلق کا حصر ایک سمت سے دوسری سمت تک کے فنا
سے ہے۔ بلکہ وہ تو ایک سمت دل کی طرف اور دوسری سمت دوسری طرف ہو وہ خلق
خدا کی پرورش ... ہرگز نہیں بلکہ یہ دونوں صورتیں ان کو راہ سے بہکانے والی ہیں۔ اور
اس بات نے ان کو سیدھی راہ سے دور کر دیا ہے اس لئے کہ دل کا تعلق جب متعدد جہتوں
کی طرف ہوتا ہے تو بجز تشویش و تفرقہ کی زیادتی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور روحانی
دولت یعنی ... پریشانی کے کوئی فائدہ نہیں دیتی خصوصاً سلوک و تصوف میں۔
جب تک یہ شخص یکسو نہ ہوگا یعنی ساری توجہ ایک ہی جانب مرکوز نہ ہو
گی۔ اور ایک ہی مقصد پر صرف ہمت نہ رکھے گا۔ تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنی باطل
کوشش پر کمر بستہ ہو گیا۔ اور تضییع اوقات کی۔ اس قسم کے آدمیوں سے کسی چیز کی کوئی
توقع نہ رکھنا چاہئے کیونکہ وہ غلط راستہ پر پڑ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔

افادہ:۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ زمانہ کے مشائخ کی غیرت جن کا
عوام و خواص میں ذکر ہے (اس سے) یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس گروہ نے نفس کے باقی رہنے
والے ہیجان کا نام غیرت رکھ دیا ہے۔ اگرچہ اکابر سلف سے اس سلسلہ میں کچھ چیزیں منقول
ہیں لیکن ان کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہئے کیونکہ ان میں اس کے ساتھ ساتھ ہیجان نفس کے

ریاضت و مشقت بالخیر ان کو عین مزا آیا۔ اور اسی جگہ یہ معلوم ہوا کہ ترک عبادت کے
حکم سے مراد اسکو غیر مسنون کرنا نہیں تھا بلکہ مجاہدات و ریاضات میں اس کی [illegible]
کا ارادہ تھا تاکہ یہی مشقت عین اسی کی راحت و مسرت ہو جائے۔ اور ایسا ہی محبوب
دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے عرضت علی ربی بطحاء مکۃ لیجعلہا [illegible]
اور یہ اس بات کی مشیر ہے کہ انعم اور خوشحالی کا ترک اختیاری ہوتا ہے اور [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ سے مطلب ہو لطف و انعام اور اس محبوب رب الانام علیہ التحیۃ
والسلام کے حق میں اس کا اختیار دیتا ہے۔ ہر چند کہ آنحضرت کیلئے تقرب مقصود و مطلوب
تھا اس کے علاوہ یہ چاہا کہ اپنے اختیار سے اس بات کو اپنے لئے ترجیح دیں تاکہ
محبت کا مقتضا وجود میں آجائے اور مشقت عین لطف ہو جائے۔ واللہ اعلم یعنی
تقرب آپ کا اختیاری تھا۔

افادہ:۔ آیہ کریمہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ
اِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ کی تفسیر میں حضرت اقدس کے جو بعض
افادات محفوظ رہے یہ ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ادوار متعاقبہ کی تدبیر میں قرآنی
کلمے بہت سے اقتضاء ہیں یعنی ایک دورہ کے اختتام کے بعد جب دوسرے دورہ
کا نشو و نما مقصود ہوتا ہے تو تمام احکام و آثار و اوضاع و اطوار اس دورہ کے اقتضاء
کے مطابق تجلی اعظم کے برزخ مثالیہ سے جس کا ثبوت عالم مثال میں ہے۔ اور ادوار
کے اطوار و اوضاع کا مبدأ و منشأ بمقتضائے مصلحت کلیہ وقتاً فوقتاً کے عالم شہادت
کی طرف انتقال کرتا ہے۔ اور یہ سارا عالم ان احکام و آثار کے رنگ کے انتشار سے
رنگ جاتا ہے۔ جب تک یہ دورہ باقی ہے اسی کی مقتضیات اس سلسلہ سے متجاوز نہ

۱؎ [illegible] سونے کا کر دے۔
۲؎ [illegible]
[illegible]

ہوتی ہے۔ اور جب اس کی مدت بھی انجام کو پہنچ گئی اور وقت فنا متحقق ہو گیا تو وہ تمام رسوم
و عادات مستقبلیہ اس کی تبیع ہو جائیں گی۔ اور ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ عالم مثال سے اپنے
مبدأ کی طرف عروج کریں گے۔ اور ان کے اصل الاصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد پھر
مواطن کو دورۂ جدیدہ کے احکام کے نزول کی بھی ضرورت پڑے گی۔ اور اسی طرح ہوتا رہے
گا جب تک اللہ چاہے گا۔ اور اس نزول احکام کو یدبر الامر من السماء کے لفظ سے تعبیر
کیا ہے۔ اور اس کے اس رجوع اور اپنے مبدأ میں مل جانے کو ثم یعرج الیہ کے کلمہ
سے ظاہر فرمایا۔ واللہ اعلم

افادہ:۔ ایک بار میں نے اس حدیث شریف کے بارے میں دریافت کیا
جو لوگوں میں مشہور ہے اذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب۔ آپ نے ارشاد
فرمایا کہ احادیث کی کتابوں میں گو یہ حدیث بعینہٖ ثابت نہیں ہے لیکن اس کے مثل دوسری
حدیث صحیح پائی جاتی ہے قول اللہ اطلع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد
غفرت لکم۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر زمانہ میں صوفیاء کا ایک گروہ ایسا پیدا ہوتا رہا ہے
کہ باوجود ارتکاب معاصی کے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے
اور نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے۔ الحاصل بعض افراد کے حق میں رحمت الٰہیہ بغیر انکی
توبہ کے بھی گناہوں کی مغفرت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ نادر ہوتا ہے۔ اور
بعضوں کو توبہ اور ندامت کی توفیق عطا کر کے ان کے گناہوں کی تلافی کر دیتا ہے
اور نجاست و میل کچیل سے پاک و صاف کر دیتا ہے۔ اور اس بات کو شاذ ہونے کی
وجہ سے شرع نے اس کا اعتبار نہیں کیا۔ اور نہ اس قسم کی باتوں سے تعرض کیا ہے۔
برسبیل تذکرہ اس کی مثال دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک معصوم شخص کو خواب
میں دیکھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اس شخص نے ہماری طرف متوجہ ہو کر آسمان کی

۱؎ جب اللہ کسی بندے کو پیار کرتا ہے تو گناہ اس بندے کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔
۲؎ اللہ [illegible] دونوں کے حال پر مطلع ہوا جو شاد دل چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

فصل فی تمیز الملتین

افادہ:۔ حدیث متواتر میں آیا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین
یلونهم ثم الذین یلونهم۔ اور صحابہ کرام کی فضیلت کا راز ان لوگوں پر
جو ان کے بعد ہوئے یہ ہے کہ وہ واسطہ ہیں پیغمبر اور اس جماعت متاخرہ کے درمیان
غلبۂ اسلام کی وجہ سے جو ان کے ذریعہ ہوا نیز ان کے ذریعہ علم حاصل ہوا۔ سمجھو اگر کچھ
سمجھتے ہو کہ امت کی مشابہت اس دیوار کی ہے جس کی اوپر کی ہر اینٹ نیچے کی اینٹ
پر جمی ہوئی ہے۔ اور اس کے قائم رہنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں تک کہ کام پایۂ تکمیل کو
پہنچ جائے۔ اسی طرح ہر قرن متاخر قرن متقدم کی منت پذیر ہے ہمیں اسلام کی دولت
علوم و ہدایت اور قرنہا قرن تک ہم احسان مند ہے۔ تا کہ صاحب شریعت کا کام مکمل ہو جائے
جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے شریعت کو بلا واسطہ لائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کوئی کافر
اگر آج مسلمان ہونا چاہے تو اس کو کفر اور رسوم کفر سے نکلنے کے لئے کس قدر سخت
محنت و تعب ہی کرنا پڑے گی۔ اسلام کی ابتدائی باتیں (مسائل) یاد کرے۔ اور ان
سے متخلق و متصف ہو جائے (یعنی اپنے اخلاق و عادات چھوڑ کر اسلام کے اخلاق و عادات
اختیار کرے) اللہ تعالیٰ ہمارے اساتذہ اور مشائخ کرام پر رحمت نازل فرمائے
جنھوں نے ہم کو اپنے آغوش تربیت میں پرورش کیا۔ پہلا کلمہ جو ہم کو سکھایا کلمۂ اسلام
تھا۔ اور پہلا طریقہ جو ہم کو بتایا وہ اسلام کا طریقہ تھا اور دشوار گذار مشقتیں ہمارے
سر سے دور کر کے ہمارے لئے آسانیاں پیدا فرما دیں۔ رب ارحمهما كما
ربیانی صغیرا۔ اور کامل رحمتیں ان پر بھی ہوں جنھوں نے ہمارے ان اساتذہ اور مشائخ
کرام کو اپنے آغوش تربیت میں لے کر منت شاقہ سے آزاد کیا اور اسی طرح سلسلہ

حضور کی خدمت میں صلوٰۃ تام اور تحیات کاملہ پہنچے اور ہر وہ مسلمان جو جدید بھی
اس امت حقہ سے مستفید ہوں علماً اور عملاً۔ ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ اور ہمیشہ دل و جان
سے ان کا احسان مند رہنا چاہئے۔ تاکہ اپنے آباء سے ظاہری و باطنی کے ساتھ ہم نیکی
کرتے رہیں۔ اور ان کی نافرمانیوں سے دور رہیں۔ والحمد للہ رب العلمین

افادہ:۔ خذوا جواہر الکلم عنی۔ خذوا جواہر الکلم عنی۔
سر توحید کا انکشاف ولایت خاصہ کے ارکان میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے اور ایک
علم شریف ہے لیکن جب حد سے متجاوز ہو جائے اور قوت بہیمیہ اس کی موافق بن کر اس
کو دہریت کی جانب کھینچے۔ اور رب و مربوب کے احکام کو باہم خلط ملط کر دے۔ اور حقائق
اشیاء ثابتہ کے قوانین کو اٹھا دے تو یہ سم قاتل ہو جاتا ہے۔

افادہ:۔ ورع و تقویٰ تہذیب نفس کے اصولوں میں سے ایک دوسرے
کے بہت مشابہ ہیں لیکن جب وہ حد سے تجاوز کر گئے تو ایک قسم کا وسواس پیدا ہو جاتا
ہے جو جنون کی کر دیتا ہے۔ اور وہ اس کو ورع کہتا ہے۔ اور یہی اس غلطی پر رہ جائے متنبہ
ہونے کے لئے سہو کہا جاتا ہے۔

افادہ:۔ جب کوئی علم مبداء فیاض سے ریزش کرتا ہے تو اس نفس کے لئے
اس جگہ سے استعداد تام ضروری ہے اس لئے کہ تجلی متجلی لہٗ کی حسب استعداد ہوتی ہے
اور جب استعداد تامہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ علم خیال کا تراشیدہ ہو (یہاں) سوال یہ تھا
اور اگر اشتباہ پیدا ہوا کہ اس کا فیصلہ کیسے کیا جائے (تو) اس اشتباہ کا فیصلہ یہ ہے
کہ ایک شخص ہے جس کو تسکین تمام کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ علوم متضادہ اس کو مشوش
نہیں کرتے۔ اس کا مزاج ہر اس مشتبہ چیز کی تمیز کے لئے جو عالم میں پیش آوے ایک
ذاکر ہے۔ اس علم کو اس کے لئے پیش کرنا چاہئے اور وہ صورت حال کو جیسے دیکھے،
اور اپنے ہر جوہر شناخت کو مقابل کرے تو اس جگہ سے ایک چنگاری نکلے گی اور وہ چنگاری
دو احتمالوں میں سے ایک کی تصحیح کرے گی۔ اس کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں ہو۔

افادہ:۔ قواعد طب سے ثابت ہوگیا ہے کہ آدمی کے بدن میں سودا کا انتشار

حواس کو معطل کر دیتا ہے۔ پس رائی کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیند میں ہے۔ حالانکہ
وہ جاگتا ہوتا ہے۔ اور رائی کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ تنہا ہے حالانکہ وہ مجلس میں بیٹھا
ہوتا ہے۔ اس قسم کے آدمی پر آنے والے حادثات اور دل کی پوشیدہ باتیں منکشف
ہو جاتی ہیں۔ اور وہ ان کو بیان کرتا ہے۔ اور اس کو عرف عام میں مجذوب کہتے ہیں۔
اور حقیقت میں اس کا نام مجنون ہے۔ اولیاء اللہ کے دفتر میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔
اگرچہ عوام اس سے خرق عادات و کرامات دیکھتے ہیں۔ اور اس سے اعتقاد عظیم رکھتے
ہیں کبھی اسباب سماویہ حوادث میں صورت حادثہ پر اجماع کرتے ہیں۔ اور اس سے
ملکوت میں ایک صورت مثالی منقش ہو جاتی ہے۔ اور اس (تصویر) مثالی سے افراد
انسانی میں سے اہل صفا کے نفوس پر اس کی روشنیاں منعکس ہو جاتی ہیں۔ اگر اس کا عکس
قلب پر پڑا تو عزم و ہیبت کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر عقل پر پڑا تو مکاشفہ و
واقعہ کی صورت میں ہوتا ہے۔ کبھی یہ شخص تفصیل جانتا ہے اور کبھی نہیں جانتا۔ بہر حال
وہ اس کو اپنے دوست واحباب سے بیان کرتا ہے۔ اور وہ سلوک اس کے مقامات میں
گن لیتے ہیں۔ اور تاثیر ہمت پر قیاس کرتے ہیں۔ اور ارباب خرق اسباب کو
نظام شمار کرنے میں (یعنی وہ لوگ جن کو قوت ملکیہ حاصل ہو اور کرامات ان سے
ظاہر ہوں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں سبب پایا جاتا ہے) حالانکہ حقیقتاً اس جگہ
کچھ نہیں ہوتا بجز ان روشنیوں کے انعکاس کی قبولیت کے جو عالم ملکوت میں بمنزلہ
خواب کے ہیں۔ اور ان مقامات نویسوں کو اس قسم کے بہت سے اشتباہ درپیش
ہوتے ہیں۔

افادہ :- احوال نفسانیہ جیسے وجد و زہد و قناعت، حب و میل
کی ترکیب سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک مزاج طبیعت جو حیات نفسانیہ کا مقتضی ہے۔
اور دوسری طلب جمع ہمت۔ پس وہ کام مزاج طبیعت کے تغیر کا مقتضی ہے۔ اگر مرد
راہ عشق کا سالک نہیں ہے تو عشق میں نشاءات اور مطعومات کی طرف رغبت ہوتی
ہوتی ہے۔ اور اگر سلوک اختیار کر لیا تو وہ سب خدا کے لئے اور راہ خدا میں صرف ہوتا

ہے۔ اور اسی لئے خلق سے نفرت ہر مقام کے سالک کو نہیں ہوتی۔ جب تک اس کے
مزاج پر سودا کا غلبہ نہ ہو جائے۔ اور اس وقت تک لذت (وجد) حاصل نہیں ہوتی
جب تک کہ بخارات دماغ تک نہ پہنچ جائے۔ پھر ان احوال کے لوٹ بھی دو قسم کے ہیں۔
ایک قسم تو ان لوگوں کی ہے جن پر احکام مزاج غالب ہیں۔ اور نفس ناطقہ کی تہذیب
ان احوال کے ساتھ ضرورتاً نشاءات کے مطابق ہے۔ اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے
جن پر نفس ناطقہ کی ہیئات غالب ہے۔ اور اس وجہ سے بحکم ضرورت مزاج کا تغیر نشاءات
کے مطابق ہے۔ اور دونوں قسموں کے درمیان تمیز کرنا علوم کی باریکیوں میں سے بہت
باریک بات ہے۔ جو اہل تمکین کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہوتی۔

افادہ :- بنی آدم کی دعائیں حظیرۃ القدس کی جانب بلند ہوتی ہیں۔ اور
کتنی ہی بار شکستہ ہو کر خلع و لبس کی صورت میں مختلط ہو کر تجلی اعظم کی شعاع میں مل
جاتی ہیں۔ اور نیز ملائکہ علویین جن کا انتشار نوع انسانی کی تکمیل کیلئے ہے۔ ان
دعاؤں کو بسمع قبول سنتے ہیں۔ اور ان کا استماع بخشش کے دروازہ کا کھلنا
ہوتا ہے۔ ان دونوں کی ترکیب سے اصل تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اور زمین کی جانب
اثر کر انعام و احاطہ اور تقرب سے تصرف کرتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دعائیں متحقق ہو
جاتی ہیں۔ اگر نظام اسباب کو ہم ملاحظہ کریں کہ وہ جزم نہیں ہوا۔ اور اگر ان دونوں
چیزوں کے ساتھ دعاؤں کے ارتفاع کے نظام کو اور ان کے زمین کی طرف نزول کو
ہم ملاحظہ کریں یہ بھی منخرم نہیں ہے۔ اب وہ حوادث جو دعا کے متعلق ہوتے ہیں
دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو مستجاب دعا کی صورت میں حظیرۃ القدس کی
میں متمثل نہیں ہے۔ اس جگہ پر نشاءات کے احکام کی رعایت غالب تر ہے۔ اور دوسری
قسم یہ ہے کہ ملکوت میں انعقاد اور اس کی تجلیات اس سے زائد ہیں جو خارج میں دیکھا
اور سنا جاتا ہے۔ اور اسباب مستجابات کے احکام کی رعایت اس قسم میں بہت زائد
غالب ہو۔ اگرچہ عرف عام کے مطابق صورت حادثہ کوئی عجیب چیز نہیں ہے۔

ویقال فی مثل ذالک هذا ایقال له عند الله عظیم وشئ هذا الا یزن عند الله جناح بعوضۃ۔[1]

افادہ:- ہر خرق عادت اور ہر عجیب واقعہ جو انبیا علیہم السلام سے
ظاہر ہوتا ہے عارف کی نظر میں لطائف نفس کے کسی لطیفہ یا قوائے فلکیہ کی کسی قوت کا ہے
جو ان کے وجود میں پنہاں رکھا گیا ہے یا ملاء اعلیٰ کی تائید جو شش ایک متصل ابشار
کے ان کے نفوس پر ریزش کرتی رہتی ہے یا خصوصیت وقت کے اقتضا پر مبنی ہے جب
ان اسباب پر نظر پڑتی ہے تو خوارق عادات عادات ہو جاتے ہیں۔ جیسے قوت
میں جو پتھر رستم اٹھا سکتا ہے یا جو کمان رستم کھینچ سکتا ہے عام لوگوں میں سے
کوئی اٹھا یا کھینچ نہیں سکتا۔ ہزاروں میں سے ایک پہلوان ایسی قوت و شجاعت اور
زور آوری کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح افعال نفسانیہ جیسے فراست و ذہانت
و شجاعت میں بھی ہزاروں میں سے ایک فرد صدیوں میں مسعود ساعتوں میں ایسا پیدا
ہوتا ہے جو ان صفات کا حامل ہو اور دوسروں میں ان صفات کا عشر عشیر بھی
نہ ہو۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کیا کہ یا رسول
اللہ ان یطعمکم فان اللہ تعالیٰ عودک الاجابۃ تو بعض معنوں کی طرف اشارہ
فرمایا ہے لفظ عودک میں اس مضمون کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ جب یہ مسئلہ تحریر
ہو گیا تو ایک مشکل در پیش ہوئی کہ خرق عادت درحقیقت عادت ہی ہے اور معجزہ
درحقیقت معجزہ ہے۔ ایسے ضعیف لوگ جن کو اتنی قوت نفسانیہ نہیں ملی جتنی پیغمبران
کو ملی ہے تو وہ کس طرح ایسی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ہم ان اشکال کے حل کے طور
پر یہ کہتے ہیں کہ دراصل مرسلین کا انقیاد مرسل الیہم پر واجب ہونا امر جبلی ہے۔ جیسے
گھوڑے پر چارہ کھانا۔ درندے پر گوشت کھانا۔ اور بچہ پر ماں کے پستان سے دودھ
کھینچنا واجب ہے۔ اسی طرح پیغمبر کے لئے رشد و ارشاد اور مرسل الیہم کے لئے اس کا

[1] اور یہ چیز اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔

مطیع و منقاد ہونا واجب ہے۔ یہ سب ایسے اصول ہیں کہ ان سب کی مختلف صورتوں
کی اصل صورت نوعیہ ہے لیکن لطف الٰہی بنی آدم کے ہر فرد کے ساتھ علیحدہ معاملت
کے لئے صورت نوعیہ کے خواص کی نسبت سے تنزل فرماتا ہے۔ اور لوازمات میں سے
کسی ایک لازم کو جو عادت کے طور پر بنی آدم میں عام اور مسلم ہو گئی ہے لے لیتا ہے
اور اس کو اقتضاء خواص نوع کے مقام پر اقامت بخشتا ہے جیسے طاعات حق جن کو
خدائے تعالیٰ نے انعام کے طور پر ہر فرد متوسط طور پر ادا کرتا ہے مجربیت کی اہلیت
کے مطابق۔ اسی طرح انبیاء کی نبوت کا اثبات معجزات پر مبنی ہے۔ اور یہ ان کے
شرف نفس پر۔ نیز اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے نفوس ملاء اعلیٰ سے ملحق ہیں۔ اور
یہ انبیاء ہی کا خاصہ ہے کیونکہ اصل نبوت ان کو ہی دی گئی ہے۔ سب عوام کے اذہان
میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اگر کوئی کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا وزیر بنائے تو وزارت کی
ظاہری علامت یہ ہو گی کہ وہ اپنی پرانی عادت کو تبدیل کرے۔ یہ اس کی سچائی کی
دلیل ہوگی۔ یہ علم حق اس علم مالوف میں شامل ہو گیا۔ اور ایک نے دوسرے کی جگہ
لے لی لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً۔ جس طرح افراد انسانی کی یہ نسبت جو
وجوب انقیاد کی مقتضی ہے یعنی وہ بادشاہوں کے احکام کی تعمیل سیاسی معاملات میں
کرتے ہیں کیونکہ بادشاہ سیاسی رازوں سے واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح شریعت کے
راز سے کسی شیخ کو واقف اسرار بناتے ہیں۔ اور اس سے مستفیض ہونا شرط صحبت پر مبنی
ہے۔ اور یہ اس شیخ کے شرف نفس اور ملاء اعلیٰ سے علماً اور عملاً اتصال پر دلالت کرتا
ہے۔ اور اللہ کی مرضی پر راضی رہنا بھی مشروط ہے۔ اور علوم حقہ خصوصاً احکام شریعت
اور کلام نفسی کے اجزاء سے مستفیض ہونا بمنزلہ جریان نہر در نہر کے جاری ہونے کی طرح
بسوئے نفس پیغمبر ہے لہٰذا سحر و طلسم خوارق کی حد سے نکل آئے۔ کیونکہ جو خوارق عادات
سحر و طلسم کے حصول کے لئے کئے جاتے ہیں ان میں دنیاوی مفاد مد نظر ہوتا ہے۔
اور وہ علم کسبی ہوتا ہے لیکن احوال قدسیہ معجزات کی حد میں داخل ہو گئے کیونکہ ان کی
شناخت عارف ہی کر سکتا ہے کہ جب آنحضرت فتح مکہ میں باب کعبہ کو پکڑ کر کھڑے ہوئے

اور عالم میں عجیب تسخیر و تالیف و فرمان و تشریف پھیلا دی۔ جاہل کہے گا کہ یہ معجزے نہیں
ہیں اس لئے کہ جو شخص بھی ایسے طالع میں پیدا ہوا اس سے بھی ایسے ہی معجزے سرزد
ہوں۔ اور یہ ہمیشہ نہیں ہوتا ہے (یعنی معجزات صرف انبیاء علیہم السلام کیلئے مخصوص
ہیں)

افادہ:- مزامیر کو حلال جاننے والوں میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا
کہ تم مزامیر کی آوازوں سے لذت پاتے ہو یا نہیں۔ اور اس کہنے سے اس کی غرض یہ
معلوم ہوئی کہ اگر ان نغمات کو تم اچھا سمجھتے ہو تو اس کے سننے پر انکار اور احتراز نہ
کرتے۔ میں نے کہا تم نے بات کا سلسلہ شروع کیا اب اپنے حواس کو جمع کرو اور سمجھو
اگر سمجھ سکتے ہو۔ ہاں میں اس کی خوبیاں سمجھتا ہوں۔ اور اس سے بہت زائد لذتمند
ہوں۔ اگر چند روز میں اس پر مداومت کروں (پابندی) تو اس کا خوف ہے کہ
میں گم نہ ہو جاؤں۔ اور تمام اشغال سے باز رہوں۔ لیکن دو چیزیں اس کی مانع ہیں۔
ایک شرعی۔ دوسری طبعی۔ مانع شرعی یہ ہے کہ ہر چند اپنی حد ذات میں کریم مطلق کے
اخلاق نے اپنے کرم بے علت سے تشریع کی قمیص مجھے پہنائی ہے اور میری لذت اس میں
رکھی ہے جو شرع کے موافق ہو۔ اور جو چیز خلاف شرع ہو اس سے مجھے نفرت دی ہو
وہ نفرت مجھے اسکی اجازت نہیں دیتی کہ میں اس قسم کی چیزوں کی طرف مشغول رہوں
اور مانع طبعی یہ ہے کہ میری شرافت نفس اس کو جائز نہیں سمجھتی ہے کہ میں بدبختوں
کی مجلس میں بیٹھوں۔ اور امردوں یا نامحرم عورتوں کا گانا سنوں۔ یا کسی غیر شریف
عورت سے نکاح کروں۔ شرافت نفس جس سے مطلب اعراض نفس ہے اس قسم کی
حرکات سے اصل فطرت کے مطابق اوضاع خسیسہ سے مجھے روکنے والی ہے۔ اگر
تم عقل سلیم رکھتے ہو تو ایک دقیق نکتہ اس سے زائد میں بیان کر دوں۔ جس طرح میرا
نفس شرافت رکھتا ہے اسی طرح میری جان جاں جو میری جان کا خلاصہ ہے وہ بھی
شرافت رکھتی ہے۔ اور اس کی شرافت یہ ہے کہ وہ فطرتاً اس بات سے مانع ہے کہ میری
جان جاں میں تجلی اعظم کے نقوش کے علاوہ کوئی اور نقش منطبع ہو۔ میری فطرت ایک

اور صنادید قریش کی ایک جماعت کو جنھوں نے آپ کی ایذا رسانی میں کسی [illegible] کی تھی
اور ان کے سینے حضورؐ کی عداوت سے بھرے ہوئے تھے دیکھا کہ سب جمع ہو کر کھڑے ہوئے
ہیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا کہنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ آپ اخ
کریم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (کیا) قصہ یوسف دہرانا چاہتے ہو۔ کہنے لگے ہاں۔ فرمایا
میں بھی کہتا ہوں لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ
کینہ و حسد ان کے دلوں سے (چشم زدن) میں نکل گیا۔ اس لطف کیوجہ سے عجیب جذبہ
پیش آیا۔ اور ان لوگوں کے قلوب کی صفائی بلاشک خرق عادت ہوئی لیکن اس
خرق عادت کی اصلیت (وہ) قوت زہرہ تھی جس نے نفس نفیس آنحضرتؐ میں جوش
مارا۔ اور ان قوائے زہرہ کو جو ان کفار کے نفوس میں تھے ہیجان میں لائی۔ اور دونوں
نے مل کر عجیب علاج کی صورت ظاہر کر دی۔ اور ایک عجیب انجذاب در وجہ و رقت و
بہجت و سرور ظاہر ہوا۔ اور اسی طرح وہب بن عمیرؓ آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی نیت سے
آیا۔ اور آپ نے اس کو بعض امور جینہ و خفیہ (ارادہ قتل آنحضرت) پر مطلع فرمایا۔ اس
اطلاع دینے کے درمیان آنحضرتؐ کے نفس سے عجیب قوت زہرہ برآمد ہوئی۔ اور اس
کے نفس پر مثل چنگاری کے گری۔ اور اس کی رعونت کو کلیۃً جلا ڈالا۔ اور ایسا ہی
واقعہ ثمامہ ہرزمانی اور چند روز ابوسفیان کے ساتھ پیش آیا۔ یہ سب قوت زہرہ ہے
جو صاحب دولت کے نفس سے نکل کر دوسروں کے نفوس تک پہونچتی ہے۔ اور ان کے نفوس
کامنہ کو ہیجان میں لاتی ہے اور عجیب طلسم ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جنگ بدر میں
قوت مریخیہ نے قوت شمسیہ سے دو چند شامل ہو کر آنحضرتؐ کے نفس نفیس سے جوش
مارا۔ اور اسی طرح فتح مکہ میں قوت مریخیہ قوت شمسیہ سے تجلی یا جوش قوت سے
مل کر نفس نفیس آنحضرتؐ میں جوش زن ہوئی۔ اور غائب کو اپنا مسخر کیا۔ اور
ایک ماہ کی مسافت تک آپکا رعب طاری رہا۔ اور اسی طرح حجۃ الوداع کے دن
قوت مشتری قوت شمسیہ کیساتھ قوت قمر قوت زہرہ کے ساتھ۔ قوت زحل قوت
عطارد کے ساتھ آپس میں ایسی مل گئیں کہ ایک جز ہو گئیں۔ یہاں تک کہ تینوں ایک ہو گئیں

پیدا کی گئی ہے کہ اس میں تجلی اعظم ہی کا نقش منطبع رہے جس طرح انگوٹھی کے نقوش موم
میں اور جو کچھ تجلی اعظم کے علاوہ ہے اس کے نقوش کے انطباع سے میری جان انکار
کرتی ہے، اور ایک قسم کی لذت و نفرت رکھتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا بھید ہے جو میں نے
سید البشر شفیع یوم الحشر علیہ الصلوات والتسلیمات سے میراث میں پایا ہے۔ قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الا ان اللہ تعالی اتخذنی خلیلا و
ما ینبغی لمن اتخذہ اللہ تعالی خلیلا ان یتخذ غیر اللہ خلیلا۔ او کما
قال۔

افادہ:۔ بعض صفات محمودہ صفات غیر محمودہ کے ساتھ مشتبہ ہوتے ہیں
اور نادانوں پر دشوار ہوتے ہیں۔ جس طرح بعض مواد میں جُبن حلم کے ساتھ اور حلم
جبن کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ کراہیت کے مقام پر ہوتا ہے۔ اسی
طرح بہت سے ناسمجھوں کی نگاہ میں عالی ہمتی اور تشویش مختلط و ملتبس ہوتی ہو دکھل
جاتی ہے، عالی ہمتی نفس کی پاکیزگی کی صفت ہے جو عنصر کے میل کی طرح اپنی مطمح
باطنی کی طرف رغبت کرتا ہے (یعنی) بعض ان مناصب شریفہ کی طرف جو اس کی جبلت
میں رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ وہ بالفعل اس نفس میں متحقق ہو جائیں
پس نفس طبعی طور پر اس کی طرف رغبت کرتا اور اس کی طلب کرتا ہے۔ اور اپنے قوائے
عقلیہ، عملیہ کی افواج کو اس کی تحصیل پر مصروف کرتا ہے۔ اور یقیناً آخر کار اس مطلب
(مقصد) پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور تشویش سے مطلب یہ ہے کہ آدمی اصل فطرت میں
ماؤف (بے سبب) ہوتا ہے۔ اس کی ظلمت نفس سے ایک بخار جو سودا کے بخار کے مثل
ہوتا ہے نکل کر اس کے قوائے عقلیہ کی طرف صعود کرتا ہے۔ اور اس کے حزم (عاقبت
اندیشی) کو مشوش اور عقل کو تیرہ و تار کر دیتا ہے۔ اس حالت میں جو مقصد اسکی
اس کو نظر آتا ہے وہ مناصب دنیہ کے عادات و استحسان سے اسکو متحقق پاتا ہے۔ اور
اس کے فقدان سے وہ رنجیدہ ہوتا ہے۔ نہ اس کے قوی اس کا تقاضہ کرتے ہیں۔ اور نہ
اس کے نفس کی جبلت میں وہ ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور نہ قوائے عقلیہ و عملیہ کے

اعمال ان مطالب کے حاصل کرنے میں اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پس تشویش اور
عالی ہمتی میں فرق کئی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔ عالی ہمتی میں استعداد اس کے مطلب
(مقصد) کے مناسب ہے۔ اور اس مطلب کا اجمال اس کے نفس میں ودیعت رکھی
اور اس کی تفصیل دوسرے سے وابستہ کر دی گئی ہے اور اعمال قوی اسی کے مطابق
متحقق ہوتے ہیں۔ آخر کار اس امر پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور تشویش میں استعداد متحقق
نہیں ہے۔ اور نہ اس کی طلب میں کوشش کرے۔ اور نہ استعداد و اجمال ودیعت کیا
کیا گیا ہے۔ اور نہ انجام کار اس پر فائز ہوگا۔ اور اگر کوئی دوسری خواہش اور مطلب
اس کے پیش نظر ہو جائے تو اس کو حاصل کرنے کی بھی خواہش اس میں پیدا ہو جائیگی
اس کی مثال ہرجائی آدمی ...... کی ہے جس طرح کوئی آدمی جسکو عرف عام میں
فقیر بن فقیر کہتے ہیں جو نہ عقل معاش رکھتا ہے۔ اور نہ شجاعت و کفایت۔ اگر طلب
سلطنت اس کے دماغ میں آشیانہ بنالے تو اس کو ارباب جنون میں شمار کریں گے
برخلاف اس کے، اگر کوئی شہزادہ جو عقلمند بھی ہو اور شجاع بھی اور اس کے ساتھ
ساتھ، تالیف قلوب اور ہر دلعزیزی بھی حاصل ہو وہ اگر سلطنت حاصل کرنیکی
کوشش کرے تو اس کو عالی ہمت شمار کریں گے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی تو جان
لینا چاہیے کہ مرضئ الہی ہر اس شخص کے حق میں یہ ہے جو امور دنیہ و دنیاوی سے اس کو
طلب کرتا ہے، اور اس کے قوی اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اور فکر و تشویش
میں پڑنے میں مرضئ الہی یہ ہے کہ استقامت نفس طلب کرنا چاہیے۔ اور وہ تمام
نفسیات سے ہر قسم میں موجود ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ استقیموا
ولن تحصوا۔ اکثر افراد بنی آدم اس کے مستعد ہیں کہ اپنی قوت بہیمیہ و سبعیہ کو پابند
شرع کریں اور طہارت و عبادت و مناجات کے انوار سے منور ہوں۔ نہ یہ کہ فنائے
بہت اور مقامات توحید پر پہنچ جائیں۔ ان کو سوا اس مطلب کیلئے استعداد رکھیں
کوشش کرنا اور ناواقف کی تشویش میں مبتلا ہونا ان کے کاروبار میں مانع
ہے۔ اور اگر سالک خود اپنی استعداد کا تعین نہ کرسکے تو اسے کسی متمکن و اہل دل کے

پاس جانا چاہیے۔ اور اس سے استفسار کرنا چاہیے۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

تیسری قسم ان بزرگوں کے اقوال و احوال کے سلسلہ میں جو حضرت اقدس سے نسبت و قرابت رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخین جلیلین (جو حضرت اقدس کے بڑے اور چھوٹے ماموں صاحبان ہیں) کے ذکر سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اگرچہ بندہ کاتب حروف کا ارادہ یہ ہے کہ اگر توفیق الٰہی شامل حال ہو جائے تو ان دونوں حضرات کے مآثر میں مع بعض دیگر اصحاب کے ذکر کے ایک علیحدہ رسالہ ترتیب دے گو کہ اس رسالہ میں بھی جو اس خاندان عالیشان کے بزرگوں پر مشتمل ہے اور جن کی خدمت کا یہ غلام شرف اندوز رہا ہے۔ اور ان کے واردات، واقعات، افادات اور کرامات سے سعادت دو جہان کا ذخیرہ اندوز ہوا ہے۔ تاکہ اگر دوبارہ تائید الٰہی سے اس ارادہ کو عمل میں لانے کی توفیق حاصل ہو تو مصداق هو المسك ما كررته يتضوع (وہ ایک ایسا مشک ہے کہ جتنا اس کو چھوتا زائد گھسو گے وہ اتنی ہی خوشبو دے گی) ورنہ بحکم ما لا يدرك كله لا يترك كله کلیۃً اس دولت سے محروم بھی نہ رہے۔ قدرے ان بزرگوں کے حالات بھی شامل کرتا ہے۔ چونکہ یہ قسم موضوع ان بزرگوں کے ذکر میں ہے جو حضرت اقدس سے نسبت و قرابت خاص رکھتے ہیں۔ لہٰذا اصولاً حسب ترتیب مکتوب کے قاعدہ کے مطابق پہلے حضرت اقدس کے دونوں بھائیوں کا ذکر ہونا چاہیے تھا لیکن حضرت اقدس کے حکم کے مطابق جو حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہے شیخین کا ذکر مقدم کیا جاتا ہے۔

بیان قدرے احوال کرامت اشتمال و اقوال اسرار مآل صاحب مقامات عالیہ و کمالات ظاہرہ، صاحب ریاضات و مجاہدات کثیرہ و معارف عظیمہ الراسخ فی الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ جامع علوم ظاہری و باطنی حضرت عارف باللہ شیخ عبداللہ ادام اللہ ظلال ارشادہم جو حضرت اقدس کے بڑے ماموں صاحب ہیں اور غلام کاتب حروف کے والد ماجد۔

افادہ۔ اس فقیر نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت قبلہ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد قبلۂ ارباب معرفت و شہود کعبۂ اصحاب ذوق و وجود مظہر کامل اسم الصمد حضرت شیخ محمد قدس سرہٗ العزیز نے ایک مبشرہ میں حق تعالیٰ کو تجلی صوری کیساتھ دیکھا کہ ایک بچہ کی انگلی پکڑ کر لایا اور فرما رہا ہے کہ کیا تو چاہتا ہے کہ اس بچہ کو تجھے دیدوں؟ انھوں نے عرض کیا کہ خداوندا! بندہ تیرا ہے جہاں تو چاہے اس کا وجود ظاہر فرما (جس کو تو چاہے عطا فرما) اس مبشرہ کے بعد ہی حضرت قبلہ پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار کے دست حمایت میں تربیت پائی۔

افادہ۔ حضرت جد امجد کے (خادموں میں سے) ایک خادم بیان کرتے تھے کہ ابتداءً حضرت قبلہ تحصیل علم کی طرف زائد راغب نہ تھے اور نہ پابند۔ ایک روز میں نے حضرت مرشدی قدس سرہٗ سے ان کے عدم شوق کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا "اے فلاں تم کیوں فکر کرتے ہو یہ لڑکا جیسا ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ بس بچے اس فرمانے نے ظہور کیا ایک حضرت قبلہ نے خود زبان شریعت سے بیان کی کہ میں عربی میں تھوڑا بہت پڑھ چکا تھا لیکن میرا حال یہ تھا کہ کچھ بھی ترکیب عبارات معلوم نہ تھی۔ جب والد ماجد کے حضور میں درس لینے جاتا تو ناچار

درس کی مقدار بھر مطالعہ کر کے لیجایا کرتا تھا لیکن صحت اعراب اور ان کی اغلاط
سے کوئی خاص واقفیت نہ تھی (عبور نہ تھا) ایک روز میں مطالعہ کر رہا تھا
اور اعراب قاعدۂ نحوی کے خلاف زبان سے نکل رہے تھے اسی اثنا میں میرے
ماموں شیخ بدرالحق (وہاں) پہونچ گئے اور اس کو سنکر مجھے ان کی اغلاط پر متنبہ
فرمایا اور صحت فرمائی اور ان کی تراکیب کے طریقے بتائے، جب اس دن حضرت
والد ماجد کے حضور سبق پڑھنے گیا اور تمام عبادت صحیح پڑھی تو آپ نے تعجب سے
مجھ سے پوچھا کہ آج عبارت کو تم نے صحیح کیسے پڑھ لیا جب میں نے آپ سے
اسکی وجہ عرض کی تو نہایت مسرور ہوئے اور اسی وقت سے میرے مطالعہ کا
فتح باب ہوگیا اور ذہن کھل گیا اور مطالعہ کا اس حد تک شوق پیدا ہوگیا کہ بیشتر تو
پوری پوری رات مطالعہ میں گذار دیا کرتا تھا اور اپنے تمام ہم سبق طلباء کو کہ
وہ جو پڑھائی میں مجھ سے بھی آگے تھے سب کو درس دینے لگا اور انھوں نے
مجھ سے کتب متداولہ (مروجہ) پڑھیں

افادہ: حضرت قبلہ تحصیل علوم کے بعد اشغال طریقت میں مشغول ہوئے جس میں بڑی
سخت ریاضتیں کیں اور متعدد چلے کھینچے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا کہ
انوار طریقت اور اسرار حقیقت پر فائز ہوگئے اور اپنے والد ماجد (مرشد کامل)
کے حضور میں صاحب تصرف اور مشکلات حل کرنے میں ماہر ہوگئے اور درس و
تدریس کا کل کاروبار انھیں کے متعلق ہوگیا اور والد ماجد کی رحلت کے بعد
مسند ارشاد و تلقین پر ان کے سجادہ نشین ہوئے اور ان کے والد کے تمام کارکردہ
اصحاب نے آپ سے رجوع کیا اور آپ کی خدمت میں ظاہری و باطنی استفادہ کیا
اور تنظیم و توقیر خاص بجا لاتے تھے اور حضرت قبلہ نے بھی فقرا اور طلباء کی
رضا جوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور افادۂ علوم اور افاضۂ اسرار
پر کمربستہ ہوئے استقامت میں راسخ القدم اور عالی مرتبہ ہوئے اور باوجود تمام
امور پر کلیتاً ثابت قدم رہنے کے پھر کر استرشاد باندھ کر مرشد شیخ بزرگ

امام الطریقہ قطب الحقیقہ حضرت شیخ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کے آستانۂ
فیض آشیانہ پر دہلی میں حاضر ہوئے اور اپنی شیخیت کو یکسو رکھکر تجدید بیعت
کی اور از سر نو سلوک شروع کیا ایک سال تک آپ کی خدمت میں آستانۂ
کرامت آشیاں پر قیام کر کے فیوض حاصل کئے یہاں تک کہ اس شعر کے
مصداق ہوگئے ؎ کان سنہ بودہ در معنی ۔ تا کہ کان اسد الاحد جزا ...
حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ نے اجازت ارشاد بلا واسطہ عنایت فرمائی
اور اس مضمون کی مثال تحریر فرما کر مرحمت فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا الصراط المستقیم
ووفقنا العروج الی معارج المنہج القویم
والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد صاحب الخلق العظیم
والہ واصحابہ الھداۃ الی النعیم المقیم امابعد
فیقول العبد الضعیف النحیف الراجی الی رحمۃ الرب
المعین عبدالرحیم بن وجیہ الحق والدہ غفر اللہ
لہ ولوالدیہ واحسن الیھما والیہ لما قد تلقنت
الشیخ عبید اللہ بن محمد بن الحقانی والعارف
الشیخ محمد قدس سرہ اشغال الطریقۃ القادریۃ
والچشتیۃ والنقشبندیۃ والمداریۃ زاد اللہ
لاھلھم شرفا وعزا ۔ رأیت فیہ آثار الفناء
والبقاء والواردات وانوارھا فاجزتہ الارشاد
للطالبین والسالکین الی اللہ والمستغرقۃ
المشائخ قدس اللہ اسرارھم کما اجازنی قد
البسنی مشائخ الطرق اللہ نورہ فمن صحبہ

سب تعریف اسی اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو سیدھا راستہ
کی ہدایت کی اور راہ سلوک کے معارج کی طرف عروج
کی توفیق دی اور درود ہو اس کے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر جو صاحب خلق عظیم ہیں اور ان کی آل و اصحاب
[illegible]
[illegible] کی رحمت کا امیدوار عبدالرحیم بن وجیہ الدین
[illegible] اس کے والدین کی مغفرت فرمائے
[illegible]
شیخ عبید اللہ بن [illegible] شیخ محمد قدس سرہ
[illegible] چشتیہ نقشبندیہ اور مداریہ
[illegible]
[illegible]
[illegible] ارشاد [illegible]
[illegible] اجازت دی اور
[illegible]

فکأنما صحبني ويد كيدي ثم بايعه
فكأنما بايعني، وأيضا أجزته لدرس التفسير
والحديث، اللهم ارزقني إياي وإياه
الاستقامة على متابعة المشائخ واجعل
الآخرة خيرا من الأولى بعزتك وبحرمة
نبيك وآله وأصحابه أجمعين برحمتك
يا أرحم الراحمين قال الله تعالى
قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني
يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم،
اللهم وفقه لما تحب وترضى

شامل طریق مذکورہ نے مجھکو مجاز کیا اور خرقہ
پہنایا جس نے ان کی صحبت اٹھائی اس نے
در حقیقت میری صحبت اٹھائی، ان کا ہاتھ گویا
میرا ہاتھ ہے جس نے ان سے بیعت کی اس نے مجھ سے
بیعت کی نیز میں نے ان کو حدیث و تفسیر کے درس
کی اجازت دی ہے۔ اے اللہ مجھکو اور ان کو مشائخ
کرام کے سجادہ پر استقامت عطا فرما اور آخرت کو
اپنی عزت و رحمت اور اپنے نبی کریم اور ان کے
آل و اصحاب کی حرمت کے طفیل سے دنیا سے بہتر بنا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے نبی لوگوں سے کہدو)
کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرا اتباع
کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔ اے اللہ ان کو ان باتوں
کی توفیق عطا فرما جن کا تیری مرضی ہے اور جن کو تو پسند کرتا ہے
....

اور اپنی مہر خاص کے نزدیک دستخط فرما کر یہ الفاظ تحریر فرمائے اللهم ارزقه الاستقامة
واجعله صاحب الكرامة " اے اللہ ان کو استقامت عطا فرما اور صاحب کرامت بنا"

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض اولیاء اللہ جو کسی جگہ کے صاحب ولایت
ہوتے ہیں ان کی ہمت کو اس دیار کے لئے فائدہ پہونچانے والا اور نقصان کو دفع
کرنیوالا بنا دیتے ہیں اور اس چیز کو عالم مثال میں متشکل اور مشبح کر دیتے ہیں۔ اور
اس دیار میں افاضہ برکات کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اور وہاں والوں کو ان کا مسخر
و مطیع کر دیتے ہیں اور ان کے خیر خواہ کو مقبول اور بدخواہ کو مخذول بنا دیتے ہیں
اور یہ بات بلا شک و شبہ اللہ تعالیٰ نے میرے بڑے ماموں صاحب کو اللہ ان کو
سلامت رکھے عطا فرمائی ہے۔ ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ کو

عوام و خواص کے قلوب میں قبولیت عامہ (مہر و عزیزی) عطا فرمائی (اس وقت سے)
تمام امراء و غرباء۔ اور فقراء آپ کے معتقد ہیں اور اپنی مقصد برآری میں دعا
و توجہ و تعویذات وغیرہ میں آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ اور آپ کے قدموں
کی برکت سے برکات حاصل کرتے ہیں اور اپنے مسائل کا حل آپ کی کلید توجہ
ہمت سے وابستہ پاتے ہیں اور حضرت قبلہ خود بھی دوسروں کی مصالح کی خاطر
بذات خود شدت و کلفت اختیار فرماتے ہیں اور متعلقین کی حاجت برآری اور غرباء
کے ساتھ سلوک کرنے میں بے اختیار مال و دولت صرف کرتے ہیں اور تمام مخلصین
کی دینی و دنیوی آسائش میں قلباً اور قالباً کوشش فرماتے ہیں عطا اور بخشش انکی
جبلت ہے دنیاوی مال و متاع کی ان کی نگاہ میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے
بارہا فرمایا کہ اکثر اوقات خواب میں سیم و زر نجاست کی صورت میں مجھے نظر آتے ہیں۔ اور
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہاتھ اور میری آستین نجاست میں ملوث ہو گئے ہیں اور شدت
نفرت سے میرے پورے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اسی وقت
یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات ہونے والی ہیں اور پھر ایسا ہی ہوتا بھی ہے۔ اس سے
یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ مال و دولت درحقیقت نجاست کے سوا کچھ نہیں۔ اور
حضرت قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے لباس جبروت عطا فرمایا جس کے رعب و ہیبت سے
کسی کو آپ کے سامنے بجز ادب و تعظیم کے مجال سخن نہیں ہے اور نہ ہر شخص آپ کے
روبرو بے جھجک بات کر سکتا ہے

افادہ:۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ان کی ہمت جس چیز سے وابستہ ہوتی
ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔ اور واقعتاً تصرفات آفاقی حضرت قبلہ سے بکثرت
ہوئے اور جس کام کا قصد فرماتے ہیں وہ لوگوں کی نگاہ میں کیسا ہی سخت ہو
لیکن آپ کے حسب منشا ہوتا ہے اور اکثر عمل کا مور میں مثل عمل ختم خواجگان وغیرہ
کرتے ہیں تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خلاف پڑے۔ چنانچہ ایک بار اطراف بادیہ کے
ایک ظالم شخص نے ایک امیر کی بیٹی سے اسکی وفات کے بعد بغیر اس کے گھر والوں

اور اعزہ کے رضامندی کے شادی کرلی اور اس کا تمام مال واسباب از قسم نقد وجنس
جو بھی اسکے گھر میں تھا بالجبر لے گیا اور حد سے زائد اسکی بے حرمتی وبے عزتی کی۔ اس
لڑکی کے اعزہ نے اس سلسلہ میں حضرت قبلہ سے عرض کیا اور اپنی آتش اضطراب آپ سے
بیان کی ایسا کہ آپ کے قلب مبارک کو خود بھی بہت قلق وتکلیف ہوئی۔ اور جب اس
ظالم کا ظلم آپ پر ثابت ہوگیا تو آپ نے اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائی۔ اور
پھر تھوڑی دیر بعد ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اطمینان رکھو انشاء اللہ اس ظالم کو
اسکی سزا ملیگی۔ آپ کے اس فرمانے کے مطابق بہت دن نہ گذرے تھے کہ اس ظالم
شخص اور اس کے بھائیوں کے مابین دشمنی ہوگئی اور رفتہ رفتہ اس حد تک نوبت
پہونچ گئی کہ جنگ چھڑ گئی اور اس میں وہ مارا گیا۔ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ اس لڑکی کے ولی
اسکو وہ تمام اسباب خانگی کے جسطرح وہ لے گیا تھا لے آئے اور اس طرح ان سب
کو تشفی خاطر حاصل ہوگئی۔

افادہ:- حضرت اقدس نے متعدد بار فرمایا اور تجربہ بھی ہوا کہ جس کسی نے بھی
حضرت قبلہ کی خلاف مرضی کوئی کام کیا تو وہ ضرور مخذول وذلیل ہوا اور اس کا کام
زیر وبالا ہوگیا۔ چنانچہ ایک شخص کا جو آپ کے والد ماجد کے ساتھیوں میں سے تھا اپنے
بعض شرکاء سے جھگڑا ہوگیا۔ اس سلسلہ میں طرفین نے حضرت قبلہ کو حکم مقرر کیا اور وہ
مخلص بڑی منت سماجت کرکے آپکو اپنے گھر لے گیا اور اس قضیہ کا فیصلہ کرنیکی
استدعا کی آپنے فرمایا کہ اے فلاں مجھے دوستی کا پاس ہے اس لئے تمہارے لئے بہتر یہ کہ
(میں تمہاری خیر خواہی دیکھتا ہوں) کہ اس کا فیصلہ کسی دوسرے سے کروالو۔ اس نے
عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے آپنے فرمایا اسکی وجہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے
فیصلے سے تم خوش نہ ہوگے اور یہ چیز تمہاری تکلیف کا باعث ہوگی ہم نہیں چاہتے کہ اس سے
تمہیں کوئی تکلیف پہونچے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ہمارا گھر بار بھی دیدیں تب بھی ہمکو
قبول ہے ہم ہرگز عدول حکمی نہ کریں گے۔ آپ نے پھر وہی بات فرمائی اس نے پھر وہی
جواب دیا آخر آپنے فرمایا کہ تمکو اختیار ہے جو بات تھی وہ میں نے تم سے بتادی۔ اب تم جانو

اور تمہارا کام۔ پھر بہت بحث ومباحثہ کے بعد جو کچھ ازروئے شرع آپنے بہتر سمجھا
اس سلسلہ میں فیصلہ فرمایا۔ اور آپ کے اس فیصلہ پر اس مجلس میں موجود تمام لوگ بظاہر
اور طرفین راضی ہوگئے پھر وہ مجلس برخاست ہوگئی کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس شخص
کے احباب نے اس سلسلہ میں گفت وشنید کرکے اس کی طبیعت کو منحرف کرادیا۔ جب حضرت قبلہ
کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا جس کا مجھے پہلے سے اندیشہ تھا اور میں کہتا تھا ویسا ہی ظاہر
ہوا ماشاء اللہ کان۔ اور پھر تھوڑی ہی مدت نہ گذرنے پائی تھی کہ وہ ساری کی ساری مصالحت درہم برہم ہوگئی
اور ان میں باہمی معاملہ ہوا جس میں وہ شخص مع اپنے لڑکے اور رفقاء کے مارا گیا۔ نیز
اسی طرح حضرت قبلہ کے مخلصین میں سے ایک شخص نے مرضی مبارک کے خلاف غلط روش
اختیار کی جسکی وجہ سے آپ اس سے بہت بددل ہوگئے اور تھوڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ اس
کے سارے کام نہایت درہم برہم ہوگئے اور وہ ایک حادثہ میں زخمی ہوگیا اور وہ لوگ اسے
مردہ کی طرح اٹھا کر لے گئے اور افاقہ ہونے کے بعد اسکو قید کرلیا اور ایک مدت تک
اسے مقید وپابزنجیر رکھا پھر اس نے حضرت قبلہ کی خدمت میں بڑی توبہ ومنت
سماجت کروائی آپ نے اس کے حال زار پر شفقت وتوجہ فرمائی جس سے اس کو
رہائی حاصل ہوئی اور اس کے کام کو خوب فروغ ہوا پھر اسکو ایک ظالم وجابر شخص نے
ناحق قید کرکے قتل کردیا جس سے قلب مبارک کو نہایت صدمہ ہوا اور اس واقعہ
کو بہت دن نہ گذرے تھے کہ وہ ظالم بھی اسی طرح سے ہلاک ہوا جس کا لوگوں کو گمان
بھی نہ تھا۔ اور اس واقعہ سے بہت سے لوگوں کو عبرت حاصل ہوئی اور یہ جاننا چاہیے
کہ حضرت قبلہ کو جب کسی کی نسبت انقباض خاطر ہوتا ہے تو عادت شریفہ یہ ہے کہ کبھی اسکے
حق میں بددعا نہیں فرماتے لیکن آپ کا یہ خود دل پر اثر لئے رہنا (ہی) اس کے لئے موجب
وبال ہو جاتا ہے بلکہ ایسے کے واسطے ہی سکوت فرماتے ہیں۔ اور اپنا سا منہ [illegible]

افادہ:- حضرت اقدس نے بارہا فرمایا کہ وہ نہایت صائب الرائے ہیں اور حقیقتاً
اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات مجمع کمالات کو عقل معاش کے ساتھ ساتھ عقل معاد بھی
بدرجہ کمال عطا فرمائی ہے کہ باوجود اسکے مہمات دنیوی میں غور وخوض سے تمہاری نظر

رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس قسم کے امور دوسروں کے سپرد فرمادیتے ہیں لیکن
جو تدبیر اور رائے آپ کی ہوتی ہے وہی سب سے بہتر اور صائب ہوتی ہے

اس دور میں عبادات وریاضات میں متقدمین مشائخ کی یادگار ہیں۔
تقریباً چالیس سال سے باوجود ضعف ونقاہت کے بجز ایام ممنوعہ افطار نہیں فرمایا
وہ بھی قطرۂ آب سے۔ اور خواہ سفر ہو یا حضر صحت کی حالت ہو یا بیماری کی قیام لیل
کبھی فوت نہیں ہوتا اور اوقات کو منضبط ومعمور رکھنے کے بہت پابند ہیں ایسا کہ
اس سے بہتر ممکن نہیں ہے ان کا وقت یا تو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی تدریس
میں صرف ہوتا ہے یا اوراد ووظائف میں لیکن اوقات مراقبہ میں ان سے کوئی فتور
نہیں پڑتا عام مجلسوں میں بھی خلوت در انجمن کے شغل کے پابند ہیں کہ باوجود آمدو
رووند کی کثرت کے مذکورہ امور پر مکمل پابندی اور پورا اہتمام رکھتے ہیں اور اسی
ضمن میں لوگوں کے مطالب ومقاصد بھی ادا فرماتے ہیں اور بیشتر اوقات ساکت و
صامت رہتے ہیں اگر بات کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تو بہت مختصر بات کرتے ہیں
اور کبھی کبھی تصوف کا درس مثل فصوص شیخ اکبر اور مثنوی مولانا رومؒ بھی دیتے ہیں
اور حقائق ومعارف اور وحدت الوجود کے بیان میں محققانہ ذوق ومذاق رکھتے
ہیں ایسا کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کوئی مخالفت نہیں رہتی ہے۔ اور
خلاف شرع صوفیوں سے نفرت عظیم رکھتے ہیں ۱۳۸۲ھ میں حضرت اقدس کی رفاقت
میں حج کے لئے تشریف لے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں اور چار ماہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا
دو حج ادا کئے اور ۱۳۸۳ھ میں واپس وطن تشریف لائے۔ الحاصل ان کا وجود باجود
آیۃ من اللہ ہے

افادہ:- مخدومی شاہ اہل اللہ سلمہ اللہ برادر خورد حضرت اقدس نے ذہن کے
کمالات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت قبلہ کو اپنے سامنے دیکھا کہ آپ کی
جبین مبارک سے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک نور ساطع نکل رہا ہے جس
[illegible] بہت ذات آپ کی جبین مبارک سے ظاہر ہوئی۔ [illegible]

ساعت میں اسکے مشاہدہ میں محو رہا پھر وہ نور میری نظروں سے غائب ہوگیا

افادہ:- حقائق آگاہ شاہ نور اللہ نے قصبۂ بڈھانہ سے جو تھوڑے عرصے سے انکا
مسکن ہے بندہ کاتب حروف کو لکھا کہ قریب وقت صبح میں حالت نیم خوابی میں تھا کہ
مجھے ٹھنڈک معلوم ہوئی چاہا کہ چادر اوڑھوں لیکن بوجہ کاہلی اس میں دیر ہوئی۔
میں نے دیکھا کہ حضرت قبلہ آئے اور چادر میرے اوپر ڈال دی اس طرح ٹھنڈک کی
تکلیف ختم ہوگئی اور بدن گرم ہوگیا اور میں آرام سے سوگیا اور یہ گرمی صبح تک باقی رہی
اور اسوقت یہ افاضہ فرمایا کہ نسبت عشق توحید آمیز ایسی ہو کہ وہ شعور میں حاضر
وموجود رہے اور ماضی ومستقبل کو بھول جائے اور یہ القاء ہوا کہ صوفی ابن الحال کے
یہی معنی ہیں اس آگہی سے عجیب لذت حاصل ہوئی علی الصباح حضرت قبلہ کا والا نامہ
مجھے موصول ہوا۔

افادہ:- نیز شاہ صاحب نے بیان فرمایا کہ جب میں نے حضرت قبلہ سے توسلاً
پڑھکر شاہجہاں آباد جانے کا ارادہ کیا تو شب میں آپ سے اپنا ارادہ بیان کیا
فرمایا بہتر ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ سورہ واقعہ بعد نماز مغرب وعشاء پڑھ لیا
کرو انشاء اللہ اس کے ورد کی برکت سے کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوگے مجھے اسی وقت
یقین ہوگیا کہ آپ نے جو فرمایا وہ محض از روئے وجدان ہے ورنہ اسوقت اسکا
کوئی موقع اور ذکر نہ تھا اور نہ میرے دل میں اس کا خیال ہی تھا بہر حال آپکے
فرمانے کے بموجب میں نے اسکو اختیار کرلیا (پابندی کرلی) اور اس وقت سے (لیکر)
اب تک تیس سال سے اوپر ہوچکے ہیں کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک

افادہ:- میرے بیٹے صاحبزادے عبدالرحمٰن نے اللہ ان کو مقام احسان عطا
فرمائے اور حلاوت عرفان کا ذائقہ نصیب کرے ۲۱ ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ کو مبشرہ میں
دیکھا کہ ایک دیگر مکان ہے جس میں حضرت قبلہ اور بندہ کاتب حروف اور فرزند مذکور
جا رہے ہیں حضرت قبلہ نے اس سے فرمایا کہ آگے آگے چلو یہاں تک کہ ایک وسیع میدان
تک پہنچے جہاں بڑے بڑے تجھے نصیب ہیں اور دو لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس مقام [illegible]

تشریف فرما ہیں جب اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ چند لوگ دروازہ پر بیٹھے ہیں حضرت قبلہ
نے ان سے اس مکان میں داخلہ کی اجازت چاہی دربانانِ مذکور نے اجازت دی
ہم شہر کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ ایک مجلس عظیم منعقد ہے اور بکثرت لوگ جمع ہیں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے ہیں آپ کی ریش مبارک
سیاہ ہے اور روئے انور پر بڑھے تلے لگی ہیں۔ اور چادر مبارک کو بطور اضطباع[۱] دوش مبارک
پر ڈالے ہوئے ہیں حضرت قبلہ نے آگے بڑھ کر بتعظیم سلام عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ خطبہ چھوڑ کر
منبر سے نیچے اترے اور دو تین قدم آگے بڑھے اور حضرت قبلہ نے بکمال انقیاد و عقیدت
و خضوع آپ کے قدمہائے مبارک پر سر رکھدیا آنحضرت ﷺ نے ان کو اٹھا کر گلے لگا لیا
پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے میں مشغول ہو گئے اور خطبہ سے فراغت کے بعد
منبر سے اترے۔ راقم کہتا ہے کہ منبر کے نیچے اس فقیر کاتب حروف کو شرف بغل گیری
سے مشرف فرمایا (معانقہ فرمایا) اور راقم نے شرفِ قدمبوسی حاصل کیا۔ پھر جب
مجلس میں تشریف فرما ہوئے تو ایک خوان لایا گیا جس میں ایک سفید دستار بہت بڑی
اور ایک پرانا پیوند لگا ہوا لباس رکھا ہوا تھا آپ نے حضرت قبلہ کو حکم دیا کہ اس
دستار کو اپنے سر پر باندھو۔ وہ کھڑے ہوئے اور اپنے سر پر باندھ لیا اس کے بعد
اس چادر کو اوڑھنے کا حکم دیا اسکو بھی انھوں نے اوڑھ لیا پھر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دستار میری ہے اور یہ چادر ابراہیمؑ کی۔ راقم کہتا ہے کہ جب
اس جگہ کھڑے ہوئے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے ہم کو حضرت قبلہ کی
طرف اشارہ فرمایا اسوقت میرے دل میں آیا کہ شاید آپ ہم کو حضرت قبلہ کی قدمبوسی
کا اشارہ فرما رہے ہیں پس میں اسیوقت حضرت قبلہ سے قدمبوس ہوا لیکن یہ شک رہا
کہ آپ کے اشارہ کا مطلب ان کی قدمبوسی تھی یا ان کی بیعت کا اشارہ تھا بعد ازاں
اس مجلس سے باہر نکلے اور لوگوں نے ہر طرف سے ہجوم کرلیا اور ہر شخص کوئی چیز طلب کرنے لگا

---

[۱] چادر کو بغل کے نیچے سے لاکر کندھے پر ڈالنا۔

جس طرح کسی بادشاہ کے ملازمین و خدمتگار انعام کی درخواست کرتے ہیں جاننا چاہیئے کہ
اس حدیث شریف[۱] من رآنی فقد رأی الحق ومن لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قیل
یا رسول اللہ وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المومن او یری لہ
کے مطابق اس قسم کے مبشرات کو مناقب عظیمہ میں شمار کر سکتے ہیں

افادہ: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال
جہاں آراسے خواب میں مشرف ہوا آپ نے مجھے بہت سی مٹھائی عطا فرمائی میں نے
انہیں سے بہت سی مٹھائی لیکر کھالی اور وہ بوجہ زیادتی میرے اطراف دہن سے
بہنے لگی اور میں اسکو فرطِ ذوق سے کھانے لگا اور بقیہ خوان سر پر رکھ کر لوگوں میں
تقسیم کردی

افادۂ دیگر: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ
نے اپنی پشت مبارک کو میرے سر سے ٹیک لگا کر میرے سر کو اپنا تکیہ بنایا اور اپنا
پورا بوجھ (وزن) اسپر ڈال کر آرام سے بیٹھ گئے اور میں نے اس حالت میں اپنے
سر کو بغایت ادب خفیف سی جنبش بھی نہ دی کہ مبادا آپ کے آرام میں خلل پڑے)
اور شدت ذوق کی حالت مجھ پر طاری تھی

افادۂ دیگر: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں آپ کے دہن مبارک کے اندر بیٹھا ہوا ہوں
انہیں ایام میں میرے ماموں شیخ بدر الحق نے مجھے لوگوں کو وعظ کہنے کا حکم فرمایا میں نے
ان کی فرمائش پر ضرورتاً مشکوٰۃ اور تنبیہ الغافلین کے مضامین کا لوگوں کو وعظ دیا
اس سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی تعبیر یہی تھی

افادۂ دیگر: حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مکان

---

[۱] جس نے مجھکو دیکھا اس نے یقیناً اللہ کو دیکھا اور نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہ رہیگی سو مبشرات
کے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا خواب جسکو مومن دیکھتا ہے
یا اسکو دکھایا جائے۔

نہایت بلندی پر بنا ہوا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ آنحضرت ؐ کا ہے میں اسکے اندر
داخل ہوا دیکھا دو چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک پر آنحضرت ؐ کا سر
اور ریش مبارک نظر آرہی ہے معلوم ہو رہا تھا کہ ایک نور ہے جو اس پر بنا دیا گیا
ہے اور جو دوسری چارپائی ہے وہ خالی ہے اور اس مکان میں عمدۃ العارفین [illegible]
ولی اللہ کو بھی میں نے دیکھا پس لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے پھر میں چونک پڑا

افادۂ دیگر :- ایک بار رمضان کی ستائیسویں شب کو آنحضرت اعتکاف کی
حالت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ میں ملائکہ کو دیکھ رہا ہوں
کہ وہ حلقۂ ذکر میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان سے آجا رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ
آج شب قدر ہے اور واقعتاً اس رات ایک عجیب نورانیت اور انشراح تھا

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے ایک بار ماہ رمضان میں فرمایا کہ اس ماہ شب قدر
کے بعض آثار تیرھویں شب ہی معلوم ہوئے واللہ اعلم

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے ایک بار رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں
اعتکاف فرمایا اور فرمایا کہ جب میں ستائیسویں شب کو تہجد کے وقت اٹھا اور
وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوا اس وقت اچانک اپنی حقیقت کو سجدہ ریز
پایا اور نیز مسجد کو سجدہ ریز دیکھا اس وقت یہ معلوم ہوا کہ آج شب قدر ہے

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ ایک بار ماہ رمضان [illegible] کے عشرۂ اخیرہ
میں اعتکاف میں تھے فرمایا کہ طاق راتوں میں جب پچیسویں رات ہوئی میں نماز
تراویح میں تھا ناگاہ میرے قلب میں یہ الہام ہوا کہ آج شب قدر ہے لیکن اس وقت
شب قدر کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوئے جب میں نماز اور اوراد و وظائف سے
فارغ ہوا تو مجھے نیند نے آلیا یہاں تک تہجد کا وقت آگیا۔ اچانک میری آنکھ کھل
گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حجابات اٹھے ہوئے ہیں میں نے وہاں سے دور عرش تک تمام

بعض دوستوں کو بیدار کیا اور مسجد سے باہر آکر اس کے صحن میں کھڑا ہوگیا جس جگہ پر
نگاہ ڈالتا تھا اسکو نور ذات میں فانی پاتا تھا اور میں نے اس بات کا بچشم ظاہر
مشاہدہ کیا ذہنی طور پر اسی وقت میں نے وضو کیا اور نماز تہجد پڑھی اور دعا
مانگی اور اسوقت تک یہ بات جلوہ گر اور مشہود تھی جب ایک ساعت اسی میں گزر
گئی اور میں اپنے اوراد میں مشغول ہوگیا تب وہ آثار غائب ہوگئے

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار ایک شخص نے فوج جمع کر کے بغلان
پر چڑھائی کردی اور تمام مویشی ہنکا لے گیا بعض برادران وطن ان مویشیوں کو چھڑانے
کیلئے اس کے پاس گئے اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ اس ظالم نے ان سب کو قید کر لیا ہے اور
وہ پھر دوبارہ کثیر فوج لے کر لوٹ مار کریگا اس خبر وحشت اثر سے تمام اہل قصبہ پریشان
اور مضطرب ہوئے اور یہ قصہ حضرت مرشدی قبلہ گاہی کے حضور میں عرض کیا۔
حضرت قبلہ گاہی نے وقت عشاء فرمایا کہ اس آفت و مصیبت کے دفعیہ کیلئے تمام
لوگ نماز استخارہ پڑھکر ختم خواجگان پڑھیں ہم نے آپ کے فرمانے کے مطابق
اٹھ کر وضو کیا اور نماز شروع کی اثناء نماز میں نے دیکھا کہ قصبہ کے چاروں سمت
بہت مضبوط و مستحکم دیوار کھنچی ہے جس میں کوئی آمد و رفت کا راستہ نہیں ہے۔ نماز
سے فراغت کے بعد اس واقعہ کو حضرت قبلہ گاہی سے عرض کیا فرمایا کہ اب اطمینان
ہوگیا اور یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اس قصبہ کی شامل حال ہے۔
چنانچہ صبح کو وہ تمام لوگ جو گئے تھے صحیح سلامت واپس آگئے اور اس
ظالم نے پھر قابو نہ پایا

افادۂ دیگر :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک بار میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا
جب ۲۹ رمضان ہوئی اور لوگ رویت ہلال کے منتظر ہوئے اور لوگوں کو
گمان غالب تھا کہ آج چاند ہوگا اسی دن میں عصر کے وقت ایک ضرورت سے
اعتکاف سے باہر آیا۔ ایک بزرگ کو دیکھا کہ میرے سامنے آئے اور کہا کہ آج
چاند نہیں ہے میں نے یہ واقعہ اپنے دوستوں سے بیان کیا پھر ہر چند لوگوں نے تفتیش کی

بیسکر مجھ پر اسی کیفیت کے تاثر میں محو رہا۔

افادہ ۱ :- ایک روز حضرت قبلہ امام ناصر الدین رضی اللہ عنہ کے مرقد اطہر کی زیارت کو قصبہ سونی پت تشریف لے گئے اور ان کی قبر منور کے قریب مراقب ہوئے جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ ان کی روح مبارک مثل آفتاب کے ہے جس کی شعاعیں اطراف و جوانب سے منعکس ہو رہی ہے۔

افادہ :- حضرت قبلہ کو ایک بار ایک سخت مرض لاحق ہوا ان ایام میں آپ فرماتے تھے کہ ارواح کا اتنا ازدحام ہے اور میرے ساتھ وہ اس طرح اختلاط کر رہے ہیں کہ منہ۔ ہاتھ۔ بغل غرضیکہ ہر جگہ انہیں پا رہا ہوں جو بظاہر اعمال و ادوار کے ہوتی ہیں یک رات دن انھیں سے مناسبت ہے اور انھیں سے سلام و کلام ہے۔

افادہ :- انھیں ایام مرض میں جب اس شدت مرض سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ کیا کوئی گانے والا موجود ہے جو مجھے گانا سنائے (اس وقت) ایک گانے والا حاضر ہوا اور آپ کے حکم سے اس نے گانا شروع کیا اسی اثنا میں اس فقیر سے فرمایا کہ عالم ناسوت سے انقطاع کلی ہو گیا ہے۔ گویا یہ عالم ایک عالم وہم و خیال تھا جو غائب ہو گیا یا ایک خواب تھا جو فراموش ہو گیا۔ پھر دوسرے وقت اس فقیر نے عرض کیا کہ عالم ناسوت سے جب اس حد تک انقطاع ہو گیا تو پھر نسبت کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نسبت کیا معنی "ہمہ اوست"۔ فقیر نے عرض کیا کہ کیا یہی مراد ہے۔ بس آپ پر ایک جوش و خروش کی کیفیت طاری ہوئی ایک نعرہ مارا اور فرمایا کہ "ہمہ اوست" "ہمہ از اوست"۔ بلکہ فقط ایک چیز ہے یعنی وحدت صرف ہے اور بس۔

افادہ :- حضرت قبلہ جب حج کو تشریف لے گئے ماہ رمضان میں مکہ معظمہ میں دو دن شب کو بیدار رہ یا عمرہ ادا فرماتے اور مبارک راتوں میں ساری ساری رات بیدار رہتے تھے اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے اور عشرہ اخیرہ میں مسجد حرام میں مواجہ شریفہ میں بیت اللہ میں اعتکاف فرمایا اور ان دنوں میں جبکہ آپ عین تندرستی

اور بڑی کاوشیں کیں لیکن نہ چاند دکھائی دیا اور نہ کہیں سے چاند کی اطلاع آئی۔

افادہ دیگر :- ان ایام میں جب مغلیہ افواج سادات کے مقابلہ کو نکلیں اور بچھرایوں کے قریب پڑاؤ ڈال کر محاصرہ کیا اور سادات کی فوج بھی قصبہ کے دوسری سمت خیمہ زن ہوئی اور میدان جنگ کے لئے یہ قصبہ مقرر ہوا اس کی وجہ سے قتل و غارت گری کے خوف سے لوگوں کے دلوں پر ایک اضطراب عظیم طاری تھا کہ اس آفت کبریٰ سے کس طرح نجات ہوگی۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں ایک روز مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک پرندہ مولے کے مشابہ مسجد کے دروازے پر آ کر میرے مقابل بیٹھ گیا اور میری جانب رخ کر کے دو تین بار کہا کہ دفع ہو گئی، دفع ہو گئی (اس سے) یہ معلوم ہوا کہ اس قصبہ سے آفت کے دفعیہ کی خبر دے رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ویسا ہی ظہور بھی ہوا کہ باوجود اس کے کہ معرکہ عظیم قصبہ کے قریب ہی ہوا اور ایک عام قتل ہوا اور ملک غارت گری کا شکار ہوا لیکن یہ قصبہ بہمہ وجوہ محفوظ رہا۔

افادہ دیگر :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نصف شب کے بعد میں ایک ورد کا پابند تھا ایک رات اتفاق سے مجھے نیند آ گئی اور اس ورد کا وقت نکل گیا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ ارواح ہجوم کئے ہوئے ہیں اور ان کی اس قدر کثرت ہے کہ میرے لئے وہ جگہ تنگ ہو گئی ہے میں اٹھا اور اس وظیفہ میں مشغول ہو گیا اور وہ بدستور ہجوم کئے رہے یہاں تک کہ میں قرأت وظیفے سے فارغ ہو گیا۔

افادہ دیگر :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک رات میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھ رہا تھا ناگاہ اس کلمہ کی حقیقت کے نور کا شعلہ جو تجلی حق تعالیٰ ہے بصورت غبار ظاہر ہوا میں دیکھ رہا تھا کہ جب وہ زور و جوش مارتا ہے تو نفس کے پندار کی ظلمت غائب ہو جاتی ہے اور جب وہ شعلہ فرو ہو جاتا ہے تو وہ ظلمت بخار زمین کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ پھر جب وہ شعلہ جوش مارتا ہے تو وہ صورت دخانیہ نابود و معدوم ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں دل بہ نہایت طلب اسے ڈھونڈھتا تھا اور نہیں پاتا تھا تہجد کے وقت سے

میں قیام پذیر تھے اکثر اوقات حدیث شریف کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے چنانچہ
اس دوران تمام صحاح ستہ اور مسند دارمی اور موطا امام مالک اور مشکوٰۃ شریف
کو بغور و خوض تلاوت فرمایا اور بکثرت کلام پاک ختم کئے ۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ عرفات میں ان تمام مخلصین کے حق میں جو حضرت
قبلہ گاہی قدس سرہٗ کے مرید ہیں اور وہ لوگ جو ہم سے رابطہ رکھتے ہیں ہر ایک کیلئے
علیحدہ علیحدہ دعا کی ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی امید ہے کہ وہ قبول ہوئی
اور اکثر دوستوں کی طرف سے طواف بیت اللہ اور مسجد حرام اور مسجد نبوی علی صاحبہا
الصلوات والتسلیمات میں نمازیں ادا کیں اللہ تعالیٰ کے کرم سے اسکی قوی امید ہے
کہ اس کے فوائد ان کو حاصل ہوں گے ۔

افادہ :- حضرت قبلہ مکہ معظمہ میں قیام کے دوران شب کے وقت بکثرت طواف
کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں اکثر اوقات طواف کعبہ کے دوران حقیقت کعبہ
کو دیکھتا ہوں کہ میری طرف متوجہ اور نگراں ہے اور جب حجر اسود سے ہاتھ لگا کر
اور اسے بوسہ دیتا ہوں تو یہ نظر آتا ہے کہ وہی حقیقت میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب
کھینچ رہی ہے ۔ اور جب اپنے سینہ کو ملتزم سے ملاتا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میری
حقیقت بیت اللہ کی حقیقت میں پیوست اور جذب ہو کر فنا ہو گئی ہے ۔

افادہ :- حضرت قبلہ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور مزار اقدس کی زیارت سے
مشرف ہوئے ۔ فرمایا کہ میں اکثر اوقات جب مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہوتا
تو دیکھتا ہوں کہ درمیان سے حجابات اٹھ گئے ہیں اور اپنے کو حجرہ شریف میں پاتا ہوں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ بنہایت شفقت مجھکو اپنے سینہ
گنجینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور جسطرح ماں بچوں کو وفور شفقت و محبت سے لپٹا لیتی ہے
اسی طرح پیار و محبت کا برتاؤ فرما رہے ہیں ۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اس دوران جب میں مدینہ منورہ میں تھا
اوقات آنحضرت ﷺ کے مواجہ شریف میں بعض دوستوں کیلئے سفارش اور دعا کی

اور اس حالت میں بعض دوستوں کی حقیقت کو اپنے قریب دیکھتا تھا لیکن ان میں سے
ایک شخص کو دیکھتا تھا کہ وہ محجوب ہے اور گویا مواجہ شریف سے میری پشت پر
چھپ رہا ہے اور متعدد بار یہ بات ظاہر ہوئی اور اسکی وجہ سے متفکر ہوا ہر چند
غور کیا لیکن وجہ سمجھ میں نہ آئی اور معلوم نہ ہو سکی ، آخر جب وطن پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ
شخص ان دنوں بری حرکتوں میں مبتلا ہو گیا تھا اس بات سے واضح ہو گیا کہ اس کی
محجوبیت کا یہی راز تھا ۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے بندہ کاتب حروف سے اپنے ابتدائے سلوک کا یہ واقعہ
بیان فرمایا کہ پہلے حضرت مرشدی والد ماجد قدس سرہٗ نے اسم ذات (اللہ) کا تصور
قلب صنوبری پر نقش کرنے کی تعلیم دی اور اس پر اسم مذکور کی ضرب سانس کی آمد و رفت
کے ساتھ مع اس نقش کے معائنہ و ملاحظہ کے تعلیم فرمائی ۔ آپ کے حسب الحکم میں نے اسکے
عمل پر مزاولت کی (مشق) ، اور مداومت حاصل کر لی (اس کا پابند ہو گیا) لیکن
کسی قسم کی کوئی کیفیت ظاہر نہ ہوئی پھر آپ نے شغل نفی و اثبات اس طریقہ سے جو
اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کا معمول ہے تعلیم فرمائے ۔ آپ کے تعلیم فرماتے ہی
نفی کی صورت ظاہر ہوئی پھر تھوڑے عرصہ بعد مجھے اعتکاف میں بٹھایا اور خود بھی
معتکف ہوئے اور بار بار مجھ پر توجہ فرمائی ان ایام میں صورت اثبات (الا اللہ)
نور محیط کے رنگ میں جلوہ گر ہوئی اور پھر دوسرے اعتکاف میں شغل اسم ذات
با اسم متکلم یعنی پہلے تقدیم اسم متکلم اور دوبارہ اس کے برعکس اس طرح پر کہ اسم متکلم
اسم ذات کے نیچے مغلوب ہو جائے یعنی بجائے اسم متکلم اسم ذات تعبیر کیا جائے ۔ اور اسکا
معائنہ زیر ناف تعلیم فرمایا ۔ میں نے شغل مذکور کو اختیار کیا یہاں تک کہ اس کے فوائد
ظاہر ہوئے اگرچہ طبیعت اس کیفیت کی مغلوب نہ ہوئی لیکن دل ان تمام کیفیات
سے ہستی صرف (یعنی وجود ذات واحد) سے متعلق ہو گیا بعد ازاں ارشاد فرمایا
کہ ایک بزرگ نے کہا ہے کہ وہ بغیر اس کے کچھ نہیں ہوتا یعنی ہمہ اوست کے ملاحظہ
اور دید کے بغیر کشود نہیں ہوتا ۔ پس میں اسی شغل میں منہمک اور مشغول ہو گیا ۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے تمام اشیاء نگاہ سے غائب ہوجاتی تھیں۔ پھر فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس بات کا معائنہ و ملاحظہ حق و اثبات کے ساتھ بہتر ہے اور اسکو بارہا آزمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں جب حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اللہ اول اللہ آخر اللہ ظاہر اللہ باطن اللہ محیط کا شغل تلقین فرمایا۔ بفضلہٖ ان تمام اشغال کے دفعات ظاہر ہوئے (فوائد حاصل ہوئے)۔ اور فرمایا کہ دوسرے سلسلہ کے اشغال کی بھی اسی طرح اجازت ملی ہے اور دونوں حضرات نے بھی ایسا ہی فرمایا۔ اور فقیر کاتب حروف سے فرمایا کہ دوسرے سلاسل کے اشغال جو رسالہ نجشیہ میں لکھے ہوئے ہیں ان پر بھی تھوڑے دن عمل کرنا چاہیے تاکہ اگر کسی کو تعلیم دو تو با اثر ہو۔ اور فرمایا کہ میں نے اعمال میں سے ایک عمل سورہ مزمل کا اکتالیس مرتبہ بعد غسل ایک پیر سے کھڑے ہوکر اور دوسرے پیر کی جگہ عصا بغل میں رکھ کر کیا اور اسکی اجازت کی سند (بھی) حضرت شیخ بزرگ قدس سرہ سے مجھے ہوگئی۔ اور ان کو شاہ ارزانی سے جو دعوات کے عالم تھے۔ اور سورہ یٰسین کا عمل سات بار روزانہ میرے ورد میں ہے اور اسکی متعدد طریقوں سے اجازت حاصل ہوئی ہے اور مشاہدہ کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اسکے ختم کلاں کا طریقہ ستر مرتبہ روزانہ ورد رکھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ اسم یا بدیع العجائب بالخیر کا ختم کئی بار باشرائط کیا ہے اور ان سے برکات حاصل ہوئی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسم یا باسط کا نقش دو پانی ستر دن رنگ میں نے لکھا ہے۔ اور اس اسم کو سید صاحب سے اجازت دی گئی ہے باشرائط پڑھتا ہوں۔ اور حضرت قبلہ دعائے حرز یمانی موسوم بہ دعائے سیفی کو روزانہ تین وقت یعنی اشراق، ظہر اور عشاء پڑھا کرتے تھے۔ غرضکہ ان تمام اعمال و اشغال وغیرہ کو بالتفصیل بیان فرما کر بندہ کاتب حروف کو اجازت عطا فرمائی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

بھی ہوا ان کے نزدیک تھے اور اعمال و دعوات میں ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔

افادہ :- حضرت قبلہ ایک بار اعتکاف میں تھے فرمایا کہ ان ایام میں تین شبانہ روز ایسے گزرے کہ جب بھی اپنے کو تلاش کرتا تھا نہ ملتا تھا بڑی تلاش جستجو سے ایک چیز حاصل ہوگئی۔

افادہ :- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں بیدار ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میرا ہاتھ چارپائی کے نیچے آویزاں ہے اور اس سے ذکر جاری ہے اور وہ بے اختیار حرکت وجدیہ کر رہا ہے اور اس حرکت و گردش کی وجہ سے قد سے طول و عریض ہوتا جاتا ہے بالآخر وہ اتنا لمبا چوڑا ہوگیا کہ پورا حجرہ جسمیں لیٹا ہوا تھا اس کے لئے چھوٹا پڑگیا پھر بتدریج ذکر اس سے کم ہونے لگا اور اس حرکت کے مطابق آہستہ آہستہ ہاتھ بھی ساکن ہوگیا اور اس کا وجود بھی چھوٹا ہوتا گیا یہاں تک کہ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

افادہ :- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ میں ایک بار حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا اور لوگوں کی آمد و رفت بند کئے ہوئے تھا۔ انہیں ایام میں ایک وقت میں خواب سے بیدار ہوا، بچشم ظاہر دیکھا کہ حجرہ کی دیوار کا حجاب درمیان سے اٹھا ہوا ہے۔ دیوار کی پشت پر تمام لوگ نظر آرہے ہیں۔ اس وقت میں نے خود سے کہا کہ تو لوگوں سے خلوت اختیار کرکے یہاں تنہا بیٹھا تھا اب وہ سب حجاب ختم ہوگیا اور اب تو یہ خلوت مکمل جلوت ہوگئی۔ اسی اثناء میں اس مکان میں جسمیں میں بیٹھا ہوا تھا نظر پڑی ہر ہر ذرہ میں کل عالم نظر آرہا تھا۔ اپنی طرف نظر کی تو تمام ذرات عالم اور موجودات کو اپنے میں پایا۔ اور تمام عالم کا اپنے مراتب وجود کے ہر جز میں مشاہدہ کیا۔ اس قصہ کے خاص الفاظ کاتب حروف کے ذہن سے محو ہوگئے لیکن مطلب یہی تھا جو لکھا گیا ہی تھا۔

افادہ :- حضرت قبلہ ایک بار حجرہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک عجیب حالت طاری ہوئی کل عالم کا قیام اپنے سے پایا اور اپنی حقیقت کو تمام ذرات عالم کا قیوم دیکھا۔ اس حالت کو اپنے والد بزرگوار سے بیان کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا کہ یہ تجلی ذات ہے

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی ہستی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا
اور یہی وحدت کی دید ہے اور اگر کبھی اشیاء کا وجود و نمود رہتا بھی ہے تو وہ ایسا
جیسے کوئی شخص خواب میں کچھ دیکھتا ہے پھر جاگنے کے بعد ان خوابوں کی صورتوں
کو (تصور منامیہ کو) ملاحظہ کرتا ہے اس ملاحظہ کے دوران معلوم ہوتا ہے کہ ان کا
خارج میں کوئی حصہ نہیں ہے کثرت در وحدت کا شہود بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ قرآن عظیم کے ساتھ ایک عجیب ذوق و نسبت
حاصل ہوئی اور ایسا کہ کسی کو سماع میں دلکش نغموں سے بھی وہ سرور و انبساط
حاصل نہیں ہوتا جو ہم کو قرآن سننے میں حاصل ہوا اگر رات و دن اسی میں گزر
جائیں تب بھی سیری نہ ہو اور میں نے اپنی حقیقت کو قرآن کی حقیقت میں منحصر
پایا۔

افادہ :- ایک بار رمضان المبارک میں حضرت قبلہ کی خدمت میں بہ دوام
قرآن عظیم پڑھنے کا شرف حاصل کر رہا تھا اسی اثناء میں حضرت قبلہ نے اس فقیر
کی طرف متوجہ ہو کر دو تین بار یہ آیت تلاوت فرمائی فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ
نَذِيرٌ مُبِينٌ۔ پس یہی گھڑی میرے لئے گویا راہ خدا کے سلوک کا تخم شوق ہو گیا اور اسی
وقت سے اپنے میں انجذاب پانے لگا۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ طریقت میں اوّل ذکر ہے خواہ زبانی
ہو یا قلبی۔ اور سالک کو اس وقت سوائے تلفظ کے ذکر سے کوئی حظ نہیں ہے
(یعنی سالک کا کام صرف ذکر کرنا ہے) اور نہ وہ ذوق۔ دل اسے متاثر ہوتا ہے سوائے
اس کے کہ یہ شخص تلفظ بہ ذکر ہے اور دوسرے نہیں ہیں۔ اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ
ذاکر کا دل ذکر سے آرام پاتا ہے اور اس لفظ سے ایک حظ اور لذت و انس پاتا ہے
یہاں تک کہ جب وہ اس سے منقطع ہو جائے تو وہ متالم و ملول ہو (اسکے بعد)
یہ ہوتا ہے کہ شوق مذکور پیدا ہوتا ہے اور وہ لذت و آرام جو اس سے قبل ذکر
سے حاصل ہوتا تھا اب سیر قرار نہیں ہوتا (یعنی شوق بڑھتا ہے) اور دل

[illegible]

اس سے مطلق نہیں ہوتا اور بمنزلہ خیال ضعیف کے ایک چیز اپنے میں پاتا ہے۔
اور جب اس کا وجدان قوی تر ہو جاتا ہے تو معروض شہود کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے
بعد ازاں اس میں شہود کے ساتھ ایک بساطت ادراک کرتا ہے اور تدریجاً اس میں
وسعت پیدا کرتا ہے اور اس وقت ھو کے معنی ہر جگہ اسکا نصب العین ہو چکے ہیں اور سالک
کی انانیت اب بھی اپنی جگہ پر رہتی ہے لیکن ضعیف بمنزلہ خیال کے۔ بعد ازاں
اس معنی کا شہود اور زائد غالب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس درجہ پر فائز ہو جاتا
ہے جہاں بے تکلف اسے اَنْتَ سے مخاطب کر سکتے ہیں۔ اس حالت میں بھی
انانیت باقی رہتی ہے لیکن شہود تمام حاصل ہو جاتا ہے۔ بعدہٗ اس شہود میں سالک
کی انانیت فنا (نیست) ہو جاتی ہے اور ہمہ اوست کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے
اور بغیر مدرک کے صرف ادراک باقی رہ جاتا ہے۔ بعد ازاں ہستی صرف تجلی فرماتی ہے
اور اس کے تجلی فرماتے ہیں۔ اس مقام میں اَنَا اَنْتَ اور ھُوَ سب گم ہو جاتے
ہیں اور ہستی صرف کی حقیقت اور وجود بحت رہ جاتا ہے اور بس یہاں اور یہ سب
توحید حقیقی کے حاصل ہونے کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔

افادہ :- حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ قلب کی بصیرت جب بصارت میں
سرایت کرتی ہے تو سالک کہتا ہے کہ میں خدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں
اسی طرح وہ بصیرت کان ہاتھ اور تمام اعضاء میں جاری و ساری ہو جاتی ہے
پس اس بناء پر کسی کا یہ کہنا کہ میں خدا کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ دیکھ رہا ہوں اسکی یہی
توجیہ ہے۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں شغل نفی و اثبات
اس طرح ہے کہ پہلے لا کو ناف سے کھینچ کر داہنے سینے کی طرف سے ذرا بلند اوپر
لے جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اِلَّا اللّٰہ کی دل پر ضرب لگاتے ہیں اور اس میں شوق
کرتے ہیں۔ آگاہی بھی اسی طریقہ سے ظہور کرتی ہے کہ نفی کی کیفیت پیچھے سے اور
ظہور کر کے سب احاطہ کر لیتی ہے اور ہستی حق کا ظہور اوپر سے غلبہ پا کر سالک کی

حقیقت کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے گویا ایک چیز ہے جو ظاہر سے باطن کیطرف جاری
اور یادداشت میں ایک اسم جو قلب کے اندر سے اسم ذات کو کھینچکر ایسی آواز
پیدا کرے جیسی تانبے کے برتن کی آواز نکلتی ہے، رکھتا ہے، اور اس آواز کی
محافظت کرتے ہیں جس طرح شجرۂ احمدیہ[1] میں مقرر ہے۔ آگاہی اس صورت
سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو باطن سے ظاہر بدن اور فوق کی جانب ہوتی ہے۔
جس طرح شیخ المشائخ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ نے بھی اسی بات
کیطرف اشارہ فرمایا ہے کہ ان کے جذبہ کی نسبت کا ظہور بدن پر بھی ظاہر ہوتا
ہے لیکن وہ نیچے سے اوپر کی طرف کھینچتا ہے الخ اور اس کا سر یہ ہے کہ جب
سالک کا خیال ابتدا سے اس بات کا عادی ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ نے ظہور
وشہود انا عند ظن عبدی بی کے مطابق اسی طرح جلوہ نما ہوتا ہے اور
وہ آگاہی جو نفی و اثبات کی مشق سے حاصل ہوتی ہے وہ سالک کی ہستی میں
سے کچھ باقی نہیں چھوڑتی کہ اس جگہ نفی تمام کے بعد وجہ اللہ کا ظہور ہے برخلاف
اس آگاہی کے جو اسم ذات کے شغل سے حاصل ہوتی ہے اور وہ سالک کی ہستی
کو حق کے رنگ میں رنگ دیتی ہے اس صورت میں اسکی انانیت باقی رہتی ہے
اس لئے صاحب اسم ذات کی توجہ کی تاثیر بہت زائد و تیز اور سریع الاثر ہے
کیونکہ وہ بقائے انانیت کے خواص میں سے ہے برخلاف صاحب نفی و اثبات کے
کہ وہاں فنائے مطلق ہے۔

افادہ ۱:- ایک دن اس فقیر نے حضرت قبلہ کی خدمت میں اللّٰہ سَمِیعٌ
اللّٰہ بَصِیرٌ۔ اللّٰہ عَلِیمٌ کے شغل کے بارے میں جو طریقہ عالیہ قادریہ میں مقرر ہے
استفسار کیا آپ نے اس کے اثنائے ذکر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات
کی صورت پر جو تجلی فرمائی ہے اور اس میں اپنے صفات کی ہر صورت کیساتھ

---

[1] حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شاخ احمدیہ بھی ہے۔

تجلی ہوا ہے (تو وہ) اسمائے (گر وہ) وہی ذات ہے جو اس صورت پر نمودار ہوئی
ہے۔ اور وہ ذات تمام صفات کی جامع ہے، مثلاً جس طرح صفت علم میں تمام
صفات کے ساتھ ظہور فرمایا ہے اسی طرح بصر و سمع وغیرہ میں۔ صاحب لمعات نے
اجمالاً فرمایا ہے کہ الحقیقۃ کالکرۃ (یعنی حقیقت مثل ایک گیند کے ہے) یعنی
گیند میں جس جگہ (بھی) انگلی رکھو گے (وہی اس) کا درمیان ہوگا۔ پس اگر کسی پر
ایک صفت کا بھی منکشف ہو جائے تو اس کے ضمن میں تمام صفات کا عرفان اسکو
حاصل ہو جائے گا۔ صاحب گلشن راز کیا اچھا کہہ گئے ہیں ؎

[1] دل یک قطرہ را گر بر شگافی — بروں آید از و صد بحر صافی

اور اس قسم کے اشغال اسی بات کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس طرح وہ
ذات بے کیف ہے اور تمام قیود و تعینات سے مطلق (آزاد) اور تمام
اطوار سے ظاہر ہے اسی طرح اسکی صفات بھی مطلق اور بے کیف ہیں اور تعینات
جو بے شمار اور لاتعداد ہیں وہ ظاہر ہو کر بھی اسی طرح اپنی بے رنگی پر ہیں۔ مثلاً
صفت بصر بیشمار تعینات کے ساتھ ہر ذی بصارت میں ایک علیحدہ طریقہ اور
جدا طور پر اور مقررہ انداز کے مطابق ظاہر ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود اپنی بیرنگی
پر ہے (آپ یہ سب بیان فرما رہے تھے) کہ اسی اثنا میں کہیں دور سے بانسری
کی آواز گوش مبارک میں پہنچی۔ فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس بانسری کی آواز ایک
خاص تعین رکھتی ہے کہ اطلاق و بے کیفی اسکی آواز میں ہے اور اسی ایک آن میں

---

[1] اگر ایک قطرہ کا دل چاک ہو اور جو کچھ اس میں مخفی ہے ظاہر ہو۔ اور قطرہ قید خودی سے آزاد ہو جائے [illegible]
[illegible]

ہزاروں اسلام سنتے ہیں اور ہر سننے والے کے کان میں اپنے اسی تعین کے ساتھ سر بالا کئے ہوئے ہے لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے مقام صرافت پر ہے اور کسی کی مقیّد نہیں ہے بلکہ جس جگہ کوئی سننے والا موجود نہیں ہے تو وہاں بھی (اپنے غیر کے علاوہ) وہ خود موجود ہے ۔

افادہ :۔ ایک بار ایک فاضل شخص نے حضرت قبلہ کی خدمت میں خواجہ حافظ کا اس مصرعہ " حضوری گر ہمی خواہی ازو غائب مشو " حافظ کے بارہ میں دریافت کیا کہ اس کا کیا مطلب ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے ۔ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔ احسان یہ ہے کہ عبادت میں وہ حضوری ہے جو مرتبہ رؤیت و دید پر پہنچ گئی ہو ۔ اور اگر حضوری اس طرح میسر نہیں ہے یعنی عدم عینیت ہے تو ایسا کچھ تحفظ اس میں ہے کہ اس ذات تعالیٰ کو اپنا نگراں سمجھے کیونکہ اس کیفیت کا حامل اس کیفیت (دید و شہود) تک پہنچانے والا ہوتا ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ اس فاضل نے اسکو قبول کیا پھر سوال کیا کہ صوفیا جو اشتغال فرماتے ہیں وہ یہی لفظ اللہ کا تلفظ ہے یا اس کے علاوہ ۔ پھر اس سے وصول بذات منزہ کس طرح ظاہر ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ اسم کو عین مسمٰی کہا ہے اور حدیث میں آیا ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ۔ پس جب کوئی اس اعتقاد کے ساتھ اسم مبارک کا شغل اختیار کرے تو وہ ضرور مثمر وصول بذات منزہ ہوگا ۔ اس نے اسکو بھی تسلیم کر لیا ۔

افادہ :۔ ایک عزیز نے حضرت قبلہ کی خدمت میں سوال کیا کہ نفی و اثبات

ل احسان کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو گویا اسکو دیکھ رہے ہو ۔ اور اگر یہ نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے ۔ ت اللہ کو یاد کرو تم اسکو اپنے سامنے پاؤ گے ۔ ٹ میں اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں ۔

کے معنی صوفیاء کے نزدیک کیا ہیں آپ نے فرمایا لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ پھر فرمایا کہ صوفیہ صافیہ کا مذہب جبر متوسط ہے یعنی ظاہر میں قدری ہو تاکہ احکام شرع بجا لانے میں تمام افعال کو اپنے سے مستند رکھے اور باطن میں ایک دوسری چیز ہوگی یعنی اس کی نگاہ بصیرت میں تمام افعال و سکنات و حرکات مستند بذات حق ہوں کہ اَللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ نسبت طریقت کی راہ علحدہ ہے اور طاعات و اعمال کی راہ علحدہ ۔ چنانچہ اول (نسبت طریقت) جو ہے وہ کیفیات طیبہ اور تجلیات الٰہیہ تک پہنچاتی ہے اور دوسری (طاعات و اعمال کی راہ) انوار و برکات تک پہنچاتی ہے ۔ اور یہ دوسری اس عالم کیساتھ بہت زائد مناسبت رکھتی ہے اور وہ گویا اشیاء بیرونی میں سے ہے بخلاف اول کے ۔ اور بعض اشخاص میں اول کیساتھ مناسبت پائی جاتی ہے اور گویا دوسرے کی اسکو خبر و اطلاع ہی نہیں ہے ۔ اور بعض میں دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے اور پہلے کی کوئی خبر نہیں ہے ۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایک وقت واضح ہوا کہ انا ضمیر متکلم کے معنی میں ہے جو حدیث قدسی فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کے لفظ اُعْرَفَ میں واقع ہو کر تمام وجود میں مضمر ہے بلکہ تمام اشیاء میں اسی کا ظہور ہے اور یہی سر ہے حب خود اور تمام موجودات میں اپنے اظہار کمال کا بلکہ وہ محبت بھی جو ایک کو دوسرے سے ہوتی ہے وہ اسی سبب سے ہے کیونکہ انانیت ایک ہے جو دونوں چیزوں میں ظاہر ہے پس حقیقت میں یہ حب اپنا کمال ہے جب یہ معرفت ظاہر ہو گئی تو مظاہر کی حد اور نظر سے اوجھل ہو گئی وہی ایک انائے مطلق بے نسبت و اعتبارات باقی رہ گیا ۔

افادہ :۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ اسمائے الٰہیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اعتبارات

ل تم کو اور جن چیزوں کو تم بناتے ہو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ۔

ہیں لیکن نفس الامر میں وہ عین حقیقت ہیں، مثلاً پانی میں ایک اعتبار تبرید کا ہے جو موجود
مبرد ہے اور دوسرا الطہارت۔ اور تیسرا ازالہ تشنگی جو کہ اسمائے مشتقہ کے انتزاع
کا منشا ہوگیا ہے (یعنی ذات ایک ہے صفات بہت ہوگئے ہیں (پھر) فرمایا کہ حق
تعالیٰ نے علوم میں سے ہر علم کے مقام و منشاء پر اطلاع بخشی ہے۔ انشاء اللہ اسکو
بیان کیا جائے گا۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے صوفیہ کے اس قول اَلْعِلْمُ هُوَ الْجَهْلُ کی تمیز
میں فرمایا کہ علم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک جہت اس کی ذات عالم کی نسبت کے ساتھ
ہے اس حیثیت سے وہ حضوری ہے اور دوسری جہت اس نسبت کے ساتھ
ہے جو اس کی ذات سے خارج ہے اور اس حیثیت سے وہ کسبی اور حصولی ہے
اور اس جہت سے وہ عالم و معلوم کے مابین دوگانگی و اثنینیت کی مقتضی ہے۔
اور عرف عام میں اسی جہت سے معروف (مشہور) ہے پس حقیقۃ الحقائق
کے ادراک میں جب تک علم حصولی درکار ہے توحید کا انکشاف کما حقہٗ میسر
نہیں ہوتا اور جب اس علم سے روگردانی کرلی اور علم حضوری سے کام پڑ جا
دے تو توحید منکشف ہوگئی پس علم توحید جہل ہے علم حصولی سے۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ظہور وحدت دو طرح پر ہے۔ ایک ظہور ہیولیٰ
و علوم کے ساتھ جس میں تنزہ و لطافت و روحانیت غالب ہے۔ دوسرا ظہور ہیاکل
کے ساتھ جس میں حکم کون غالب ہے پس جو شخص صورت اول میں توحید کا منتہی
ہوگیا اس کے تصرفات کی اتنی قوت اور اس کی وفات کی اتنی بقا معلوم نہیں
ہوتی اور وہ شخص جس نے صورت ثانی میں توحید میں فنا پیدا کی اسکے تصرفات قوت
کے ساتھ اور اسکی موت کے بعد باقی نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ ایک بار، مخدوم جمال الدین قدس سرہ کے عرس کے
موقع پر ان کی قبر شریف کی زیارت کو موضع جلادہ تشریف لے گئے اور وہاں
لوگوں کا ایک انبوہ عظیم تھا اور ایک کثیر مجموع ان کی قبر کو بوسہ دے رہا تھا

حضرت قبلہ وہاں تھوڑی دیر کھڑے رہے اس کے بعد مقبرہ کے اندر سے باہر آ کر
بیٹھ گئے اور فرمایا کہ آدمی جب تک قید حیات میں رہتا ہے اور اس میں ہر چند
یاد حق کرتا ہے اور ترقیات کرتا ہے لیکن بہ سبب تعلق جسمانی اسکو بشریت
ناسوتیت سے کلی طور پر نجات میسر نہیں ہے اور جب اس عالم سے انتقال کر گیا
تو اس وقت بشریت سے مکمل طور پر نجات حاصل ہو کر صفت لاہوتیت غالب ہو
جاتی ہے لہٰذا وہ مسجود خلائق ہو جاتا ہے۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تمام عالم علم الٰہی میں ثابت ہے اور حقیقتاً
وجود علمی کے سوا کچھ نہیں ہے مگر اس جگہ تفصیل ہے جو ایک مثال سے واضح ہوتی
ہے مثلاً ہم نے اپنے خیال میں ایک بڑے درخت کی بیج کی صورت قائم کی اور جو
کچھ اس بیج میں شاخوں، پھولوں، پتوں اور پھلوں کی قابلیت ہے۔ سب کو
علی سبیل الاندماج[1] یا بحیثیت الاندراج تصور کیا پھر اپنے خیال میں ان شاخوں
وغیرہ کو مرتبہ بعد اخریٰ ظہور بخشا یہاں تک کہ پورا درخت مرتب ہوگیا۔ پس دونوں
مراتب میں وہ خیالی درخت کہ ایک اس کا اجمال ہے جو مرتبہ تخم میں تھا اور دوسرا
اسکی تفصیل جس نے بحسب قابلیت ظہور پایا (بہر سبب) سوا خیال کے اور کچھ نہیں ہے
پس حقائق عالم کو علی وجہ الاول صور معلومہ سے نامزد کیا ہے اور وجہ ثانی پر اسکا
وجود خارجی رکھا ہے اور یہ دونوں حالتیں علم میں موجود ہیں پس جو لوگ
یہ کہتے ہیں کہ الاعیان الثابتۃ ما شمت رائحۃ الوجود[2] تو ان کی رائے بہت
صحیح ہے اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ عالم کا ایک وجود خارجی ہے وہ بھی درست
کہتے ہیں پس جس کسی کو مذکورہ معنی مشہود ہو گئے تو وہ اپنی ہستی لاشئیہ
کو محض فانی و نیست پاتا ہے چنانچہ ایک بزرگ نے فرمایا کہ (اس حالت میں)

---

۱ واقعی یا شاخی طور پر۔

۲ اعیان ثابتہ نے وجود کی بو بھی نہیں سونگھی۔

چالیس سال ہو گئے اپنے کو ڈھونڈھتا ہوں اور نہیں پاتا ۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک دن میں قرآن سن رہا تھا جب
آیت ولا تکونوا [illegible] پڑھی گئی تو الفاظ اور منقطع نمودار ہوئے اور ان کے
نور سے جدا ظہور کیا الفاظ کا نور علیحدہ ظاہر ہوا اور کلام اللہ کی حیثیت کو نہیں
متمیز اور روشن ہوئی اور ہستی حق کا نور صرف جو اس میں متجلی تھا بجائے منکشف ہوا
پھر سب کو ایک نور کی حقیقت میں پایا اور یہ سب اقسام اسی ایک نور سے مشہور
ہوئے پھر جب آیت نور پر پہنچا یعنی اللہ نور السموات والارض تو اس کے سننے سے
ایک سکون و طمانیت و تشفی ذی حاصل ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ وہ صورت جو قائم
ہوئی تھی اسی آیت کے پڑھنے سے ہوئی جس نے اس کے پڑھنے پر سبقت کی
(یعنی اس کے پڑھنے سے پیشتر ہی وہ ظاہر ہو گئی) اور ایک مدت سے جو اس کے
معنی میں تردد تھا وہ کلیتاً رفع ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ:۔ حضرت قبلہ فرماتے تھے کہ ایک بار حافظ نے آیت کریمہ
اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُورِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِي
زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ [1] پڑھ رہا تھا تو مجھ
سے یہ ظاہر ہوا کہ مشکوٰۃ سے مطلب عالم ناسوت و ملکوت ہے اور زجاجہ
سے مراد حضرت حق کے صفات اور نور ذات ہیں یعنی ذات کا عالم میں ظہور
بغیر صفات کے توسط کے نہیں ہے اور یہ معرفت حاصل ہونے کے بعد معنی محسوس ہوگا

---

[1] اور اپنی نظروں کو [illegible] اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے اس کے نور کی
مثال اس طاق کی سی ہے جس میں چراغ رکھا ہو اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہو اور قندیل ایسی [illegible]
جیسا گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک ستارہ وہ چراغ زیتون کے ایک مبارک درخت [illegible] روشن کیا جاتا ہے [illegible]
[illegible]
بلکہ نور علی نور ہے

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ قرآن عظیم سب کا سب توحید کا بیان ہے
لیکن اسی وضع پر جس پر وحدت نے ظاہر و غیب میں ظہور فرمایا ہے اور
اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کو لفظ غائب سے تعبیر فرماتا ہے کبھی صیغہ متکلم سے اور کبھی خطاب سے اور
ارشاد ہے کہ غیب میں اور خطاب میں بھی اور متکلم میں بھی وہی ذات واحد حقیقی ہے

افادہ:۔ ایک بار حضرت قبلہ نے ایک حافظ کو یہ پڑھتے سنا کہ
لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [1] فرمایا ہاں سمیع و بصیر کے عالم موجودات
میں جیسی بھی سماعت و بصارت ہے اس کے مقابل کون ہے اس لئے کہ جو بھی
اس کے سوائے سماعت و بصارت کی صفت میں ہے وہ اسی سے منسوب ہے وبی
یبصر وبی یبطش

افادہ:۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جس پر تقید ہے اس کا نزول کی طرف میلان ہو
اور اس کا سر یہ ہے کہ مرتبہ اطلاق میں کمالات بہت ہیں اور جس قدر تقید نشیب
کرتا ہے کمالات کا دائرہ اسی تقید کے مطابق تنگ ہوتا ہے پس مقید کو وہ
کمالات تقید کی حالت میں حاصل نہیں ہوتے۔ اور ہر شی اپنی اصل فطرت کے ساتھ
طالب کمال ہے اور مطلق کو وہ کمالات جو مراتب تقید میں ظاہر ہوتے ہیں سامنے
موجود و حاضر ہیں اسی لئے مقید ہر مطلق کو اپنا کمال سمجھتا ہے۔

افادہ:۔ ایک دن حضرت قبلہ کے سامنے یہ آیت مذکور ہوئی۔۔
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ
اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ [2] راہ پائے فرمایا

---

[1] اسی کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔
[2] اور اے پیغمبر صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو جب ان پر مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں ہم تو اسی کے لئے ہیں
اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی عنایت ہے اور رحمت ہے اور
وہی راہ راست پر ہیں۔ سورہ بقرہ۔ رکوع ۱۹۔

کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جو تمام مصائب و حوادث کو حضرت اسی ذات کی طرف سے دیکھتے ہیں رو دینا ذکر علما بلکہ ابتدا کے وقت جب توجہ اور میل مستقل کیطرف ہوتا ہے تو ان مصائب و آلام کے مشاہدہ میں ایک ایسی لذت ہوتی ہے جو لذات سے اعلیٰ ہے۔ جس طرح مجنوں کہ جب لیلیٰ نے اس کا کاسہ دریوزہ توڑ دیا تو اس نے رقص کیا اور فرط لذت سے وجد کرنے لگا گویا اُولٰئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب یہ دانش و بینش قوت حاصل کر لیتی ہے تو اپنی ہستی اور اس کے لوازم کو بھی اسی کے ساتھ مستند پاتی ہے یعنی وہی ہے جو سب کے ساتھ جلوہ گر ہوا ہے پس شرک سے خلاصی کی ابتدا اسی سے ہے۔ اور اگرچہ نعمات حاصل ہونے میں بھی یہی معاملہ ہے لیکن از بس کہ حصول نعمات کیوقت اکثر لوگوں میں غفلت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے[1] اور مصیبت کے وقت بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔ اس حالت مصیبت میں اس دولت کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے ان تینوں آیتوں اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡ حَآجَّ اِبۡرٰہٖمَ اور اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ اور وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی[1] جو لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ کے بعد ہیں کی تاویل میں ایسا فرمایا کہ جب آیت سابقہ میں رشد کا غی سے امتیاز ذکر فرمایا [اور] بطور تنبیہ اس مدعا پر ان تین قصوں کو جو رشد کے ظہور میں [illegible]

[illegible]

---

[1] کیا تم نے نہیں دیکھا اس شخص کو جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا [2] یا اس طرح اس شخص کو دیکھو [illegible] کہ [illegible] [3] اور جب حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے کہا کہ اے پروردگار مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا [illegible] پارہ ۳ سورۃ بقرہ [4] دین اسلام میں زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے [illegible] پارہ ۳

رکوع ۳ سورۃ بقرہ ....

افادہ :- حضرت قبلہ نے اس آیت لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّکَ یُخۡرِجۡ لَنَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ[1] کے بیان میں فرمایا کہ چونکہ آدمی کی تکمیل ارضی ہے اسی لئے ان میں ان کی فطرت کے مطابق فطری اور طبعی طور پر ان کھانوں کی رغبت جو زمین سے پیدا ہوتے ہیں غالب ہوتی ہے لہذا وہ کھانے جو آسمان سے اتارے گئے تھے چونکہ طبیعت ارضی کا حکم ان پر غالب تھا لہذا وہ اس سے اعراض کر کے ارضی کھانوں کی طرف مائل ہو گئے اور طعام آسمانی کا نزول حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی رغبت کے مطابق تھا اور ان کی طبیعت پر روحانیت کا حکم غالب تھا اور ملکوت کے رنگ میں رنگ گیا تھا۔ لہذا انھوں نے اسکو بسبب مناسبت اس عالم سے کھینچ لیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

افادہ :- حضرت قبلہ نے فرمایا کہ عالم کا وجود اعداد کے مثل ہے جیسے حساب کرنے والا اپنے ذہن میں ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دیکر اکائی، دہائی، سیکڑہ، ہزار، دس ہزار بلکہ لاکھوں تک بڑھاتا رہتا ہے اور ہر خاص مرتبہ کے احکام صادقہ نفس الامر پر اس کے ذہن میں متحقق ہو جاتے ہیں اور اس جگہ ہر فرد دوسرے فرد سے اپنے حکم خاص کے ساتھ متمیز و منفرد و متقرر ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں ہے۔ حالانکہ ان تمام احکام و اعداد کا اس کے ذہن سے خارج کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ پس اسیطرح اس عالم کی صورتوں کو علم الٰہی نے کثرت بخشی ہے اور ان میں کا ہر فرد ان احکام و خواص کے ساتھ جو نفس صادق و راست میں اس موطن میں متشکل ہے اور وجود خارجی کی کوئی بو تک نہیں رکھتا اور اس کا صدق احکام اسکے خارجی عدم تحقق کیساتھ تناقض نہیں رکھتا۔

---

[1] ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا پس اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ جو نباتات زمین سے اگتی ہیں ہمارے لئے پیدا کر دے۔ پارہ ۱۔ رکوع ۷۔ سورۃ بقرہ ....

آپ کو تنہا چھوڑنے میں متذبذب دیکھا تو مزید تاکید سے فرمایا کہ یہ علت کا شمار
ہے اسے جاکر ضرور ادا کرنا چاہیئے۔ القصہ اسی روز سے رفتہ رفتہ مرض میں
اضافہ ہی ہوتا گیا اور سوائے نماز پنجگانہ بیٹھ کر ادا کرنے کے کوئی نشست و
برخاست کی طاقت نہ رہی۔ انہیں ایام میں ایک روز اس فقیر نے عرض کیا
کہ حضور نے اس چلہ میں بنفس نفیس طاقت سے کہیں زائد اجتہاد فرمایا۔ فرمایا کہ
کیا کیا جائے اوقات غنیمت تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے (ایک) شغل باطنیہ
کی استدعا کی آپ نے باوجود ضعف ونقاہت بیٹھ کر اسکو شغل طریقت تعلیم
فرمایا۔ انہیں ایام میں ایک روز فرمایا کہ بیماری نے غلبہ پالیا ہے اور علاج فائدہ
نہیں کررہا ہے دوا ترک کر دینا چاہیئے اور خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے۔ ماہ شوال
کی بارہویں شب جو شب جمعہ بھی تھی نماز مغرب ادا فرمانے کے ایک ساعت بعد
اس طرف سے توجہ منقطع ہوگئی اور عالم قدس کی طرف کلیتاً متوجہ ہوگئے۔ بس
ثلث اخیر جو صادق مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کے مطابق
اذا کان ثلث اللیل الاخیر ینزل[1] ربنا تبارک وتعالیٰ الی السماء الدنیا
تھی اور نزول الٰہی کا وقت قریب تھا اور مصداق حدیث قدسی اذا اتانی فی
بیتی [illegible][2] ظاہر ہوا اور آپ کی روح پر فتوح نے عالم ناسوت کی پستی
کے تعلق سے آزاد ہو کر رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا اور نور نے نور میں مل کر
عالم کو ان جہان کے خاک نشینوں کی نظر میں تیرہ وتار کردیا۔ آفت کبریٰ
برپا ہوگئی اور جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ وقت غسل یہ فقیر کھڑا ہوا دیکھ رہا
تھا کہ انوار چہرہ مبارک سے ایسے تاباں و درخشاں تھے کہ معلوم ہوتا تھا
آفتاب کی شعاعیں جبین مبارک سے پھوٹی پڑ رہی ہیں۔ بس والد بزرگوار کے

---

[1] جب رات کا آخری تہائی حصہ ہو تو ہمارا رب ... آسمان دنیا کی جانب نزول فرماتا ہے .....

[2] جو میری جانب چل کر آئے [illegible] ...

افادہ:- جاننا چاہیئے کہ ان اوراق کی تسوید یہاں تک ہوچکی تھی کہ حضرت
قبلہ کی رحلت کا حادثہ دلخراش وجانکاہ واقع ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے
کہ ماہ شعبان [illegible] ابتدائے عشرۂ اخیرہ سے حضرت قبلہ نے غیر معمولی مجاہدہ
کا اپنے اوپر التزام فرمایا کہ حتی الامکان ایک ساعت بھی آرام پر راضی نہ ہوتے تھے
دن بھر مراقبہ واوراد میں گذارتے اور رات کو قرآن سننے سے (جو فرزندم محمد خالد
اعظم سلمہ اللہ ان کو ان کے نام کی طرح علم وعمل میں بزرگی عطا فرمائے سبیل الحزب میں
پڑھتے تھے) پورا اہتمام رکھتے تھے۔ اور جب رمضان کا عشرۂ اخیرہ آیا تو بہ نیت
اعتکاف مسجد میں اقامت فرمائی۔ اور رمضان کو جس دن کہ ختم قرآن تھا نہایت
خوش ہوکر شکر الٰہی ادا کیا اور فرمایا کہ الحمدللہ اللہ کے فضل وکرم سے یہ تمنا بھی
پوری ہوئی۔ پس اٹھائیسویں رمضان سے مزاج اقدس میں قدرے کسلمندی لاحق
ہوئی لیکن اس کے باوجود اوراد و وظائف معمولہ میں کوئی کمی و فتور نہ پیدا ہوا
دوسری شب جو شب عید بھی تھی اعتکاف سے فارغ ہوکر اندرون خانہ تشریف لے گئے
اور معمول کے مطابق گھر سے باہر آگئے اور نماز عشاء سے فارغ ہونے کے ایک
ساعت بعد حرارت نے غلبہ کیا (اس حد تک کہ بہ ہزار دقت وخرابی و مشقت
وکلفت تمام) وقت صبح حجرہ سے مسجد تشریف لا کر نماز فجر ادا کی لیکن مصلیٰ پر بیٹھے
رہنے کی (حسب معمول) مراقبہ کی طاقت نہ پاکر حجرہ میں واپس آگئے۔ اور اس فقیر کو
حکم دیا کہ مصلیٰ پر جا کر نماز عید پڑھاؤ۔ جب آپ نے میرے اس رنج وغم اور

حاشیہ [illegible] ۔ دراصل مقصود اصلی کی [illegible] سے حاصل ہوتی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] یعنی خود کھو جائیے ان کو پا لیجیے

بانگی اور ریاضات و مجاہدات کئے اور جنگلوں اور آبادیوں میں بہت زائد
بیچ کھینچے اور فضائل و کمالات حاصل کئے۔ حضرت قبلہ نے ان کو قابل اجازت
دیکھ کر جب سرہند جاتے وقت خرقۂ خلافت سے مشرف فرمایا۔ شریعت میں
راسخ القدم اور مستقیم الاحوال ہیں اپنے اختیار و ارادہ سے اپنے گوشہ نشینی میں
نہیں ڈالا اور اس کار و بار میں مشغول نہیں ہوئے اس وقت وہ ٹونک میں ہیں۔ جو
اطراف میسور وارہ کے مواضعات میں سے ہے آبادی کے باہر ایک زاویہ بنا کر
کمال قناعت سے بفراغت تمام گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہ بیان
کرتے ہیں کہ دوران سلوک ایک وقت انوار لطائف اس آفتاب کی شعاع
کی شکل ظاہر ہوئے جو پہاڑ سے طلوع ہو مختلف رنگوں کے ساتھ سبز و زرد
وغیرہ ہر ایک سے زائد روشن پڑتی ہے۔ اور ایک نور سیاہ رسوار [illegible]
لطیف و شریف نظر آیا۔ اور اسی اثنا میں یہ دیکھا کہ مجھ کو غبار کی طرف سے
اوپر لیجا رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک بلند مقام پر پہونچا وہاں حضرت خواجہ
بابا شماسی کے سامنے مجھکو کھڑا کر دیا انھوں نے مجھ پر ایک نگاہ ڈالی۔ میں نے
دیکھا کہ ایک رشتۂ نورانی ان کی دونوں آنکھوں سے نکلا اور میری طرف آنے
لگا پھر ارشاد فرمایا کہ اس رشتہ کو اپنے دل میں لے لیں اس رشتہ کا ایک سرا
میں نے اپنے قلب پر رکھا اور دوسرا سرا انھوں نے اپنے قلب پر رکھا بعد
ازاں ایک غیبت طاری ہوئی ایسا میں بے خود ہو گیا۔ دوسرا واقعہ یہ بیان کیا
کہ ایک وقت لطیفۂ قلبیہ کا نور مثل شمع ظاہر ہوا جس کی روشنی سے بدن کے
باطنی احوال نظر آنے لگے۔ اور ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ وہ لطیفہ جس کا مقام
دونوں ابروؤں کے مابین ہے۔ اور جو ایک سمت زائد مائل ہے اور دوسرے
لطائف سے زائد قوی ہے ایک وقت ایک نور اس [illegible] پیدا ہوا جس
جس میں اس نور سے بھر گیا پھر وہاں سے بڑا ہو کر کے حد نگاہ تک تمام فضا
کو پر کر دیا اور مجھکو بے خود کر دیا۔ اور ایک بار ایسا ہوا کہ بازار کی [illegible]

مزار پر انوار کے برابر آسودہ خواب ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ
حضرت اقدس نے جب مصیبت زدوں کی تعزیت و تسلی کے لئے دہلی کرانت
سکن (دہلی) سے تشریف لا کر مقبرہ میں مزار اقدس کے قریب نشست فرمائی
تو بعد مراقبہ و توجہ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں قبروں میں ایک عجیب و غریب
کیفیت ہے۔ ایک کیفیت میں شہود روشن ہے اور انوار کم ہیں اور دوسرے
میں شہود کم ہے اور انوار غالب اور متصل ہیں گویا دونوں ایک دوسرے کی
متن و شرح ہیں۔ اور میاں شاہ اہل اللہ جیو نے فرمایا کہ جس وقت میں انکے مزار
کے نزدیک بیٹھتا ہوں تو ایسا ادراک کرتا ہوں کہ گویا موت نے ان میں حلول
نہیں کیا ہے کیونکہ آپ جسطرح اپنی زندگی میں مخلوق کی حاجت براری کے لئے متوجہ
رہتے تھے اب اس حالت (بعد الوفات) میں بھی بلا کسی فرق کے اسی طرح انکی
توجہ محسوس ہوتی ہے۔ جب حضرت اقدس نے آپ کے حادثۂ جاں کاہ اور بیماری
کا قصہ سنا تو فرمایا کہ ایام بیماری کا اور ان کی وفات روایت کے مطابق آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض اور رحلت کی مدت کے مثل ہوئی اور اس سلسلہ میں
بھی) آپ کو اقتدائے نسبت پیغمبر میسر آئی۔ وللہ الحمد۔

افادہ:- حضرت اقدس فرماتے تھے کہ میں ان کو دیکھتا ہوں تو اس عجب
و ہیبت و عظمت کا ادراک و اثر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے
وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ۔

افادہ:- جاننا چاہیے کہ حضرت قبلہ کے خلفاء میں سے ایک ارشاد مرتبت
ہدایت منقبت شاہ محمد معصوم ہیں جو شیخ بزرگ حضرت جد کا قدس سرہ کے اصحاب
میں سے تھے اور ایک مدت تک آنجناب کے حضور فیض گنجور سے فیوض و برکات
حاصل کرتے رہے پھر ان کی رحلت کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں کر استغفار

؎ عزت اللہ اور اسکے رسول اور مومنین کا حق ہے لیکن منافقین نہیں سمجھتے ہیں۔

اور میں اس مسجد میں جو اس کے مقابل تھی بیٹھا ہوا تھا کہ ایک قوت و تاثیر اس کی لطیفہ سے نکلی اور تمام اہل بازار کو مسخر و مغلوب کر دیا ایسا کہ اگر میں اپنا ہاتھ بلند کرتا تو تمام بازار والوں کے ہاتھ بلند ہو جاتے تھے۔ اسی طرح جو کچھ میں کرتا تھا وہی سب وہ بھی کرتے تھے۔ لیکن باوجود اس کے کسی کو کوئی شعور نہیں تھا۔ اور ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ ایک وقت یہ مشاہدہ ہوا کہ ایک نور عرش سے اس لطیفہ کی جانب جو تارک سر اور اس کے نیچے ہے فائض اور باہم متصل ہے۔ پھر ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا کہ ایک بار میں حجرہ میں معتکف تھا دیکھا کہ اس کی چھت کا حجاب درمیان سے اٹھ گیا اور حضرت حق نے بصورت ستارہ اسمیں تجلی فرمائی اور کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف مجھ سے تکلم فرمایا اور اس کے معانی و اسرار بیان فرمائے اور اس قسم کی بہت سی باتوں سے کلام کیا۔

بیان قدرے از کلمات معارف سمات و حالات کرامات آیات قدوۂ ارباب محو و فنا عمدۂ اصحاب صحو و بقا حضرت عارف باللہ شیخ حسیب اللہ قدس سرہ جو حضرت اقدس کے چھوٹے ماموں صاحب تھے اور بندۂ کاتب حروف کے عم مکرم

وہ شریعت و طریقت کے علوم کے جامع تھے اور تمام صفات سے متصف تھے۔ ان میں عنفوان شباب ہی سے آثار شجاعت ظاہر تھے فنون تیر اندازی و برق انداز میں بڑے ماہر تھے متعدد بار کفار سے مقابلہ ہوا ایک ایک تیر میں ان سب کو جہنم رسید کر دیا خط نستعلیق میں کمال رکھتے تھے۔ جوانمردی۔ تقویٰ۔ اور طہارت ان کی فطرت تھی۔ بمصداق من المهد الى اللحد عفت و عصمت میں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی اور انھیں صفات میں اس عالم سے رخصت ہوئے۔ عفو و حلم کی خصلت اس حد تک رکھتے تھے جو دوسروں میں متصور نہیں ہو سکتی۔ متبعین و ملازمین کی گستاخی۔ شوخی اور بے ادبی سے اس طرز پر تبسم و شگفتہ روئی کیساتھ درگذر فرمائے کہ دیکھنے والے متحیر رہ جاتے تھے غرضکہ اس سلسلہ میں حضرت غفور و حلیم کے اخلاق سے متخلق تھے بلکہ ان دونوں ناموں سے متحقق تھے گویا بے آمیزش نفس ایک روح مجسم تھی۔ اور گویا اس مقام کے خاتم تھے۔ ارادۃ اللہ اور رضی بقضا ربہ کی صفت میں اس کے اہل کمال سے سبقت لے گئے تھے۔ وجود کی نیستی و نفی از سرتا پا شیخ تھی غرضکہ چاروں خصلتیں جن سے مطلب طہارت و خضوع اور جوانمردی و بہادری اور انصاف پسندی ہے۔ اور تمام خوبیوں کا دارومدار انھیں صفات پر ہے ذات شریف میں علی وجہ الکمال تھیں۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک سے فراغت پاکر محراب سنائی اس کے بعد تحصیل علوم میں مشغول ہوئے

ذات احدیت ہی ... کے ساتھ ہو گیا۔ اور اصطلاح خاص سے مراد قومیت کے بعد ... ہے۔

اور یہ ... کا ... ہے

بعض کتابیں والد ماجد حضرت شیخ محمد قدس سرہ سے پڑھیں اور بیشتر اپنے
برادر معظم حضرت شیخ عبید اللہ سلمہم اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور تکمیل کتب حضرت
شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم قدس سرہ سے کی نیز والد بزرگوار سے اشتغال طریقہ
حاصل کرکے سلوک کیا اس کے بعد جب ان کے والد نے اس جہاں سے رحلت
فرمائی تو امام الطریقہ۔ قطب الحقیقہ۔ حضرت شیخ بزرگ شاہ عبد الرحیم قدس
سرہ کی خدمت میں سعادت اندوز ہوکر وہ تمام اشغال بڑی قوت و
تندہی سے حاصل کئے، یہاں تک کہ مرتبۂ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ اور حضرت شیخ
بزرگ نے اجازت و خلافت سے مشرف فرماکر اس عبارت کی سند عطا
فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي هدانا الصراط المستقيم
والصلوة والسلام على رسوله محمد الهادي
المنهج القويم وصاحب الخلق العظيم وعلى آله وأصحابه
هداة طرق الوصول الى الله الرؤف الرحيم، أما بعد
فيقول الحقير الفقير عبد الرحيم بن وجيه الحق
والدين الدهلوي غفر الله له ولوالديه و
أحسن اليهما واليه ان الولد الصالح [illegible]
بن شيخ المعالي والمعارف شيخ محمد البهلتي [illegible]
سره لازم صحبتي وتعلم مني علم التفسير والحديث
والتصوف ولقنه أشغال الطريقة العلية
القادرية والجشتية والنقشبندية نور الله

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو سیدھی راہ
کی ہدایت دی اور درود و سلام ہو حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم پر جو راہ راست کی طرف ہدایت
دینے والے اور اخلاق عظیم کے حامل ہیں اور ان کی آل
و اصحاب پر جو وصول الی اللہ کی جانب ہدایت
کرنے والے ہیں۔ اما بعد حقیر فقیر عبد الرحیم بن وجیہ
الدین الدہلوی اللہ تعالیٰ اسے اور اس کے والدین کو بخشے
[illegible]

ظاهرها وأوصل الله سالكيها الى [illegible]
أسرارها وأنوارها وآثارها، فاستجازني
الله سبحانه الاجازة لارشاد طالبي
وصول الله وسالكي السالكين الى الله
فأمرني وألهمني سبحانه تعالى أن
أجيزه الايصال الارشاد فأجزته
لارشاد الطالبين وتكميل السالكين
اجازة ظاهرة تامة عامة بحضرة الشيوخ
العظام والعلماء الكرام والفقراء ذوي
الاحترام كما أجازني مشائخ الطرق المذكورة
قدس الله أسرارهم. يده كيدي
ومن بايعه فكأنما بايعني، ومن بايعني
فكأنما بايع النبي صلى الله عليه وسلم
وعلى آله وأصحابه أفضل الصلوات
وأكمل التحيات وأسأل الله له
الاستقامة والسداد على الطريق المستقيم
والثبات والدوام على الطريقة العزيزة
وأيضا أجزته التعليم علم التفسير والحديث
والتصوف وبالله التوفيق الرفيق
والحمد لله رب العالمين. آمين.
وهذا بفضل أسامي المشائخ قدس الله
أسرارهم

اور طریقہ اشتغال سالک [illegible]
قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ [illegible]
اللہ ان کے ظاہر کو زیادہ اور [illegible]
کرے پس مجھ سے انہوں نے ایسے اسرار و انوار و آثار
کے لئے [illegible]
وصول [illegible]
رشد و ہدایت کے لئے [illegible]
مجھے اس بات کا حکم و الہام فرمایا [illegible]
کی اجازت دوں۔ چنانچہ میں نے ان کو مشائخ
عظام، علماء کرام، اور فقراء ذوی الاحترام
کی موجودگی میں طالبین و سالکین کے رشد
و ہدایت کی اجازت دی جس طرح مشائخ
طرق مذکورہ نے مجھ کو اجازت دی۔
ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جس نے ان کی بیعت
کی اس نے مجھ سے بیعت کی اور جس نے
مجھ سے بیعت کی گویا اس نے نبی سے بیعت
کی میری دعا ہے کہ اللہ ان کو [illegible]
پر استقامت و دوام عطا فرمائے نیز
میں نے ان کو تفسیر، حدیث، اور تصوف
کی تعلیم دینے کی بھی اجازت دی اور میں
دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق نیک
عطا فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔۔۔

اور یہ مشائخ گرامی کے اسمائے مبارک کے نقشہ ہے۔

اس کے بعد اجازت ارشاد پا کر وطن آئے اور مسند ہدایت پر بیٹھ کر
علوم ظاہری و افاضۂ اسرار باطنی میں مشغول ہوئے ۔ ہمیشہ قرآن و حدیث کے درس کے
پابند رہے ۔ اور تمام عمر ریاضت و مجاہدہ میں بسر کی ۔ بہت سے چلے کھینچے
اور چند چلے ایسے کھینچے جس میں باوجود عدم اجازت کے سکوت محض اختیار کیا اور دوسرے
اپنے کاموں میں مشغول رہتے تھے ۔ ایک عالم نے ان کے فیض صحبت سے نور باطنی حاصل
کیا اور جس شخص کے سلوک میں آپ اپنی توجہ مبذول فرماتے ضرور اس کی استعداد کے
مطابق برکت ظاہر ہوتی ۔ ایک شب اس بندہ کاتب حروف پر ایسی تمام توجہ فرمائی
اور اس فقیر نے بارہا ان کے حلقۂ مراقبہ میں جلوس حاصل کیا ۔ امید وار ہے کہ بحکم
هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ ان کی برکات سے محروم نہ رہے گا ۔ اور ان کو تحقیق
کے اسرار اور اہل سنت کے عقائد میں رسوخ و بصیرت و تحقیق رکھتے تھے اور حقائق و
معارف کے وجدان میں انبیا علیہم السلام کے وارث تھے ۔ توحید وجودی کا جس
طریقہ پر محققین کا مذہب ہے اعتقاد رکھتے تھے لیکن ان پر مشرب توحید شہودی
غالب تھا اور جب ارکان و احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو اس کے اسرار اچھی تحقیق سے بیان
فرماتے تھے اور اس قسم کے امور میں اس فقیر کو اکثر اوقات خطاب سے مخصوص فرماتے
تھے اور اس کے کمہ لینے کا اشارہ فرماتے تھے اور اسکی طرف متوجہ رہتے تھے ۔

افادہ :- مولانا آگاہ شاہ نور اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان ایام میں جب
ہماری ابتدائی تحصیل کا زمانہ تھا ایک بار حضرت والا اعتکاف اربعین (چلہ) سے
عید کے دن فارغ ہو کر باہر آئے اس وقت ہم پہنچے اور سلام کیا آپ نے اس حالت
میں میری طرف ایک نگاہ ڈالی ۔ آپ کے نگاہ ڈالتے ہی میں نے دیکھا کہ گویا مجھ پر
گرہ پڑی ہوئی تھی جو کھل گئی ۔ اور اس وقت اس سے زیادہ مجھے اور کچھ معلوم نہ ہوا ۔ دس
نو سال بعد اس بات کو آپ کے خدام میں سے ایک سے بیان کیا ۔ انھوں نے حضرت کی اس

؎ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا ۔

میں اس کا اظہار کر دیا ۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اس نے ہماری محنت و احسان کو
یاد رکھا ہے ۔ اس واقعہ کے بعد ایک دن میں حضرت والا کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا
کہ فلاں شخص تجھ سے ایک چیز بیان کرتا ہے (نقل کرتا ہے) میں نے عرض کیا کہ ٹھیک کہتا
ہے آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات تمہیں یاد ہے مجھے نہیں ۔ جو میں نے عرض کیا
جی ہاں مجھے یاد ہے پھر آپ نے بہت کرم و عنایت فرمائی ۔

افادہ :- آپ فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں (جب میں) حضرت شیخ
بزرگ شاہ عبدالرحیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا اور سلوک کر رہا تھا ایک
روز کسی کام کے سلسلہ میں بازار گیا تھا اس وقت میرا دیدۂ بصیرت وا ہو گیا
اچانک ایک راہ گیر پر نظر پڑی میں نے دیکھا کہ اس کے تمام حرکات اسی کے شغل
سے متعلق دکھائی دیتے ہیں یعنی فاعل حقیقی کا فعل ہے جس نے اس صورت میں ظہور کیا
ہے ۔ چونکہ اس سے پیشتر اس قسم کی بات ظاہر نہ ہوئی تھی اس وجہ سے بہت تعجب ہوا
اس وقت سے کبھی وہ صورت ظاہر ہوتی تھی اور کبھی پوشیدہ ہو جاتی تھی اور اس کے
پوشیدہ ہونے سے دل اس کے دیکھنے کا بہت مشتاق ہوتا تھا ۔ انھیں ایام میں ایک روز
جب کہ سلطان فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھ کر دار الخلافت میں داخل ہوا اور
وزیر اعظم سید عبد اللہ خان قلعہ سے استقبال کے لئے مجمع کثیر کے ساتھ نکلا ۔ اور
صاحبزادگان بمقتضائے صغر سنی گھر سے تماشہ دیکھنے کے لئے باہر آئے ہوئے تھے
اور میں ان کے ساتھ تھا ۔ اس وقت جب کہ ہزاروں کا مجمع تھا ایک عجیب بات
ظاہر ہوئی کہ تمام کو بمنزلہ ایک فعل واحد پر میں نے دیکھا یعنی ایک حقیقت
فعلیہ ہے جس نے ہر ایک جگہ پر ایک دوسری صورت سے جلوہ گری کی ہے ۔ بعد ازاں
بتدریج وہ ادراک ملکہ ہو گیا ۔

افادہ :- حضرت والا فرماتے تھے کہ ایک بار میں نماز عشاء کی امامت
کر رہا تھا جب رکوع میں گیا تو دیکھا کہ میں امر غائب ہو گیا پھر اسی صورت سے رفع
سجدہ میں بھی مشاہدہ کیا پھر دوسری رکعت کے لئے اٹھا تو سر کو اسی حالت پایا

پھر جب رکوع و سجود میں پہونچا تو وہی پہلے والی حالت ظاہر ہوئی۔ ان کیفیات
سے میں تعجب کر رہا تھا آخر بہر درجہ وجود اپنے کو معدوم پایا اور فنائے کلی
حاصل ہو گئی۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار میں چلہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ یکایک
میری نظر اپنے پر پڑی دیکھا کہ مجھ میں ایک نور سونے کے رنگ کا ایسا پیدا ہوا جس
سے تمام اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوئی اس طرح جیسے چراغ کی روشنی میں اندھیرے
کی چیزیں نظر آتی ہیں میں اس نور سے تمام اشیاء کی حقیقتوں کو دیکھ رہا تھا اور
یہ صورت دوپہر تک نمودار رہی بعد ازاں ایسی کیفیت ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا میری
آنکھوں پر ایک پردہ باندھ دیا گیا ہے اس سے انتہائی اضطراب اور ناقابل
بیان رنج پیدا ہوا۔ تمام رات اسی حالت میں گذر گئی دوسرے دن اشراق
کے وقت پھر وہی گمشدہ کیفیت رونما ہوئی پس میں حقیقتوں کے تماشے میں محو ہو گیا
میری پہلی نظر اس درخت پر پڑی جو مسجد کے صحن میں تھا میں نے دیکھا کہ
اسکی جڑ کی جانب سے فیض الٰہی ظاہر ہوا اور دو شاخ ہو کر بلند ہوا اور میں نے
آتش بازی کے رنگ میں اس سے پھلجھڑیاں چھوٹ رہی ہیں اور مخصوص مختلف
شکلوں پر بلند ہو رہی ہیں اور اس وقت بجد و امثال کی حقیقت واضح ہوئی اور
معلوم ہوا کہ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے مراد یہی وجودات نورانیہ ہیں جنہوں
نے تمام اشیاء کو اس عالم میں جو ناسوت سے مافوق ہے منور کیا ہے۔ اور اسی طرح
اس نور کے ساتھ جس چیز کی طرف مثل چوب و سنگ و آہن نظر کرتا تھا اس کا وجود نور
وجود ظلی الٰہی کے سوا دیکھ رہا تھا اور ان اسمائے الٰہیہ کے ضمن میں جو تمام اشیاء کے
اصل الاصول ہیں مثلاً اسم مبارک المتین جو پتھر اور لوہے کا اصل الاصول
ہے مشاہدہ کر رہا تھا اور اس وقت اپنے وجود کو ایسا پا رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا
دریائے محبت کے فوارہ کے مثل ہے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس سمندر کے جوش
.. ہے۔ اور اسی سمندر میں گر رہا ہے۔ اور رات دن سیر آفاقی میں رہتا تھا۔

جب اللہ کے فضل و کرم سے یہ سیر بہ تفصیل میسر ہو گئی تو سیر انفس کی طرف رجوع
ہوا پس میں نے دیکھا کہ پہلے پاؤں کی راہ سے اپنے بدن میں داخل ہوا اور اس
نور سے اول ہر جز کی حقیقت کا علحدہ علحدہ مشاہدہ کیا نیز ہر اس چیز کے مقام کا جو
عالم کبیر میں موجود ہے اپنے وجود میں ادراک کیا یہاں تک کہ اپنے سر کی سیر تک
پہونچا۔ پس اس کے اور پیشانی کے درمیان ایک سنہرے رنگ کا نور ظاہر پایا
(دیکھا) جو نے کی عرطی کے مثل تھا اور آسمان سے باتیں کر رہا تھا ——
اور وہ نور جس چیز کو چاہتا ہے اپنے احاطہ اور اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ گویا
وہی حس مشترک ہے جس سے ادراک پیدا ہوتا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ تمام
حواس ظاہری و باطنی جیسے سماعت و بصارت و حافظہ و خیال وغیرہ ایک
انگلی کے برابر سبز زرد چراغ کی لو کے ہیں مختلف رنگوں کے ساتھ بعض زرد بعض
سرخ ہر رگ و پے میں جوان قوی میں دوڑتے ہوئے ہیں فیض الٰہی سے ان زبانوں
کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اس تیل کی طرح کہ جب وہ فتیلہ پر پہونچتا ہے تو شعلہ
ہو کر نمودار ہوتا ہے اور یہ دکھائی دیا کہ فیض پشت کی دونوں جانب سے
جا کر آ رہا ہے اور منھ کی جانب شعلہ زن ہو اسی وقت یہ واضح کیا گیا کہ یہی سرخ
جو شارع علیہ السلام نے منھ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ بعد ازاں یہ ظاہر
ہوا کہ نشاد چپ کے نیچے سے مضغۂ صنوبریہ قلبیہ کی جانب ایک نور سرخ رنگ
ریزش کرتا ہے اور اس جگہ سے ایسا انتشار و ارتفاع قبول کرتا ہے جو تمام
آفاق کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور اس نور سے یہ دکھائی دیا کہ ناف کے
مقابل جانب چپ ایک چیز ہے اور واقع میں زہرہ وہی ہے اس سے تین چار
انگل کے فاصلہ پر ایک نور شعلہ وار شعلہ زن ہے اور اس میں قدرے
کدورت بھی ہے اور اسکی شعلہ زنی سراسر غرور دنائت ہے اس حد تک کہ گویا تمام عالم کے
کمالات اس میں مخفی ہیں اور ایسا واضح ہوا کہ نفس یہی ہے۔ اور یہ لطیفہ
جب اس لطیفہ سے آمیزش کرتا ہے تو پورے طور پر توجہ الی اللہ ہو جاتی ہے

اور اسی سبب سے وہ لَا یَسَعُنِی اَرْضِی وَلَا سَمَائِی وَلٰکِنْ یَسَعُنِی قلب عبدی المؤمن[1] کا مورد ہو جاتا ہے اور اسی شعلہ زنی کے درمیان یہ بات ظاہر ہوئی کہ اس لطیفہ سے جس کا مقام بالائے حاجب یمین ہے ایک تیر اس نفس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کے ظاہر ہوتے ہی اسکی شعلہ فشانی ختم ہوگئی اور وہ کلی طور پر پوشیدہ ہوگیا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ لطیفہ زاجرہ روح ہے۔

دوسری بات یہ منکشف ہوئی کہ مساسات قلبیہ مضغہ بالائی جو بائیں سمت لطیفہ کا حاجب ہے انتہائی نورانی صنوبری شکل پر جس کے سر کی نوک سیاہ ہے اور وہ معلق رہتا ہے اور اس مضغہ صنوبریہ کو اس لطیفہ کے ساتھ انتہائی باریک دھاگے دھاگے کی طرح ایک تعلق ہے۔ اور اس لطیفہ کی کیفیت یہ ہے کہ [illegible] قرار نہیں ہے۔ وہ کبھی اپنی منقار کو لطیفہ نسیمہ میں اور [illegible] میں اور کبھی دماغ وتخیلہ وحافظہ میں ڈالتا ہے اور اسکی وجہ سے ان حواس وقوی میں ادراک پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ مکشوف ہوا کہ وہی لطیفہ مدرکہ ہے جو اس کی حقیقت قلب ہی ہے اور اس کے قلب کی وجہ تسمیہ حواس ظاہرہ اور قوائے باطنہ کے ساتھ اس کا تقلب ہے۔ بعد ازاں تارک سر میں وہ لطیفہ جو چنے کی دال کے برابر ہے اور ایک عجیب ہیئت رکھتا ہے نمودار ہوا اس سے خطوط نورانیہ سورج کی شعاعوں کی طرح نکلتی ہیں اور تمام اشیاء کا احاطہ کر لیتی ہیں اور عرش سے گذر کر ذات مقدس کی طرف پہونچ رہی ہیں اور اس وقت عرش عظیم جو کہ محدود ہے ایسا ناچیز محض ہو جاتا ہے اور اسکی کوئی انتہا نہیں ہے۔ عروج روح بھی اسی طرح پر ہوتا ہے اور نفخ روح جو مدلول نفخت فیہ من روحی ہے وہ بھی اسی راہ سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ حقیقت انا جسمیں (ایک) لطیفہ ودیعت کیا ہوا تھا اسی راہ سے گذر کر ذات میں فنا ہوگیا اور (میرا حال یہ تھا) کہ جس وقت چاہتا تھا

[1] میری سمائی نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں لیکن میری سمائی مومن بندہ کے قلب میں ہے

اس راہ سے عروج کرتا تھا پس انا کا اضمحلال ذات الٰہی میں علی وجہ الکمال پوری طرح متحقق ہوگیا بعدہ محو حقیقی [illegible] اور یہ معلوم ہوا کہ اس امانت میں جو آیت کریمہ ان تؤدوا الامانات الی اہلہا میں وارد ہے اسی رجوع انانیت کی طرف اشارہ ہے اس ذات تعالیٰ کی طرف جو اس راہ سے ہوتی ہے اور امانت سے مراد اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[1] کی آیت ہے جس کو مرتبہ انسانیت میں امانت رکھا ہے اور کہاں ظلوماً جہولا کے معنی اختیار ظلوماً جہولا ہے۔ اس کا ظلم یہ ہے کہ اس امانت کو وہ اپنے سے سمجھا اور جہول اس وجہ سے ہے کہ اس نے یہ نہ جانا کہ اس میں بجز امانت اور کچھ نہیں ہے۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز میں نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک چیز ہے ایسی جیسی لڑکیاں کپڑے کے ٹکڑوں سے آدمی کی شکل پر بناتی ہیں (گڑیاں بناتی ہیں) اور رنگ برنگی گڑیاں میرے سامنے ڈال دی جاتی ہیں اور مجھکو اسکے تماشہ میں بہت لذت مل رہی ہے اور میں اس نظارہ سے تعجب کر رہا ہوں اور رفعت حاصل ہو رہی ہے۔ پھر مجھکو اس سے ایک ملال پیدا ہوا میں نے اس میں سے ایک کو پکڑ کر غور کیا تو دیکھا کہ وہ پرانی پتیاں ہیں ایک رنگ برنگی ہیں۔ اور دوسری سادی ہیں۔ پس میں اس سے بہت متنفر ہوا اور اس گڑیا کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پھر جب ان ٹکڑوں کو ایک دوسرے سے کھولا تو اس کے اندر سے ایک انگلی برآمد ہوئی پھر میں ہوشیار ہوگیا جب اس واقعہ کی تعبیر میں میں نے غور کیا تو یہ بات منکشف کی گئی کہ اس گڑیا کی شکل

[1] ہم نے بار امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسکو اٹھالیا۔ بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا ....

سے مراد نفس تھا اس کا مقام ناف کے برابر ہے اور وہ مختلف رنگ جو دکھائی
دے رہے تھے اس کے خطرات تھے جو اس لطیفہ پر جو قلب کے مقابل داہنی سمت
مثل آئینہ کے ہے ڈالتا ہے۔ اور یہ الہام فرمایا کہ اس کے دفعیہ کا علاج ہمک
ہے پس میں نے اس کو اختیار کیا۔ جب ایک مدت گذر گئی تو اس جگہ سے جو نفس
کا مقام ہے ایک شور اٹھا اور آسمان تک پہونچ گیا پھر سوخت ختم ہوگیا
اسی طرح چند روز یہ شور و غوغا میں سنتا رہا۔ پھر میں نے نفس کو اسی جگہ سے
اکھاڑ ڈالا دیکھا کہ اس کی جڑ کے ریشے مثل پیاز کے ریشوں کے ہر طرف سے
نکل رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ جڑیں (رگیں) شمول اور اسکی طرح طرح کی خواہشات
اور اس کے تعلقات تھے۔ جب اسکی وہ تمام رگیں (جڑیں) اکھاڑ ڈالی گئیں
تو سکون و طمانیت حاصل ہوگیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ جب مجھ پر توجہ ظاہر
ہوئی تو اپنے وجود کو ایک نقطہ کی طرح ہستی حق کے دائرہ کے درمیان پاتا تھا
بعد ازاں جب انانیت فنا ہوگئی تو اس کی ہستی کو اپنے میں ایسا پایا جیسے
ہوا کمال میں۔ جس سے کہ تو بار اپنی کمی دھو سکتے ہیں اور یہ ادراک ہوا تھا
کہ تمام آثار اسی سے مستند ہیں۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ انانیت فنا ہونے کے بعد نفس مطمئنہ
پر آفاق کا حکم کرتا ہے اور یہ صاحب مقام اپنے نفس کو اپنے غیر سے ممتاز نہیں
پاتا اور اسی مقام میں حدیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والتسلیمات لا یؤمن
احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہٖ متحقق ہوتا ہے۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ سالک پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ

ے ... تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ
اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ....

اس کی حقیقت کی توجہ عالم ارواح کی طرف ہو جاتی ہے اور اس وقت انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح اس کو
متوجہ ہوکر پہچانتی ہیں۔ اور اس فقیر نے اکابر طریق قدس اللہ اسرارہم کی ارواح سے
عالم بیداری اور رؤیا میں صحبت اٹھائی ہے اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں بعض
کی صورت کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور بعضوں کے مزارات کی زیارت کی ہے چنانچہ
ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت سید آدم بنوری قدس سرہٗ مسجد کے جنوبی در میں
تشریف فرما ہیں اور حضرت قبلہ گاہی مسجد کے صحن میں ہیں۔ اسی اثناء میں ایک
شخص تھوڑے نیاز کے بتاشے لایا۔ حضرت قبلہ گاہی نے مجھ سے شربت بنانے
کا اشارہ فرمایا۔ میں نے تعمیل حکم کرتے ہوئے شربت تیار کرکے اور اسے چھان
کر عرض کیا۔ حضرت قبلہ گاہی نے پیالہ میرے ہاتھ سے لیا اور خود بصد ادب و تعظیم
اس کو حضرت سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا آپ نے تعظیماً حضرت قبلہ گاہی
کو دیا اور پیالہ ان کے ہاتھ سے لیکر سیر ہو کر پیا اور بقیہ دوسروں کو تقسیم
فرما دیا۔ اور ایک بار شیخ بدیع الدین مدار قدس سرہٗ کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے
ہیں۔ آپ کی شکل نورانی ہے اور سر مبارک پر سفید دستار ہے اور بالا بند سیاہ
ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہٗ کے مزار پر انوار کی
زیارت کا شوق اگرچہ مجھے بہت زائد تھا اور اس سے مجھے بہت تعلق تھا بلکہ قریب
تھا کہ مزار شریف کی زیارت کا میں احرام باندھ لیتا اور سفر کے لئے روانہ ہوجاتا
اسی اثناء میں میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مجدد میرے حجرہ میں تشریف
فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میرا فیض ہر جگہ ہے (آپ کے اس فرمانے سے) وہ
سب کلفت دور ہوگیا۔ اور تسکین ہوگئی۔ اگرچہ اس خواب میں آپکی صورت مبارکہ
کا میں نے معائنہ نہ کیا تھا۔ اور میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا تجلیوں
کی صورت میں مشاہدہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ تمام شجر و حجر تجلیوں کی صورت بن گئے ہیں
اور ہر جگہ ہزاروں لاکھوں مچھلیاں پیدا ہیں۔ بعض کی شکل پوری اور بعض کی ناقص

دنا تمام ۔ اور بعض ایسی ہیں کہ ایک مچھلی بہت بڑی ہے اور اس کے اندر بہت
سی مچھلیاں (مندرج) ہیں لیکن وہ سب اسی حوتِ اعظم کی حیات سے
زندہ ہیں۔ اس وقت میں نے پڑھنا شروع کیا (پڑھنے لگا) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اور جب
وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ میری زبان پر جاری ہوتا
تو میں دیکھتا تھا کہ اس کلمہ سے ایک سر پیدا ہوتا ہے اور ان تمام مچھلیوں
داخل ہو جاتا تھا اور اس کی وجہ سے سب کو مسرت و خوشی حاصل ہوتی
جس طرح مصنوعی (کپڑے کے بنے ہوئے) شیر وغیرہ ہوا بھرے ہوئے
جنبش دیتی ہے ایسی میں نے معلوم کیا کہ یہ صورتیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی
ارواح ہیں اور اللّٰھم صلّ کا کلمہ تمام انبیاء کے ساتھ میں نے پایا ۔ اور ان کی
تشبیح ادا کا سر بصورتِ ماہی مولوی روم قدس اللہ سرہٗ کے کلام
کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہے

ہر کہ دید آں بحر را او ماہی است　　ہر کہ دید اللہ را اللّٰھی است

پھر فرماتے ہیں۔

ہر کہ جز ماہی است ز آبش سیر شد　　واں کہ بے روزی است روزش دیر شد

ے جس نے اس سمندر کو دیکھا وہ مچھلی ہے۔ جس نے اللہ کو دیکھا وہ اللّٰھی ہے۔ مراد اس
تمام موجودات میں جو حق کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اللّٰھی یعنی ولی کامل ہے۔ اور جس کی نظر
ذات ہے اور موجودات کو بصورت حباب دیکھتا ہے وہ مثل ماہی (مچھلی) ہے ۔ جسم
ظاہر ہیں جس کی ہے وہ مثل ماہی کے ہے پس حباب مثل دریا کے ہے۔ اور تن مثل ماہی کے
ے جو مچھلی کے علاوہ ہے اس کے پانی سے سیر ہوا ۔ جو بے روزی ہے اس کا وقت [illegible]
رہے کہ جب [illegible] انسان تین قسم کے ہیں اول عارف کامل و عاشق واصل جو
حق اور تجلیات حق سے کبھی سیر نہیں ہوتے جیسے مچھلی پانی سے کبھی سیر نہیں ہوتی

اور ایک بار مخلصین میں سے ایک شیخ تربیت نے توجہ کی استدعا کی جب میں خلوت میں
بیٹھا اور ان پر توجہ کرنا چاہی تو دیکھا کہ صاحبِ سلسلہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ
کھڑے ہیں بسرخ و سفید رنگ ۔ نورانی شکل ۔ میانہ قد ۔ گٹھا جسم ۔ اس صورت
کا مشاہدہ کرتے ہی شیخ مذکور پر ایسی غیبت طاری ہوئی کہ انھیں اپنا ہوش نہ رہا۔ اسی
اثنا میں ایک شخص نے حجرہ کے طاق کی طرف ہاتھ دراز کیا اس کے ہاتھ دراز کرنے
میں کچھ آواز پیدا ہوئی جس سے وہ چونک پڑے ۔ اور کہا کہ ایک مدت سے اسی
بے خودی اور غیبت کی تمنا و آرزو تھی اب یہ جا کر میسر آیا ۔ اور ایک بار میں نے
اپنے کو دیکھا کہ ہوا پر جنازہ وار جا رہا ہوں (اڑ رہا ہوں) یہاں تک کہ شہر اجمیر میں
حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مقبرہ میں پہنچا اور ان کی قبر شریف
کی زیارت کی ۔ میں نے اس مزار پُر انوار کو سنگ سفید کا دیکھا اور اس مقبرہ کے
احاطہ کو دو در کا پایا جب میں نے خادمین سے (لوگوں سے) اس مقام کے بارے
میں دریافت کیا تو انھوں نے بھی ویسی ہی نشاندہی کی جیسا میں نے مشاہدہ کیا تھا۔
ایک بار میں نے اپنے کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں جا رہا ہوں ۔ میں نے دیکھا
کہ اس کے ہر ہر زینہ پر حضرت پیر دستگیر (غوث الاعظم) اور حضرت خواجہ معین الدین
قدس سرہما کی صورتیں جلوہ گر ہیں ۔ یہ دیکھ کر میں مؤدب ہو گیا ۔ اور اپنے پیروں
کو احتیاط سے رکھنے لگا۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شب میں نے واقعہ میں ام المومنین
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ ایک چارپائی بچھی ہے اور
آپ اس پر تشریف فرما ہیں ۔ اور سفید کپڑے پہنے ہیں لیکن وہ کپڑے ایسے ہیں
جیسے عورتیں اپنے شوہروں کی زندگی میں پہنتی ہیں ۔ اور اس سے متصل ایک دوسری

ہیں اور صورۃً دوشتہ ۔ دوسرے غیر ماہی یعنی عام مسلمان جن میں ہدایت حاصل کرنے کی استعداد ہے
تیسرے وہ لوگ جو ناقابل دید اور بدبخت ہیں۔

چارپائی ہے جس پر تین دوسری ازواج مطہرات بیٹھی ہیں اور ان کے کپڑے سفید
ہیں لیکن اس وضع کے ہیں جیسے بیویاں اپنے شوہروں کے بعد پہنتی ہیں۔ اور ان
عورتوں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے بہت کم معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے اس وقت بہت شرم
اور غایت ادب فرط خجالت سے اپنے [illegible] پر ملامت کرنے لگا کہ ازواج مطہرات
کے سامنے آنا کمال بے ادبی ہے۔ اسی حال [illegible] یہ بات دل میں القاء ہوئی کہ
تو ان کا فرزند ہے (اولاد ہے) اور [illegible] اولادوں کا اپنی ماؤں اور دادیوں کے
سامنے آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار عرس کی مجلس تھی۔ اور شیخ
ابوالفتح اور شیخ ابوالفضل کے روضہ کی دیوار کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ ناگاہ [illegible]
نے دیکھا کہ ایک نور مثل برق دونوں قبروں سے نکلا اور بہ شدت تمام مجھ پر
گر گیا ایسا کہ میں سخت مضطرب ہوا۔ اور قریب تھا کہ اچھل کر رقص کرنے لگوں
اور نعرے ماروں کہ یکایک اسی وقت حضرت قبلہ گاہی مرشد برحق کی صورت
نمودار ہوئی اور مجھکو تسکین بخشی۔ اگرچہ اس وقت بظاہر میری کوئی ہیچ گونہ
اضطراب ظاہر ہوا لیکن میں نے دیکھا کہ میری حقیقت رقص کر رہی ہے اور کہ
عالم ایک اضطراب عظیم برپا ہے۔ اور یہ حال تقریباً ایک ساعت تک مجھ پر طاری
رہا جب میرے ظاہر میں کوئی حرکت و جنبش پیدا نہ ہوئی تو وہ نور دو شعلوں کے
شکل میں میری دونوں آنکھوں کی راہ سے باہر نکلا اور میرے مقابل دو شخص
ایسے بیٹھے ہوئے تھے جن کو سماع اور رقص سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ ان دو
شعلوں کو ان میں آ دیا [illegible] کر دیا پس دونوں نے یک بیک جست کی اور
رقص عظیم کیا۔

افادہ:۔ حضرت والا نے فرمایا کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے
درمیان فرق جو اس فقیر کو سمجھایا وہ بیان کرتا ہے۔ توحید وجودی یہ ہے کہ
فی الحقیقت ذات کے سوا کوئی موجود نہیں ہے لا موجود الا اللہ

جو کچھ وجود ہے صرف ذات حق کے لئے ہے جیسا عرفاء نے تحقیق فرمایا ہے۔ اور یہ
مسئلہ حق ہے لیکن از روئے علم لدنی کے ہے۔ یہ خود شہود میں نہیں آتا مگر جسکو اللہ
چاہے وہی از روئے عرفان سمجھا ہے۔ کاتب حروف کہتا ہے کہ توحید وجودی
اور توحید شہودی جو کچھ اس فقیر کو سمجھائی ہے اسکو وہ بیان کرتا ہے کہ توحید وجودی
حقائق کا مسئلہ اور نفس الامر کا بیان ہے۔ عارف کے وجدان سے قطع نظر کرتے
ہوئے جو وجود میں واقع ہو خواہ وجوبی ہو یا امکانی خارجی ہو یا ذہنی۔ وہمی
یا خیالی۔ سب اس کے انواع و اقسام کے ساتھ ثابت ہے اور ذات حق کا
بلا شرکت غیرے کوئی غیر موجود نہ پایا ہے۔ اس لئے کہ موجود ہے وہ جو نہیں ہوتا اور
کسی چیز کو اس کے ساتھ (حق کے ساتھ) نسبت عینیت بھی نہیں ہے اس لئے
کہ یہ بات بھی ایک قسم کی تحقیق چاہتی ہے تاکہ اس منشاء کے ساتھ عینیت کا
انتزاع ہو اور وہ ماسوائے ذات الٰہی میں مفقود ہے اور یہ حق بات ہے اور
نفس الامر کے مطابق ہے۔ اور [illegible] احوال کی قبیل سے نہیں ہے کہ کسب سے حاصل ہو
بلکہ جب تک (خود) کسی (کو) اپنا علم ذاتی عطا نہیں فرماتا وہ اس کو حاصل نہیں
کر پاتا۔ اور یہ ریاضت کی تعیین سے ہے۔ وہ [illegible] کی قبیل سے نہیں ہے۔ وہ
نفس الامر کا بیان ہے نہ کہ آدمی جو کچھ دیکھتے ہیں۔ وہ امور شہودیہ کے قبیل سے
ہوتے ہیں۔ قولہ قدس سرہٗ [illegible] اور جو کچھ ظاہر نہیں از روئے مشاہدہ دیکھتے
اس کا سبب دو امر ہے۔ جو کہ شعور کو ان معلوم خیال میں نسبت [illegible] نقش
مائے ہوئے ہیں اور ذکر کی توجہ نسبت میں رنگ گئے اس لئے وہ [illegible] نفوس
کو ذات کے [illegible] دکھاتے [illegible] اور جب آفاق کے [illegible] ہے
لیکن جب طالب اس مقام سے گزر جاتا ہے تو نفوس [illegible] قبول
کرتا ہے۔ اور اپنے خیال میں نفس کی صورت کو رنگین پاتا ہے۔ اور [illegible]
ہے نفس ذاتی نہیں ہوتا مگر جس کو اللہ چاہے۔ اس لئے کہ خیال [illegible] نفس [illegible]
کاتب حروف کہتا ہے کہ توحید شہودی جو احوال کی قبیل سے ہے اور حال [illegible]

میں سے ایک حالت کا بیان ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو سیر
آفاقی کے وقت پیش آتی ہے۔ اور اس سے مطلب ہے نفوس اکوان کو ذاکر کے
نورِ مشہود دیکھنا۔ سالک خواہ مرتبۂ یادکرد[1] میں ہے یا نور مذکور میں۔ اور اگر توجہ
اور یادداشت[2] کا ملکہ اسے حاصل ہوگیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ جب سالک کا
نفس اس نور کے ساتھ متلون ہوگیا۔ اور بمنزلہ عینک اکوان کی رویت کے لئے
مخصوص ہوگیا۔ تو اس نفس کے ساتھ وہ جس چیز پر بھی نظر ڈالے گا اس چیز کو اسی ایک
نور سے منور دیکھے گا اور اس کو حق تعالیٰ کا شہود سمجھے گا۔ اور یہ بھی ایک وجہ
دلکش ہے لیکن ذکر اور نورِ ذکر میں فرق کرنا بغایت دقیق ہے۔ اور دوسری قسم
یہ ہے جو سالک کو سیر انفس کے وقت پیش آتی ہے۔ اور اس سے مطلب ہے نفس کو
ہیئت [illegible] کے ساتھ نور یادداشت سے متلون دیکھنا۔ یعنی جب سالک توجہ
کے ساتھ اکوان سے گذر جائے تو اسی وقت اس کی توجہ اس کے نفس میں منحصر
ہو جاتی ہے اور اکوان سے ذہول رونما ہوتا ہے۔ اور اس حالت میں اس کی نظر
مثل نور کے جا کر ایک وجدانی صفت شئ پر جو اس کا نفس ہے اور متصور ہو رہی
ہے مشہود ہو جاتی ہے اور اس شہود سے اسکے نفس کو ذہول نہیں ہوتا اسلئے کہ
خیالِ نفس کا استلزام ہے۔ اور یہ شہود کا رِ خیال ہے۔ میں نے آپ سے بسا اوقات
سنا ہے قولہ قدس سرہٗ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ کے قول [illegible] معنی میں
کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے ہی میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ جانتے

---

[1] یاد کرد۔ ذکر لسانی اور قلبی کو کہتے ہیں۔ یاد ضد فراموشی ہے اور اصطلاح میں فرق
کو فراموش کرنا اور روح حق کے [illegible] میں مستغرق ہونا اور اپنی خودی کو نیست و نابود کر کے
اسم کی یاد سے مسمّیٰ میں پہونچنا اور اسی میں گم ہونا۔

[2] اس سے مراد توجہ صرف بحرد الفاظ اور تخیلات سے بے حقیقت واجب کی طرف۔ اور بغیر
فنائے تام اور بقائے کامل کے حاصل نہیں ہوتی.........

ہیں اپنے ہی میں پہچانتے ہیں۔ ان کی حیرت اپنے ہی وجود میں ہے۔ بھی.....
اور اس سے اشارہ انھیں دو لفظوں "می بینند و می شناسند" کی طرف ہے
اور انھیں دونوں مرتبوں میں فرق ہے۔ کاتب حروف کہتا ہے کہ لفظ "می بینند" سے
اشارہ "توحید شہودی" کی طرف ہے جو دید و شہود سے تعلق رکھتا ہے اور لفظ
"می شناسند" سے اشارہ "توحید وجودی" کی جانب ہے جو معرفت سے
تعلق رکھتا ہے۔ یہ معرفت بھی معرفتِ وجود کے حصۂ خاص کا تحقق حاصل ہوئے
بغیر جو اس مظہر خاص کا حصہ ہے جو کہ نفس سالک ہے میسر نہیں آتا۔ اس کا مطلب
یہ ہے کہ جب وہ یہ پہچان لیتے ہیں کہ تحقق اور ہمارا وجود دراصل حق کا ہی وجود ہے
ہمارا نہیں ہے۔ تو تمام ممکنات کا تحقق بھی وہی سبحانہٗ تعالیٰ ہے۔ اور اس کلام
سے غرض یہ ہے کہ توحید وجودی نفس الامر کی حقیقت کا بیان ہے مکاشف
کے کشف اور شاہد کے شہود سے قطع نظر کرتے ہوئے۔ اور توحید شہودی
حالات بیان کرنے کے قبیل سے ہے جو سالک کو دکھائی دیتا ہے (کیلئے ظاہر
ہوتا ہے)۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ اکثر اہل شہود حق کا مشاہدہ عوالم
میں کرتے ہیں اور مبتدی عالم ناسوت میں خواہ وہ وجود نورانیہ جو عالم روح
میں۔ خواہ عالم ملکوت میں خواہ عالم جبروت میں۔ اور اس کا سبب ان عوالم
کے ساتھ علاقۂ حبی ہے۔ پس جب تک کہ انسلاخ کلی کما تنسلخ الحیۃ من جلدہ[1]
کر وہی ان عوالم کے ساتھ ارتباط کا سبب ہے ختم نہیں ہوتا اہل شہود [illegible] سے
باہر نہیں آتا۔ اور جب بفضل الٰہی اس سے باہر آگیا تو شہود نفسی پیش آتا ہے۔
اور پھر جب اس کے کرم بے غایت سے اپنے وجود کی محبت سے مراقب کی طرف
منسلخ (علیحدہ) ہوگیا تو اس وقت وہ بے رنگی اور بے نشانی سے مشرف ہوجاتا ہے

---

[1] جس طرح سانپ اپنے چھلکے سے الگ ہوتا ہے۔

لیکن جب اس کو اس کی حالت پر واپس کر دیں (عروج سے نزول کرے) یعنی
وہ سیر عن الحق الی الخلق کے وقت شہود حق فی النفس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور
اسی لئے کہا گیا ہے کہ نفس کو صورت خیالی سے ذہول نہیں ہوتا اس کے باوجود وہ
بے رنگی سے خالی نہیں ہوتا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس لفظ حیرت سے (جو حضرت خواجہ
بزرگ قدس سرہٗ کے (اس) قول میں واقع ہوا ہے کہ "ان کی حیرت اپنے کو
وجود میں ہے") اشارہ اسی بے رنگی کی جانب ہو۔ واللہ اعلم۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک (اپنا) وجود علمی بھی باقی
ہے فنائے اکمل بھی اتم نہیں ہے۔ اور جب تک وجود علمی کی بساط جس سے
مطلب قوت عرفانیہ ہے لپیٹ نہ دی جائے فنائے حقیقی جس سے مراد موت ہے
میسر نہ آئے گی اور یہ بات بوجہ اکمل سوائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کے دوسرے میں معلوم نہیں ہوتی۔ اور ان کے فضائل جو بعض احادیث میں
مروی ہیں ان سے اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم منؐ سرہٗ ان ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی
ابن ابی قحافۃ -او کما قال۔ اور کسی دوسرے کے بارہ میں یہ لفظ معلوم نہیں
کہ وارد ہوا ہو۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک روز مقام قرب میں غور کی نگاہ
گئی تو ہر چند نظر دور دور گئی لیکن وہ جہت خاص جو حضرت علی مرتضیٰ میں تھی
اس سے زائد کسی میں نہ دیکھی گئی۔ اور اس جہت میں کسی دوسرے کی ان پر فضیلت
نہیں دکھائی دی۔ اور آپ اس جہت (یعنی مقام قرب کے) اعلیٰ مرکز پر واقع
ہیں۔ اور اسی لئے آپ ہی مبداء عرفان ہوئے ہیں

---

۱ جو اس بات پر واقف ہونا چاہے کہ وہ مردہ کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو قحافہ
کے بیٹے کو دیکھ لے۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ اکابر قدس اللہ اسرارہم کا قول ہے
منؐ عرف اللہ کل لسانہٗ۔ اور بعض دوسرے حضرات کا قول ہے کہ
منؐ عرف اللہ طال لسانہٗ۔ دونوں اقوال صحیح اور صادق ہیں اگرچہ (ظاہراً
متضاد ہیں) اس لئے کہ طال لسانہ سے مطلب وہ معرفت ہے جو اسماء و صفات
کے مرتبہ میں ہو کیونکہ جب ظہور اسمائی کے انوار منکشف ہوتے ہیں اور ان
کے علوم و اسرار ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ہر علم کو غنیمت شمار کرتا ہے۔ اور بوقت
ضرورت اس کے اظہار میں عجلت کرتا ہے اور کل لسانہ ذات سے
کی معرفت میں ہے جو بے نشان اور بے رنگ ہے۔ اور اس بے رنگ کے
ساتھ جو علم کے احاطہ اور ادراک کی حد سے خارج (باہر) ہے اور جو اسکے
مقابل ہوتا ہے وہ فانی ہو جاتا ہے۔ نہ اس سے کوئی مطلب لیا جا سکتا ہے نہ
بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور شیخ سعدی شیرازی کے اس قول ع کاں را کہ خبر
شد خبرش باز نیامد کے یہی معنی ہیں۔

افادہ :- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ جب
حق تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے اور اس کا کوئی مکان نہیں ہے تو
معراج میں فوق العرش عروج سے کیا مطلب (کیا نکتہ ہے)؟ میں نے جواب دیا
کہ عرش اور جو کچھ اس میں ہے سب عالم چون سے ہے اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ
اپنے مرتبۂ وجوبی میں کہ کل لسانہ کا۔ مطلب اس مرتبہ کا قرب و وصول ہے جو
بے چون ہے۔ اور چون جب تک مقام چونی میں ہے اسکو بے چون کا وصول
علمی و ذہنی سے زائد نہیں ہے اور جب عالم چون سے خروج جس سے مطلب
عروج فوق العرش ہے جو خارجی اور نفس الامری متحقق ہے تو قرب خارجی اور

---

۱ جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اسکی زبان شل ہو گئی ....
۲ جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اسکی زبان تیز ہو گئی ....

اور وصول حقیقی بے چون تک میسر آتا ہے اور چونکہ اس مقام عالی کی استعداد صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھی تو یہ صورت واقع ہوئی۔

افادہ ۶:- (ایک روز) حضرت والا کے حضور میں اس حدیث لیغان علیٰ قلبی وانی لاستغفر اللہ کل یوم مائۃ مرۃ کا ذکر ہوا اور جو کچھ علماء وعرفاء نے اسکی توجیہ بیان کی ہے وہ بیان ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ عروج وغین کا سر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مقدس کو ذات بحت اور تمام شیون ونسبت واعتبارات سے معرا ہے (اور غیب مطلق ہے) کا مشاہدہ میسر تھا وہ درجہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس کا چھپا آنا فانا لازم ہے پس وجود بشریت کے ساتھ مشاہدہ کالبرق الخاطف ہوتا ہے اور ہر آن یہ تجلی واستتار ہو یہ ممکن نہیں اور یہ کہ تجلی دائم ہو بغیر نسبت واعتبارات کے تو کبھی نہیں ہے اور غین سے اشارہ وہی استتار ہے۔ اور اسی سبب سے دوام استغفار کی حاجت ہوئی تھی۔

افادہ ۷:- حضرت والا نے اس آیت کریمہ کی تاویل کے سلسلہ میں جو ومن احسن دینا ممن اسلم وجہہ للہ وھو محسن واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ کہ اس اسلام سے مراد حقیقت ہے اور اسکی تفصیل اس حدیث لا یؤمن احدکم

۱ز دریا موج گوناگوں بر آمد ۔ ز بے چونی برنگ چون بر آمد

۲ میرے دل میں خواہش الٰہی بھی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔

۳ یعنی تجلی صفاتی دائمی ہو سکتی ہے تجلی ذاتی دائمی نہیں ہو سکتی ۔ تعق الور

۴ اور اس شخص سے اچھا کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا اور وہ نیکو کار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔ پارہ ۵ سورہ نساء ۔ رکوع ۱۸

۵ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے (دین اسلام) تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں (دل سے چاہ و چاہ اس پر عمل کرے)

حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ اور اس کا اختیار کرنا سوا احکام شریعت کے ہے اور لبعیت سے مراد ابراہیم حنیف کی ملت ہے اور نیز یہ اسلام وراء اسلام ودین عامہ ہے اور استقلال وثبات سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اسلام حقیقی جو ثمرہ طریقت ہے (وہ) بعد تہذیب نفس ریاضات شاقہ اور جذبۂ الٰہیہ سے ہے۔ اور معرفت طریقت میں ضمن میں حاصل ہوتی ہے۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ شریعت سے مراد ان احکام کا بیان ہے جو قرآن مجید۔ احادیث۔ تفاسیر۔ شروح اور کتب آداب میں ہے (اور) عبادات واذکار واعمال صالحہ اور اذکار اور فضائل شکر وصبر وغیرہ کی تفاصیل منجیات انجات ولانیوا الی جزئیں) اور مہلکات کا بیان جو رذائل ہیں۔ اور طریقت یہ ہے کہ جو کچھ بیان ہوا انکو اپنے نفس کی بسبب ریاضات شاقہ کے تملیک بنالے اور ارادے کے تحت لادے اور جب تک اس کا مالک (اختیار وقابو) نہ ہو جائے گا حقیقت پر نہ پہونچے گا۔ اور حدیث لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ مرتبہ حقیقت کا بیان ہے اور کہنے والے کی بات کہ یہ حدیث شریف شاہد ہے۔

افادہ ۸:- حضرت والا نے فرمایا کہ شرع کے وارد ہونے میں سر یہ ہے کہ آدمی عالم خلق وامر سے مرکب ہے جب وہ مرتبۂ روح پر تھا جو عالم امر سے تعلق رکھتا ہے تو اس کو تقدیر الٰہی کا مشاہدہ حاصل تھا۔ اور اس کے حکم میں مقہور اور مالک تھا۔ اور زیر حکم روح کے غلبہ کے وقت سے لے کر اس وقت تک۔ اور جب بشریت میں آگیا جو خلق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ارادوں اور اختیارات نے ظہور کیا اور مشاہدہ قدر مخفی ہو گیا۔ اور احکام معاش ومعاد پیدا ہوئے تو (اور) ایک ضرورت ظاہر ہوئی کہ دونوں افعال اسے کرنا چاہیے۔ اور قریب تھا کہ اس سلسلہ میں استقلال اور مذمت۔ استقلال۔ مضبوطی اور استبداد رائے جو انانیت کا منشا ہے ظاہر ہوا پس اللہ تعالیٰ نے شرع نازل فرمائی اور امور معاش ومعاد میں اوامر ونواہی مقرر کئے تاکہ آدمی ان افعال میں تگ ودو

کر تمام عالم یعنی ملائکہ اور جن وانس وغیرہ اسکی محبت سے پُر ہو جائیں گے۔ جیساکہ حدیث میں وارد ہے کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا نَادٰی جِبْرَئِیْلَ اِلٰی قَوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ ۔

افادہ :۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایمان میں زیادتی بحسب کیفیت ثابت ہے چنانچہ آیۂ کریمہ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ اسی پر دلالت رکھتی ہے اور اس کا مقتضیٰ وہ احادیث ہیں جو اس بارہ میں وارد ہیں اور وہ بھی بحسب ظاہر یہی ہے اور ازروئے کشف و وجدان ایسا ہی متحقق ہوا ہے اور ایک حدیث میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کا ایمان ستر آدمیوں کے ایمان کے برابر ہوگا وہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی ایک بہت بڑی جماعت ایک شخص کے ایمان کے ساتھ متلون ہو جائے گی۔ اور اس جماعت میں ہر ایک کا ایمان ایمان کا ایک جزو ہوگا پس اس کا ایمان بسبب اجزاء کی کثرت کے ستر آدمیوں کے ایمان کے برابر ہوگا۔ اور یہی سر ہے کہ ایک شخص بمنزلہ امت اور پیشوا نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں وارد ہوا ہے کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب میں یٰٓاَیُّہَا الرُّسُلُ واقع ہوا اور اگرچہ کیفیت کی زیادتی کی بھی روایت محتمل ہے لیکن بظاہر ازروئے احادیث اور نیز ازروئے کشف و وجدان وہی اول ہے۔ (یعنی وہ معنی جو اوپر بیان ہوئے)۔

افادہ :۔ حضرت والا نے فرمایا کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ اس سے زائد جاننے والا ہے اس شخص کے بارہ میں کہ اس کی معاملت خلق کے ساتھ کیسی تھی اگر اس کی معاملت خلق کے ساتھ اچھی تھی تو تم بھی اس کے ساتھ [illegible]

سے ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے (پارہ ۲۶ رکوع ۱۱ سورہ فتح)

کرے اور اپنے کو احکام اللہ میں دے ڈالے اور اپنے ارادوں کو یک سو رکھ کر کالمیت بین یدی الغسال کے تصرفات میں ہو جائے اور احکام الٰہیہ اسکو فنا حاصل ہو جائے اور فنا جو اصل مقصود ہے اور بندگی کی حقیقت ہے ہر حال میں اس کو حاصل ہو جائے۔ پس جو شخص خلاف شرع چیزوں کا مرتکب اور اپنے نفس کا تابع ہے وہ فنا سے بے بہرہ ہے۔ واللہ اعلم۔

افادہ :۔ حضرت والا نے اس حدیث قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا اَہْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَثْرَۃُ سُؤَالِہِمْ وَاخْتِلَافُہُمْ عَلٰٓی اَنْبِیَآئِہِمْ کے بارہ میں فرمایا کہ اسلام انقیاد ہے شرائع الٰہیہ کا بغیر فضول کے اور جب شارع علیہ السلام نے قُلْ ہٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ بیان کیا ہے اور وہی مقدار نافع ہے سوال از تحقیق و تدقیق سے بیز (فضولی) کے جو موجب ہلاکت ہے کچھ بھی نہ ہوگا

افادہ :۔ حضرت والا نے اس حدیث شریف اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْہُ کے معنی میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص جس کی تاثیر سے جماعت کے نفوس میں ہماری یاد پیدا ہوتی ہے وہ جس وقت ذکر کرے تو تمام نفوس اس کے ذکر سے پُر ہو جائیں۔ پس ہم بھی اس کا ذکر ملاء خیر میں کریں گے (فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ) یعنی اسکو محبوب کر لیں گے

لہ جیسے مردہ غسل دینے والے کے سامنے ۔ ۲؎ مجھے چھوڑ دو ان باتوں کے پوچھنے سے (جن کو) میں نے بیان نہیں کیا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ لوگ کثرت سوال اور اپنے انبیاء پر اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ۔ ۳؎ کہہ دو یہ راستہ تو ہے جس سے (اللہ کی) طرف بلاتا ہوں ازروئے یقین و برہان سمجھ بوجھ کر (پارہ ۱۳ رکوع ۱۱ سورۂ یوسف) ۴؎ جو مجھے یاد کرے جماعت میں میں اس کو یاد کروں گا ایسے مجمع میں جو اس سے بہتر ہے یعنی ملاء اعلیٰ ۔

اور اسی میں سر یہ ہے کہ شریعت کی تکمیل دراصل حق اور خلق کے ساتھ حسن معاملت
کو ہوتا ہے لیکن حق اللہ کی ادائیگی میں اگر کمی ہو تو اللہ کی رحمت اسکے غضب پر
سبقت لے گئی ہے۔ اور حق خلق کے سلسلہ میں سلطان الحکم غیرہ کا حکم لاتا ہے (یعنی
حقوق العباد کے سلسلہ میں اللہ بری ہے) اور اس نے حقوق العباد کے سلسلہ میں جو
قانون بنا دیا اس میں رد و بدل اور معافی نہیں) اور حاصل کلام یہ معلوم ہوا
اس شخص کے ساتھ جس پر خلق کا اطلاق ہوتا ہے خواہ قتل کے ساتھ ہو خواہ کسی
دوسرے طور سے وبال ونکال کا سبب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح وہ شخص جو ہنوز
مرتبہ علقیہ میں ہے (یعنی عالم وجود میں نہیں آیا ہے) خلق کا اطلاق اس پر بھی واقع
ہوا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ؎ (یعنی گو کہ وہ ابھی رحم مادر
ہی میں ہے لیکن خلق کا اطلاق اس پر ثابت کر دیا گیا) اس جگہ سے اسقاط حمل کا حکم
مستنبط ہوتا ہے (یعنی جب اس (نطفہ) پر مخلوق کا حکم نافذ ہو چکا جیسا کہ آیت مذکورہ
سے ثابت ہے تو اب اسقاط حمل ممنوع ہو جائے گا) کیونکہ وہ انصاف کے درجہ
میں ممنوع ہے اور اسقاط حمل بنیاد رب کو ڈھا دینا ہے برخلاف عزل کے کہ وہ منی کا
ضائع کرنا ہے اور ہنوز (ابھی تک) نطفہ کا حکم جو رحم میں قرار پانے کے بعد ہوتا ہے
اس پر حمل کا اطلاق آتا ہے وہ نہیں لیا (یعنی عزل کی صورت میں حمل کا اطلاق
ہوتا ہے خلق کا اطلاق نہیں ہوتا) اور بنیاد الرب کا حکم نہیں پایا جاتا کہ اس کا انہدام
سبب الاعتراض ہو جائے۔ اور بعضوں نے اسکو مکروہ جانا ہے۔ واللہ اعلم

افادہ:- حضرت والا نے مولانا روم قدس سرہٗ کے اس شعر ؎

من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیش سگاں انداختم

کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قرآن دو قسموں میں وارد ہوا ہے اسکی بعض آیات محکمات

؎ پھر ہم نے اس کو ایک نطفہ بنایا محفوظ (مضبوط) جگہ میں۔

ہیں اور بعض متشابہات۔ محکمات جو ہیں وہ ہیں ام الکتاب بمنزلہ مغز کے ہیں۔
اور متشابہات وہ ہیں جن کا نزول محض امتحان و اختبار کے لئے ہے اور وہ
بمنزلہ استخواں ہیں۔ پس جو لوگ راسخون فی العلم سے ہیں وہ محکمات کو بڑی جمعیت
و عمل اختیار کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں کے قلوب حق سے پھرے ہوئے ہیں اور کتوں
کے مثل ہیں وہ متشابہات میں پڑے ہیں۔ پس اس شعر میں اسی بات کی تشریح
فرمائی ہے۔

افادہ:- حضرت والا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے نسبت کاملہ اور حضور
دوام طلب کرتے رہنا چاہئے (یعنی کسی حال میں بھی رابطہ نہ ٹوٹنے پائے)۔

افادہ:- حضرت والا نے فرمایا کہ ایک بار ایک عزیز نے جو صاحب ارشاد
اور بزرگ و صالح تھے۔ میرے سامنے اشغال طریقت میں سے ایک شغل بیان کیا
مجھکو وہ اچھا معلوم ہوا میں نے اس پر عمل کرنے اور مشق کرنے کا قصد کیا جب
اس مجلس سے اٹھا اور گھر جانا چاہا ابھی دروازہ ہی پر پہنچا تھا کہ یہ آیت مَا يُقَالُ
لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ بطریق الہام دل میں القا کی گئی۔ اس سے معلوم
ہوا کہ سلوک میں جو جو اشغال ہمارے بزرگوں کے معمولات میں رہے ہیں ہمارے
حق میں بھی وہی مرضی ہے۔ اسی وقت سے وہ شغل کرنے کا قصد میرے دل سے جاتا رہا
اور شب میں اس عزیز نے بھی واقعہ میں دیکھا اور مجھ سے بیان کیا کہ ہم نے دیکھا
تم دونوں بھائی راستہ میں سوار جا رہے ہو اور میں زمین پر کھڑا ہوں میں تمہیں
آواز دے رہا ہوں لیکن تم میری طرف مطلق التفات نہیں کر رہے ہو۔ پھر تم نے
قدرے توقف کیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ اور ہماری طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اس سے
یہ معلوم ہوا کہ جو تمہاری راہ ہے وہی درست ہے۔

افادہ:- حضرت والا نے ایک مکتوب حضرت اقدس کو تحریر فرمایا کہ:-

قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین حضرت میاں شاہ ولی اللہ صاحب
فقیر حبیب اللہ کی طرف سے بعد سلام مسنون ہو کہ فقیر کے آنے کا قصد تھا ترتیب بنائے ابھی

(یعنی اللہ کی جانب سے میری تربیت ہو رہی تھی) کے سبب سے

جو الطاف خفیہ میں نہیں پہنچ سکتا دوسرے حضرت قدس سرہٗ

کی روحانیت سے ایک اشارہ معلوم ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ

جو کچھ مکالمات و مشاجرات (باہم بحث و مباحثہ اور اختلافات)

آپ کے اور فلاں کے درمیان ہوئے تھے بظاہر اس کے دل میں

گرانی اور تنگی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ آنجناب سے اسکی خواہش

ہے کہ معاف کریں اور دعا و توجہ کریں کہ اس کیفیت سے چھٹکارا ہو

اگرچہ اب آپ کی طبیعت میں گرانی باقی نہ رہی ہوگی لیکن گذشتہ

کیفیت کا داغ (کچھ اثر باقی ہے) تو اسکو بھی ختم کر دیں)......

والسلام علی من اتبع الہدیٰ)۔

افادہ:۔ حضرت والا نے بیان فرمایا کہ حضرت شیخ بزرگ عبدالرحیم

قدس سرہٗ کو ایک مجلس میں امیر عصمت اللہ سہارنپوری سے جو اس دیار کے اکابر

علماء میں سے تھے ملاقات کا اتفاق ہوا انھیں بظاہر تصوف سے جس میں بیعت

و ارادہ و مجاہدہ ہے اور جس کا ثمرہ مکاشفہ ہوتا ہے اعتقاد نہ تھا پس حضرت

شیخ بزرگ نے میر مذکور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کہاں کے مرید ہیں انھوں

نے کہا کہ کیا یہ بات طریقۂ شرع سے ثابت ہے جو اس کی پابندی کرنا چاہیے حضرت

شیخ نے فرمایا کہ حجج شرعیہ میں تین جیسے ہیں ہیں۔ کتاب۔ سنت۔ اور اجماع

مجتہد کا قول بھی حجت ہے۔ اور یہ بات ان تمام سے ثابت ہے میر نے کہا کہ

کس طرح ہے اسکی وضاحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب وہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے

یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا

فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ اس آیت میں ابتغاء وسیلہ سے مراد کیا ہے

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

میر نے جو کچھ بعض مفسرین نے اعمال صالحہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا

کہ یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ایمان مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ خطاب

مومنین سے ہے (یعنی ایمان والے سے یہ کہنا کہ ایمان لاؤ یہ ایک مہمل سی بات

ہے) اور اعمال صالحہ تقویٰ میں داخل ہیں اور تقویٰ سے مراد امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر پر عمل کرنا ہے (یعنی وَابْتَغُوا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ میں داخل نہیں

ہیں) اور یہ بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ قاعدۂ عطف مغایرت چاہتا ہے

(یعنی اتقوا اللہ وَابتغوا الیہ الوسیلۃ کے معنوں میں مغایرت ہے

کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ ہم معنی نہیں ہوتے) اور ذکر میں ترتیب اسکی مقتضی

ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہے جو تقویٰ کے بعد ہوتی ہے اور یہی چیز ارادت اور

مرشد سے بیعت ہے۔ اس کے بعد مجاہدہ و ریاضت ہے تاکہ فلاح حاصل ہو

جس سے مطلب ذات حق تک کا وصول ہے۔ پس میر مذکور نے بہت ردو قدح

کے بعد اسے قبول کیا اور اعتراف کیا پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث شریف

میں ہے کہ حضور نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کیف اصبحت مومناً حقاً

قال ما حقیقۃ ایمانک الخ

پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیداری اور بھوک و جہاد کا ایک ثمرہ ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے [illegible]

رکھا ہے [illegible]

[illegible]

اور حضرت فرید الدین عطارؒ کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں۔ میرے نانا نے کہا کہ وہ عالم نفقہ تھے [illegible]
انھوں نے یہ کہا کہ بھی دو سال ایسے تھے کہ امام نے اس مدت میں امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں
باطنی استفاضہ کیا۔ پس میں مشرف ہوئے اور حضرت والا کی خدمت میں استفاضہ کا قصد کیا لیکن ان کی
دکھن کے سبب یہ بات عملی جامہ نہ پہن سکی۔ (ممکن نہ ہو سکی)

افادہ: حضرت والا نے فرمایا کہ میں ایک دن میر ابو سعید جو حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس سرہ کے نواسے تھے کے گھر گیا مجھکو وہ اندر لے گئے اور دکھلایا میں نے دیکھا کہ وہ خوب صاف ستھرا ہے اور وہاں اثاث البیت قسم سے کچھ نہیں ہے سوائے ایک چارپائی، ایک تخت۔ ایک گھڑا اور ایک لوٹا کے جو حضرت [illegible] کی عطا فرمائی تھی۔ آپ تجرید تام اور تفرید کامل رکھتے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میری ماں ہمیشہ مجھ سے لڑکے کی ولادت کے سلسلہ میں بمبالغہ تمام دعا کی استدعا کیا کرتی تھیں اور اس کے لیے مصر بھی تھیں [illegible] دعا کی اس کی قبولیت بھی معلوم ہو گئی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فرزند پیدا ہوگا لیکن ہم نہ ہوں گے۔ جب ان کی زوجہ حاملہ ہوئیں اور ولادت کے دن قریب آئے تو آپ نے اس عالم سے رحلت فرمائی۔ آپ کی وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔

افادہ: ماہ شعبان ۱۱۹۵ھ میں آپ نے بہ نیت اربعین چلہ اعتکاف فرمایا۔ اسی رات بخار آگیا دو تین روز تک آپ نے کسی سے اس کا اظہار نہ فرمایا۔ آخر جب مرض میں شدت ہوئی تو ناچار خلوت سے باہر آئے یہاں تک کہ ماہ رمضان تکلیف میں گذرا ہر چند علاج کیا لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ آخر اپنے برادر معظم حضرت شاہ عبد اللہ سے عرض کیا کہ اس مرض میں کوئی دوا فائدہ نہیں کر رہی ہے اور یہ معلوم ہوا ہے کہ بغیر آپ کی دعا و توجہ شریفہ کے مرض رفع نہ ہوگا چنانچہ آپ کی استدعا پر حضرت والا نے دعا فرمائی۔ شب کے وقت واقعہ میں دیکھا کہ وہ تین اوباش ہیں جو مسجد کو منہدم اور بالکل بنیاد تک سے کھود ڈالنا چاہتے ہیں آپ نے ان کو بزجر شدید منع فرمایا وہ آپ کی اس تنبیہ سے باز آئے علی الصباح آپ نے ان کو خوشخبری شفا سنایا۔ پس ایسا ہی واقع ہوا کہ فی الفور شفا ظاہر ہوئی۔ اور کوئی مرض باقی نہ رہا۔ چند ماہ جب ماہ جمادی الآخر آیا مرض نے پھر عود کیا اور پھر تخفیف ہو گئی۔ اسی اثنا میں ایک پھوڑا سر کے پچھلے حصہ میں نکلا۔ [illegible] یہاں تک کہ ۲۸ ماہ مذکور قبل صبح روز دوشنبہ جہان فانی سے رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ۔ تاریخ وفات [illegible] ۱۱۹۶ھ

بیان قدرے از احوال فضائل اشتمال صاحب علم و یقین و عرفان مبین مخدومی حضرت شیخ صلاح الدین قدس سرہ جو حضرت اقدس کے برادر علاتی اور عمر میں آپ سے بڑے ہیں۔

ان کا [illegible] الدین خواجہ ابو [illegible] تعالیٰ کی اولاد میں ہیں جو ہمیشہ کے سربرآوردہ اکابرین میں سے تھے اور خواجہ مودود چشتی کی اولاد میں سے تھے۔ فن طبابت میں کمال رکھتے تھے اور انھیں دست شفا حاصل تھا بکثرت لوگ آپ کے علاج سے صحتیاب ہوئے۔ فن تیر اندازی میں اپنے زمانہ کے ماہرین میں شمار کیے جاتے تھے۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ایک بار بہت دور سے ایک درخت پر جو اگرچہ خشک تھا لیکن بہت موٹا اور سخت قسم کی لکڑی کا تھا ایسا تیر مارا جو اس درخت میں ترازو ہو گیا (یعنی آرپار ہو گیا) چونکہ آپ میں فطرتاً اخفا و کتمان تھا آپ نے دیکھا کہ مبادا یہ بات مشہور نہ ہو جائے اور چونکہ آپ قوی الارادہ تھے اس لیے آپ نے اس تیر کو دونوں طرف سے کاٹ کر مخفی کر دیا۔ (یعنی اس کا نشان مٹا دیا) اور کبھی آپ کا تیر کسی ٹیلہ پر اتنی تیزی سے پڑتا تھا کہ اس کے پر جلد کی تنگی کی وجہ سے ٹوٹ کر گر جاتے اور تیر سوفار تک اس میں پیوست ہو جاتے تھے۔ فطری صفائی حاصل ہونے کی وجہ سے ریاضت و مجاہدہ کے بغیر ہی باطن کی راہ ان پر کھول دی گئی تھی۔ توحید شہودی کا مذاق رکھتے

۱؎ تیر کو دہانہ۔ نوک

تھے اور مجددین زمانہ (دہریوں) سے بہت ناخوش رہتے تھے۔ بندہ کاتب حروف نے حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ کی زبان اسرار بیان سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ وہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی روحانیت سے مستفید و فیضیاب تھے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ نے واقعہ میں ان پر توجہ فرمائی تھی اور ایک تاثیر ڈالی تھی۔ اور کبھی کبھی اپنی ہمت باطنی سے بھی کام لیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ سپاہیانہ وضع پر گذر کرتے رہے لیکن جب سے طریقہ فقر اختیار فرمایا اس وقت سے نہایت درجہ استقامت اختیار کی اور اہل دنیا سے کبھی کسی قسم کے طلبگار نہ ہوئے۔ بلکہ التکبر مع المتکبرین تواضع کا طریقہ اختیار کیا۔ ؎

فقر کو ہے تکبر امیر سے لازم   کہ عاجزی میں یہاں فقر کی حقارت ہے

شاہ تراب کاکوروی

(خاکساروں سے خاکساری تھی سربلندوں سے انکسار نہ تھا (حالی)

افادہ :- حضرت اقدس فرماتے تھے کہ آخر مرض الموت میں شیخ صلاح الدین نے بیان کیا کہ ایک روز شیخ صدر العالم یعنی ان کے چچازاد بھائی آئے اور کہا کہ آج شب میں نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ عبدالرحیم قدس سرہٗ فرمار ہے ہیں کہ شیخ صلاح الدین کے پاس جاؤ اور ان سے توکل کے معنی دریافت کرو۔ نکتہ اس سوال اور مسئول منہ کی تخصیص میں معلوم نہیں ہے۔ شیخ صلاح الدین نے فرمایا کہ اس کی تخصیص میں نکتہ یہ ہے کہ آج رات ہم فاقہ سے تھے اور جب سے بھی قرض مانگا نہ ملا۔ اور آج دن میں بھی اسی طرح ہم فاقہ سے ہیں لیکن اس کے باوجود دل نہایت قوی ہے اور فقر اور وضع فقراء سے پریشان نہیں ہے بلکہ اس سے

؎ تکبر کرنے والوں کے ساتھ تکبر کرنا ہی تواضع ہے۔

خوش وقت اور مسرور ہے اور کہا قال

افادہ : حضرت شیخ حبیب اللہ قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ مخدومی شیخ صلاح الدین نے ایک بار شاہ فخر عالم سے جوان کے ابن عم ہوتے ہیں کہا تھا کہ میری موت قریب آگئی ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی قضا مبرم ہے یا معلق۔ انھیں ایام میں ان کو مرض شدید لاحق ہوا۔ اسی حالت میں میری زبانی شاہ فخر عالم سے کہلا بھیجا کہ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بافضل میرے مرشد کی دعا پر میری قضا معلق ہے اور یقین ہے کہ اس سلسلہ میں وہ ضرور دعا فرمائیں گے۔ پس اس مرض کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ گئی یہاں تک کہ امید حیات منقطع ہوگئی اور لوگ تجہیز و تکفین کی فکر کرنے لگے اس وقت شیخ بزرگ حضرت عبدالرحیم قدس سرہٗ نے دعا فرمائی اسی وقت روح نے معاودت کی اور شفائے کلی حاصل ہوگئی

افادہ : حضرت شیخ حبیب اللہ بیان کرتے تھے کہ مخدومی شیخ صلاح الدین قدس سرہٗ نے بیان کیا کہ میں نے ایک دن ایک بڑھئی کو کچھ کاموں کے سلسلہ میں بلایا۔ اس نے وہ کام حسب دلخواہ نہ کیا۔ جب میں نے اس کو دیکھا اور اپنی مرضی کے مطابق نہ پایا تو انتہائی ناخوش ہوا۔ اور اسی ناراضگی اور ناخوشی کے عالم میں میں نے اس سے کہا کہ کیا تم اندھے تھے جو تم نے ایسا کیا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس کی بینائی جاتی رہی اور وہ اندھا ہوگیا اور واویلا کرنے لگا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں مجھے کچھ نظر نہیں آرہا ہے۔ میں اس ماجرے سے بہت حیران و پریشان ہوا اور افسوس کیا کہ ایسا کیوں کہا اور یہ حرف میری زبان پر کیوں آیا۔ پھر میں نے ... کی

افادہ : جناب (حضور) کا بحالت سماع ایک خاص سر تھا۔ میں نے ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ مرض الموت میں جب کہ انتہائی ضعف و نقاہت تھی اور بوجہ سخت ناتوانی بلا استعانت دیگرے کروٹ بھی نہیں لے سکتے تھے۔ ایک گانے والے

والے نے ایک شعر انتہائی پر درد آواز میں گایا۔ آپ کو اس وقت ایسا وجد آیا کہ ایک
جست ماری اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اس واقعہ کے دوسرے ہی روز اس عالم سے
انتقال فرمایا

لہ آپ پر چشتیت کی نسبت غالب تھی اور ذوق سماع گویا آپ کا سلوک تھا۔ بہت سے لوگوں
نے اس قبیل کے واقعات پڑھے اور سنے ہیں۔ اپنے بڑے دادا صاحب (حضرت شاہ حبیب
حیدر قلندرؒ) کے ایک مخلص و نظر یافتہ مرید مولوی نظام الدین حیدر صاحب عباسی کاکوروی
(دادا ڈاکٹر [illegible]) کا واقعہ اپنی نو عمری میں اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ حضرت شیخ کے واقعہ کے
بالکل مماثل۔ یعنی [illegible] تھا۔ موصوف کے قم معدہ پر کینسر کا موذی مرض تھا۔ جسم اتنا لاغر
ہو چکا تھا کہ صرف ہڈیاں اور کھال کا ڈھانچہ تھا۔ خود سے جنبش کرنے کی بھی طاقت وقدرت
نہ تھی۔ مگر اپنی تکالیف پر بے پناہ صبر و برداشت کی قوت تھی کہ شکوہ کرنا تو درکنار اظہار بھی
نہ کرتے تھے۔ عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔ بیشتر اوقات آنکھیں بند کئے اپنی مشغولی پاس
انفاس میں رہتے تھے۔ ہاں یہ دونوں حضرات (حضرت صاحب مدظلہ اور دادا امجد) روزانہ
عیادت کے لئے جب تشریف لے جاتے تھے اس وقت مولوی صاحب موصوف سے عجیب پرسکون
کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ مسکراتے رہتے۔ بات کرتے بھی تو عارفانہ انداز میں۔ اس حالت
میں بھی آداب طریقت کی جو پابندی ملحوظ رہتی اس کی اب مثال نہیں۔ حالانکہ عمر میں میرے
دادا صاحب (حضرت شاہ تقی حیدر قلندرؒ) سے عمر میں چار سال بڑے تھے۔ انتقال سے
ایک روز قبل دونوں حضرات اور ہم دونوں بھائی نیز کاکوری کے اور بھی چند اصحاب بیٹھے تھے
کہ منشی عزیز علی صاحب علوی (مفتی محمد رضا صاحب انصاری فرنگی محلی کے ماموں) آگئے۔
مولانا روم اور بعض دیگر اکابرین کا کلام بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ان کی طرف
دیکھ کر مسکرائے اور اشارہ کیا (کچھ سناؤ) وہ مولانا رومؒ کا کلام سناتے رہے پہلے تو آنکھیں

حاشیہ ماسبق۔

آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تھوڑی دیر بعد سارے جسم میں تھرتھراہٹ کی کیفیت پیدا ہو گئی چہرہ
سرخ ہو گیا۔ یکا یک جست لگا کر اٹھ بیٹھے۔ اندیشہ ہوا کہ کھڑے نہ ہو جائیں دونوں حضرات نے بڑھ
کر سنبھالا پلنگ پر لٹا دیا اور ان کے سینہ پر ہاتھ رکھے رہے۔ عزیز علی صاحب کو اشارہ کر کے
منع کر دیا وہ خاموش ہو گئے۔ یہ جذب و سرور کی کیفیت دوسرے روز انتقال کے وقت تک طاری
رہی۔ انتقال کے روز صبح کو بعد الفجر میرے والد صاحب مدظلہ کو اپنے قریب بلا کر بہت رازدارانہ
طریقہ پر بیان کیا کہ۔ تھوڑی دیر قبل ایک برقعہ صفیہ انتہائی چمکدار اوپر سے چھت توڑ کر آیا اور
مجھ کو ڈھانپ لیا اس میں سے ایک ہاتھ نکلا اور میرے سینے کے اندر داخل ہو کر قلب کو اس طرح
دبایا جیسے نچوڑا جاتا ہے اس کے بعد وہ برقعہ بلند ہو کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا جو لذت وکیف
پیدا ہوئی ہے حضور سے کیا بیان کروں" یہ واقعہ بہت آہستہ اور نحیف آواز میں بیان کر سکے۔ آنکھیں
بند کر لیں انتقال سے ذرا دیر قبل اونچی آواز میں جس کا لہجہ انتہائی عاجزانہ و خوشامدانہ تھا یہ
مصرعہ پڑھا۔ اے عشق۔ آ جا۔ ارے آ جاؤ آ جا۔ ذرا دیر بعد روح نے پرواز کی۔ مولوی صاحب
موصوف کا ایک شعر ان کے حال کا مظہر ہے۔ افسوس در روزگار بصوفی گذشتم
من کار دو جہاں بنگاہے بر آوردم

نگاہ کرم ہی وہ کیمیا ہے جس سے مراتب سلوک دم بھر میں طے ہو جاتے ہیں جب کہ خام دلوں کو
نہ معلوم کتنی ریاضتوں مجاہدوں کی بھٹی میں تپنا پڑتا ہے پھر بھی یقین نہیں کہ مقصد اصلی تک
رسائی ہوتی یا نہیں۔

جائے کہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند

مست شراب عشق بیک آہ می رسد

ان سے بڑے بھائی مولوی محمد حسن صاحب عباسی کا واقعہ انتقال بالکل اسی طرح بلا تکلیف
کے [illegible] میں ہوا تھا (اس وقت میری عمر اگرچہ چار سال تھی) لیکن اس واقعہ کی شہرت کئی سال
رہی۔ اخبارات حق و حقیقت میں بھی شائع ہوا تھا جیسے یاد ہے) انھوں نے عشاء کی نماز

بیان قدرے احوال کرامت اشتمال وکلمات معرفت سمات جامع اوصافِ کمال مظہر اسرارِ ذی الجلال قدوۂ ارباب انتباہ ۔ زبدۂ مقربان حضرت الٰہ حضرت شاہ اہل اللہ سلمہ اللہ جو حضرت اقدس سے حقیقی برادر خورد ہیں

ان کی ولادت سے قبل ایک روز حضرت شیخ بزرگ شیخ عبدالرحیم قدس سرہٗ نے حضرت اقدس کو اہل اللہ کے نام سے پکارا گھر کے خدام نے عرض کیا کہ ان کا نام مبارک تو ولی اللہ ہے اور حضور اس نام سے پکار رہے ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ عنقریب ان کا ایک بھائی پیدا ہوگا یہ اس کا نام ہے جو میری زبان پر جاری ہوا ہے۔ پس تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ پیدا ہوئے اور اسی نام سے موسوم ہوئے اور وہ درحقیقت اسم با مسمّٰی یعنی اہل اللہ ہی ہیں ۔ ایام طفولیت سے ہی تقویٰ وطہارت اور علم وفضل میں

اوا کرنے کے بعد اپنے بھِچ نے بھائی مولوی نظام الدین حیدر صاحب سے جو اپنی کوٹھی کے دوسرے کمرہ میں تھے پکار کر ان کے ایک شعر کا دوسرا مصرعہ دریافت کیا ؏

اے عشق بجنے کہ کُم قلعہ پاش پاش

تیغ نظم و حاجب و شاہ بہ بر آ قدم!

اس شعر کو پر جوش آواز میں دہرایا اور خاموش ہو گئے ۔ بعد ازیں مولوی نظام الدین صاحب قریب پہنچے تو دیکھا کہ روح پرواز کر چکی تھی ۔ آپ تین بھائی تھے (ملا حسن زرگی تُنی کے نواسے تھے) تینوں بھائی ذاکر وشاغل اور بڑے باصول تھے ۔ دنیاوی وجاہت کے باوجود اس سے بالکل مستغنی ۔ بڑے فیاض ودکنہ پرور تھے ۔ حسن معاملت و پاکیزگی میں فرد تھے ۔ مختصر حال " بابایان کاکوری و تذکرۂ حبیبیا حصہ دوم میں ہے ۔

نشوونما پائی ۔ فطرت صافی ۔ طبیعت عالی ۔ ذہن رسا ۔ رائے صائب ۔ نکتہ سنجی اور روشن ضمیری میں مثل آفتاب کے ہیں ۔ تمام کتب مروجہ حضرت اقدس سے پڑھ کر تکمیل کی ۔ ذہانت فہم اور باریک بینی میں عالی رتبہ رکھتے ہیں اور علمی مباحثوں میں طبیعت نہایت وشوار پسند ہے ۔ کتاب اللہ کی خدمت کیلئے ایک رسالہ لغات القرآن مشتمل بر شرح غریب قرآن اور بعض توجیہات ضروریہ و بعض آیات مختصر اور کافی کے متعلق تالیف فرمایا کہ طالب علم کو تفاسیر سے رجوع کرنے کی ضرورت نہ پڑے اور رسالہ چار باب مشتمل بر عقائد و فقہ و عبادات و اذکار و نصائح و حکم ضروریہ لکھے جو نہایت مفید ہے اور علوم عقلی میں جیسے نجوم و رمل اطلاع کامل رکھتے ہیں اور طب میں دست رسا و قرات حاصل ہے ۔ موجز القانون میں بعض ضروری مسائل جو مصنف سے رہ گئے تھے اضافہ کر کے رسالہ کو پورا و مکمل کیا لیکن اس فن میں حذاقت کے باوجود بمقتضائے بے پروائی علاج ومعالجہ کی طرف کم مشغول ہوتے تھے ۔ ایک دن ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک بزرگ عزیز ایک ہاتھی پر سوار جن کے ہاتھ میں ایک لمبا ڈنڈا ہے آئے اور ان سے کہا کہ میں تم کو مبارکباد دینے کے لئے آیا ہوں اور یہ بشارت لایا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے علاج سے شفا پائی یا یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا پائی اس بات سے ان کو نہایت مسرت و سرور ہوا اور اسی وقت سے خدام کو یہ حکم دیا کہ جس وقت بھی کوئی مریض آجائے تو فوراً مجھے اطلاع کرو جس حال میں بھی میں ہوں اور فرماتے تھے مجھے معلوم نہیں کہ کس شخص کے علاج کی وجہ سے درجہ قبولیت حاصل ہوا ۔ اس دوران وہ ایک فقیروں کے علاج کا اتفاق ہوا تھا شاید بمقتضائے حدیث قدسی معرفت نفسہ فقد عرفہ اسی نسبت سے اس کثرت نے ظہور کیا ۔ شاعری اور انشاء پردازی میں نادر البیان ہیں ۔ نظم انتہائی دلپذیر اور نثر لطائف و نثر مکتف سے پُر نہایت متین و بے نظیر لکھتے ہیں ۔ ایک قصیدہ فارسی زبان میں مشتمل بر بیان

معجزات نظم فرمایا اور دوسرا رسالہ عقائد منظوم تھا۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں حضرت
والد بزرگوار قدس سرہ سے بیعت کی اور اشغال طریقت حاصل کئے از بسکہ فطرت صافی
رکھتے ہیں لہٰذا تھوڑی ہی توجہ سے مورد برکات طریقت اور انوار حقیقت کی شعاعوں
کے مظہر ہو گئے۔ اسرار ولایت کے بیان میں مشکلین محققین کے [illegible]
جمع فرماتے ہیں اور آپ کی تصانیف میں سے ایک رسالہ فوائد ہے جس میں
آپ نے بکثرت معارف طریقت اور اسرار حقیقت بیان فرمائے ہیں۔ شریعت میں راسخ
القدم ہیں۔ اخلاق میں نہایت متانت اور توکل میں بلند مرتبہ پایا ہے۔ اہل دنیا کے
مزخرفات کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتے اور عقل معاد کی طرح عقل معاش بھی اعلیٰ وجہ
الکمال ہے اور کفایت اور عدالت اور اصابت رائے اور تدبیر بے نظیر درجہ اتم ہے
ان تمام اوصاف کے باوجود ان تمام امور اور تمام کمالات سے قطع نظر کرتے ہوئے
کمال [illegible] لیکن [illegible] ان کی فطری حسنت ہے اپنے کو لاشئے محض اور منکسر المزاج رکھتے

افادہ۔ حضرت اقدس نے اپنے پہلے سفر کا جب قصد فرمایا تو دستار خلافت
آپ کے سر پر باندھی اور اجازت ارشاد و بیعت عطا فرما کر حضرت شیخ بزرگ
قدس سرہ کا جانشین کیا اور فرمایا کہ جس طرح ہم کو حضرت والد ماجد سے خرقہ پہنچا
ہے ہم نے بھی اسی طرح ان کو دیا سب لوگوں کو چاہیے کہ ان کو حضرت بزرگ
قدس سرہ کی جگہ پر سمجھیں اب وہ چند واقعات اور کلمات جو ان سے بلفظہ منقول
ہیں تحریر کئے جاتے ہیں۔

افادہ۔ طریقہ کمال ان خصلتوں پر موقوف ہے۔ تزکیہ۔ تصفیہ
تجلیہ۔ تزکیہ سے مطلب ہے اپنے اعمال و افعال ظاہری کو تربیت مصطفوی
سے آراستہ و پیراستہ کرنا۔ کما قال اللہ تبارک و تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ
حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر۔ خلاف پیمبر کسے رہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

[illegible] رسول خدا کی پیروی کرنی بہتر ہے (اسوہ حسنہ کی اتباع) بقیہ بر صفحہ آئندہ۔

اور تصفیہ سے مطلب ہے طبیعت کی صفائی اور دل کو صفات ذمیمہ سے پاک و صاف کرنا۔
اور تجلیہ سے مطلب ہے جو اوصاف کریمہ سے اسے متصف کرنا۔ حضرت شیخ ابو سعید ابو الخیر
قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ دونوں رباعیاں اس سلسلہ میں کافی و وافی ہیں۔

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ — دہ چیز بروں کن از درون سینہ
حرص و امل و غضب دروغ و غیبت — بخل و حسد و ریا و کبر و کینہ
خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم — [illegible] بنفس خویش [illegible] تعلیم
[illegible] شکر و قناعت و علم و یقین — تفویض و توکل و رضا و تسلیم

جب قلب قالب رذائل کی آلودگی سے مطہر و مصفا ہو جاتے ہیں تو وہ
حقیقۃ الحقائق کی تجلیات کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور تخلیہ سے اشارہ ہے دل
کا خس و خاشاک سے خالی اور ماسوی اللہ کی محبت سے جھاڑ کر پاک و صاف کر
دینا تاکہ کوئی مطلوب و محبوب بجز ذات حضرت بیچوں اس کے دل میں جاگزیں نہ ہو اور
کارگاہ بشریت میں جن ضروریات پر نظر پڑے ان ایسی چیزوں کے جو لابدی ہوں بقدر
لذات و دوسری چیزوں کی طرف مائل و راغب ہو۔ و لنعم ما قیل

شعر۔ ہر کس قانع نیست بیدل ورنہ ز اسباب معاش — انچہ ما در کار داریم اکثرے در کار نیست

اور اس مقام کا حصول دوام ذکر سے لذات کو ختم کرنے والا اور موت الاسلام ہے۔
اور تجلیہ سے مطلب ہے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و محبت جس قدر ممکن
ہو کرے۔ اور اس دولت کا حصول یا تو اہل دل کی صحبت سے ہوتا ہے جو اس کے

[illegible] کا [illegible] دیکھنی اس شخص کو [illegible] غذا ہے [illegible] اور روز قیامت [illegible]
[illegible] جس نے دوسرا راستہ اختیار کیا وہ کبھی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے گا [illegible]
دل آئینہ کی طرح صاف و شفاف کرنا چاہتے ہو تو دس چیزیں [illegible] حرص، آرزو، غصہ، جھوٹ،
غیبت، [illegible] ریا، غرور [illegible] اور کینہ دل سے نکال دو [illegible]
[illegible] شکر، قناعت [illegible] تفویض [illegible] توکل [illegible]
[illegible] قانع [illegible] اسباب معاش [illegible] کام [illegible]

آفتاب دل کی شعاعوں سے مثل ذرہ تاباں و درخشاں ہو جاتا ہے۔ یا مداومت ذکر
مع لزوم الفکر جو اسم ذات یا نفی و اثبات کا طریقہ ہے حاصل ہوتا ہے اور عطائے الٰہی
جس نا اہل پر اسکی سابقہ استعداد کے بغیر بھی توجہ فرما دے تو اس کے دل میں
ایسی قوی کشش اور محکم انجذاب ڈال دیتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ لطوع خاطر یا اکراہ
اپنا گریبان حضوری سے اٹھا ہی نہیں سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَاءُ۔

افادہ۔ (آپ نے فرمایا) ۲۴ رمضان المبارک کو جانا کہ سو گیا۔ دیکھا کہ ایک
محفل منورہ سجی ہوئی ہے اور بعض حضرات طریقت کی ارواح جمع ہیں اور مسجد کے دروازہ
پر بند ہونے کے مسئلہ میں بحث کر رہے ہیں۔ آخر کار روئے سخن اس نیاز مند کی جانب کر کے کہا کہ
تم بھی جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔ اور جو راستہ اختیار کئے ہوئے ہو وہ طے کرو
میں نے اس پر عرض کیا کہ ان بحر ذخار علوم و احکام اور سرچشمان عقول و اعلام کے
ہوتے ہوئے میری کیا مجال کہ اس دقیق مسئلہ میں زبان تحقیق کھولوں۔ اللہ کی ہی
نعمت کیا کم ہے کہ اس نے اس مجلس مقدس میں حاضری کا شرف بخشا۔ اور ان حضرات
کی بیاد تقرب جن کے حق میں لا یشقیٰ جلیسہم واقع ہے مجھے جگہ عطا فرمائی۔ فرمایا
ہرج ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ہر شخص اپنی معلومات کے مطابق جو کچھ
جانتا ہے کہتا ہے۔ اور جو جانتا ہے تلاش کرتا ہے۔ ناچار میں نے عرض کیا کہ فقیر کی تحقیق
یہ ہے کہ دروازہ بند ہونے کی صورت میں اگر سونے والا مسجد سے باہر ہے تو مکروہ
ہے ورنہ کوئی ہرج نہیں۔ (میری) اس بات کو سن کر تمام حضرات نے تحسین و آفرین
کی گویا حقیقتاً مسئلہ کا جواب یہی تھا۔ اس اثناء میں جو کچھ ان باتوں کا مقصد تھا

مولد شریف کا جلسہ۔ دیکھا بہت سی [illegible] کو دیکھا [illegible] کے ہم نے [illegible] قرار دیا ہے
[illegible] بیٹھے [illegible] بیٹھا رہے۔ بیٹوں کو تو نے خود کھینچ لیا [illegible]
کیا [illegible] نہیں کیا تھا حضرت شاہ محمد [illegible] کو رد کر دی

سمجھ رہا تھا کہ مسجد میں نوم سے مراد وہ غفلت ہے جو حسب تقاضائے بشری بنی آدم کو
آرام کیلئے ضروری ہے جیسا کہ حدیث انہ لیغان علی قلبی۔ اور اما فی حنظلۃ والی
حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ پس اگر غفلت اس طرح کی ہے جو حضور اجمالی و صفائی قلب
کے مانع نہ ہو تو کوئی ہرج نہیں سمجھنا چاہئے اس لئے کہ اس قدر یہ نوع بشر سے
ممتنع الانفکاک ہے (جدا نہیں ہو سکتی) اور جو کچھ ممتنع الانفکاک ہوتا ہے اس کا وجود
حکم عدم میں ہے اور اگر اس طرح ہے کہ خواب غفلت سے افاقہ اور سنۃ الغفلۃ سے
جاگنے کے بعد نور اور صفائی قلب کا کوئی اثر جو سابق احوال میں بسبب حضوری حاصل
تھا باقی نہیں رہا اور اپنے کو محض کمین اور بیگانہ محض پاتا ہے، اور اپنی نسبت میں
داخل ہونا محض نو مستانفہ میں سمجھتا ہے۔ پس ابرار و اخیار کے طریق میں لاچار کراہت
تنزیہی کا حکم دے سکتے ہیں۔ اور بعض سالکین کو کراہت تحریمی کی نشاندہی کی
جا سکتی ہے۔

افادہ۔ انی قد رأیت رؤیا عجیبۃ
ورزقنا اللہ ایاکم حسن برکتہ۔ واما [illegible]
[illegible] کانی فی مجلس [illegible] علیہم [illegible]
حوالیہ حیاض وانہار متدفق۔ واشجار [illegible]
اوذونیت بان ھناک شجرۃ موسیٰ علیہ السلام
التی تجلی علیہ الرب تبارک وتعالیٰ وھو لان
تجلی علیھا فتحقق بھا فاذا الشجرۃ [illegible]
لیست بشجرۃ عظیم ولا [illegible] صغیرۃ خضرۃ
اوراقھا فی غایۃ الکمال وفیھا [illegible]
فی نہایۃ الجمال اذ [illegible] حصل حضورہ
[illegible] الکل حضور وتظھر نسبۃ [illegible]
فی الملکات [illegible] لا یمکن

ہم نے ایک عجیب خواب دیکھا [illegible]
برکات سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] مقصد [illegible] سونے کے لئے مسجد میں آنا ہے۔

ان یحصل فی هذا العالم لکن لیس هناک نار
ولا شعلة الانوار فی نور ظهور علی ظهور
فخوطبت ان هذا من نوع العبد. والحمد لله
علی ذلک فظ بیانی ان المراد بالنار فی
الکتاب هو النور الذی تأنس به موسی علیه السلام
وقال سآتیکم منها بقبس او اجد علی النار هدی
ای سآتیکم من ذلک النور بهدایة تامة
یحصل بها ما یحتاج الیه من قبس او هادی
طریقة. فیکون کلمة من للابتداء لا للتبعیض
ولا ینافیه شیء من الاحادیث. و ما نقل
ان موسی علیه السلام علق حشیشا بعضا
واراد ان یختطب فانما هو مستفاد من قصص
الیهود. والله اعلم بالصواب

کی حضوری کمل طور پر حاصل ہوئی. اور وہ جب
فی الکائنات کے سریان کی نسبت ظاہر ہوئی. اور
اس کی نسبت بہ نوع قرب کہ اس عالم میں جو حصول
ممکن ہے ہیں لیکن وہاں آگ نہ تھی بلکہ شعلہ نور سی
نور تھا اور ظہور سی ظہور. پھر میں مخاطب کیا گیا کہ
یہ نوع عبدیت سے ہے دیکھیں جہاں تک بندہ کی رسائی
ہو سکتی ہے والحمد للہ علی ذلک. پھر میرے دل میں
یہ خطرہ آیا کہ کتاب میں آگ سے مراد وہ نور ہے جس
سے موسی علیہ السلام مانوس ہوئے وقال سآتیکم منها
بقبس او اجد علی النار هدی. یعنی سآتیکم من ذلک النور
بہدایۃ تامۃ یعنی تمہارے پاس لاؤں گا اس نور سے
ہدایت تامہ جس سے ضرورت پوری ہوگی. پس کلمہ
من ابتداء کے لئے ہے نہ تبعیض کے لئے. اور
احادیث میں سے کوئی چیز [illegible]
جو یہ منقول ہے کہ موسی علیہ السلام نے اپنی لاٹھی سے [illegible] تو وہ یہود کی قصص سے [illegible]
واللہ اعلم بالصواب.

افادہ:- ایک روز ذوالقوی حضرت ذوالجلال والکمال کی رویت سے
مشرف ہوا. گویا ایک کرسی ہے جو ایک دائرہ کی شکل میں تقریبا ایک گز بقدر
قامت انسانی ایک گولا جو بی کی طرح جس کو کنوئیں میں ڈالتے ہیں. بلور کی طرح
صاف شفاف اور براق یا قندیل کی طرح جس کا ظاہر باطن کا ترجمان ہے. اور
اس کا باطن انوار بے کیف وبیچگونگی سے پر ہے ایک ستون پر آسمان کی گردش کی طرح
اسی طرح گردش کر رہا ہے کہ اس کا نور ساکن اور قائم ہے اور اس کا گولا گردش کر رہا ہے
جس وقت بصیرت کی نگاہ اس کے ظاہر پر پڑتی ہے تو فنا فی اللہ کی حالت ظاہر ہوتی ہے

اور جس وقت اسکے باطن پر غور حاصل ہوتا ہے تو بقا باللہ کی حالت طاری ہوتی ہے
اور گوش ہوش سے یہ سنائی دے رہا ہے کہ گولا گھر رہا ہے اس کا ظاہر مقام
تشبیہ ہے. اور باطن مقام تنزیہ. اور اس کا دورہ گردش وجوب ہے وہ موجب
بقائے عالم ہے. وہ جس وقت ساکن ہو جائے گا تو خدا کے سوا سب کچھ معدوم ہو جائے گا
اور کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام منظر ظہور پر
جلوہ گر ہوگا. اس جگہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کارخانہ وجود ایک عجیب طرح
کا اختلاف رکھتا ہے جس کی ایک سمت تشبیہ صرف اور تنزیہ محض ہے کہ لا تدرکه
الافهام ولا تحیط به الاوهام اور بالفرض تصفیوں کے بعد اگر وہاں تک
ادراک ملکوتی راہ پا وے اور تعلق قبول کرے (تو) وہ بواسطہ مقام تشبیہ ہے
یعنی اس کی (باطن کی) حکایت کرتا ہے اور اس کی دوسری سمت تکیف (خوشی یا
ناخوشی) وتکمد (صرف گویا کسی طرح کا تنزہ) بہت کوئی ربط اور کوئی راہ نہیں رکھتا
اور ان کے درمیان مختلف مقامات میں تشبیہ بہ تنزیہ اور تنزیہ بہ تشبیہ. ہر شخص
اپنی استعداد کے مطابق جس مقام کی طرف ترقی کرتا ہے ذات حق کو اسی وضع پر پاتا
ہے. پس ہر ایک مشبہ اور منزہ سے مصیب معذور ہے. ولا احد علی ما خلق
علیه مجبور اذ الا تشبیه باباه العقل والنقل ومستنکف فی التنزیه والاصل

افادہ:- ایک رات میں نے مجذوب کی حقیقت کو سالک کی حقیقت
کے قریب دیکھا گویا سالک پوری تعظیم کے ساتھ پیش آ رہا ہے. اور مجذوب کے
پیروں کو بوسہ دے رہا ہے اور مجذوب سے جھکائے حالات دریافت کرتے ہوئے
سالک کے پیروں پر گر پڑا. اور کہا کہ سابقیت آپ ہی کے لئے ہے لیکن اس تعظیم
تکریم کے باوجود مجذوب نے ہاتھ بڑھا کر استاذ اس کے سر سے اتار لی یہ فقیر اس
واقعہ سے یہ سمجھا کہ سالک وہ ہے کہ باوجود اصلی نسبت مع اللہ کے غلبہ کے اسکے
تو اللہ تعالیٰ ایسے واقع ہوئے کہ انوار الہیہ کے تشعشع سے اسکی نگاہ بصیرت میں کسی
قسم کی سستی واضمحلال واقع نہیں ہوتا بلکہ اس کے سلوک وصول کا راستہ اسکی وجہ

قوت مدرکہ ہوسکتی ہے ۔ برخلاف مجذوب کے کہ اس کے قوائے ادراکیہ کی سستی و کمی کے ساتھ
اسکی نسبت ایسی قوی اور غالب ہوتی ہے کہ مبادی خلقت میں قوت عملی کی شمولیت ضعیف
ہے اس وجہ سے کہ اسکی نسبت قوی ہے ۔ اور سالک کی فطرت اصلی میں ادراک قوی رکھا
گیا ہے اس لئے اسکی نسبت ضعیف نہیں ہے ۔ پس سالک ظاہری و باطنی کمالات کا جامع ہو
اور مجذوب صاحب باطن صرف ۔ لیکن وہ قباحت جو بعض سالکین میں مخوف ہے وہ حب جاہ
اور خواہش شہرت ہے پس شیخ عالم نے کنایۃً اس کا ازالہ ہو اور دستار اتار لینے
کا مطلب اسکو دفع کردینا ہے ۔

افادہ :۔ ایک رات خواب میں ایک جم غفیر جواریوں اور شرابیوں کا
دکھایا گیا ۔ جن میں بعض ان میں سیاہ رو بعض ننگے مدہوش بڈھے خراب خستہ حال خاک و
مذلت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ ان کا حال دیکھکر ایک طرح کی ظلمت قلب پر غالب ہو
گئی ایسا کہ [illegible] حاضر الصدر پر بھی ایک تیرگی کا حجاب طاری ہوگیا ۔ میں اس قوت
کے ازالہ کے لئے نماز میں مشغول ہوگیا لیکن اس کے باوجود ظلمانیت کا اثر پورے
طور پر دفع نہیں ہوا ۔ اس جگہ یہ سمجھ میں آیا کہ عالم مجازات میں گناہوں کا ارتکاب
مردوں کی ارواح پر زندوں کی حالت کے مشابہ کیفیات ڈالتا ہے ۔ اور اس عالم
میں نشہ آور اشیاء کا پینا بدن کے زوال کے بعد ایک شدید ظلمت لاتا ہے کہ اسکا
حاسہ ادراک اپنی خرابی و نحسی کے عمل سے سخت ایذا پاتا ہے ۔ چنانچہ اسکا
اثر اس عالم میں محسوس ہوتا ہے اور عجیب نہیں ہے کہ اس عذاب کے باوجود دوسرے

صوفیہ کرام کا ماننا [illegible] جو مخلوق ان دونوں پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور [illegible] پروردگار کی
جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہے گی [illegible] عقل وہم حس کا ادراک [illegible] ورنہ [illegible]
کرنے میں [illegible] ہر ایک جس حال پر فطرت [illegible] گیا ہے وہ مجبور ہے [illegible]
اس سے انکار کرتی ہے عقل اور نقل ۔ اور یہی چیز لطیفے کی فرع ہیں اور اصل ہیں ۔

[1] ناسوت ۔ بعض حضرات ملکوت کو بھی ناسوت میں شمار کرتے ہیں ۔ یعنی ملکوت ، جبروت ، ناسوت

قسم کے عذابوں سے بھی عذاب دیا جائے ۔

افادہ :۔ رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات جو حقیقت میں مطلع
انوار صبح سعادت اور مظہر آثار فخر و اقبال تھی عالم خواب میں خواجہ بزرگ حضرت معین الدین
چشتی اور قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ اسرارہما کی ارواح
کی ملازمت کے شرف سے مشرف ہوا ۔ گویا ایک عالیشان مجلس منعقد ہے ۔ اور یہ دونوں
بزرگ اس جگہ تشریف فرما ہیں ۔ اور غالباً درمیان میں سرود بھی ہے یعنی محفل سرود سماع
منعقد ہے ۔ اور اکثر حاضرین پر وجد اور شوق و ذوق کی کیفیت غالب ہے ان بزرگوں میں
سے ایک اس محفل کے کنارہ پر کھڑے ہوئے ۔ اور دوسرے ان کے مقابل دوسرے کنارہ
پر کھڑے ہوئے ۔ اسی اثنا میں ان حضرات کی توجہ کی وجہ سے اس فقیر کی حالت میں تغیر
پیدا ہوا ۔ اور بے اختیار مثل گرد باد و بگولہ غلطاں و پیچاں مجلس کی ایک سمت سے
دوسری سمت جاتا تھا ۔ ان حضرات میں سے جسکے قریب ہوپہنچتا تھا تو ان کی ایک قوی
نسبت تیز آندھی کی طرح میری طرف پہنچتی تھی ۔ اور ان کی قوت تحریک سے میں
دوسری طرف متحرک ہو جاتا تھا پھر اس طرف سے بھی تیز آندھی کی طرح ایک نسبت آتا
تھا جسکے سبب سے پھر پہلی سمت دوڑ جاتا تھا ۔ اسی اثنا و دوران میں ایک آواز سنی کہ
وہ فرمارہے ہیں کہ " وہ اسکی نسبت اسی معنیٰ کی نسبت رکھتی ہے " اگر اس قدر مشترک کی
میں شرح کروں جو دونوں بزرگوں کی نسبت سے جمع ہے اور پائی ہے تو وہ یہ ہے
وہ محض اسم ذات تھا اس کیفیت کیساتھ کہ اسم عین مسمیٰ ہوگیا تھا ۔ ھٰذا فو [illegible]
دیکھتا تھا گویا ایک سمت سے دوسری سمت تک میں بعض اللہ ہی گردش کر رہا تھا
اور ان میں سے ہر ایک کی نسبت فائض میں اشتراک کے بعد ایک انتہائی باریک فرق ہو
جسکے بیان سے عاجز کے زبان و قلم دونوں قاصر ہیں ۔ سوفت یہ علم و ادراک ہوا
فالحمد للہ الذی ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ۔

افادہ : ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے پائے مبارک قطع کر کے بطور تبرک پانی کے برتن میں رکھے ہوئے ہیں اور اب تک ان میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے اور ایک گانے والا ہندی زبان میں گا رہا ہے کہ چار روز سے مسلسل یہ بات (ذہن) میں آ رہی ہے کہ مجتہدان دین (اور) علما نے شرع متین بھی نسبت مع النبی میں راسخ القدم ہیں گو کہ ان کا سلوک سالکین طریقت کی روش پر ہو یا نہ ہو یعنی جو شخص چار روز دنیا میں خدا کے ساتھ ہو اس کی روح کی پذیرائی بدن سے نکلنے کے بعد حیات ابدی و سرمدی سے ہو جاتی ہے۔ خواہ اس کا کمال اتقیا و ابرار کے طریقہ پر ہو خواہ اہل سلوک ذوی الافکار کی وضع پر ہو۔ ہر چند کہ یہ راستوں میں قریب ترین ہے لیکن وہ رسم و طریقہ جس کے نے کسی کہنے

والے نے کہا ہے ؎

شمارہ قلندر سردار بمن نمائی
کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

راہ پارسائی یہ ہے کہ اعمال صالحہ پر کثرت مداومت سے ظاہر پر ایک نور اور دل پر ایک سرور ظاہر ہوتا ہے اور صفائی قلب وجلائے قالب میسر آتی ہے جو انوار ذکر اور آثار فکر کے شکل مشابہ ہوتی ہے

افادہ : ایسا واضح ہوا کہ بنی نوع انسانی کے مقابلہ میں بہائم وطیور کو حضرت علام الغیوب کی طرف سے مستقبل کا زائد علم عطا ہوا ہے لیکن مختصر طور پر بلا اطلاع اسباب وعلیات۔ اور چند جو بوڑھے اور طویل العمر ہیں وہ اس کمال میں زائد ہیں چنانچہ ایک دن خواب میں ایک کوے کو دیکھا کہ اس کی کئی ہزار سال کی عمر ہے اور بوجہ ضعف و سستی بدن دوسرے کوے کی پشت پر سوار ہے۔ اور بعض لوگ اس سے حصول مراد ومطالب کی درخواست کر رہے ہیں۔ میں نے کہا عجیب ماجرا ہے کہ انسان حیوان سے علوم کی معلومات حاصل کرے اور اعلیٰ اسفل سے استفادۂ فوائد کرے۔ میرے اس تعجب پر عورتوں مردوں بڑوں اور چھوٹوں کے ایک جم غفیر نے استعجاب کیا۔ سر الثبوت اور بدی تحقیق یہ ہے کہ حیوانات آئندہ ہونے والے واقعات کو بنی آدم سے زیادہ جانتے ہیں۔ خصوصاً کوے کی اقسام جن کی طویل العمری اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس بارہ میں اپنے ہم جنسوں میں افضل و اکمل ہے۔ پھر اس فقیر نے بھی بعض متوقع باتوں کا سوال کیا اور اس نے اس کے ہونے کا جواب دیا

لہ : اے صنم قلندر (معشوق حقیقی) کا راستہ لائق و بہتر ہے اگر تم مجھے دکھا دو کیونکہ رسم پارسائی کی راہ بہت دور دراز ہے۔

جب دوبارہ حصول کی مدت کی تعیین اور وصول کے بارہ میں استفسار کیا تو اس
نے جواب دیا اما مثل ھذا التعیین فلا نعلم الا قلیلا ہ فانتبھت من
المنام و تنبھت ھذا السحر والعلم عند اللہ الملک
العلام

افادہ: ایک دن مجلس میں برسبیل تذکرہ بعض ملحدین وقت و متفلسفۂ زمانہ کے
اقوال کا ذکر نکلا جو ہمارے دین متین کے قواعد اور اصولوں پر شکوک و شبہات
کا اظہار کرتے ہیں اسی درمیان اس فقیر کی زبان پر گذرا کہ رسول الثقلین علیہ
الصلوٰۃ والتحیات کے عموم رسالت کے اثبات کے بیان میں مخالفین و مخاصمین
کو خاموش و لاجواب کردینے کے لئے دلائل اقناعیہ کے سوا کوئی دلیل ہے ہی نہیں
اس مسئلہ میں بات یہاں تک بڑھ گئی کہ مناظرہ کے وقت اپنے قول کے اثبات
میں اور پرجوش کلام میں میں مخالف کی طرف چلا گیا (یعنی جوش
وبات کی پچ میں) میں اس کے خلاف بحث کرنے لگا) رات کو خواب میں ایسا دکھلایا گیا کہ دو شخص
آسمان سے نیچے اترے جو دو یکرنگ گھوڑوں پر سوار تھے وہ دو خوبصورت جوانوں کی
شکل میں عمدہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور میری تاک میں کھڑے ہیں اور
میں یہ چاہ رہا ہوں کہ کسی طرح اپنے کو ان کے ہاتھوں سے بہ لطائف الحیل (کسی
بہانہ سے) ہٹا کر اور ان کی نظروں سے بچا کر کسی گوشے میں چھپ کر نکل جاؤں کہ
ناگاہ ان دونوں میں سے ایک شخص نے اپنے گھوڑے کو کدایا اور دو انگلیوں سے
میرا بازو پکڑا اور گھوڑے کی زین کے آگے (رخ زین پر) رکھ دیا اس طرح
کہ اس کی گرفت کا اثر اور اس کی دونوں انگلیوں کا دباؤ تین روز تک میں محسوس

لہ ایسی دلیل جو مخالف کو خاموش کردے (مسکت دلائل)

کرتا رہا بعد ازاں وہ اوپر کی طرف چلے گئے۔ ایک کے پیچھے دوسرا کبھی وہ سیدھے
بلندی کی جانب اڑتے تھے اور کبھی پرندوں کی طرح آسمان کے افق پر چکر لگاتے
تھے۔ یہاں تک کہ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک بہت پرانی عمارت اور ایک
وسیع الفضا محل نظر آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نشانیوں میں سے کوئی نشانی
اور تبرکات میں سے کوئی تبرک مثل قدم شریف وغیرہ وہاں موجود ہے۔ مجھ کو
اس مکان کے کنارے پر اتار دیا۔ اور اس پوری سیر و پرواز میں مجھے سرزنش
اور فہمائش کرتے جاتے تھے کہ تم ہی ہو ایسی گفتگو اڑاتے تھے۔ کیا تمہارے لئے
یہ مناسب تھا کہ ان خرافات میں ملوث ہو اور میں معذرت کر رہا ہوں اور ان
ناروا باتوں سے انکار کر رہا ہوں کہ میں نے کبھی بچپن میں بھی پتنگ بازی نہیں
کی چہ جائیکہ ایام جوانی اور ادھیڑ عمر میں لیکن وہ میری باتوں کو نہیں سنتے اور
لعنت ملامت کرتے جاتے ہیں۔ ناچار میں نے کہا کہ التائب من الذنب
کمن لا ذنب لہ۔ میں نے کیا یا نہیں کیا، کھیلا یا نہیں کھیلا بہر حال میں
توبہ و استغفار کرتا ہوں کہ دوبارہ اس کام کا مرتکب نہ ہوں گا انھوں نے کہا اچھا
وضو کرو۔ میں نے وضو کیا۔ پھر کہا دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی پھر
کہا استغفار پڑھو میں نے استغفار پڑھا پھر کہا (اب) جاؤ جیسے ہی انھوں نے
یہ بات کہی میں جاگ پڑا۔ اس خواب کی تعبیر اور اس عتاب و خطاب کی تاویل
میں ایک تردد دل میں جاگزیں ہوگیا۔ اور ایک اضطراب جاری ہوگیا۔ آخر
کار ایسا سمجھ میں آیا کہ دراصل یہ معاتبت اباطیل میں اس انہماک کی وجہ سے
تھی جو اقاویل باطلہ اور شبہات آمیز باتوں میں تھی۔ ربنا لا تزغ قلوبنا
بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب
(یعنی میرے بے بنیاد خیالات کی طرف انھوں نے تنبیہ کی اور یہ

کہا کہ آپ ان خرافات اور لہو و لعب میں نہ پڑیئے ۔ آپ تو کسب علوم و معرفت کے لئے ہیں نہ ان بیکار باتوں کے لئے)۔

افادہ : ایک رات خواب دیکھا کہ اس شخص کی روح کو جسم کی آلودگی سے مجرد کر کے بلندی کی طرف لے گئے یہاں تک کہ انیت ختم ہو گئی اور وہاں سے محیط الاعظم کے اوپر لے گئے جس کی مجازاً تعبیر کر سکتے ہیں وہاں تجرد محض محسوس ہوا (یعنی میں علائق مادی سے مجرد ہو گیا) لیکن اس تمام سیر کے باوجود جہت علو منقطع نہیں ہوتی پھر اسی اثنا میں عین تجردیت کی حالت میں اپنی مجرودی کے احساس نے اس طرح مکدر کیا جیسے گلاب صاف میں تار عنکبوت (مکڑی کا جالا) حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہے ۔ تھوڑی دیر بعد وہ طبقہ کدر منقطع ہو گیا (کدورت کی حالت ختم ہو گئی) پھر تجرد اول کا مجرد معنی جو اطمینان قلب کا باعث تھا میسر آیا ۔ اس جگہ یہ سمجھایا گیا کہ بدن سے جدا ہونے کے بعد تیری روح کو چار گھڑی میں اس مقام تک ہم پہنچا دیں گے ۔ اور ایسا ادراک ہو رہا تھا کہ حق کے راستہ میں اس طرح مجرد ہو کر گذرنا اس شخص کے حق میں ہے جو سب سے پہلے عاقبت میں دکھلایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ تمہارا معبود ہے اور مومنین اس سے منہ پھیر لیں گے کہ یہ ہمارا معبود نہیں ہو سکتا ۔ بعد ازاں رویت ذات سے مشرف فرمائیں گے ۔ واللہ اعلم

افادہ ۲۱ رمضان المبارک کی شب میں [illegible] ہوئی ۔ ایسا معلوم ہوا کہ ارواح کا اپنے جسم سے جدا ہونے کے بعد آناً فاناً اور زماناً فزماناً ایک قوی تحلیل اور بحکم اضمحلال تشخصات جزئیہ کے آس پاس راہ پاتا ہے جیسے نمک اگر پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ رفتہ رفتہ اسی پانی میں تحلیل ہو جائے گا اسی طرح ان کے عوارض جسمانیہ کا انفکاک آہستہ آہستہ

تاخیر کے ساتھ ان سے ملحق ہو جاتا ہے ۔ یہاں تک کہ جزو لا یتجزیٰ اور انانیت صغریٰ میں سے کوئی نقطہ بسیط جزو وجود میں باقی نہیں رہتا ۔ گویا تاریک راتوں میں روشن ستارے دور سے تاباں و درخشاں دکھائی دیتے ہیں اور وہ ہمہ تن عالم تجرد کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور بقیہ آثار جسمانیہ کا انعدام کرتے ہیں ۔ اسی دوران حضرت قبلہ گاہ قدس اللہ سرہٗ کی روح پر فتوح کی شرف ملازمت حاصل ہوا اس طرح پر کہ بغیر امر بسیط جو عالم کون و فساد کی ترکیب کے مراحل سے بہت دور ہے کوئی دوسری چیز محسوس نہیں ہوتی مگر صرف دو روشنیاں جو انتہائی سفیدی و براقی میں اپنی ہی قسم میں سے ہیں اور ایسا لطیف کہ معلوم ہوا کہ وہ بھی آثار تشخص رکھتی ہیں ان کو بھی چھوڑ دیں اور صفات اصلی سے ملحق ہو کر انانیت کبریٰ میں داخل ہو جائیں ۔ اسی کے درمیان ایک چھوٹا ستارہ ہے جو حافظ علیم اللہ جھلیؒ کی روح کی نشاندہی کر رہا ہے اسی صفت سابقہ اور ارواح باقیہ کے ساتھ جو بیشمار تھیں اس کی تفصیل معلوم نہیں ہوئی ۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

افادہ : رمضان المبارک کی متبرک راتوں میں سے ایک رات صبح سے قبل میں مراقبہ میں تھا کہ ناگاہ لطیفہ قلبی گویا ہوا کہ مخزن علوم غیب اس وقت کھول دیا گیا ہے جو سوال کیا جائے گا فوراً اس کا جواب دیا جائے گا ۔ دل متفکر ہوا لیکن سوا چند امور کے اور کچھ یاد نہ آتے جو پوچھے جاتے اور جو کچھ اس سے سوال واقع ہوا اور اس کے جواب سے متاثر ہوا یہ تھے ۔

سوال : اعمال جوارح کا کیا ثمرہ ہے اور حضرت حق کی حضوری میں ان سے کیا فائدہ ہے ؟

؎ ایسا جزو جس کی تقسیم نہ ہو سکے ۔

جواب :- حضور صرف مثمر جمعیت اور سرور قلب ہے اور اجسام کے انسلاخ کے بعد حضرت حق کا ظہور ہے۔ اور اعمال جوارح نعمات خارجیہ کے اضافہ کیلئے موثر ہیں جیسے حور و قصور اور انہار و اشجار۔

سوال :- مذہبوں اور فرقوں میں کون سا مختار ہے؟

جواب :- وہ جس میں توجہ الی اللہ ہو وہی بہتر ہے (قائم و باقی ہے) اور توجہ الی اللہ کے لئے یہ مقرر کیا ہے کہ انسان اپنے مقدم (عالم آخرت) کی طرف اپنے وسیلے کے ذریعہ (وسیلہ ڈھونڈتے ہوئے) بڑھتا رہے اس حالت میں کہ سب چیزوں سے بگا ہو اور حق سے عاجزی کرتا رہے (توجہ الی اللہ کے لئے عاجزی کے ساتھ اپنے علو کی طرف وسیلہ اختیار کر کے حرکت کرنا شرط ہے)۔

سوال :- دعاؤں کو اس زمانہ میں کیوں زیادہ تاثیر نہیں ہے؟

جواب :- روح کی قوت بسبب قرب انقضائے دورہ ربانی نہیں رہی ہے واللہ اعلم بمرادہ۔

سوال :- اہل سلوک سے کشف و کرامت کے آثار کیوں نادر الوجود ہیں؟

جواب :- اکثر اس زمانہ میں تعرب من اللہ بسبب ذکاء طبع غالب ہے (وہ اپنی سمجھ کے مطابق یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کو نفس حاصل ہو گیا) اور مقامات باطنیہ عبور سرسری واقع ہوتا ہے۔ اور یہ مقامات بالمنزہ پر عبور، متانت اور کثرت ذکر کا ثمرہ ہیں۔

سوال :- احقر کے احوال کیا ہیں؟

جواب :- ذکاء فطرت

سوال :- اخوی شاہ محمد عاشق کے احوال کیا ہیں

جواب :- میں ایک تنہائی جگہ ارتا ہے کا مثل لوگ دیتے ہیں کا مجھے دکھایا گیا ہے کہا میں یہ سمجھا۔ جواب ملا استقامت

افادہ :- ایک بچہ کی حالت نزع کے وقت جبکہ اس کی زندگی سے پوری

مایوسی تھی اور اس کی وفات کا انتظار تھا کہ عام و خاص کو یہ دکھائی دیا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس کا نزول دیوار کے سرے تک دکھائی دیا۔ اس سے یقین ہو گیا کہ وہ لوا سنزلنا ملئکۃ لقضی الامر۔ دو باتوں میں سے ایک ضرور واقع ہوگی۔ یا صحت از مرض یا عروض بامرض۔ اسکی صورت یہ تھی کہ ابرک کی ایک لوح جو رنگ کا ہی برّاق جسکی لمبان دو بالشت سے کچھ کم۔ اور اس کا عرض پانچ چھ انگل ایک طرف مربع شکل اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ مدور۔ اس نقشہ ⊡ شکل کے مطابق۔

افادہ :- ایک رات جب نیند سے آنکھیں کھولیں تو ایک ستارہ اپنے سامنے افق پر تاباں و درخشاں دیکھا گویا چشمک زنی کر رہا ہے۔ اور یعنی اس کی طرف سے میرے دل میں ڈالے گئے کہ میں مبدء فیاض کا دریچہ ہوں یعنی قبض و بسط کی حرکت جو مجھ میں ہے وہ ارباب طلب کے سلوک کے لئے ایک دروازہ ہے۔ اور کیفیت حضوری کے افاضہ کے لئے ایک راہ ہے گویا اس ستارہ کی تاثیر اسی بات کے لئے مخصوص ہے حالانکہ اہل نجوم نے اسبابات کی نسبت مشتری کی طرف کی ہے۔ اور وہ دوسرا اتفاق اس کے بعد پھر میں نے کتنا تلاش کیا نہ پایا۔

افادہ :- ایک دن ایسا مشہود ہوا کہ حضرت حق بالکیت تشریف لائے اور ساعت بساعت اس فقیر کے متصل ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ سینہ میں داخل ہو گئے پھر دل میں اتر گئے حتی کہ عین انا ہو گئے۔ اس وقت عجیب احوال عجیب تھے یعنی غیبت، حضور، اور انانیت۔ اس کے بعد میں ہوشیار ہو گیا۔ اور دل میں ایسی راحت اور سینہ میں وہ سکون و آرام پایا کہ زبان سے اسکی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ اور شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ سرہ نے وجد کی حالت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے یعنی کنہ پیارے یعنی ان جاء المحبوب بیت الحبیب ماذا یفعل بہ دیمانی معشوقا۔

سلہ اگر محبوب محب کے گھر میں آئے تو محبوب کے ساتھ کیا برتاؤ کریگا

عبارت میں آسانی سے بیان کر سکتا ہے۔ برعکس اس فہم اور برخلاف اس وہم کے۔ ایک
رات شام سے صبح تک ایسی حالت گذری اور عجیب کیفیات دل پر اس طرح چھائی رہیں کہ
زبان سے ان کا اعتراف ممکن ہی نہیں اور عجز اس کے کہ اقرار اپنی لکنت اور بیہودہ پن کا
تھا نہیں کہہ سکتے کہ کیا تھا اور کیا نہ تھا اور نہ لکھ سکتے کہ کیا دیکھا اور کیا دکھلایا گیا
والعلم عند الملک الودود۔

افادہ ۔ ایک چڑیا کو میں نے دیکھا کہ دیوار پر گھونسلا بنا رکھا ہے اور دیوار
کے نیچے دانہ چننے کے لیے اپنا سر گھونسلے سے باہر نکالے نیچے اترنے کے لیے تیار بیٹھی ہے
اچانک وہ خود اسی جگہ بیٹھی رہ گئی اور ایک صورت اس سے جدا ہو کر زمین پر آئی اور
دانہ چنا پھر بطریق رجعت قہقری اپنی اصل سے جا کر مل گئی اور اس انفصال و اتصال
کے مابین ایک خط تھا جسے "اسکی رجل ندل" سے تعبیر کر سکتے ہیں جیسے مکڑا اپنے لعاب سے
ایک رسی بناتا ہے اور اس کے ذریعہ چڑھتا اترتا ہے۔ اور اس خط کے ہر ہر حصے میں
درحقیقت اسکی صورتیں ظاہر تھیں۔ پس یہ معلوم ہوا کہ گویا دیوار کے اوپر سے نیچے تک
چڑیوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور اس پرندہ کا دانہ چننا گویا بطور متعاقبہ کی وساطت سے
اس دوسری طرف کے پرندہ کا دانہ چننا ہے۔ اور اس کا فعل اس اصل پرندہ کی طرف
جو اپنے گھونسلے میں بیٹھا ہوا تھا اس ماجرے اور مکاشفہ کی دید کے سلسلہ میں چند
باتیں میرے دل میں ڈالی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بنی آدم کو اس قسم کی کرامات
اور خرق عادات صفائی باطن اور انجلائے مواطن کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جو جن
کہ جو انسان کے مشابہ ہوتے ہیں بلا سابقہ کسب و اجتہاد اپنی اصل خلقت میں حاصل ہوتا ہے
اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ عالم جن کے انتقالات و انفصالات کس طرح ہوں گے کہ
اس کی حقیقت سے اس کے ارادہ کے ہمراہ کالبد مثالی منفصل ہو جاتا ہے کہ جہاں چاہے
جائے اور جب چاہے لوٹ آئے۔ اور اپنی اصل کا عین ہو جائے۔ ان میں سے ایک
ذریعہ ہے جو موافقت اور ملنے کی کا متحمل ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ملائکہ علویہ و سفلیہ اور
ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت حق کی تجلی نار و نور کی صورت میں اس قسم کی ہے کہ اسکی

اصل حقیقت کو حلول و تداخل نہیں ہے لیکن ایک بے کیف ظہور اور بیچوں بروز ہوتا ہے
جو انی انا اللہ رب العالمین متحقق و ثابت کرنے والا ہو سکتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ
اس صورت طاریہ شجیفہ پر اس امر بے کیف کا علم محال ہے

گی ایں معیت در نیابد عقل و ہوش	زیں معیت دم مزن بنشیں خموش

والعلم عند الملک المتعال۔

افادہ ۔ عوام خواص جسمانیہ کے مرتفع ہونے کے بعد روح انسانی کو ایک عجیب
سیر درپیش ہوتی ہے جو ہر لحظہ اور ہر دم ایک دوسری کیفیت کی طرف منتقل ہوتا رہتی ہے۔
اگر وہ اہل سعادت میں سے ہے تو اسکی ہر سیر میں ایک جدا گانہ لذت و فرحت اور ترقی
ہے۔ اور نعوذ باللہ منہا اگر وہ اہل شقاوت میں سے ہے تو اس کی ہر بات میں ایک الم
اور ایک مزید نقصان حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ مسرت و خوشی جو بسبب دولت علوم
کے خصوصی منزلت کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ [illegible]
خطرہ علی قلب بشر ہے اس لیے کہ اس عالم میں کوئی شخص علاوہ عرفا کے عالم علم
سے بھی آگاہ نہیں۔ کسی حال تک پہنچنے کا کیا سوال۔ اور عرفا بھی جو اس دولت علمی
سے فائز ہو گئے ہیں اور اسکو [illegible] میں سب سے بہتر لذت سمجھتے ہیں وہ اس کا پرتو
اور یہ اس کا عشر عشیر ہے جو آخرت میں حاصل ہونے والا ہے جس طرح پیشگی خیال
میں اس کی صورت [illegible] کر دی ہے۔ جس طرح عود کو جب آگ پر رکھتے ہیں تو آہستہ
آہستہ اس کا دھواں اجزائے لطیفہ سے بلند ہو کر ہوا کے ذریعہ دور تک پھیل جاتا ہے
اور مشام عالم میں پہنچتا ہے۔ اور ان کا دماغ اس سے ایک لذت و فرحت اور [illegible]
حاصل کرتا ہے۔ یہ بات ہے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible]
واللہ اعلم۔
اذن سمعت [illegible]

[illegible]

استنابته، ولذلك ان تعبر عنه او تشبهه
بالشمس في المرآة او القمر في الماء او الفوانيس او
السراج في القانوس فانه منور وله نور
محسوس وهو الذي مثل الله به
تبارك وتعالى نوره نفسه في كتابه العزيز
فقال الله نور السموت والارض مثل نوره
كمشكوة فيها مصباح وبعد ما سورت
هذه التصاوير وقررت هذه التقارير
لا يخفى على من علم الخفي والاخفى انه
هو الاول والاخر والظاهر والباطن
وهو بكل شيء عليم.

اور تم پر ان مضمونوں کی تعبیر لازم ہے۔
اسکی مثال یہ ہے جیسے سورج کا آئینہ میں
یا چاند کا فرات کے پانی میں منعکس ہونا یا جیسے
کا فانوس میں ہونا۔ اسکی آگ روشنی دینے والی اور
اس کا نور محسوس ہے یعنی وہ در اصل نور ہی اور یہی
وہ مضمون ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نور
السموت والارض مثل نوره كمشكوة فيها مصباح کے
دی ہے۔ اور اس کے بعد ان تصاویر کی
صورت کھینچ دی ہے۔ اور ان تقاریر کو ثابت
کردیا ہے جس نے مخفی اور اخفی کو جانا، اسپر
یہ بات پوشیدہ نہیں رہے گی کہ وہی اول
و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور ہر چیز کا جاننے

ملہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے روح کو عالم امر سے بنایا (عالم امر وہ عالم ہے
جس میں حقیقت محمدی کے انوار احوال بن کر ظاہر ہوئے۔ روح حقیقت محمدی کا وہ جمال ہے
جو ربوبیت کا مظہر ہے۔) اور درود وسلام ہو قیامت تک ہمارے سردار افضل البشر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل واصحاب اور تابعین پر۔ اما بعد: یہ وہ
باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال بخشش سے اپنے وجود کی تجلی کے دوران مجھے
الہام کیں کہ وہ ملک وملکوت کے عوالم میں اپنی ذات وصفات کی تجلیات کے ساتھ
متجلی ہوا۔ ملک سے مراد عالم اجساد اور ملکوت عالم ارواح کو کہتے ہیں۔ عالم اجساد وہ ہے
جس میں اس نے اپنے صفات جمالیہ یا جلالیہ کو روشن فرمایا۔ اور عالم ارواح وہ ہے
جس میں اپنی ذات کو روشن کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق کا ارادہ فرمایا

تو عالم ناسوت میں انکی مٹی کو اپنے صفات کے ظہور کے مطابق خمیر کیا پھر اس پر اپنی ذات
کی تجلی فرمائی پھر اس میں روح پھونکی۔ اور فرشتوں کو ان کے سجدہ کا حکم دیا (یعنی
آدمؑ میں اپنی ذات وصفات کو روشن فرماکر ان کو ربوبیت کا مظہر بنایا۔ اور فرشتوں
کو جو افعال عالم سے متعلق اور تدبیر عالم کے لئے عقول سے پیدا کئے گئے ہیں ان کے
سجدہ کا حکم فرمایا۔ یعنی افعال وصفات کو عبادت ذات کا ذریعہ بنایا) پس ان میں
(آدمؑ میں) روح کا پھونکنا۔ ان کے مضغۂ قلب میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے۔ اور اس
تجلی کی نورانیت مضغۂ قلب کے پردوں میں محجوب ہے۔ بعض پردے دوسروں کے
مقابلہ میں زیادہ روشن اور چمکدار ہیں۔ اگر یہ حجابات نہ ہوتے تو منزہ کا ملیقہ جہا
اور مقدس کا جگہ پر ہونا ممکن نہ ہوتا۔ (یعنی وہ نور ذات جو لاتدرکہ الابصار
وهو يدرك الابصار ہے اور جس کی گنجائش زمان ومکان میں نہیں ہے قلب
مومن میں نہ سما سکتا۔ جیسے تم سورج کو بغیر حجاب کے نہیں دیکھ سکتے۔ کہاں مٹی
اور کہاں رب الارباب۔ یہ حجابات مختلف ستر ہیں۔ صوفیاء کی زبانوں پر ان
کے نام۔ قلب و روح، سر، خفی۔ اور اخفی ہیں۔ جیسے آنکھ کا نور آنکھ کی
رطوبت میں ودیعت ہے۔ اور رطوبت آنکھ کو محفوظ رکھتی ہے۔ آنکھ کے نور کی
بقاء اس رطوبت میں ہے۔ وہ آنکھ کے تنگ ڈھیلے میں قائم نہیں رہ سکتا۔ نیز وہ
طبقات جو یکے اوپر یک ہیں اسکو محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس چیز کا جو انتہائی
قدوسیت اور پاکیزگی میں ہے کیفیت، صفت یا علاقہ کے تعلق کے ساتھ
بغیر ان لطائف لطیفہ اور پاک طبقات کے قائم ہونا محال ہے۔ اور مجھے مثال
دی گئی۔ اور اس بات کا الہام کیا گیا کہ ایک سرخ رنگ کے یاقوت کی طرح جو
نہایت چمکدار اور آب وتاب رکھنے والا ہے اور اس کی شعاعیں حجاب کے پیچھے
سے اس طرح چمکتی ہیں کہ ان کا رنگ زردی مائل آسمان کے افق میں سورج
کے طلوع وغروب ہونے کے رنگ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اور اس وقت من عرف
نفسه عرف ربه کا سر ظاہر ہوا یعنی لطیفۂ نفس کا زردی مائل لطیفۂ روح کو رنگ

رنگ ہے جو حجابات کے باعث نفس میں زردی مائل ہو گیا ہے۔ یہ راز کھل جاتا ہے
جب ادراک کرنے والے نے اپنی ذات کا ادراک کیا جس کی طرف انا سے اشارہ کیا
جاتا ہے تو پہلے تحقق میں ایک تعین فانی جسمانی تعین کے علاوہ پایا۔ پھر جب آگے بڑھ
کی تو ایک دوسرا تحقق پایا جو پہلے تحقق کے علاوہ تھا۔ اور اس کا تعین پہلے تعین کے
مقابل تھا۔ اور اسی طرح ایک تعین دوسرے تعین کے مقابل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کا
علم انا کے ثانی تک پہونچا جس کی طرف وفی الاخفیٰ انا میں اشارہ ہے اور
یہ ایک نقطہ واجبیہ ہے جو امکانیت کی پوشاک میں متجلی ہوا ہے۔ ہم ان مضمون کی
تعبیر اس طرح کرتے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سورج کا آئینہ میں منتقل ہوا
یا چاند کا فرات کے پانی میں یا چراغ کا فانوس میں ہونا۔ اس کی آگ روشنی دینے
والی ہے۔ اور اس کا نور محسوس ہے یعنی نور علیٰ نور کا مطلب ہے کہ انا ہے
حقیقی کا نور محسوس نہیں ہے لیکن جب وہ انا ہے انسانی میں پوشاک امکانیہ میں
ظاہر ہوتا ہے تو نور محسوس بن جاتا ہے) اور اسی مضمون کی مثال اللہ نور
السموٰت والارض ہے اور اسی کے بعد ان تصاویر کی صورت کھینچ دی
ہے یعنی نفس، قلب، سر، خفی، اخفیٰ اور انا ان تعینات مدرکہ کی تصاویر ہیں
جو ایک دوسرے کے مقابل قائم ہوتی رہیں۔ اور من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی
تفسیر بن گئیں) اور ان تصاویر کو ثابت کر دیا ہے۔ یہ بات اس پر کھل جائیگی
جو خفی اور اخفیٰ کو جان لے گا۔ کیونکہ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور
ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ فقط والسلام

افادہ :۔ رمضان المبارک کی بعض راتوں میں خواب میں ایسا دکھایا گیا
کہ تقریباً دو ورق کا ایک مکتوب نفوس کی تکمیل کے بیان میں عالم غیب سے قلم
اسلی عبارت نہایت صاف لکھی ہوئی ملی جلی نثر و نظم میں تھی۔ گویا عجیب فقرات
خواجہ احرار کے تھے کہ پوری ہمت تو جدائی اللہ اور اعراض من حب غیر اللہ میں صرف
کرنا چاہیے۔ اس کا پہلا شعر جو ان تمام بیانات کا خلاصہ تھا یاد رہ گیا باقی سب

خاک نسیان ہو گیا۔ وہ یہ ہے

جہاں در عشق حق باید عدم با ساز و سامانے
ز تن ماند نہ جاں ماند بماند جان جانانے

---

[1] یعنی حق کے عشق میں ایسا فنا کر دینا چاہیے کہ جسم باقی رہے اور نہ جان بلکہ صرف جان جاناں رہ جائے

ذکر حضرت اقدس کے ان بعض اصحاب کا جن کے بارے میں معتبر اور موقر خطابات مختصر طور پر صادر ہوئے ہیں۔ اور آپنے اپنے بعض مکاتیب میں خاندگیر بارے یہ تحریر فرمایا کہ نعمات الٰہی جو جانی دوستوں کے حق میں مشاہدہ کی گئی ہیں۔ ان کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے

اے کہ نعمتہائے تو از حد فزوں ** شکر نعمتہائے تو از حد بروں
عجز از شکر تو باشد شکر ما ** گر بود تفضیل تو مارا رہنموں

منجملہ ان کے وہ ایک دوسرے کے مابین رحمت اور انتہائی محبت رکھتے ہیں۔ اور ہر شئے میں شرکت رکھتے ہیں۔ اور ایثار کی طلب میں خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی۔ غیبت ہو یا حضوری۔ غرضیکہ اتحاد بھی ہے گویا ایک ہی جسم و جان ہیں۔ یہ پاکیزہ خصلت جب تک ان میں باقی و قائم رہے گی۔ انشاء اللہ حضرت اقدس کی نورانیت بڑھتی ہی رہے گی اور اس کے ساتھ ساتھ مشکلات دنیا سے ترک رغبت علی قدر ضرورت۔ اور مالک جل جلالہ پر اس کے منظاہر، ترک اعتراض کی صفت ہے۔ اور یہ صفت جس وقت تک بھی ان میں باقی رہے گی۔ ان کے مراتب میں ترقی ہوتی ہی رہے گی

[illegible]

اسی حقیقت کے دل میں آپ کی محبت نے دل کو ایک خمیر بنایا جس سے نتائج و برکات پیدا ہوئے۔ انشاء اللہ ہر ایک کے بارے میں مفصل طور پر لکھا جائے گا۔ اور جاننا چاہیے کہ اس بندہ کاتب حروف نے ان بزرگوں کے حالات کے بیان میں ہر فرد کے سلسلہ میں انتخاب جو کچھ تحریر کیا وہ خاص طور بیشتر اسی پر اعتماد اور اکتفا کیا۔ اور اگر کسی چیز کا اپنی فہم ناقص سے اس میں اضافہ کیا تو اس کو بھی حضرت اقدس سے عرض کیا جب اس کو تقریری طور پر آپ سے سن لیا تب تحریر کیا۔ الحمد للہ وہو ولی التوفیق وفی جمیع الاحوال خیر رفیق

ذکر قدرے در احوال و اقوال قدوۂ طالبان راہ عمدۂ سالکان حق آگاہ عالم الفروع والاصول جامع المنقول والمعقول صاحب الذوق والوجدان کامل العلم والایقان عرفاں پناہ شاہ نور اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت اقدس کے بزرگترین خلیفہ اور قدیم اصحاب اور احباب کاملین میں سے ہیں۔

بدو شعور ہی سے علم و فضل کی تحصیل پر مجبول و مفطور تھے اور توفیق و اصلاح سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ ایام طفولیت ہی سے اپنے حسن ادب کی وجہ سے حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے منظور نظر تھے۔ ابتدائی کتابیں شیخ بدر الحق سے پڑھیں جو حضرت اقدس کی والدہ کے ماموں تھے اور آپ کے خلفاء اور علماء راسخین میں سے تھے منجملہ ان سب کے حضرت شیخ بزرگ اور حضرت جدی قدس اللہ اسرارہما کے شاگردوں میں سے تھے۔ اور ہر دو بزرگوار کے حضور میں مقامات طریقت سے فیضیاب تھے متوسطات کی چند کتابیں کاتب حروف کے والد ماجد سے پڑھیں اور جملہ کتب کی تحصیل حضرت اقدس سے کی۔ فہم سلیم، جودت ذہن اور استقلال و ثبات قدمی بدرجہ کمال فائز ہیں۔ روشن الدولہ ظفر خاں کے مدرسہ میں طالب علمی کے دوران وظیفہ یاب رہے۔ انھیں ایام میں ایک دن حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے مزار پر انوار کے نزدیک حضرت اقدس کے پاس (آپ بھی) بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اس صاحب مزار کے اشارہ کے بموجب ان کو بیعت کا حکم دیا انھوں نے اسکو نعمت من نعمات اللہ جان کر قبول کیا۔ اور اسی مجلس میں شرف بیعت حاصل کیا اور آنجناب کے اشغال طریقت میں سے ایک شغل کا استفاضہ کیا۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد حضرت مرشد حقیقی نے ان کی استعداد و استغنائے کامل ملاحظہ فرما کر

اور ہمت قوی و بلند دیکھ کر وظیفۂ ظفر خانی کے ترک کرنے اور فقر اختیار کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد عالی ان کے دل پر اثر انداز ہوا۔ باوجود اس کے کہ یہ وظیفہ فقرت والدہ ماجدہ کی خدمت اور ان کی خوشنودی و رضامندی کے لیے قبول اور اختیار کیا تھا۔ لیکن اذا جاء نهر الله بطل نهر عیسیٰ[1]۔ سب کو ترک کر دیا اور تجرید تمام اختیار کر کے اپنے مرشد برحق کے حسب الحکم کفنی پہن لی۔ بعدہٗ جب مرشد برحق نے ان کے دل کو علوم رسمیہ (علوم ظاہری) کے دقائق اور ان کے غور میں شغف تمام دیکھا۔ اور اس بات کو راہ سلوک میں حارج پایا تو مذاکرہ علمیہ کی مجالس میں جانے سے علیحدگی کا حکم دیا۔ انھوں نے حسب الحکم تھوڑے ہی عرصہ میں اس ریاضت کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اسی دوران وہ دشوار گزار اور سخت سفر در پیش ہوا جو حضرت اقدس نے پہلی بار اختیار فرمایا تھا آپ نے جو خدمات شاقہ انجام دیں کسی اور سے نہ ہو سکیں۔ سفر کی مشقتوں پر صبر اور تمام رفقاء کی خدمت از قسم طعام و باربرداری۔ مریضوں کی تیمارداری اور مختلف الطبع ہمراہیوں کی رضاجوئی حلم اور خندہ پیشانی کے ساتھ بغیر کسی اظہار ملال و کلال کے جس طرح اپنی بے نفسی سے ان سے وجود میں آیا کسی دوسرے سے ممکن نہیں گویا وہ سفر آپ کے لیے سخت مجاہدہ اور ایمان کی کسوٹی بن گیا۔ جب ان کی استعداد کھرے (خالص) سونے کی طرح ہو گئی تب حضرت اقدس کی عنایات بے غایت کے مرکز و مقصد اور انوار و اسرار ولایت کے مہبط ہو گئے۔ اس سفر مبارک سے مراجعت و واپسی کے بعد حضرت اقدس قصبہ بڈھانہ جو آنجناب کے مخلص مریدین کی اقامت گاہ تھا تشریف لائے ہوئے تھے وہاں آپ کو از خود جو قبیل الہامات الٰہیہ سے تھا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ پھر اس کے بعد علوم ظاہری کے درس کا حکم دیا اور رشد و ارشاد کے کام پر مقرر فرمایا۔ ان توجہات عالیہ کی برکت سے ایک عالم ان کے فیض تربیت اور صحبت کی برکت سے صحرائے جہالت سے نکل کر علم و فضل کی روشن منزل اور راہ حق پر پہنچ گیا۔ اور ضلالت کی پستیوں سے نکل کر ہدایت کی

[1] جب اللہ کی نہر آئی تو عیسیٰ کی نہر باطل ہو گئی۔۔۔۔

بلندیوں کو چھونے لگا۔ اور گرد و نواح کے بکثرت مشائخ دل و جان سے آپ
کے مطیع و معتقد ہو گئے۔ ان کے ایک شاگرد نے ان کے بڈھانہ پہنچنے کی تاریخ
اس مصرعہ سے نکالی ہے۔ ع اے آمدنت باعثِ آبادیِ ما۔

۸ ۳ ۱ ۱ھ

بالجملہ آپ کی ذات مجمع کمالات ہے۔ اور آپ متصف بہ اوصافِ حمیدہ ہیں
اور فطرتاً تمام خصائلِ ذمیمہ سے پاک و منزہ ہیں بغیر ریاضت و مجاہدہ کے
ہوئے۔ اور قلب و روح کا تصفیہ و تجلیہ حضرت مرشد برحق مدظلہ کی توجہ سے
علی وجہ الکمال بغیر کوشش و محنت کے حاصل ہو گیا۔ مقاماتِ سلوک میں قانع اور
متوکل ہیں۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے بے پروا اور ان کے معاملات میں مداخلت نہیں
کرتے۔ اور اس میں ثابت قدم ہیں۔ وجد و شوق میں انتہائی لطیف حالت و ولہ
ذوق میں ایک شریف کیفیت رکھتے ہیں۔ اور تحمل اور بردباری میں بلند مرتبہ حاصل
کیا۔ ان کا وجود گویا حلم مجسم ہے جس میں درشتیِ مزاج نام کو نہیں ہے اور صفتِ
عدالت میں انتہائی کمال رکھتے ہیں۔ مخاطبات و مکاتبات اور تقریر و تحریر اور
مباحثۂ علمیہ میں ایک خاص اعتدال ملحوظ رکھتے ہیں جس سے بہتر ممکن نہیں۔ اور ہر
ایک سے اس کے مناسبِ حال معاملت کرتے ہیں۔ اور قولاً و فعلاً ایسے مرتبہ پر
پہنچے ہیں جو دوسروں میں پایا جانا محال ہے۔ کاتبِ حروف کے نزدیک حسنِ اخلاق
و آداب میں امامت کی لیاقت ان کے لئے مسلم ہے جناب حضرت مرشد نا و مولانا
نے مندرجہ ذیل مثال اپنے قلم سے تحریر فرما کر آپ کو عطا فرمائی :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الله تعالى في عبادة نفحات ومن	بیشک اللہ تعالیٰ معرفت کی خوشبو دینے والی عبادت
تلك النفحات بالنسبة الى اخينا الفاضل	میں ہے، اللہ تعالیٰ ان عبادات کو قبول فرما
اللبيب الكامل الحبيب الشيخ نور الله بن	ہے جس میں خلوص و معرفت کی خوشبو ملی ہے
معين الدين البهلتي نور الله ظاهره وباطنه	اور ان نفحاتِ عبادت کو ہمارے فاضل و ذہین بھائی

بنور مرضياته وظهر بارزة وكامنة ؛	زیرک، عقلمند، کامل دوست شیخ نور اللہ
بظهور ذكره وطاعاته من حيثية من	بن معین الدین پھلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے
باطنه لتحصيل علوم الدين من الحديث	ظاہر و باطن کو اپنی رضیات کے نور سے منور
والتفسير والفقه والاصلين وغيرها	فرمائے اور ان کے لطائف بارزہ و کامنہ کو پنچ
وقادة اليه فتاكد خاطرا لطلب في قلبه	ذکر کے ظہور اور اپنی عبادات سے مظہر فرمائے
وصار حثيثا عليه تا آں کہ اشارہ بہ سلوک	ان کی باطنی حیثیت علوم دین کی تحصیل کیلئے جیسے
شاں فرمودند کہ ثم جاء المدد فترقى، ودام	تفسیر، حدیث، اصول حدیث و فقہ اور اصول
يترقى مرة بعد اخرى وتيسر في الامر	فقہ وغیرہ میں مسلم ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے
الذي اراد الله لنا وسار فيه عباد	اسکی دعم دین طرف متوجہ فرمایا۔ پس طلب
الله الصالحون قبلنا تذرت فيه توجه	کی دھن ان کے دل میں راسخ و مستحکم ہو گئی
المحبة وفك رهان المسلكة ثم التفات	اور وہ اسکی طرف جولاں ہو گئے پھر ان
انابته وجالت في ميادين التوحيد حتى	کے سلوک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
تخلص الى الشهود الصراح ثم رجعه	ارشاد فرمایا کہ۔ پھر اعانتِ الٰہی ان کے
من حيث كان السراج وصله الى	شاملِ حال ہوئی اور وہ برابر روز بروز
طريقة السلف والخلف الصالحين ومما	ترقی کرتے رہے اور اس گروہ میں شامل
انشدت فيه ؎ لقد بلوتك في سلب	ہو گئے جن کو اللہ نے ہم کو دکھایا اور اس
وعقب ؛ فما وجدتك الاخالص	گروہ میں اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو
الذهب ؛ ولم تسم بنور الله الا لانه	گئے۔ ہم میں کم لوگ ایسے ہیں جن میں توجہ کی
عما قليل يكون النور فادتقب ۔	محبت شاذ ہوتی ہے۔ اور انھوں نے قید

کی دوڑ کو ترک کر دیا (یعنی دنیاوی جاہ و منصب کی جانب کبھی رغبت نہیں رکھی) پھر ان کی انابت
تم (فنا) ہو گئی۔ اور وہ توحید کی بہرت کے میدانوں میں جولاں ہو گئے۔ پھر خالص کرنے لگے
شہود وصل کی طرف اور لوٹا دیے گئے اس مقام کی طرف جہاں چراغ تھا (یعنی شریعت و
طریقت و حقیقت کی طرف (یعنی رجوع الی الحقیقت لازم کیا گیا)، اور یہی سلف و خلف صالحین

کو طریقہ ہے اور یہ اشعار اسی کی طرف مشعر ہیں ۔ میں نے تمہاری آزمائش کی
راحت و تکلیف دونوں حالتوں میں ۔ پس میں نے تم کو پایا خالص سونا ، اور تم
نور اللہ سے اسی لئے موسوم کئے گئے کہ وہ تم جگہوں پر ہوتا ہے (یعنی نور الٰہی
کو مقامات پر ہوتا ہے) ہر شخص اور ہر مقام اس کا اہل نہیں ہوتا کہ اس پر نور
الٰہی ظاہر ہو ۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو اللہ تمہارے نور ایمان میں ترقی
عطا فرمائے ۔

اور ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ جب بھی تمہاری طرف نظر جاتی ہے تو ایک نیا
سرور حاصل ہوتا ہے ۔ تمہارا لطیفۂ خفیہ آگاہ اور مست اور تم مست قلب کے حامل
اور فطری استقامت و متانت رکھتے ہو اور دنیا سے ترک التفات خود تمہاری
جبلت ہے ۔ اور اسی قسم کے الطاف والے ہمیشہ اپنے اصحاب میں ممتاز اور احباب
میں قابل رشک ہوتے ہیں ۔ الحاصل ان کا مبارک وجود عطائے الٰہی ہے اس کو
نعمت سمجھنا چاہیئے ۔

افادہ :۔ خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک واقعہ
میں دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے اپنے دست مبارک سے ایک
کاغذ پر تحریر فرمایا کہ "اس زمانہ میں ایسا شخص جس کی صحبت میں لوگ بیٹھا
میاں نور اللہ ہیں" ۔

افادہ :۔ ارشاد فرمایا کہ میں ایک روز قیلولہ میں تھا اور عین غنودگی
کی حالت طاری تھی (اس دوران) اور وہاں موجود لوگوں کی باتیں سن رہا تھا
اچانک بعض اہل قبور ظاہر ہوئے جن کا حال یہ تھا کہ چہرے سیاہ تھے اور زبانیں
منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے جن سے بدبو آرہی تھی ۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی
اور میں نے چاہا کہ ان کو اپنے سے دور رکھوں کہ اتنے میں دو شخص نمودار ہوئے
اور مجھ سے ایک جانب اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس مقام عجیب کو دیکھو ۔ جب
نظر اٹھائی تو قصبۂ بڈھانہ اور بعض دوسری جگہوں کی قبروں کو دیکھا ان

بعض وہ تھے جن سے زندگی میں میری ملاقات تھی ۔ اور بعض وہ تھے جن کے میں نے
صرف نام سنے تھے اور ان کو جانتا نہیں تھا ان دونوں شخصوں نے مجھ کو بتایا کہ وہ
فلاں فلاں ہیں ۔ اور بیشتر ایسے تھے کہ میں نے نہیں پہچانا غرضکہ ان میں اکثر مردہ
بیشتر عذاب میں مبتلا تھے اور تھوڑے نجات یافتہ کہ باوجود تنگی گور کے جو عذاب کی
ایک قسم ہے لیکن اس میں کچھ عذاب کی تخفیف ہے ۔ اور ان کا ہر شخص [illegible]
ہے ۔ اور ہر قسم کے عذاب سے (معذب ہیں) جیسے سانپ بچھو کے کاٹنے اور دوسرے
اور لوہے کے گرزوں سے مارے جانے سے اور ایسی بدبو جو اس عالم میں کسی نے
نہ سونگھی ہوگی بدن کے ہر حصہ سے آرہی ہے ۔ ایک قبر میں یہ معاملہ ہے ، اور دوسری
قبر میں نعمت و آرام ہے ۔ اور ایک کو دوسرے کی کوئی خبر نہیں ہے ۔ اور چند ایسے
لوگوں کو دیکھا جنہوں نے ترک دنیا اختیار کیا پھر اس پر قائم نہ رہے اور ان کے
دل میں اسباب (دنیا) کی طلب غالب آئی ۔ اگرچہ بظاہر وہ ترک پر رہے
وہ نہایت تنگی اور عتاب میں ہیں ۔ اور اکثر اہل دنیا جنہوں نے فرائض کی پابندی
کی اور منہیات سے اجتناب کیا یا اجتناب کا ارادہ رکھا اور ہمیشہ مباحات میں
مشغول رہے عالم قبر میں عیش و آرام میں ہیں ۔ ان کے احوال دیکھنے سے ایک
اضطراب اور جھرجھری میرے بدن پر طاری ہوئی اور گریہ غالب آیا ۔ ایسا کہ دو
ایک ساعت میں کانپتا رہا ۔ اور گریہ و ہائے ہائے کرتا رہا اور اہل مجلس دیکھ رہے
تھے ۔ ہوش آنے کے بعد بھی ایسی حالت رہی کہ جس وقت بھی اس حالت کو یاد کرتا تھا
بے اختیار ہو جاتا تھا اور گریہ و بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی چند ساعت بعد
سکون ہو گیا ۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

افادہ :۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مبشرہ میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ
اپنے دولت کدہ میں جو مدینہ منورہ میں تھا تشریف فرما ہیں اور ہم باہر کھڑے آپ
کی تشریف آوری کے منتظر ہیں ۔ ایک ساعت گزرنے کے بعد آپ اپنے دولت کدہ
سے باہر تشریف لائے ۔ اور اس مقام پر جو شمال دیوڑھی خانہ کے ہے تشریف فرما ہوئے

اور کسی شخص نے اس بندہ کاتبِ حروف کا نام لے کر کہا کہ تم اور ایک دوسرا شخص جو تمہارا ہم نام ہے اس مجلس عالی میں اجازت یافتہ ہو۔ اور آپ کی قربت و شرفِ مجلس سے مشرف ہو۔ اور ہم مواجہ شریف میں کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ حضور! معاویہ کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی برائی کی ہے تو اس کے بیٹے نے کی ہے۔ اور لڑکے کے اعمال کا وبال و نکال باپ پر نہیں ہوتا۔ اور جس شخص نے ہماری صحبت اٹھائی ہے (اس کے بارے میں) اگر کوئی شخص بے ادبی کرے ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور گویا یہ الفاظ آپؐ نے اس لئے فرمائے کہ اس نے صرف معاویہ کہا تھا بغیر کسی تعظیمی لفظ کے۔ پھر میں بیدار ہو گیا

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں انفاس العارفین میں شیخ الہداد قدس سرہٗ کے حالات پڑھ رہا تھا جس میں ان کی غلبۂ بے خودی کی کیفیت مرقوم ہے کہ اتنے میں فرزندم عطاء اللہ آگئے اس وقت میرے دل میں آیا کہ اب یہ بے خودی کی کیفیت کسی میں نہیں پائی جاتی۔ شب میں حضرت مقدس مدظلہم العالی کو خواب میں دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہی دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اور آپ میں ایک بے خودی اور مدہوشی کی کیفیت جوش زن ہے۔ ایسا کہ یہ فقیر بھی متاثر ہوا۔ اور اس پر بھی بے خودی کی کیفیت طاری ہوئی جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی اس بے خودی کا اثر باقی تھا، اور اللہ کے فضل و کرم سے جو وسوسہ اس عارض ہو گیا تھا وہ رفع ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص جو صوفیوں کا لباس پہنے ہوئے ہے مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ نماز سلوک شرعی کس طرح ہوتی ہے میں نے کہا کہ میں اس نماز کو ادا کرتا ہوں دیکھ لو۔ پھر میں نے وضو کیا اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نیت باندھی۔ اور قیام میں بجائے قرأت کے ماثورہ دعائیں معانی پر غور کرتے ہوئے اور پورے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھیں۔ اس سے طمانیتِ قلب

اور مشاہدۂ انوار حاصل ہوا۔ پھر جب رکوع میں گیا تو بجائے تسبیح کے توحیدِ افعالی پورے طور پر ظاہر ہوئی جس کے مشاہدہ کا اس سے قبل اتفاق نہ ہوا تھا جب سجدہ کیا تو اپنے وجود کی فنا حاصل ہوئی اور اپنے وجود میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر وہی ایک موجود مطلق۔ اور ان تینوں حالتوں میں محبت و شوق کا رنگ بدرجۂ اتم حاصل تھا پھر جب دوسرا سجدہ کیا تو یہ وجود بھی گم ہو گیا۔ اور شوقِ محض بے کیفیت کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ پھر میں نے سلام پھیرا۔ اس شخص نے کہا کہ میری غرض یہی نماز سے تھی۔ اور سالک کو اسی طرح سلوک کرنا چاہیے (کہ اصل یہی نماز ہے)

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک روز میں قیلولہ کے وقت سو گیا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور مجھے بیدار کر کے یہ خبر دی کہ ایک شاہ بادی تمہارے دیکھنے کے لئے (ملاقات کے لئے) آ رہا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کوئی درویش صاحبِ شان ہو گا۔ میں اٹھا وضو کیا اور آراستہ ہو کر (تیار ہو کر) بیٹھ گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آئی اور اس کے ہمراہ ایک دوسری عورت ہے اور وہ آکر میرے پہلو میں زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئی۔ اس بات سے مجھے سخت تعجب اور پریشانی ہوئی کہ یہ کون عورت ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ (انھوں نے) لوگوں نے کہا کہ یہ فاحشہ (بدچلن) عورتوں میں سے ہے جس کا نام شاہ بادی ہے۔ آخر اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہنا شروع کیا کہ میری تم سے ایک غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ میں ایک ایسا تعویذ چاہتی ہوں کہ فلاں فلاں حاکم مجھ پر مہربان ہو جائے میں نے کہا کہ اس قسم کے تعویذ لکھنا میرا کام نہیں ہے مجھے معاف کرو لیکن وہ اصرار کرتی رہی اور نہیں مانی۔ مجبوراً میں نے کاغذ و قلم لے کر لکھا کہ خداوندا اپنی صفتِ غفوری سے اس عورت کو اس فعلِ بد سے نکال دے اور توبہ کی توفیق عطا فرما۔ یہ لکھ کر میں نے کاغذ موڑا اور اس کو دیدیا وہ اس کو لے کر ہدیہ کا وعدہ کرکے خوش خوش چلی گئی کہ مقصد حاصل ہونے کے بعد اس کو پورا کروں گی۔ اس واقعہ کو دس دن گزرے تھے کہ ایک دولت مند

شخص نے انکو نکاح کا پیغام دیا اور پھر اپنے عقد نکاح میں لے آیا، پس وہ اپنے کردار بد سے تائب ہوئی۔

افادہ:- انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار حضرت صاحب قبلہ مد اللہ ظلہ العالی قصبہ بڈھانہ میں تشریف فرما تھے، ایک شخص نے ایک چھوٹی شیشی میں گلاب پیش کیا، خادم نے اسے اٹھا کر طاق پر رکھدیا، چونکہ وہ شیشی بہت خوب صورت تھی (اس لئے) فقیر کے دل میں آیا کہ خالی ہونے کے بعد یہ شیشی ہم لے لیں گے، پس جس وقت آپ نے قصبۂ مذکور سے پھلت پور کی طرف کوچ فرمایا، وہ خادم اس شیشی کو معہ دیگر سامان ایک چھوٹے سے (صندوقچہ) اپنے ساتھ لے گیا، (مجھے اس وقت (بھی) کئی بار یہ خیال آیا کہ وہ شیشی میں اس سے لے لوں لیکن مانگنے کی نوبت نہ آئی اور اس کی خواہش دل سے زائل نہ ہوئی، پھر آپ کے تشریف لیجانے کے بعد خدام کو آپ کے حجرۂ مقدس کی جس کے طاقچہ میں وہ شیشی مذکور رکھی ہوئی تھی بتعدد بار صفائی اور جھاڑو وغیرہ کا اتفاق ہوا اور تمام طاقوں کو صاف کیا، کوئی چیز از قسم شیشہ اس میں نہ پائی گئی، بعد ازاں جب ماہ رمضان المبارک آیا، اور ستائیسویں شب ہوئی تہجد کے بعد میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اس وقت گلاب ہوتا تو استعمال میں آتا، اتفاقاً میرا ہاتھ اسی طاق پر گیا دیکھا تو وہ شیشی گلاب سے بھری ہوئی طاق پر رکھی ہے۔ میں متعجب ہوا اور پھر اس میں سے تھوڑا گلاب لے کر استعمال کیا اور پھر اس شیشی کو اسی طرح طاق پر رکھدیا، صبح کو جب اس طاق کو دیکھا تو وہاں پر کچھ نہ تھا۔

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا کہ حضرت مقدس مدظلہم العالی کے بعض اخلاق حمیدہ متصور ہوئے اور اس کی وجہ سے ایک طمانیت و سرور حاصل ہوا، اس کے بعد خیال آیا کہ چونکہ حضرت مقدس مرتبۂ جامعیت رکھتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ آپ ہر جزوی امر میں استمداد اتنی مفید نہ ہو پھر خیال آیا کہ نہیں آپ سے استمداد ہر امر میں مفید اور حصول مقصد میں موثر ہے گو، حضرت مقدس اس جانب توجہ تامہ مبذول کریں یا نہ کریں، پھر اس کے بعد وہ ملائکہ جو تدبیر عالم پر مامور ہیں متصور ہوئے اور وہ آپس میں کچھ بات چیت کر رہے ہیں، اور ان سے ایک آواز سنائی دے رہی ہے اور وہ آواز ایسی ہے جیسے شور و غل کی ہوتی ہے اور دور سے سنائی دیتی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتی ہیں، پس میں نے کان لگا کر غور کیا تاکہ سنوں کہ کیا نظام عالم کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں تو صرف لفظ "اتصلنا" سمجھ میں آیا۔

افادہ:- آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا آیا کہ ۱۰ صفر ۱۳۵۲ھ روز شنبہ کو حضرت مرشد حقیقی مدظلہ سے یہ عرض کیا کہ بے اختیار یہ دل چاہتا ہے کہ جلد سے جلد پہونچکر حضور کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کیا کروں لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر اس دولت کے حصول میں تاخیر ہوتی ہے حضرت مقدس نے فرمایا کہ تمہاری یہ مجبوریاں ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مجبوریوں کو بھی دور فرمائے گا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی ان محبت آمیز باتوں سے جو اس عاجز کے حق میں بیان فرمائیں دل کی بیقراری اور بڑھ گئی۔ یہاں تک (کہ تصور و) خیال جمال مبارک کے مشاہدہ اور نظارہ سے ہر وقت لطف اندوز ہونے لگا، آپ کی برزخ مستقل قائم ہو گئی، اور یہ جذب و محبت قلبی تمام وجود عنصری میں اس طرح سرایت کر گئی جس طرح پانی خشک ریت میں سرایت کرتا ہے اور میری ساری جسمانیت اس کی معیت و محبت کی کیفیت سے پُر ہو گئی۔ یہاں تک کہ پورے جسم نے اس حرارت کو محسوس کیا جس طرح کوئی شخص نشہ آور چیز کھائے یا پئے تو اس کا اثر ظاہری طور پر بھی سارے بدن میں ہوتا ہے اور اس وقت ایک صورت مثل صورت عنصری کے جناب مقدس سے جدا ہوئی اور اس عاجز کے بدن میں حلول کر آئی۔۔۔

سر میں اور ہاتھ ہاتھ میں اسی طرح باقی دیگر اعضاء اور اس حسرت و افسوس نے جو آپ کی دوری کے خیال سے دل کو محسوس رہی تھی اسمیں سکون ہو گیا اور اس صورت کا حلول اب تک باقی ہے اور اب بھی نگاہوں سے غائب نہیں ہے اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہوگا۔ اور اب تو وہ کیفیت یعنی صورت مبارک کی جدائی و منتقلی سب بچشم سر محسوس ہے، والحمد للہ علیٰ ذالک۔

افادہ:۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک وقت غیبت حاصل ہوئی تو معلوم ہوا کہ وجود و حیات اور تمام موجودات کی بقا خود فراموشی کے بعد جلوہ ذات الٰہی میں ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ سارا عالم غفلت کے باوجود وجود و حیات میں ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باوجود اس کے کہ ذات الٰہی تمام میں ساری ہے اور احاطہ و مکان و کیف سے متصف نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ماوراء عالم میں اس کا ایک وجود ہے اور کیف و احاطہ و مکان ہے برخلاف اس عالم کے احاطہ و کیف کے۔ اور اس وجدان کی تحقیق حضرت مرشد حقیقی دامت افاضاتہم نے ارشاد فرمائی کہ حقیقۃ الحقائق کی مثل باوجود اس کے کہ مظاہر کثیرہ میں متجلی ہوئی ہے اور ہر جگہ ایک حکم پیدا کیا ہے لیکن ہر قید سے منزہ ہے۔ اور منجملہ اس کے شخص اکبر کے قلب میں تجلی فرمائی ہے اور اس تجلی سے ملکوت پر اس عکس کے اعتبار سے ایک نورانی عکس پڑا ہے۔ اگر کسی چیز کا اس عکس کے اعتبار سے اثبات کریں اور اس کی براقی اور شعاع انگیزی بیان کریں تو بجا ہے۔ سالک کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی نگاہ معرفت اس عکس نورانی کی طرف متوجہ ہو اور عقیدہ بغیر اس کے دل میں متمثل ہو جائے لیکن تنزیہ و تشبیہ میں تحقیق اس طرح جمع ہے جیسا مذکور ہوا۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر زندہ کی زندگی (اور) بلکہ ہر موجود کا وجود حضرت وجود کی تقویم سے ہے اور یہ وجود میں نفس الامری ہے خواہ اس بات سے آگاہی ہو یا نہ ہو۔ بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ سالک پر

سه حاشیہ بر صفحہ آئندہ۔

یہ ارتباط نفس الامری استغراق اور استہلاک علمی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ ہر زندہ کی حیات معرفت حق کی وجہ سے ہے پھر جب بعض عاقلوں کو موجود دیکھتا ہے تو اشکال میں پڑ جاتا ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ اس سالک کے نفس میں حضرت وجود کا علم حضوری وہی اس کا نفس الامری ارتباط ہے پس اپنا حال اس پر غالب آتا ہے اور تمام چیزوں میں ارتباط کو اسی لباس علمی سے متلبس دیکھتا ہے اور یہی تحقیق ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

افادہ:۔ انھوں نے فرمایا کہ حب جاہ و مال اور کبر و ریا اور تمام رذائل اور تہذیب نفس سے تخلیہ اور حمائد سے تجلیہ جیسے رضا۔ توکل۔ تسلیم وغیرہ نوع انسانی سے مقصود بالذات ہے اور یہی ہے قرب و کمال اور شریعت اس کا بیان ہے اور یہ کمال حقیقتاً (مکمل طور پر) انبیاء علیہم السلام کی ذاتوں کے سوا کسی میں نہیں بلکہ ممتنع ہے کہ کسی دوسرے کو حاصل ہو۔ اور فنا اور بقاء کا طریقہ مع اسکے لوازم کے جو راہ ولایت ہے اسکے حصول کا وسیلہ ہے مقصود اصلی نہیں ہے (اور) فنا و بقاء سے غرض اس کمال کا حصول ہے اور یہ کمال مخصوص صحابہ کرام کو ایک طرح کی صحبت عالیہ[1] سے حاصل ہے اور ان کے علاوہ کسی اور کے لئے متصور نہیں ہے پس وہ اس کمال کے حصول کے ساتھ اگر اس فنا و بقا سے باز رہے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور وہ چیز جس کی افراد کا ملین خبر دیتے ہیں وہ اپنی

صفحہ گزشتہ کا حاشیہ۔ یعنی تنزیہ کے عکس سے تشبیہات کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں اور سالک ان کا مشاہدہ کرتا ہے اور تشبیہ میں اسے استغراق ہو جاتا ہے کہ اپنے کو بالکل فانی محسوس کرنے لگتا ہے پھر جب اس عالم پر باوجود استغراق کے بعض اہل حق کو فانی اور مستہلک نہیں پاتا تو اسے تعجب ہوتا ہے۔ تقی انور

[1] من رآنی فقد رأی الحق۔ (جس نے مجھکو دیکھا اس نے حق کو دیکھا)

ذات کے اعتبار سے حسن وخوبی کا حامل ہے اسکی تعریف نہیں کی جاسکتی (اور) اس کو افراد کاملین کا کمال نہیں کہہ سکتے اگر انبیاء علیہم السلام بھی اس کی خبر نہ دیں تو بھی بعید نہیں ہے۔

افادہ :-

شَاهَدتُ فی صلوٰة من صلوٰة المغرب ان من العوالم عالماً غير عالم المثال الذی تتشبح فيه صور الاعمال تحققت فيه حقائق الاشياء الثابتة فی نفسها وحقائق العقائد الحقة وحقائق الاحكام التی لا تبدل الاديان والملل وحقائق العبادات والاحكام فيه وجوداً اصلاً مثلاً الصلوٰة بحقيقتها التی هی التعظيم لله تعالیٰ من العبد متحققة فی ذالك العالم وهيأتها المخصوصة لا ذكر بها فيه وعلیٰ ذالك القياس سائر الاعمال فاذا شاهد العارف ذالك العالم يجد بين حقيقته وحقيقة الاعمال اتصالاً ولا يجد صور الاعمال يعرف ان تكاليف الشرعية رفعت عنه اذا التكليف تعلقت بصور الاعمال ورأيت ان لون ذالك العلم ابيض بحمرة

میں نے ایک روز مغرب کی نماز میں عوالم میں سے ایک عالم کا مشاہدہ کیا جو عالم مثال کے علاوہ ہے جس میں اعمال کی صورتیں متشکل ہوتی ہیں اس میں اشیائے ثابتہ کے حقائق اپنی ذات کے اعتبار سے متحقق ہوئے اور حقائق عقائد حقہ نیز ان احکام الٰہی کے حقائق جو ادیان و ملل سے تبدیل نہیں ہوتے، اور حقائق عبادات واحکام کما ہی اصل وجود کے ساتھ ہیں۔ جیسے نماز اپنی حقیقت کے ساتھ اور وہ اللہ کی تعظیم ہے بندہ کی جانب سے جو اس عالم میں متحقق ہے اور اسکی ہیأت مخصوصہ کا ذکر (یعنی قیام وقعود و رکوع وغیرہ کی حالتیں) اس عالم میں نہیں کیا گیا۔ اور اسی قیاس پر تمام اعمال ہیں۔ پھر جب عارف اس عالم کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کی حقیقت اور اعمال کی حقیقت کے درمیان اتصال پاتا ہے اور اعمال کی صورتیں نہیں پاتا۔ وہ اس بات کا عارف ہوتا ہے کہ تکالیف شرعیہ اس سے اٹھا لی گئی ہیں اس لئے کہ تکلیف اعمال کی صورتوں کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور میں نے

خلطت فيه وحقائق الاشياء كانها جواهر نثرت والعلم عند الله .....

دیکھا کہ اس علم کا رنگ سفید سرخی مائل (یا) اس میں سرخی مخلوط ہے، اور حقائق اشیاء گویا وہ چھٹکے ہوئے جواہر ہیں اور علم اللہ کو ہے۔

افادہ :-

اری فيما معنی ان ذاته تعالیٰ تجافی الموجودات ووجوداتها عين وجوده تعالیٰ وذاته تعالیٰ هو وجود بمعنی ان الوجود الحق الجامع لجميع الحيٰوة والاعتبارات والمعانی من حيث انه غير واضح فيه واحد منها حتی هذه الحيثية الصرفة هی مرتبة الذات من انه غير واضح فيه هذه الاعتبارات قاطبة لا يشذ عنها واحد هی مرتبة الالوهية والمعبودية وهاتين المرتبتين غير مدركة بالعقول ومن حيث انه تجلی لواحد من تلك الاعتبارات هو الممكن المعاهد باختلاف الاعتبارات فی الشرف ومراتبه والعموم ومراتبه والقوة ومراتبها وغيرها ومقابلها اختلفت الموجودات الممكنة باختلافها المحسوسة والمعقولة باشتراك بعضها ببعض فی بعض المعانی انتزعت فی الاجناس والانواع تسطر هذه المرا

آپ نے فرمایا مجھے دکھایا گیا ما سبق میں کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات سے علیحدہ ہے اور اس کے موجودات اس کے وجود عین وجود تعالیٰ ہیں۔ اور ذات باری تعالیٰ وہ وجود ہے اس معنی میں کہ وجود حق جامع ہے حیات اعتبارات اور معانی کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ ذات غیر واضح ہے اس میں (یعنی) موجودات میں ایک منفرد وجود ہے یہاں تک کہ یہ حیثیت بھی ذات کا ایک مرتبہ ہے اس حیثیت سے کہ یہ اعتبارات اس میں پوری طرح واضح نہیں ہیں نہیں چھوٹتا ہے اس سے کوئی۔ یہی مرتبہ الوہیت اور معبودیت ہے۔ اور یہ دونوں مرتبے غیر مدرک ہیں (یعنی عقل سے ان کا ادراک نہیں ہوسکتا) اور اس حیثیت سے کہ وہ تجلی ہوا ان اعتبارات میں سے کسی ایک اعتبار سے دیکھئے، وہ ممکن ہے اور عقل کے نزدیک مقرر ہے یعنی ذات مقام تمکین میں ہے اور مقرر ہے یعنی عالم میں [illegible] تعین کو)

اور ظاہر کی مظاہر کے ساتھ نسبت کی طرح نہیں ہے اور استغراق غامض
اول میں تشبیہ کی ایک قسم ہے۔ اور علم اللہ کو اور علما و راسخین کو ہے۔
اور اب میں یہ گمان کرتا ہوں کہ مبتدی کی توجہ جو اس کے اسمائے ذاتیہ
کے ساتھ ذاکر ہے ذات کے زیادہ قریب ہے بہ نسبت واصلین کی توجہ
کے غیر ذات کی طرف۔ جس وقت کہ نافذ ہوتی ہے سالکین کی نظر اس کے ذکر
ثانی کے ضمن میں۔ اس لئے کہ ذکر تجلی میں ذات صرف مقصود ہوتی ہے عقل کے
اعتبار سے تجلیات سے۔ اور ان کی نظر مقصود ہے اس ذات کے علاوہ۔

له تشریح۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ما سبق میں دکھایا گیا کہ ذات باری تعالیٰ
تمام موجودات سے الگ ہے اور اس کے وجودات عین باری تعالیٰ ہیں (یعنی حقیقت
محمدیؐ کے مشاہدہ کے بعد اس سلسلہ میں یہ دکھایا گیا کہ ذات باری تعالیٰ تمام موجودات
سے الگ ہے۔ جاننا چاہیے کہ موجودات کی ابتدا عرش سے ہوتی ہے۔ اور عرش کے نیچے
کی ساری کائنات موجودات میں شامل ہے جن کا مشاہدہ اللہ جسے چاہتا ہے کراتا ہے
وجود حق کے ضمن میں) اور (موجودات کے لئے) ذات باری تعالیٰ اس معنی میں وجود
ہے کہ وجود حیات، اعتبارات اور معانی کے لئے جامع ہے۔ (یعنی بغیر وجود کے
حیات و اعتبارات و معانی قائم نہیں رہ سکتے) اس حیثیت سے کہ وہ ذات غیر واضح ہے
یہ حیثیت بھی ذات کا ایک مرتبہ ہے کیوں کہ یہ اعتبارات وجود میں پوری طرح واضح
نہیں ہیں۔ حالانکہ اس سے کچھ چھوٹا بھی نہیں ہے۔ (یعنی حیات و معانی و اعتبارات وجود
میں اجمالی طور پر ظاہر ہوتے ہیں) یہی مرتبۂ الوہیت و معبودیت ہے۔ اور یہ دونوں
معانی غیر مدرک ہیں (یعنی ان کا مشاہدہ بھی نہیں ہوتا)۔ اور اس حیثیت سے کہ وہ ان
اعتبارات میں سے کسی ایک اعتبار سے متجلی ہوا یہ ممکن اور عقل کے نزدیک مقرر ہے
موجودات، عبادات کے مختلف ہونے کے باعث جیسے شرف اور اس کے مراتب
میں (یعنی موجودات ممکنہ کو بعض دوسرے موجودات ممکنہ پر شرف حاصل ہے)

الثلاثة الشمعة من حيث انها مدّورة
ومن حيث انها متشكلة باشكال اُخر غير
انها من حيث هي اعتبار محض موجودة
في مراتبها لايضر وجود ولحدة بالفرق
ثم تبدل ظني ورايت ان ذاته تعالى
ليس هو وجود بحت بل وجود مغامض
اول من ذاته تعالى وراء الوراء و
نسبة تعالى به تقرب نسبة العلّة
بالمعلول لانسبة الظاهر بالمظاهر
والاستغراق في المغامض الاوّل
نوع من التشبيه والعلم عند الله
تعالى وللراسخين من العلماء والظن
الأن ايضاً ان توجه المبتدى الذاكر
باسمائه الذاتية اقرب الى الذات
من توجه الواصلين الى غير الذات
اذ ينفذ نظر السلاك في ضمن ذكره
الثاني اذ التجلي الذات الصرف بتجلية
من التجليات ونظرهم مقصود دون
الذات والله اعلم۔

عبادات کے مختلف ہونے کی وجہ سے شرف اور
اس کے مراتب میں عموم اور اس کے مراتب میں
قوت اور اس کے مراتب وغیرہ نیز اس کے علاوہ
اور اس کے مقابل موجودات ممکنہ اپنے اختلاف
محسوس اور معقول کی وجہ سے معانی میں ایک
دوسرے کے اشتراک کی وجہ سے مختلف ہو
گئے (اور) اور اجناس و انواع میں منقسم
ہو گئے۔ ان مراتب ثلاثہ کے مندرج
ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے موم، وہ
اپنی ذات کے اعتبار سے ایک حیثیت سے
مدور ہے اور دوسری کا سے مشکل۔ اور
ایک حیثیت سے مختلف شکلوں میں متشکل
ہے سوا اس کے کہ وہ اپنے مرتبۂ اطلاق کے
اعتبار سے اعتبار محض ہے۔ اور موجود
ہے اپنے مراتب میں۔ ایک کا وجود دوسرے
میں ضرر نہیں کرتا۔ پھر بدل گیا میرا گمان
اور میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ وجود بحت
نہیں ہے بلکہ وہ وجود مغامض ہے جو ذات
وراء الوراء سے بھی اوّل ہے (یعنی ایک
ایک ایسا وجود ہے جو اخذ کیا گیا ہے
اس کی ذات سے جو وراء الوراء ہے اور
اور ذات تعالیٰ کی نسبت اس کے وجود کے
ساتھ علت و معلول کی نسبت کی طرح ہے

عموم اور اس کے مراتب میں (یعنی بعض موجوداتِ ممکنہ میں عمومیت پائی جاتی ہے) لیکن
اس کے باوجود ان کے مراتب میں (قوت اور اس کے مراتب وغیرہ میں یعنی خوراک کی
اشیاء) میں بھی مراتب ہیں (نیز ان کے علاوہ اور ان کے مقابل کی موجوداتِ ممکنہ اپنے اختلافِ
محسوس اور معقول کی وجہ سے سب مختلف ہو گئے اور ایک دوسرے کے اشتراک سے اجناس
انواع ظہور پذیر ہوئے، ان مراتبِ ثلاثہ (یعنی جہات، اعتبارات اور معانی) کے
اندراج کی مثال ایسی ہے جیسے موم اپنی ذات کے اعتبار سے ایک حیثیت سے مدوّر
اور دوسری حیثیت سے مشکّل اور ایک حیثیت سے مختلف شکلوں میں متشکّل ہے سوا اس
کے کہ وہ اپنے مرتبۂ اطلاق کے اعتبار سے اعتبارِ محض ہے اور اپنے مراتب میں موجود ہے
ایک کا وجود دوسرے کے وجود کو ضرر نہیں پہنچاتا، پھر میرا گمان بدل گیا اور میں نے دیکھا کہ حق
تعالیٰ وجودِ بحت نہیں ہے بلکہ وجودِ منافض ہے جو ذات وراء الوراء سے بھی اوّل ہے۔
اور ذات تعالیٰ کی نسبت اس کے مظاہر کے ساتھ علت و معلول کی نسبت کی طرح ہے
اور ظاہر کی مظاہر کے ساتھ نسبت کی طرح نہیں ہے اور منافض اوّل میں استغراق تشبیہ
کی ایک قسم ہے (یعنی وہ استغراق جس میں یہ دکھایا گیا از قسم تشبیہ تھا) کیونکہ اس میں
شعور حاصل تھا، اور علم اللہ کو اور علم الیقین کو ہے۔ اب میں یہ گمان کرتا ہوں
کہ مبتدی کی توجہ جو کہ اسمائے ذاتیہ کے ساتھ ذاکر ہے ذات سے زیادہ قریب ہے
بہ نسبت واصلین کی قلبی توجہ کے کیونکہ قلبی توجہ میں عقلاً ذات صرف اپنی ذات کے
علاوہ تجلیات سے مقصود ہوتی ہے۔ اور ان کی نظر ذات کے علاوہ کا احاطہ کر لیتی
ہے (یعنی مبتدی کی توجہ اسمائے ذاتیہ کی جانب رہتی ہے جس کا احاطہ ذاتِ صرف
کئے ہوئے ہے لیکن واصلین کی قلبی توجہ عقلاً اپنی ذات کے علاوہ ذاتِ صرف کی تجلیات
کی جانب ہوتی ہے جو کہ اسمائے ذاتیہ ہیں جو ذاتِ صرف کے علاوہ ہیں۔) تقی انور

افادہ :-

انی لاادری فی هذه الایام ان فی
الخبیر باللہ جزء له نسبة الی الذات
البحت كنسبة الجزء الی الکل غیر ان نسبة
الجزئی الی الکلی من جهة تطابق
الذات لذالك الجزء وعرفان هو
البتة والخبرة بنفسه الذی هو
عین الذات ولا یسع استناد الکمال
المقام والحال لا ثمه تفرید ولا
توحید ولا فناء ولا بقاء ولا غیبة
ولا حضور ولا قبض ولا بسط ولا
انس ولا وحشة ولا تجلی ولا استتار
ولا یقال انه کمل بعد ان لم یکن
له ذالك اذ هذه المراتب فی
نشاة اللطائف من مظاهر الوجود
الصادر الاول الذی منبسط علی
هیاکل الموجودات وهو فوق الوجود
وکل موجود من العقول والملائکة
والارواح والافلاک والعناصر
وکل جزء من اجزاء الانسان فکماله
هو التشبه بالوجود الظاهر فی العوالم
الذی یظن انه عین الذات او
التقرب والاتصال بما فوقه الذی

میں دیکھتا ہوں اس زمانہ میں خبیر باللہ میں ایک
جزء ہے جس کی نسبت ذاتِ بحت کی طرف ایسی
نسبت کی طرح ہے جیسے جزء کی نسبت کل کی
طرف، سوا اس کے کہ وہ مشابہ ہے جزئی سے
کلی کی طرف ذات کے تطابق کے سبب سے
اس جزء کے لئے، اور عرفان وہ یقینی ہے اور
اختیار بنفسہ جو کہ عین ذات ہے اور نہیں وسعت
رکھتا ہے کمال مقام اور حال کے استناد کی
اس جگہ نہ تفرید ہے نہ توحید، نہ فنا ہے نہ
بقا، نہ غیبت ہے نہ حضور، نہ قبض ہے
نہ بسط، نہ انس ہے نہ وحشت، نہ تجلی ہے
نہ استتار اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا
بعد اسکے کہ نہ تھا اس کے لئے کمال (یعنی یہ
نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کمال حاصل کر کے
کل کے مراتب حاصل کر لئے کیونکہ جزء کل کی
کوئی شی نہیں رکھتا) اس لئے کہ یہ مراتب لطائف
کی نشأت میں مظاہرِ وجود سے جو صادرِ اول
ہے جو پھیلا ہوا ہے موجودات کی صورتوں پر
اور وہی (صادر اول) فوق الوجود ہے
اور ہر موجود جیسے عقول، ملائکہ، ارواح
افلاک، عناصر اور اجزائے انسان میں سے
ہر جزو بس ان سب کا کمال وہی تشبّہ
ہے اس وجود سے جو عوالم میں ظاہر ہے

هومن ثمه واصفی مظاهر الظاهر
فاما الجزء الموصوف فانه هو المخصوص
بقرابة الذات وارى انه لا يعم نوع
الانسان بل مخصوص ببعض منهم وليس
هو داخل فی نوعيته ولا هو من لوازمه
لا انه تخصيص الانسان به من بين
الموجودات كلها اذ هو المظهر الاتم
وهو حامل الامانة وارى انه بنية
ذالك الجزء ليس من كمال النبوة اذ
كمالات النبوة والولاية تحت الوجود
وهو عالى من ذالك فلا اجد حجباً
ان تعلمه ...... والعلم عند الله
ولراسخين بعلمه ۔

ور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہے
یا تقرب اور اتصال اپنے مافوق سے جو کہ
اس جگہ ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے
ہیں لیکن وہ جزء موصوف ذات کے تقرب کے
ساتھ مخصوص ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ
وہ نوع انسان پر عام نہیں ہے بلکہ ان میں
بعض کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی
نوعیت میں داخل نہیں ہے اور نہ اس کے
لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص اس کے
ساتھ تمام موجودات کے درمیان ہے کیونکہ
وہ مظہر اتم حامل بار امانت ہے۔
اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزء کی اصل
نبوت کا کمال نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبوت
ولایت کے کمالات تحت الوجود ہیں اور
وہ اس سے بلند ہے۔ پس میں اس میں کوئی
حرج نہیں پاتا ......
اور علم اللہ کو اور علماء راسخین کو ہے

تشریح:۔ میں اس زمانہ میں خیر باللہ کو دیکھتا ہوں کہ اس میں ایک جزء ہے
جسکی نسبت ذات بحت کی طرف ایسی نسبت کی طرح ہے جیسی جزء کی نسبت کل
کی طرف ہوتی ہے (یعنی شاہ صاحبؒ نے خیر باللہ کی نسبت کا مشاہدہ فرمایا، اور
معلوم کیا کہ اس کو ذات بحت سے ویسی نسبت ہے جیسی جزء کو کل کے ساتھ ہوتی
ہے) سوا اس کے کہ وہ مشابہ ہے جزئی سے کلی کی طرف تعلق کے سبب سے اس جزء کیلئے۔

(یعنی جس طرح جزء میں وہی سب کچھ ہوتا ہے جو کل میں ہے سوا وسعت وگہرائی
کے یعنی کل میں وسعت و گہرائی ہوتی ہے جو جزء میں نہیں سماتی۔ لیکن جزء کی نسبت
کل کے ساتھ مکمل ہوتی ہے) اور اس کے لئے عرفان یقینی ہے اور آگاہی نفس
نفیس عین ذات ہے (یعنی خیر باللہ کو عرفان حاصل ہونا یقینی ہے کیونکہ خبیر
یعنی آگاہی ذات بحت کی صفت نہیں بلکہ حق کا وہ کمال ہے جس سے وہ اپنی ذات
وصفات کا ادراک کرتا ہے۔ اور یہ کمال یا شان ذات اور ہر صفت پر پھیلی ہوئی
ہے۔ جاننا چاہیے کہ ذات بحت صفات کا خزانہ اور حق کی علمیت ہے اور حق
اپنی انا سے اپنی ذات اور علمیت کا ادراک کرتا ہے۔ بس آگاہی جو عرفان
کا دوسرا نام ہے حق کا کمال ذاتی یعنی انائے حق ہے جو ذات وصفات پر
پھیلے ہونے کے باعث عین ذات ہے) اور خیر باللہ کو عرفان یا آگاہی
کا کمال حاصل ہے لیکن اس کی نسبت جزئی ہونے کے باعث وہ کمال، مقام
اور حال کے متضاد کی وسعت نہیں رکھتا۔ اس جگہ نہ تفرید ہے نہ توحید، نہ فنا
ہے نہ بقا، نہ غیبت ہے نہ حضور، نہ قبض ہے نہ بسط، نہ انس ہے نہ وحشت،
نہ تجلی ہے نہ استتار۔ اور نہیں کہا جاتا کہ وہ کامل ہوا بعد اس کے کہ نہ تھا اس لیے
کمال (یعنی وسعت وگہرائی) نہ ہونے کے باعث اس میں متذکرہ کمالات ومقامات
واحوال حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ مراتب لطائف کی
نشأت میں مظاہر وجود سے جو صادر اول ہے جو پھیلا ہوا ہے موجودات کی صور
پر (یعنی ذات باری تعالیٰ سے جو وجود وعدم سے بھی پرے ہے۔ سب سے
پہلا صدور حضرت وجود کا ہوا لہذا وہی صادر اول ہیں اور یہ سارے مراتب
تعینیں کے لطائف کی بدلی ہوئی صورتیں ہیں اور خود حضرت وجود تمام موجودات
کی صورتوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور حضرت وجود ہی فوق الوجود ہیں اور ہر
(لطیف) موجود جیسے عقول۔ ملائکہ۔ ارواح۔ افلاک۔ عناصر اور اجزائے انسان
بنا ہے ہر جزو (یعنی وہ لطائف جن سے انسان کی شکل بنی ہے یعنی نفس، قلب

روح وسر وخفی واخفیٰ وانا) پر پھیلے ہوئے ہیں پس ان سب کا کمال وہی تشبہ
ہے اس وجود سے جو عوالم میں ظاہر ہے اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ عین ذات ہو
باقرب واتصال اپنے مافوق سے جو کہ اس جگہ ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے
ہیں (یعنی ان سب مراتب کا کمال یہی ہے کہ انھوں نے حضرت وجود سے جو منزہ ہیں
تشبہ حاصل کر کے اپنی صورتیں اور شکلیں پائی ہیں۔ اور گمان کیا جاتا ہے کہ وہ منزہ
وجود عین ذات ہے اور اپنے مافوق یعنی ان مراتب سے قرب واتصال رکھتا
ہے جو ظاہر کے مظاہر کے وضع کرنے والے ہیں) لیکن وہ جزو موصوف (خیر باللہ)
ذات کے تقرب کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس کی نوعیت میں داخل نہیں ہے
نہ اس کے لوازم سے ہے مگر یہ کہ انسان کی تخصیص اسکے ساتھ تمام موجودات کے
درمیان سے ہے کیوں کہ وہ مظہر اتم ہے اور وہی حامل امانت ہے (یعنی خیر باللہ
کو ذات بحت سے خصوصی قرب حاصل ہے جو نہ اسکی نوعیت میں داخل ہے یعنی
ہر انسان کے لئے نہیں نہ اسکے لوازم سے ہے یعنی محض عنایت سے ہے البتہ اس
عنایت محض کے لئے مخلوقات میں سے انسان کی تخصیص ہے جو مظہر اتم اور حامل بار
امانت ہے۔) اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس جزو کی اصل نبوت کا کمال نہیں ہے
اس لئے کہ نبوت وولایت کے کمالات تحت الوجود ہیں اور وہ خیر باللہ اس
سے بلند ہے پس اس میں کوئی حرج نہیں پاتا (یعنی خیر باللہ کمالات تحت الوجود
سے اس لئے بلند ہے کہ وہ کمال ذاتی حق یعنی آگاہی یا عرفان کی نعمت کا حامل
ہے جس کے باعث اس کی فنا انائے حق میں ہوگی یہی وہ مخصوص تقرب ہے
جو بغیر یکتائی کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور علم اللہ کو اور علمائے راسخین کو پہنچ
تقی انور ....

وضاحت: اس مشاہدہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صاحب بحر المعانی [illegible]
خاص حضرت خیر الدین [illegible] جو نسبت حاصل ہوئی فرماتے ہیں [illegible]

افادہ :- کبھی سالک اپنی ذات کو اس طرح پاتا ہے کہ اسکی ذات کا
نقطہ (مجرد ذات) جو اس کا خلاصہ ہے ذاتِ باری عز اسمہٗ سے جو اس کی اصل ہے
اس طرح پیوستہ ہے جیسے قطرہ دریا میں۔ اور یہ پیوستگی فنائے انا اور اضمحلال
علم انا کے علاوہ ہے جو مبدء توحید (یعنی احدیت) میں ہوتی ہے اور یہ پیوستگی
اور اس کی یافت سوائے اس نقطے کے کسی مدرک کو نصیب نہیں ہوتی۔ اور پھر
وہ سالک دیکھتا ہے کہ اس کی مراد عوالم قدس میں سے ایک عالم میں ایک وجود
مقدس نورانی ہے جو اس کے وجود عنصری کے مقابل ہے اور اس وجود مقدس
نورانی کو وجود عنصری سے دو نسبتیں ہیں ایک اعتبار سے یہ وہ نسبت ہے جو رب
کو مربوب سے یا عابد کو معبود سے ہوتی ہے جو تصرف اس وجود عنصری کو حاصل
ہے وہ اس نے وجود مقدس سے قبول کیا ہے اور یہ وجود عنصری اپنی توجہ
اس وجود مقدس کی طرف رکھنے سے اپنے میں برکات ملاحظہ کرتا ہے اور اس توجہ
کو اپنا کمال سمجھتا ہے (یعنی جو تصرف اور مدرکات وجود عنصری میں ہیں ان کو

دوش آں بت من دست در آغوشم کرد — بگرفت بقہر و حلقہ در گوشم کرد
گفتم صنما ز عشق تو بگدازشم — لب بر لب من نہاد و خاموشم کرد

یعنی کل میرے اس بت نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر زبردستی مجھے
حدت سے اپنی آغوش میں کھینچ لیا۔ بہ الفاظ دیگر قدرت کے جاذبہ نے مجھے احدیت
سے آغوش ذات میں پہنچا دیا۔ وہاں بے حجابانہ میں حق سے مخاطب ہوا اور میں نے کہا
میں تو تیرے عشق میں ناتواں ہوں۔ اس نے میرے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر کہا
چپ رہ تو وہی ہے جو میں ہوں اور انائے حق میری انا ہے۔ اور پھر بڑے
ذوق سے "ان فی الجنۃ سوقاً یباع فیھا الصور" کی تشریح فرمائی ہے۔
تقی انور .....

کی نے وجود مقدس سے قبول کیا ہے۔ بالفاظ دیگر وجود عنصری ایجابی ہے اور وجود مقدس سلبی، وہ سالک وجود مقدس کے برکات وجود عنصری میں ملاحظہ کرتا ہے اور ان کو پا کر ل جاتا ہے اور دوسری نسبت متعین ان دونوں وجودوں میں اسی کے تعین سے متعین ہے۔ اور دونوں کی حقیقت ایک ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک مقدس ہے دوسرا خسیس۔ ایک تابع ہے دوسرا متبوع۔ وجود مقدس کی روشنیاں خسیس کا اثر انداز ہوتی ہیں اور خسیس کی ظلمت وجود مقدس کا حجاب ہو جاتی ہے نتیجتاً سالک کو بیک وقت دو یافتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک اپنے ذات کی پیوستگی اپنی اصل یا حقیقت کے ساتھ دوسرے وجود عنصری کے مدرکات کی توجہ اپنے وجود مقدس کی جانب جسے سالک کی معبود دوری کہا جا سکتا ہے (یعنی عبد و معبود کی یکتائی در ربط و ارتباط) بلکہ بعض اوقات مدرکات بھی یہی ادراک کرتے ہیں۔

افادہ :-

قد كنت اشاهد منذ زمان إضملال الوجودات في الوجود الواحد مع تطور الاطوار المختلفة في الاحوال والاوقات فرما تغلب روية الوحدة في الكثرة في الوحدة وتارة في الوحدة الصرفة الذهول اما بسواها غير تلك الاطوار والكيفيات، ثم رجين نسبتها إلى الذات جل شانه خارج عن النسبة المعقولة والوجدانية

میں مشاہدہ کرتا تھا وجود واحد میں موجودات کے فنا ہونے کے وقت سے اطوار مختلفہ کے مختلف ظاہر ہونے کا احوال و اوقات میں۔ پس کبھی رویت وحدت کثرت فی الوحدت میں اور کبھی وحدت صرف غالب ہوتی تھی اور کبھی ذہول (فراموشی) ہوتا تھا (یعنی اس کے ماسوا سے خود فراموشی) اور کبھی، ان کے علاوہ دوسری کیفیات بھی طاری ہوتی تھیں۔ پھر اس کی نسبت کے ذات کی طرف جو خارج ہے نسبت معقولہ وجدانیہ سے یعنی عینیت، جزئیت، بعضیت

من العينية والجزئية والبعضية والمجهولية والمظهرية وغيرها بل ما الهاية انه تعالى شانه بري عن تعبير بنسبة وعن جميع التعبيرات وكذا النسبة تلك النقطة في مراتب تحققه الهي، فيقال فيها انه انسان من عالم الناسوت والمثال والروح وغيرها ليست هي من النسبة المتعارفة المدركة وخط تلك النقطة متن المعرفة شئ غير الاضملال والمشاهدة والفناء وخارج عن كميات النسب وكيفياتها المعتبرة عند اهلها بل لا يمكن ان يوصف به الا تمثيلا وتشبيها بالتنبيه والتيقظ بنفسه وعرفت ان معرفتها هذه مستمرة باستمرارها غير متجددة وعرفت ان وجود تلك النقطة ليس من لوازم الانسانية بل من خصائص بعض الافراد وشاهد في ذيل هذا ان الوجود الواحد

اس نسبت کا ادراک اس طور پر نہیں ہے جو نسبت معقولہ وغیرہ کی طرح ہوتی ہے اور اس کا ادراک وہی شخص کر سکتا ہے جس پر یہ کیفیات وارد ہوں) بلکہ اس نسبت کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے جس کی شان نسبت کے ساتھ تعبیر کرنے سے بری ہے نیز تمام تعبیرات سے اور اسی طرح اس نقطہ کی نسبت اس کے تحقق کے مرتبہ میں ایک امر الٰہی ہے پس اس نقطہ کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ انسان ہے عالم ناسوت سے عالم مثال سے اور عالم روح سے۔ اور اس نقطہ کا غیر نہیں ہے نسبت متعارفہ مدرکہ سے۔ اور اس نقطہ کا خط معرفت کا متن ہے اور وہ ایسی شئے ہے جو غیر فانی ہے اور مشاہدہ میں آنے والی نہیں ہے اور نسبتوں کی کمیات و کیفیات معتبرہ سے خارج ہے ان کے اہل والوں کے نزدیک۔ بلکہ تمثیلاً اور تشبیہاً تنبیہ اور تیقظ بنفسہ کے اعتبار سے اس کا وصف ممکن ہی نہیں اور میں نے یہ جان لیا کہ اس کی یہ معرفت اس کے استمرار کے ساتھ جاری رہنے والی ہے اور متجدد نہیں ہے (یعنی حادث نہیں ہوتی رہتی ہے) نیز میں نے جانا کہ اس نقطہ کا وجود لوازم انسانیہ میں سے نہیں ہے بلکہ بعض افراد کی خصوصیات ہے اور اسی ضمن میں میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا

الذی کنت عرفته عین الحق فی
شانه ما بعین بل الذات تعالی
الله دائما هو منظهر من مظاهر
ورأيت ان بعض الاحكام الذی
اعتقدت بها فی سابقة
الزمان لا يخلو عن تشبيه بل
انما هو تعالی من الانسان
بما هو انسان فی وراء الوراء
ثم ما فی وراء وانما معرفة
النقطة فالاحكام فيها كلها كاذبة
واقدام البيان عنها خاطئة
هذا اما فی الحال .. وهو اعلم
بحقيقة الحال والمال .

کہ وہ وجود واحد جس کو میں عین حق سمجھا تھا وہ
عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے
کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں سے کسی ایک مظہر سے
ہو ۔ اور میں نے دیکھا کہ جن احکام پر میں
گذشتہ زمانہ میں اعتقاد رکھتا تھا وہ تشبیہ سے
خالی نہیں تھے بلکہ وہ (اللہ) انسان سے
بلند ہے ان چیزوں کے ساتھ جو انسان میں
ماوراء الوراء میں اور پھر وہ چیز جو اسکے بعد
وراء ہے لیکن نقطہ کی معرفت اس میں کل احکام
کاذب ہیں (یعنی نقطہ کا وجود امر موہوم ہے)
اور نقطہ کے بیان کے اقدام میں خطا ہے (یعنی
نقطہ کی معرفت دشوار ہے) صورت حال اس
وقت یہ ہے اور حقیقت حال کو اللہ
زائد جاننے والا ہے ۔

تشریح

ذات باری تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ اس پر کیا، کہاں، اور کیسے کا اطلاق نہیں ہوتا۔
لیس کمثلہ شئی ۔ اسی لئے ذات باری تعالیٰ میں تفکر ممنوع کیا گیا ہے، اسکے لیے صرف
تذکر ہے۔ جو کچھ علم وعرفان سے معلوم یا مشہود ہوتا ہے ذات باری تعالیٰ اس کے
مافوق ہے۔ محققین کے مشاہدات کی انتہا عالم قدس کا پہلا شخص ہے۔ ہر محقق اپنے علم
وعرفان کے مطابق اسی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے مختلف محققین نے مختلف
اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ اسی کو حقیقت محمدیؐ، تجلی اعظم، اور وجود واحد کہا جاتا
ہے اور پھر اعتبارات کی رو سے یہی قلم، عقل کل، اور روح کلی بھی کہلاتا ہے۔

جب ذات باری تعالیٰ نے عین سرور محض میں اپنی ذات کا عرفان چاہا تو یہ شخص ذات
باری تعالیٰ کے بالمقابل مشہود ہوا۔ قل ہو اللہ احد کی رو سے یہی احد ہے اور اسی
کے امر سے تخلیق ہوتی ہے۔ اللہ غنی عن العلمین۔ اسی شخص کا اجرا حضرت وجود پر پھیلا
ہوا ہے۔ یہ شخص ذات باری تعالیٰ کا اعتدالی تعین ہے۔ اور اسی اعتبار سے
اسکو حقیقت محمدیؐ کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات دنیوی میں اعتدالی تعین فی لی مع اللہ وقت
لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل، کے وقت حاصل ہوتا تھا اور
بقیہ اوقات میں لمعان علمی قلبی کے ذریعہ نبوت وولایت کے امور سرانجام پاتے
تھے اسی اعتدالی تعین کا نام عالم امر میں احد۔ عالم روحانیات میں احمدؐ اور عالم
ناسوت میں محمدؐ ہے شاہ صاحب کی اس عبارت کہ "وہ وجود واحد جسکو میں عین حق
سمجھا تھا وہ عین حق نہیں ہے بلکہ وہ ذات اس سے بلند ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مظاہر میں
سے کسی ایک مظہر سے ہو" کا یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے یعنی شاہ صاحبؒ کو حقیقت
محمدیؐ کی ذات باری تعالیٰ سے یکتائی کا مشاہدہ نہیں ہوا کیونکہ وہ صرف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔ تمت الفرد

ذکر درباره حالات کرامت سمات وکلمات حقایق آیات زبده اصحاب فضائل وعرفان خلاصہ ارباب ذوق ووجدان حافظ عبد النبی المخاطب بہ حافظ عبد الرحمٰن جو حضرت اقدس کے خلفائے معتبر میں ہیں

کتاب وسنت کے علوم کے عالم اور شریعت وطریقت وحقیقت میں کامل ہیں. آنجناب سے حدیث میں صحاح ستہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیں نیز باطنی علوم واذکار اخذ کئے. ان کے تمام معارف درحقیقت حضرت اقدس ہی کے معارف ہیں. جنہوں نے ان کے آئینہ باطن میں بغایت صفا وجلا اپنا پرتو ڈالا ہے. ان کے تمام علوم واقفیت آنجناب ہی کے علوم ہیں جو ان کی وسعت استعداد دیکھتے ہوئے ان پر وارد ہوئے ان کے حال پر نظر کرنا حضرت اقدس کے کمال تصرف اور قوت فیض پر زیادتی وافزونی ایمان کا باعث ہے. اور حقیقتاً ان کے تمام کمالات افاضی ہیں جس میں کسب کو دخل نہیں ہے. رذائل سے تخلیہ اور فضائل کا تجلیہ ان کی ذات میں وہبی ہے جس میں ان کے حصول کی کوشش کی گنجائش نہیں ہے. ان کا رات ودن میں کوئی وقت عبادت سے خالی نہیں گزرتا. یا تو مراقبہ میں رہتے ہیں یا نماز ومناجات میں یا تلاوت قرآن میں. جمعورکا اوقات میں ایک خاص جمع رکھتے ہیں جس سے بہتر متصور نہیں ہو سکتا اور امور معاشیہ کی طرف قطعی کوئی التفات نہیں

ذکر معاش سے بے نیاز ہیں) باوجود اہل وعیال ان کی کوئی پروا نہیں ہے. ان کا وجود شریف صرف ملکیہ ہے جو لباس بشری میں مجسم ہے. غرضکہ ان کے کمالات ذات ملکی صفات اس سے بالاتر اور کیا ہو سکتے ہیں جو حضرت اقدس نے اس مثال میں اپنے دست مبارک سے ان کے لیے تحریر فرمائے.

ان اللہ تبارک وتعالی الطافا خفیة بعبادہ من بواطنہم بغیر ادراکہا ونعما ھنیئة فیما بینہ وبینہم من جہة جذبہم الیہ بدق فہم معانیہا. ومن تلک الالطاف الخفیة والنعم الھنیئة فی حق اخینا فی اللہ الصالح المفلح المعمور بالطاعات اوقاتہ المغمور فی بحار الحسنات انفاسہ الحافظ عبد الرحمٰن بن الحافظ نظام الدین التتوی نزیل دہلی بلدة اقامتہا احسن اللہ الیہ فی الدنیا والعقبی واجزل علیہ نعمہ فی الاولی والاخری ان ساقہ الی والھمہ طلب الطریقة الخاصة الصوفیة منی. ثم اللہ ابصرہ فی سلوک سہلہا وغیرہا ووعرہا) وتحمل المشاق فی طی خصبہا وقفرہا ووفقہ الاعتناء بالمراقبات والتوجہات وکشف علیہ التوحید ومنح النسب المعتبرة عند القوم

بیشک اللہ تبارک وتعالی کی اپنے بندوں کے ساتھ ان کے باطن میں بغیر ان کے ادراک کے پوشیدہ مہربانیاں ہیں اور مبارک نعمتیں ہیں جو اس کے اور ان کے مابین ہیں بوجہ ان کے جذب کے اس کی طرف. ان کے معانی کے فہم کے آگاہ کرنے سے اور وہ مخفی مہربانیاں اور مبارک نعمتیں ہمارے دینی بھائی کے حق میں ہیں. جو صالح اور فلاح پانے والے ہیں ان کے اوقات اطاعتوں سے معمور اور انفاس نیکیوں کے سمندر میں مستغرق ہیں حافظ عبد الرحمٰن بن حافظ نظام الدین تتوی حال مقیم دہلی. اللہ تعالی دنیا وعقبیٰ میں ان کے ساتھ احسان فرمائے اور ان کو بیش از بیش نعمتیں عطا فرمائے. اس نے ان کو میرے پاس بھیجا اور مجھ سے صوفیاء کے خاص طریقہ کے طلب واخذ کرنے کا الہام کیا. پھر ان کو بصیرت عطا فرمائی طریقہ صوفیہ کے سہل اور مشکل سلوک میں. نیز اس کے سرسبز وشاداب اور غیر آباد حصوں

ونسبۃ الاحسان والنسبۃ الاویسیۃ
ونسبۃ یادداشت ونسبۃ التوحید
ونسبۃ العشق وعاملہٗ باشیاء من
خرق العوائد واذاقہٗ حلاوۃ المناجات
ورزق اللذۃ فی اصناف العبادات
واراہ لمع نور الارواح وسوی بسماوات
لطیفۃ واطلع علی شیٔ من خواص الاسماء
والآیات مع صورتہا مناسبۃ ظاہرا و
باطنا للّٰہ والرسول ولمشائخ الطریقۃ
وسلامۃ صدرہ من الغل والحسد
وقلۃ میلہ الی الحرص وطول الامل
وقوۃ صبرہ فی الشدائد والامراض
وعدم احساسہ لتلک الآلام
عند اشتغالہ بالعبادات الی کثیر من
الطاف اللّٰہ یطول بیانہا ویعسر
تعدادہا ۔

کے طے کرنے میں سختیوں کے برداشت کی قوت
عطا فرمائی ۔ نیز ان کو مراقبات اور توجہات میں
اہتمام کرنے کی توفیق دی اور ان پر توحید کے اسرار
منکشف فرمائے ان کو وہ نسبتیں عطا فرمائیں جو
صوفیا کے نزدیک معتبر ہیں (جیسے ؛ نسبت احسان
نسبت اویسیہ نسبت یادداشت نسبت توحید و
نسبت عشق وغیرہ) اور ان کو عامل کیا ان چیزوں کے
ساتھ خرق عادات سے (یعنی ان کو خرق عادات کی
قوت عطا فرمائی) ان کو مناجات کی شیرینی چکھائی
اور ہر قسم کی عبادتوں میں لذت عطا فرمائی ارواح کی
روشنیاں دکھائیں اور راز و نیاز کی دلکش باتیں ان
کے گوش گزار کیں اور ان کو اسماء و آیات کے خواص
پر ظاہر و باطن کی تصویر کے ساتھ مطلع کیا (یعنی اسماء
و آیات کی شکلیں بھی تصویر کے طور پر انھیں دکھائی
گئیں) ان کے سینہ کا کینہ سے محفوظ ہونا ۔ ان کی ہوا
کا حرص اور طول امل کی جانب کم ہونا سختیوں اور بیماریوں
ان کا صبر کرنا ۔ اور ان تکالیف کا عبادتوں میں مشغول ہونیکے وقت
احساس نہ کرنا ۔ یہ سب عنایات خداوندی ہیں جن کا بیان طویل اور تعداد و شمار مشکل ہے ۔

اور نیز اپنے قلم الہام رقم سے بعض مکاتیب میں ان کے حق میں اس عنوان سے تحریر فرمایا کہ اگر جب
بھی ہم حافظ عبدالرحمٰن کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو گویا ایک روئی و یک جہتی و وفا باہم ان کی صورت میں
متشکل ہوتی ہے ۔ وہ لطائف سے باخبر اور قیامت کے روز امت واحدہ کے برگزیدہ میں اہل

بیشہ حضرت اقدس کے منظور نظر اور رات دن آپ کی توجہات عالیہ کا مرکز ہیں ۔ جو شخص آپ
سے علالتوں میں شفا کا استفاضہ کرتا ہے تو تعویذ و دعا وغیرہ اس کو عنایت فرماتے
ہیں ۔ گویا اس قسم کی برکات کے افاضہ میں حضرت اقدس کے جارحہ (اعضا) کے مثل
ہیں ۔ ان کے کشف و کرامات کے واقعات بکثرت ہیں جو اپنی جگہ پر لکھے گئے ہیں ۔ پھر بھی
ان میں سے بعض ان اوراق میں تحریر کئے جاتے ہیں ۔ کچھ روایت بالمعنی کچھ روایت
باللفظ

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار شام کے وقت مجھے شدت سے بھوک
معلوم ہوئی اور کھانا میسر نہ آیا جب عشاء کا وقت آیا تو میں اپنے ایک دوست کے
پاس جو میرے گھر سے تھوڑے فاصلہ پر رہتے تھے مدد کی امید میں گیا ۔ اور عشاء کی نماز
ان کے ہمراہ پڑھی ۔ لیکن جب انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی تو میں نے اپنے نفس کو
ملامت کی کہ تو نے عبث مجھکو اس لغو حرکت میں ڈالا ۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ بے انتہاء
سرور پیدا ہوا اور کھانے سے بے نیازی پیدا ہوگئی (مطلق خواہش باقی نہ رہی ، اور بھوک
بالکل غائب ہوگئی ، وہاں سے لوٹتے وقت ایک امیر کے گھر کی طرف سے گزر ہوا اس کے
ٹھاٹ باٹ دیکھ کر یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ ایک کے لئے تو یہ دولت و حشمت ہے اور ہمارا
حال یہ ہے کہ اپنا ہی پیٹ پالنا مشکل ہے اس خطرہ کا آنا تھا کہ بین النوم والیقظہ کی حالت
طاری ہوئی ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب و غضب نازل ہے
اور وہ (عذاب و غضب) بصورت طاؤس ہوا سے اتر رہے ہیں ۔ اور وہاں کے باشندوں
کا گوشت اپنی چونچوں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اس طرح کہ نہ وہ مرتے ہیں اور نہ جیتے
ہیں ۔ اسی حالت میں انھوں نے اس فقیر کی طرف رخ کیا ۔ حکم ہوا کہ اس کا شمار دنیا والوں
میں نہیں ہے اس سے کوئی مزاحمت نہ کرو ۔ اور وہ دنیا دار تھے ۔ پس انھوں نے مجھ سے
منھ پھیر لیا ۔ اس وقت میں نے توبہ کی کہ آئندہ دنیا کی خواہش نہ کروں گا ۔ اسی وقت یہ الہام

ہوا کہ جو شخص یہ درود پڑھے وہ عذاب دوزخ سے نجات پائے۔ اللھم صلی علی محمد و علی آل محمد بعدد کنھہ وکن نیکون

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ اس مقام پر جہاں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مزار ہے حاضر ہوں اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا یہ شعر گنگنا رہا ہوں

یا حبیب الالٰہ خذ بیدی ما لعجزی سواک مستندی

اور اس کے ذریعہ بارگاہِ رسالت میں عرض پرداز ہوں اور حضرت خواجہ اپنی مزار مبارک کی جگہ ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ پر یہ شعر سننے سے وجد طاری ہوا اور آپ رقص فرمانے لگے حتی کہ وہ چارپائی بھی رقص کرنے لگی اور میں اپنی اسی نغمہ سرائی میں مشغول رہا اور میرا حال یہ تھا کہ کسی چیز کی طرف ملتفت نہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت خواجہ چارپائی سے نیچے اترے اور بکمالِ عنایت اس غلام کی طرف متوجہ ہوئے، اور دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر غلام کے سر پر رکھی اس کا رکھنا تھا کہ میری حالت متغیر ہو گئی اور آپ کی نسبت و برکات مجھ میں سرایت کر گئیں

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے خواب میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو دیکھا کہ اپنی مزار مبارک کی جگہ پر استراحت فرما ہیں، میں نے آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ حضور نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو مرتبۂ ولایت پر پہونچے گا اور اس بات کا دستار عطا فرمانے سے جو واقعۂ سابقہ میں تھا استنباط کیا وہ وعدہ پورے طور پر متحقق نہیں ہوا اگرچہ تھوڑا بہرہ ور ہوا ہوں لیکن کمال کب حاصل ہو گا، آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن مجید میں نہیں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ ابو جہل کو میں ماروں گا۔ باوجود اس کے کہ حق سبحانہٗ نے یہ چاہا لیکن تم نے دیکھا کہ کس قدر تدبیر و سعی اور جنگ کے بعد یہ واقع ہوا۔ (یعنی تم ابھی انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا صورت نظر آتی ہے)۔

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک مجذوب تھا جو ایک نانبائی کی دکان پر بیٹھا رہتا تھا اور کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا مرنے کے بعد اس کو واقعہ میں میں نے دیکھا کہ اس کے سامنے ساز اور سرود رکھے ہوئے ہیں اور وہ نانبائی سے کہہ رہا ہے کہ اسے لے اور بجا، اس نے اسے لے کر بجانا شروع کیا۔ اس مجذوب کو غصہ آگیا اور ساز اس کے ہاتھ سے یہ کہہ کر چھین لیا کہ تو بجانا نہیں جانتا اور خود بجانا شروع کیا اور گویا بجانے سے مراد ذکر و کیفیت اور معنی کے ساتھ حالت کے تحقق کا ارادہ تھا۔ جب خود ہاتھ میں لیکر بجانا شروع کیا تو ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور ایک دوہرہ ہندی زبان میں جس کے معنی نفی و اثبات ہیں گانے لگا۔ ایسا کہ نفی کے وقت وہ خود فنا ہو گیا اور حق جل و علی اس میں متجلی ہو گیا۔ اور اس وقت اس کا یہ حال تھا کہ ناف سے لے کر سر تک بجلیاں چمک رہی تھیں۔ اس حالت کے دیکھنے نے مجھ کو یہ سمجھایا کہ ذکر اس طرح کرو کہ نفی کے وقت تم خود فنا ہو جاؤ۔ اور صرف وجود حق باقی رہ جائے۔ پس اس کیفیت نے مجھ میں انتقال کیا۔ پھر بارہا میں نے اس طریقہ سے ذکر کیا۔ واللہ الموفق

افادہ :- آپ نے تحریر فرمایا کہ جب حضرت مرشد حقیقی دامت برکاتہم نے رمضان کے عشرۂ اخیر میں اعتکاف فرمایا اور نیز خواجہ محمد امین آپ کی مجاورت کے شرف سے مشرف ہوئے اور مجھ کو بعض مجبوریوں کی بنا پر یہ سعادت میسر نہ آئی تو مجھے بڑا افسوس ہوا رات کے وقت واقعہ میں دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک قنات کھڑی کی گئی ہے۔ اور اس کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ درود شوق کی مجلس ہے اور اس میں شوق [illegible] کلمات جاری ہو رہے ہیں اور اس شوق [illegible] نے [illegible] کا احاطہ کر لیا اور پوری مجلس سے [illegible] ہے گویا [illegible] اور رضا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے [illegible] اور آپ کے جذب و محبت سے [illegible] کی [illegible] سے کہا۔ کہ اور [illegible]

اگرچہ تم اثناء صحبت اپنے میں پا رہا ہوں لیکن دل میں یہ حسرت و افسوس ہے کہ اندر کیوں نہیں ہوں۔ اچانک اسی حالت میں یہ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے اندر ظاہر ہوئے اور مجھ میں سما گئے اس کیفیت کے ہوتے ہی عالم دگرگوں ہو گیا اور وہ اضطراب مبدل براحت وسرور ہو گیا۔

افادہ:۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ اس حجرہ میں جو حضرت مرشد حقیقی کی اعتکاف گاہ ہے بیٹھا ہوا ہوں۔ دیکھا کہ طاق کے اوپر سے ایک نور سفید میری طرف اترا جس میں سے یا حی یا قیوم برحمتک استغیث کی صدا نکل رہی ہے اور میں جان رہا ہوں کہ یہ نور بھی کلمہ مبارک ہے اور یا حی یا قیوم کا تلفظ بھی اسی میں ہے۔ پھر وہ میرے دامن میں آیا اور اس کے اثر نے میرے ظاہر و باطن کا احاطہ کر لیا اور میں اس کلمہ کو بہ لذت تمام پڑھنے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت اقدس تشریف لائے اور استفسار فرمایا کہ کیا پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کلمہ یا حی یا قیوم برحمتک استغیث کو اس طور سے میں نے پایا ہے اور اسی کو پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ خوب پڑھ رہے ہو اور خوب پایا ہے ہو۔ اب ہوشیار ہو جاؤ کہ ایک بزرگ جن کی اب تک میں نے زیارت نہیں کی ہے تشریف لا رہے ہیں جس وقت وہ آجائیں مجھ کو خبر کر دینا۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا لیکن اس جگہ کوئی نہیں ہے کدھر سے آئے گا۔ فرمایا کہ اس حجرہ کی سطح سے آئے گا اور وہ وہی "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" ہے۔ جیسے ہی آپ تشریف لے گئے ایک روح مجسم حجرہ کی سطح سے ابھر کر ظاہر ہوئی اور فضا میں حضرت کے بجانب حجرہ کے دروازہ کی سمت متوجہ و بڑھا۔ اور اسے مجھ سے حضرت کی سمت اشارہ کر کے [illegible] ۔ جب حضرت اقدس اسی وقت تشریف لا لے تو وہ ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ میں نے ہر چند اپنی طرف متوجہ کیا اور کشش کی لیکن وہ میری جانب نہ آئی اور میں مشتاق ہی رہ گیا اور وہ مجسم شئے [illegible] تک کا اور میں نہ [illegible]

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار میں نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا حضرت مرشد حقیقی مد اللہ ظلہم العالی مسجد شریف کی محراب کے متصل تشریف فرما ہیں اور یہ غلام بھی حاضر ہے۔ آپ نے اس غلام کے حال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ادخلت طریقتنا (کیا تم ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہو) قلت نعم دخلت (میں نے عرض کیا، جی ہاں میں داخل سلسلہ ہو چکا ہوں) پھر آپ نے بیعت کے لئے دست مبارک بڑھایا میں نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دیدیئے۔ اس وقت میں سمجھ گیا کہ کوئی مخصوص نعمت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے کہ میں تو پہلے ہی سے آنجناب کے غلاموں میں منسلک ہوں۔ اور شرف بیعت حاصل کئے ہوئے ہوں۔ اسی حال میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہ کی صورت حضرت اقدس کے سر مبارک پر جلوہ گر ہے اور آپ کے کلام اسرار التیام سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ ایک مغلوبیت کی کیفیت رکھتے ہیں جو آپ کے متغیر حال سے ظاہر اور عیاں ہے اور آپ کے اس تغیر و کیفیت نے مجھ میں بھی اثر بلیغ کیا۔ پھر اسی حال میں اپنے دہن مبارک کو اس فقیر کے منھ پر رکھ کر "اِخزَب" "اِخزَب" فرمانے لگے اور اس لفظ سے اس وقت "فرد" کی معنی ذہن میں پہنچ رہے ہیں۔ پس یہ کہنا اور تصرف کرنا اس صورت کا درجہ بدرجہ نیچے آ رہا ہے۔ گویا حضرت اقدس القا فرما رہے ہیں اور میں اس کو اپنے میں جذب کر رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ فقیر کی منھ کی راہ سے داخل ہوا اور قلب تک پہنچ گیا اور آپ کی اس کیفیت اور القا کا اثر و لذت مدتوں رہا۔

انھیں نے تحریر فرمایا کہ ماہ رمضان المبارک کی چھبیویں شب کو بعد نماز مغرب عادت معمولہ کے مطابق دعا مانگ رہا تھا یکبارگی میں نے دیکھا کہ حال شب دگرگوں ہو گیا اور جسم میں ایک تبدیلی ظاہر ہوئی جس کی وجہ سے دعا میں ایک عجیب قسم کی حلاوت و جمعیت میں نے پائی۔ پھر عشاء کے وقت فرض نماز اور تراویح میں رقت و سرور قلب میں

اور تمام لطائف میں آرام وراحت میں نے پائی. لیکن رقت وسرور پیش دستی کر رہا تھا (غالب آرہا تھا) بعدازاں جب نماز سے فارغ ہوا اور حضرت مرشد حقیقی کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو دل میں آیا کہ حضرت اقدس سے یہ استفسار کروں کہ کیفیت سرور اور رقت قلب کس ستارہ سے منسوب ہے لیکن عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی. اسی وقت اس رات کی کیفیت میں غور کیا تو ظاہر ہوا کہ ہیئت فلکی مستحسن ومسعود ہے اور آثار افلاک ونجوم بلکہ ان سب کے آثار ارواح بالذات ظہور کرتے ہیں اور روحانیات اس کے ضمن میں اور تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے ضمن میں مقتضی ومستدعی ہو کر روحانیات مستحسنہ کے تولد کا باعث ہوئی[1] پوری رات جب بھی میں نے غور کیا یہی عالم پایا کہ اسی ہیئت سے امور خیر متولد ہوئے اور آئندہ بھی نشو ونما پاکر اپنے کمال پر پہنچ جائیں گے. اور پھر نزول کریں گے. اور ان کی صورتوں کو مجملاً میں دیکھ رہا تھا. اور صبح کے وقت روحانیات کا ظہور اور زائد ہوگیا. اور ان کو حضرت تجلی اعظم نے سعادت کے ساتھ منضم کرکے غلبہ بخشا پھر اس وقت کلیتاً دعا میں مشغول ہوا اور حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم اور آپ کے اصحاب رفع اللہ درجاتہم کی نعمت کے شکرانہ و دعاگوئی میں مشغول ہوگیا. اسی ضمن میں جب میں نے خواجہ محمد امین کا نام لیا تو دیکھا تعالی در معانی ان کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں اور وہ میری دعا سے مستغنی ہیں. اور نیز اس شب میں قوت علوم اور ادراکات کا حدوث اور ان کا بلوغ بہ کمال دکھائی دیا. اور اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دوسری عظیم القدر رات بھی اس ماہ میں باقی ہے. لیکن بسبب اختصار یہ واضح نہ ہوا کہ اس کی برکات کس قسم کی ہوں گی[2]

---

[1] یعنی تجلی اعظم کی توجہ افلاک کے ضمن میں اس کی مقتضی ہے کہ روحانیات مستحسنہ کو پیدا کرے. [2] یعنی رقت وسرور، تمام کواکب کی تاثیرات سے تھی کسی ایک سے نہ تھی.

افادہ:- ایک بار رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں آپ نے تحریر فرمایا کہ اس عشرہ میں دو باب مفتوح ہوئے اور ان دونوں بابوں کی کیفیات وعلوم منزل ہوکر ایک ہی باب میں ہوگئے جن کا فتوح سبقت پاکر اور غالب ومقدم ہوکر علوم وکیفیات مطلقہ اور حقائق نفس الامریہ ہوگیا ہے. (یعنی وہ دو علوم جو مجھ پر منکشف ہوئے انھوں نے سبقت پاکر ومقدم وغالب ہوکر) جو اپنے مبدا کی طرف نسبتاً خیر محض ہیں. گو بہ نسبت اس عالم کے شر ہوں. اور وہ لطائف خفیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں. اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ عالم تکوین سے ہیں. اور دوسرے باب میں جس کی فتوح کا نزول موخر ہے وہ کیفیات اور علوم مفیدہ ہیں اور وہ لطائف بارزہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور ان کیفیات میں پیش دستی انھیں لطائف کی ہے. اور اس کا فتح باب ملاءِ اعلیٰ اور جبریل کی وساطت سے ہے اور لطف شرعی ان کیفیات کا مقتضی ہے. اور اسی سے وہ اس کو رنگین دیکھتے ہیں مگر بنی آدم میں سے معدودے چند جو درجۂ ولایت پائے ہوئے ہیں اور شب قدر جو انوار صاعدہ کی حامل اور فتح وفتوح کو نازل کرنے والی ہے وہ یہی ہے اور پورے سال میں ان دونوں بابوں کی تفصیل ہوتی ہے باب اول کے آثار ملاءِ اعلیٰ کی مرضی سے نہیں ہیں لیکن وہی غالب اور سب سے زائد ہیں. اور باب ثانی کے آثار (نزول) مقبول اور ان کی مرضی سے ہیں. لیکن وہ قلیل ہیں.

افادہ:- انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک بار یہ معلوم ہوا کہ ان ایام میں (اس دوران) جو لوگ بیمار ہوگئے ہیں ان کا اس سے بہتر کوئی علاج نہیں کہ بارگاہ رب العزت میں اسم "سلام" کے ساتھ التجا ورجوع کریں. اور اس کے اعداد ایک دائرہ میں کرکے (تعویذ بنا کر) اپنے پاس رکھیں اور اس کا رکھنا اور دیکھنا پڑھنے کے مقابلہ میں زائد مفید ہوگا. اور پڑھنے کے لئے ایک مکمل مناسبت ہونا چاہئے اور وہ دیر میں میسر ہوتی ہے. غرضکہ ایسی چیز عمل میں لائیں کہ اسم "سلام" کے قویٰ اس کی ذات کے مطابق خارجی ہوں نیز اس کے مشابہ اور مظہر ہوں اور اس کو مثلث، مربع اور مخمس شکلوں میں لکھنے سے اسم "سلام" کا مکمل

اسے قبول نہیں کرتا وانکار کرتا ہے، لہٰذا دائرۂ مدوّر صرف اعداد کے ساتھ اس صورت (۲)
سے لکھنا چاہئے۔ اور دائرہ سے مراد یہ ہے کہ گویا اس اسم کے معنی آسمان سے اترتے ہیں، پس اگر
سات تک دائرہ کھینچ کر اس میں اعداد بھرے جائیں تو زائد بہتر ہے اور اپنے گھر میں لگانے نیز
گلے میں باندھنے میں نہایت مفید ہے۔ اور اگر مال ومتاع کی حفاظت کے لیے لکھ کر اس میں
رکھیں تو وہ محفوظ رہے۔ اور اس اسم کے ذریعہ آگ سے بھی پناہ ڈھونڈھنا چاہئے۔ اور اگر
کوئی دست کی انگوٹھی پر کندہ کرا کر ہاتھ میں پہنے تو بھی انہیں فوائد کی ثمر ہے۔ اور اگر ان ایام میں
اس اسم کے عدد سو بار صبح کے وقت اور اسی قدر ظہر کے بعد سے لے کر عشا کے وقت تک لکھنے
کا التزام کرے تو ایک عالم اس کی برکت سے تمام بلاؤں، آفتوں، بیماریوں اور آگ سے
محفوظ رہے گا۔ اور جتنا ہی اس کو کثرت سے لکھا جائے گا آثار کثیرہ ظاہر ہوں گے۔ اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ چونکہ اسم "سلام" کے قوائے معنوی ماساریقا[1] ہر شئی میں موجود ہیں۔
لہٰذا حوادث سے سلامتی اسی کی وجہ سے ہے اس وقت تک جب تک کہ دوسرا اسم جو ہلاکی
کا مقتضی ہے غالب نہ آئے۔ پس ان قوتوں کو اسی راہ سے اپنی جانب جذب کر لینا چاہئے۔ اور یہ اسی
کے لئے ہے جو اس کا عارف ہوتا ہے اور اس کو جذب کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے
تو اس اسم کے اشباح و مظاہر سے توسل کرے تاکہ اس اسم کے آثار و برکات نازل ہوں۔
اور یہ چیز دو طریقوں سے ہے ایک تو یہ کہ اسم "سلام" کے ساتھ توسل تدبیر کلی کو متحرک
کر دیتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ یہ توسل حقیقت تک پہونچا دیتا ہے اور یعنی اسم "سلام"
کہ اس عالم میں متعدد جگہ اس کا ظہور ہے اس جگہ سے اس کے آثار و برکات کھینچے جا سکتے
ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اسم کے قوائے ذاتی و اصلی جو اس عالم میں موجود ہیں ان کو جس
طرح بھی چاہے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ اور نظامات کلیہ کی بقا میں سعی اس اسم کو اپنا عامل

۱۔ ماساریقا اور عروق ماساریقا کی تفصیل الطاف القدس اور اس کے حواشی میں ملاحظہ کیجئے۔

کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک جبار عنید (سرکش ظالم) نے یہ قصد کیا کہ عالم کو ہلاک کر دے تو تدبیر
یا قتال سے پامال کر دیتے۔ اس اسم نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ نیز نظام جزئی کی
بقا میں سعی ہے جس طرح کسی جاندار کو بھوک پیاس کی حالت میں (جو اس کی ہلاکت کا باعث ہے)
کھانا اور پانی دیا یا کسی مصیبت زدہ کو پناہ دی یا کسی غمگین کو تسلی و تسکین دی، کسی کے بال بچوں
کے اخراجات برداشت کئے یا کسی کا دوا علاج کیا یا تیمار داری کی یا وہ طریقہ جو مال و جان کی
ہلاکت سے بچانے کا سبب ہو اس کو اختیار کرے چنانچہ اس قسم کی باتیں اسم سلام کے قوا کو بعینہ کھینچ کر لے آتی
ہیں۔ اور اس شخص کے اہل و مال اور قوائے کی سلامتی کا سبب ہو جاتی ہیں۔ اما ما ینفع
الناس فیمکث فی الارض۔ تو ما ینفع الناس عام ہے، اس آیت کا ایک جز ہے اور ایسا
نفع جو بقا و [illegible] کا سبب ہوتا ہے۔ اطبا اور تجار اگر ان کی نیت درست ہو تو وہ اسم سلام
کے جود کا واسطہ ہو جاتے ہیں۔ اور اس حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ایک شخص سے پوچھا کہ تو نے دنیا میں کیا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں [illegible]
کرتا تھا اور نادار کو مہلت دیتا تھا۔ اللہ نے اسی سبب سے اس کو بخش دیا۔ اور حدیث شریف
بھی اسی مقام پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں بیمار تھا تو نے عیادت نہ کی
میں بھوکا تھا تو نے کھانا نہ کھلایا۔ بنی آدم نے عرض کیا کہ خداوندا میں تو بیمار اور بھوکا کیسے
رہ سکتا ہے تو تو خود رب العالمین ہے۔ فرمایا کہ میرا فلاں بندہ بیمار اور بھوکا تھا تو
تو نے اس کی عیادت کی اور نہ کھانا کھلایا اس کی عیادت کرنا در اصل میری ہی عیادت کرنا
ہے۔ اور اس کو کھانا کھلانا درحقیقت مجھے ہی کھانا کھلانا ہے۔ یعنی تدبیر کلی اور داعیہ کلیہ
جو ان اشباح کے مقتضی تھے تو اگر وہ یہ کرتا تو حق کا خادم ہو جاتا۔ [illegible]
کہ جب داعیہ اور تدبیر کلی کے [illegible] ہوئے کہ یہ شخص خود سے فانی ہو کر حق کے ساتھ باقی
ہو گیا۔ اور حدیث پاک بھی حضرت کے [illegible] سے ظاہر ہے کہ کنت سمعہ الذی
یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ۔ یعنی میں ان تمام جزو [illegible]
[illegible]

پس جو تو اس کے لئے کرتا ہے وہ میرے ہی لئے ہوا۔ اور جب یہ درست ہوا کہ اس کے سمع و بصر میرے ہی سمع و بصر ہیں تو یہ کہنا جائز ہے کہ اس کو کھانا کھلانا دراصل مجھ کو ہی کھانا کھلانا ہے اور اس کی عیادت کرنا حقیقتاً میری ہی عیادت کرنا ہے۔

افادہ :۔ آپ نے فرمایا کہ لطیفۂ قلب کی تہذیب دراصل یہ ہے کہ محبت کلی (یعنی وہ محبت جو ذات حق کو تمام مظاہر کے ساتھ متحقق ہے) اس کو حاصل ہو جائے اور لطیفۂ روح کی تہذیب یہ ہے کہ روح کو تمام عالم کا قیم پائے۔ جس طرح وہ بدن کی قیم خاص ہے اور لطیفۂ سر کی تہذیب یہ ہے کہ تمام نہایات عالم و تشخصات عالم کی معرفت کلی طور پر اس کو حاصل ہو جائے اور جب بطفیل انوار تجلی عظمیٰ متحقق ہو جائے تو تمام ابدال و اوتاد و خضر کی ارواح و حقیقت کعبہ وغیرہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ اور تدبیرات کلیہ اس سے مربوط اور وابستہ ہو جاتی ہیں۔

افادہ :۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ مناسبت کی دو قسمیں ہیں ایک تو توجہ الی اللہ کی جہت سے کہ وہ ان کو اپنی جبلت کے مطابق رکھتے ہیں اور اسی توجہ کے باعث وہ حظیرۃ القدس میں جمع ہیں اور سب سے سابق و مقرب ہیں اور نزول قضا و حمل قضا کی رو سے اول ہیں اور جود الٰہی کے وسائط ہیں اور ہمیشہ اس چیز کا سوال کرتے رہتے ہیں جس میں نوع کے اعتبار سے بنی آدم کی بھلائی ہے۔ اور یہ محض فیضان الٰہی سے ناشی ہے کہ وہ اپنی جبلت کے مطابق ان کے مطیع ہیں۔ اور کبھی تقاضائے فیضان اس عالم سے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک فیصلہ مقدمہ کو یہ کہہ کر مرفوع کرایا۔ ۔۔ تمہارے کہ اللہ کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے تو آنحضرت کی ہمت ملاءِ اعلیٰ کی جانب

حاشیہ معلوم شد اور جو لوگوں کو فلسفہ پر ... ہیں ... ایک جماعت ... جس کو وہ ... اور دیکھتا ہے ... ہیں ... متعلق ہے

متوجہ اور متعلق ہوئی۔ اور جب آپ کا فکری ارادہ ان کو فکر گاہ تک لے آیا اور انھوں نے اس کو قبول کر کے اور اپنے میں لے کر موقف عرض تک پہنچا دیا۔ پس اس کے سبب سے بارگاہ رب العزت سے حکم صادر ہوا اور جبرئیل سے فرمایا گیا کہ وہ یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیں۔ غرضکہ اس توجہ میں جو ملاءِ اعلیٰ رکھتے ہیں بعض اشخاص ایک شرکت پیدا کر لیتے ہیں اور اسی کی جانب منجذب ہو جاتے ہیں گو کہ بسبب قالب بشری اس عالم میں ہوں۔ جس طرح اگر کئی چراغ ہم یکجا روشن کریں تو ان سب کی شعاعیں جمع ہو کر متحد ہو جائیں گی۔ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ ان کا اتصال اسی طرح ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو ملاءِ اعلیٰ کے مبدأ اور اس قسم کے اشخاص کے درمیان ہے جو بسبب قالب اس عالم میں ہیں۔ ان کی وساطت سے فیض الٰہی کے نزول کی حکمت کے لیے تعین کا حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اور اپنی اصل کی طرف رجوع متحقق ہو جاتا ہے جس طرح نہروں کا رجوع دریا کی طرف ہو کر صرف دریا رہ جائے اور نہروں کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے وہی ہے جو اس کا اول ہے، وسط ہے اور آخر ہے متصل فی نفسہ ہے (یعنی ایک نظر آتا ہے) ہو وسط کے جنبش دینے سے سارا دریا لہریں لیتا ہے۔ اور یہ کمال بہت نادر ہے۔ اور اس کا سمجھنا صاحب حال کے سوا دوسرے کے لئے نہایت دشوار ہے اور اس تعین سے مراد یہ ہے کہ جبرئیل و عرش و حملۂ عرش اور نبی و کامل اسی تعین سے ہوئے اس کے بعد کہ ان دونوں مادوں کی اصل اپنے مبدأ کے ساتھ جو اس کا فیضان ہے متحد ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع سے مراد دوسری ہی رجوع ہے جو تمام عالم کے رجوع سے ما سوا ہے کیونکہ تمام عالم کا موطن بھی دوسرے موطن سے ہے اور رجوع بھی اسی موطن کی طرف ہے برخلاف ملاءِ اعلیٰ اور کاملین کے فرقہ کے جو ملاءِ اعلیٰ سے ملحق ہیں۔ ان کی شان خدا کی شان اور اسم ظہور و بطون اسی شان میں ہے اور اسی شان کا یہ مقتضیٰ تھا کہ حضرت ابراہیم کے حق میں تمام ملاءِ اعلیٰ متوجہ ہو کر ان کی تکلیف نہ دیکھ سکے اور قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم کا حکم صادر ہو گیا اور حضرت ایوب کی بیماری سے سارا حظیرۃ القدس متاثر ہو گیا اور حضرت ایوب کی ندا پر ستجب

منادی ہوگئے۔ اور خطاب ہوا کر فاستجبنا لہٗ فکشفنا ما بہٖ من ضر[1]۔

افادہ:۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ بعض صورتوں میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین (جو انبیاء کے نائب ہیں) کا قصد و ارادہ اس عالم کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کی توجہ کھینچ کر لے آتا ہے۔ اور ارادۂ الٰہی کو قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰھا فول وجھک شطر المسجد الحرام[2]۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقلب وجہ بار بار آسمان کی طرف دیکھنا فول وجھک کے حکم پر مقدم تھا۔ اور بعض مقام پر انبیاء و اولیاء کے لئے اس کام پر جس پر وہ مامور ہیں داعیہ اور ارادۂ الٰہی مقدم اور باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ امرنی ان احرق قریشا الخ

---

[1] ہم نے ان کی دعا قبول کرلی اور ان کو جو تکلیف تھی وہ دور کردی۔ پارہ ۱۷۔ سورہ انبیاء رکوع ۵۔

[2] (اے محمد) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیں گے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ پس تم اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ پارہ ۲۔ سورۂ بقر۔ رکوع ۱۷۔

بیان دربارہ فضائل و کمالات و کلمات الہام آیات خازن امین جواہر اسرار الٰہی و حامل متین انوار لامتناہی خواجہ محمد امین ولی اللّٰہی الکشمیری جو حضرت اقدس کے مخصوص احباب اور بزرگ ترین اصحاب میں ہیں

جب تک اپنے وطن مالوف میں رہے۔ بمقتضائے فطرت صافی اہل دل کی صحبت میں نشست و برخاست اور ان برگزیدہ لوگوں سے خاص الفت رکھتے رہے۔ پھر وہاں سے بسلسلۂ تجارت نکلے۔ جب لاہور پہنچے اور چند روز وہاں قیام کیا تو وہاں بھی اس گروہ عالیہ کی عنایات کے مرکز ہوئے۔ یہاں تک کہ قسمت کے مطابق شہر شاہجہاں آباد پہنچے۔ اور کچھ عرصہ بمقتضائے کمال عقل معاش کاروبار تجارت میں مشغول رہے۔ آخر کار توفیق الٰہی کے قائد نے خواجہ محمد ناصر نقشبندی کی رہبری میں جو حضرت شیخ محمد زبیر سرہندی قدس سرہٗ کے سربرآوردہ خلفاء میں سے ہیں ولایت مآب حضرت اقدس کے حضور میں پہنچا دیا۔ اور آپ کے جذب صحبت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور ان کی مخفی استعداد نے عقل معاد کے کمال کا ظہور کیا۔ اور ایک وقت ایسا آیا کہ تمام کاروبار کو ترک کرکے آستانہ فیض آشیانہ کی مجاورت اختیار کرلی۔ اور خدمات خاصہ کی ادائگی پر کمربستہ ہوگئے اور اس کے ذریعہ بے شمار ظاہری و باطنی فیوضات حاصل کئے۔ اور آپ سے حدیث و تفسیر کی کتابیں استفاضہ کیں۔ اور آپ کے بعض خاص مسودات کو اپنی سعی بلیغ سے بحسن و خوبی سرانجام دیا چنانچہ مسوی

شرح حادیث موطا اور اس کا ترجمہ اور کتاب قرۃ العینین و رسالہ فوز الکبیر فی اصول التفسیر
و فتح الخبیر و رسالہ الانصاف فی باب الاختلاف و رسالہ عقد الجید فی مسائل الاجتہاد و التقلید
وغیرہ یہ سب انھیں کے حسن اہتمام کی بدولت منظر عام پر آئیں۔ اور اس بات سے آنجناب
کے تمام مستفیدین پر اپنا حق ثابت کیا۔ نیز سب کو اپنا ممنون منت کیا۔ غرضکہ اس سلسلہ
میں وہ سعی بلیغ کی کہ حضرت اقدس نے ان کی بندہ نوازی فرمایا کہ " میں تم کو اپنے اعضاء کے
مثل سمجھتا ہوں "۔ اور اس قدر و منزلت کے سبب حضرت اقدس کے تمام مسترشدین میں
سربلند ہو گئے۔ اور محبت کرنے و نیست اور فنائیت میں اس درجہ پر فائز ہو گئے کہ اگر کسی
وقت آنجناب سے اپنے لئے دعا کے خواستگار ہوتے تو ان کی طرف سے اس جواب اور ان عنایات
سے سرفراز ہوتے کہ " اب تم جداگانہ دعا کے محتاج نہیں رہے ہو۔ تمہاری محبت مرکوز خاطر
ہو چکی ہے دل میں گھر کر چکی ہے آج جو چیز کی اللہ سے اپنے لیے درخواست کی جاتی ہے کسی کے لیے بھی
اور جو دعا اپنے لئے کی جاتی ہے اس میں تم بھی شامل و شریک رہتے ہو "۔ اس قسم کی
خصوصیات کی بدولت آپ کے تمام اصحاب میں قابل رشک ہو گئے۔ اور اس مرتبہ
سے بلند بالا مرتبہ اور کیا ہوگا کہ محب محبوب کے باطن میں جاگزیں ہو کر اس کی زبان سے
اپنی فنا کی شہادت حق ہے۔ " اللہم ارزقنا نصیبا منہ " اور ان کے لئے بکمال خصوصیت
ایک دعا اسرار خاصہ کے نکات کے ساتھ مشتمل بر توسل تحریر فرمائی اور اس کو الاعتصام
الامین بحبل اللہ بذریعہ توسل ولی اللہ سے موسوم فرمایا تاکہ وہ اس مناجات کے
ذریعہ بارگاہ قاضی الحاجات میں عرض پرداز ہوں۔ بندہ کاتب حروف بھی ان کے طفیل اس کے
شرف اجازت سے مشرف ہے۔ الحمد للہ علی ذالک حمدا یوافی کرمہ و یکافی نعمہ
اور اجازت نامہ میں تمام معمولات خاصہ کی روایت اور تمام مرویات بنفس نفیس جو

ا ے اللہ ہم کو بھی اس کا ایک حصہ عطا فرما

ان کے نام آنجناب سے صادر ہوئی تھیں ان کے ذکر کا عنوان قلم کرامت رقم سے اس عنوان
سے تحریر فرمایا کہ اخی فی اللہ و عتبہ نصحی و معدن اسراری خواجہ محمد امین
اکرمہ اللہ بشہود کہ الدائم۔ اور بعض مکتوبات میں جو شاہ نور اللہ کے نام تحریر فرمائے
ہیں اس میں خواجہ صاحب موصوف کے حال کی ان کلمات مرحمت آیات سے خبر دی ہے۔
کہ جب بھی خواجہ محمد امین کی جانب نظر اٹھتی ہے تو اپنے اور اپنے دوستوں کے حق میں بے انتہا
محبت اور فدائیت کا مشاہدہ ہوتی ہے۔ ان کا لطیفہ روح ترقی پذیر اور ان کے حسن
اخلاق و عادات جبلی ہیں۔ نیز اپنے بعض مکاتیب میں ان کے حال کی اس انداز میں خبر دی
ہے۔ " اور ان کے لطائف عزیز میں قوت و استقلال کی جو امتیازی کیفیت ہے وہ دو جہتوں
سے ہے۔ ایک قلب کی جہت سے جو روح کے نزدیک ہے اور دوسری شیخ کی جہت سے
جو قلب کی جانب مائل ہے (یعنی ان کے لطائف عزیز میں قوت و استقلال کی وجہ سے
قلب و روح دونوں ان کی جانب مائل ہیں) غالب یہ ہے کہ طہارت و عبادت اور نسبت
اویسیت کے نتائج کا ظہور اور یادداشت اور وہ انس و محبت جس کی وجہ سے اہل اللہ کے
ساتھ الفت و محبت زائد ہوتی ہے۔ وہ ان میں بدرجہ اتم ہے (پس الحمد للہ آپ کے حسب
بشارت ان باتوں کے آثار و انوار ان کی ذات میں جلوہ گر ہوئے۔ اور رسالہ " شفاء
القلوب " (جو حضرت اقدس کی تصنیف ہے) کے اکثر مطالب انھیں کے نام سے
مخصوص ہیں بلکہ اس کی تالیف صرف انھیں کی وجہ سے ہوئی۔ خوبی، استواری اور
انشاء پردازی میں مشتاق ہیں۔ ایک رسالہ مرشد حق کے فضائل میں تحریر کیا ہے
اور اس کے کچھ حصہ میں آپ کے حقائق و معارف انتہائی خوبی اور لطافت سے ساتھ
جمع کئے ہیں۔ اور ایک جزو لطیف مناجات میں مثنوی کا بھی ہے جس میں کمال سوز،
رقت و شیرینی ہے اور مناجات میں حضرت ولی نعمت کے فضائل و مناقب کو انتہائی
ملاحت اور حسن ادا سے شامل کر کے وسیلہ بنایا ہے۔ اس میں سے چند اشعار بطور نمونہ

یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ الغرفۃ تنبئ عن البحر۔ (ایک چلو پانی سمندر کی خبر دیتا ہے)

نظم

خداوندا باہِ جانِ غمناک — بچشم خونفشاں و سینۂ چاک
بنام آں کہ جان خاک رہ اوست — قلم شیدائے روئے چوں مہ اوست
بآں مہر سپہر رہنمائی — بآں اعجوبۂ صنع الٰہی
بآں دریائے علم بیکرانہ — بآں قطب جہان فرد زمانہ
بآں غواص بحر بے نشانی — بآں سیاح اقلیم معانی
بآں مشکل کشائے مستمنداں — چراغ افروز بزم نقشبنداں
حکیم نکتہ دان سر اشیاء — مراد حکمت تعلیم اسماء
بآں جانِ جہانِ زندگانی — بآں روح روان شادمانی
بآں درِّ ثمینِ کانِ وحدت — بآں نورِ مبینِ جانِ کثرت
بآں خورشید برج فضل و ارشاد — بآں انجم ہدایت قطب اوتاد
بآں عینِ ظہورِ نورِ ہستی — بآں مرآتِ وجہِ حق پرستی
بآں دانا رموزِ پردۂ غیب — بآں کشاف حسن ذاتِ لاریب
بآں عکسِ جمالِ ذاتِ مطلق — چو عکسے گشتہ اندر ذات ملحق
ابو الفیاض نام قدسیاش — بنازم من ازیں تعظیم شانش
زکیے است گفتش پیمبر — رسول مجتبیٰ آں بدر انور
قدم ننہادہ اندر ملک اشباح — بنام احمد شبیہ خواند ارواح
امام و مقتدا و قبلہ گاہم — ولی اللہ شاہ دیں پناہم
تنم را خاکِ راہ ایں حرم کن — سرم زیں خاکساری محترم کن

مرا مجبور مفگن از در او — گر تا چوں حلقہ، شستم بر در او

اے خدائے بے نیاز، غمزدہ جان کی آہ، خون برساتی ہوئی آنکھ اور چاک سینے کے ساتھ اس نام کو وسیلہ بناتے ہوئے عرض پرداز ہوں جس کی خاکِ راہ میری یہ جانِ حزیں ہے اور اس کے روئے انور کا عاشق میرا یہ قلم ہے۔ اس کو اپنا وسیلہ بناتے ہوئے جو کہ جو آسمانِ رہنمائی کا آفتاب اور تیری مخلوق میں تیری صناعی کا حیرت انگیز نمونہ ہے علم کا ایک بحر ناپیدا کنار، یگانۂ آفاق، نادر روزگار اور اپنے زمانہ کا قطب ہے بے نشان بحر مواج کا غوطہ زن اور ملک حقیقت کا سیاح ہے۔ حاجت مندوں کا حاجت روا اور نقشبندیوں کی محفل مقدس کا روشن چراغ ہے۔ اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا پرکھنے والا اور تعلیم اسماء کی حکمت کا اصل مقصد ہے۔ اور اپنی زندگی کی جان و جہان کو وسیلہ بناتے ہوئے تیری بارگاہ میں سرِ نیاز خم کرتا ہوں جو مسرت اور شادمانی کی روحِ رواں، وحدت کی کان کا بیش قیمت گوہر آبدار، جان کثرت کا نورِ مبین، فضل و ارشاد کے برج کا آفتاب، اوتاد کا قطب، ہدایت کا ستارہ، نورِ ہستی کا عین ظہور، وجہِ حق پرستی کا آئینہ، حجاباتِ غیب کے رموز کا دانا، ذاتِ لاریب کے حسن کو بے نقاب کرنے والا ذاتِ مطلق کے جمال کا عکس اور عکس بھی کیسا جو اس کی ذات میں ملحق ہو چکا ہے۔ اس کا نام پاک "ابوالفیاض"[1] ہے اور میں اس کی اس عظمت و شان پر نازاں ہوں۔ وہ جس کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا ہے کہ میری امت کا سب سے زکی شخص[2]۔ اس نے ملکِ اشباح میں قدم نہیں رکھا کہ اس کی ارواح نے احمد کے نام سے

---

[1] حضرت شیخ بزرگ شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ سے آپ نے علاوہ الہامی ان کے لقب کی بابت استفسار کیا۔ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ میرا لقب ابوالفیض اور تمہارا ابوالفیاض ہے۔ [2] فیوض الحرمین میں اسی سے متعلق آپ کا مشاہدہ درج ہے۔ [3] یعنی امثال و تصورات پر اکتفا نہیں کی بلکہ حقائق کا مشاہدہ کیا۔

نذ کی. وہ میرا امام و مقتدا میرا قبلہ گاہ. میرا ملجا و ماویٰ ہے. اس کا نام نامی ولی اللہ ہے. اے اللہ میرے اس جسم خاکی کو اسی آستانہ کا پیوند کر دے اور میرے سر نیاز کو اس خاکساری کی بدولت سرفرازی عطا فرما. اور مجھ حلقہ بگوش غلام کو اس کے در دولت سے جدا نہ فرما۔ غرض کہ ان کی ذات مجمع الصفات نادرات میں سے ہے.

افادہ :۔ انھوں نے حضرت اقدس کی تمام عنایات و نوازشات نقل فرمائیں. از منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ جو بمصداق منطوق اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِی نَزَّلَ الکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْن ہمارے تمام امورِ معاش و معاد کا متولی ہے. اس نے ان کو بھی اپنے فضل اور اس عنایت سے مخصوص فرمایا ہے. اور اس نعمت کے اظہار کا سبب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ تمھارے حق میں بھی جناب متولی الامور للعباد کے قبول سے ایک حصّہ شامل ہوا ہے. یعنی اس کی بارگاہ میں یہ مشاہدہ ہوا ہے کہ امور معاش و معاد کی کارسازی تمھارے حق میں مشہود ہو گئی ہے. انشاء اللہ بطور کشف کسی وقت بطور نمونہ تم کو بھی اس مرتبہ کا نمونہ دکھا دیا جائے گا تاکہ تمھارا دل مطمئن ہو جائے والحمد للّٰہ علیٰ ذالک

افادہ :۔ حافظ جیو صاحب نے تحریر فرمایا کہ ایک بار بارھویں ربیع الاول کی رات بطریق ابہام خواب میں یہ معلوم ہوا کہ آج رات شب قدر ہے پس میں جاگ پڑا اور اسی وقت وضو کر کے نماز شروع کی جتنی نماز مقدور بھر تھی پڑھی پھر سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مرشدی و مولائی عبداللہ نعیم اتعالی کی خانقاہ کے صحن میں آنحضرتؐ کی روح شریف حاضر ہے. اور یہ فقیر اور حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم کے بعض اصحاب یعنی خواجہ محمد امین وغیرہ آنحضرتؐ کے

۱؎ میرا مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے کتاب برحق نازل کی اور وہی نیک لوگوں کا دوست دار ہے. پارہ ۹. سورۂ اعراف رکوع ۲۳.

مقابل و مؤدب، بطور حلقہ کھڑے ہیں. اور ہر ایک کے سینے سے نورانی شعاعیں کے خطوط آنحضرتؐ کے نور شریف کے نور سے متصل ہو گئے ہیں، بلکہ باہم مل گئے ہیں. ان کی جانب سے ایمان و اخلاص اور محبت کا ترشح ہے اور آنحضرتؐ کی جانب سے عنایت و شفقت. اور آنجناب سے ایک شعاع جوان کی طرف فائض ہے اسی مقدار میں ہے جو ان لوگوں کے سینوں کے مقابل ہے سوا خواجہ محمد امین کے. کہ آنجناب کی طرف سے جو نور ان کی طرف فائض ہے وہ بہت بڑا ہے ایسا کہ ان کا مکمل طور پر احاطہ کر لیا ہے. اور گویا آنحضرتؐ اس کلام کے انعقاد سے متکلم ہو رہے ہیں کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں اور تم سے راضی و خوش ہوں. اگرچہ خطاب عام تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در اصل اس سے مراد خواجہ مذکور ہی ہیں اور دوسرے ان کے طفیل. پس آنحضرتؐ کی پوری توجہ و التفات اور ان کی عظمت و رعب مجھ میں سرایت کر گئی اور اس وقت ان کے بارہ میں ایسی قبولیت مشاہدہ ہوئی کہ کوئی دوسرا اس خصوصیت کا نظر نہ آیا. اس سبب سے بیدار ہونے پر دل میں ان کی محبت میں مزید اضافہ ہو گیا. اللّٰھم ارزقنا زیادۃ محبۃ فی اللہ.

افادہ :۔ عرفان پناہ شاہ نور اللہ نے فرمایا کہ ایک بار رمضان میں تم کو خواجہ محمد امین نماز میں مشغول تھے. میں نے مشاہدہ کیا کہ ایک نور نے خواجہ صاحب موصوف کا احاطہ کر لیا ہے اور اسی نور کی قوت سے ان کے تمام حرکات تیزی سے ظہور کر رہے ہیں.

افادہ :۔ انھوں نے بیان کیا کہ رمضان کی پچیسویں شب [illegible] شب بھی یا کچھ کم تھا اور نیند کا غلبہ تھا خواب دیکھا کہ حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم اس شب کے ورود و برکات کے حصول کے لیے تم کو متوجہ کر رہے ہیں. اسی اثنا میں ایک انجذاب اور وجد قوی کا اور رقت تمام قلب میں مشاہدہ ہوئی. اور یہ معلوم

ہوا آج رات شب قدر ہے۔ اسی وقت عین وجد و بکا کی حالت میں وآپ نے
فقیر کاتب حروف کے سامنے آکر دونوں ہاتھ پکڑے اور مسکرا کر فرمایا کہ تم کو یہ حالت
جو حاصل ہوئی ہے اس وقت کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ اور میں اس گریہ و شوق میں
رقت و تملق (انکساری، فروتنی) کر رہا ہوں۔ اسی اثنا میں بیدار ہوگیا اور حضرت کے
حکم کے مطابق (جو خواب میں آپ نے تیمم کا حکم دیا تھا) تیمم کیا۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا
میں مشغول ہوگیا۔ لیکن طبیعت نے ساتھ نہ دیا۔ پھر سو گیا۔ اور دوبارہ اطمینان و
آرام کے آثار دل میں پائے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت اقدس موجود ہیں اور میں اپنے
خواب کی کیفیت اور شب قدر کی برکات بیان کر رہا ہوں۔ اور آپ بھی تصدیق
فرماتے جاتے ہیں۔ صبح تک یہی حالت رہی۔ صبح کو حضرت اقدس کے حضور میں یہ سب عرض
کیا نیز حافظ صاحب موصوف سے بھی بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آج کی رات رقت
و برکات کی رات بھی تمھاری حالت سچی ہے اور پھر فرمایا کہ میں دوستوں کے لیے دعا میں
مشغول رہا تم کو ایک کیفیت عظمیٰ میں مستغرق پایا اور اس کیفیت کا کچھ اثر مجھ پر بھی پڑا

افادہ:۔ انھوں نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت ولی نعمت دامت برکاتہم نے ارشاد
فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہم جانتے ہیں کہ تم [illegible]
شیخ ہو لیکن اب یہ معلوم ہوا ہے کہ تم حضرت شعیب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی اولاد سے ہو۔ اس کے بعد اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ حضرت شعیبؑ کو
خطیب الانبیاء کہتے ہیں یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تمہارے ذریعہ ہمارے بعض
علوم رائج ہوں گے

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوا کہ آخر تک حضرات اکابر سلسلہ

عہ. ادھر میرے حال [illegible]

ذکر خیر کے ساتھ اپنے حقوق کی ادائیگی کے مستحق ہیں (یعنی ان کا ذکر خیر بہ عزت و تعظیم ہے کرنا
چاہیے کہ یہ ان کا حق ہے) گو کہ ایک کو دوسرے پر فضیلت تقدم و تاخر کے اعتبار سے
کم اور زیادہ ہو لیکن افادہ کا منصب اپنے حق کی ادائیگی کا طالب ہے خواہ اعلیٰ ہو یا
ادنیٰ۔ کیونکہ اگر فاضل کی تعظیم دوسرے فواضل کو چھوڑ کر کی جائے تو سلسلہ منقطع
ہو جائے گا اور آنحضرتؐ جو سلسلہ کے منتہی ہیں ان کے علاوہ کوئی فاضل منظور نظر
نہ ہوگا ایسی صورت میں آنحضرتؐ کے علاوہ دوسرے فواضل کی وساطت کا فائدہ
پوشیدہ ہو جائے گا۔

افادہ:۔ انھوں نے تحریر فرمایا کہ ایک[1] روز دل حضرت ایوب علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے قصہ کے اسرار کی کیفیت میں متفکر تھا کہ جراد ذہب کا اس کثرت سے
نزول ان کے جیب و داماں پر اور صحن و بام میں اور ان میں سے ایک بھی اگر باہر
گر جاتی تھی تو اسے نہیں چھوڑتے تھے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے لہٰذا اس کو تلاش
کر کے لاتے تھے اور اما اغنیتک (کیا میں نے تم کو غنی نہیں کیا) کا خطاب اور اس
کا جواب وما اغنی عن برکتک (میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہو سکتا) میں متفرق

---

[1] ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ بہت کثرت سے ٹڈیاں آنا شروع ہوئیں
اور جب ان کے گھر میں گریں تو سب سونے کی ہو گئیں۔ ان میں سے ایک ٹڈی گھر سے باہر گری تو
آپ اسے بھی اٹھا لائے کیوں کہ آپ جانتے تھے کہ رحمت جب متوجہ ہوتی ہے تو اس کو چھوڑنا
نہ چاہیے بلکہ جمع کرنا چاہیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی یہ حالت ان اصولوں میں
شمار ہوتی ہے جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے ان کی فرماں برداری اور اطاعت
کی وضاحت ہوتی ہے۔ تقی انور

تھا۔ اور کسی سے پوچھنا نہیں چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ غیب سے اس کا سر مجھ پر
منکشف کر دیا جائے۔ ۔ شوال کو ظہر کی نماز میں یہ افاضہ فرمایا گیا کہ حضرت ایوبؑ
کے ایک گری پڑی ٹڈی کے اٹھا لانے میں یہ اہتمام باوجود اس کے کہ ان کو اس کی
ضرورت نہ تھی اپنے آقائے ولی نعمت کے ادب کا اقتضا تھا۔ جب منعم حقیقی بندہ پر
انعام فرمائے تو بندہ کی نظر میں وہ کتنا ہی ادنیٰ و معمولی کیوں نہ ہو لیکن عبودیت
اور بندگی اس کی مقتضی ہے کہ بہ تعظیم و احترام قبول کرے اور یہ تعظیم درحقیقت حضرت
مفضل و منعم کی ہے نہ نعمت و انعام کی۔

افادہ:۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک دن میں فضائل الٰہیہ کے احصار میں جو
حد سے گزر گئیں تھیں متفکر تھا اور پھر اس نشاط و سرور کی فکر میں استغراق ہوا۔ تو
یہ بات دل میں ڈالی گئی کہ عنایات الٰہی اس سے زائد مخفی ہیں جو دل میں گزر رہا ہے
(جیسا کہ الہام کیا گیا)۔

افادہ:۔ آپ ایک دن صبح کے وقت حضرت اقدس کے سامنے حلقۂ مراقبہ میں
بیٹھے ہوئے تھے کہ اس عبارت سے ملہم ہوئے۔ "بہترین کاغذ وہ ہے جس پر
کلام حق لکھا جائے اور بہترین بندہ وہ ہے جس میں ہماری صورت ظاہر ہو۔"

افادہ:۔ ایک بار رمضان المبارک میں جب کہ آپ معتکف تھے اس علم کا باب
آپ پر کھلا کہ انسان اس وقت تک انسان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا
فیض متعدی نہ ہو (فیض پہنچائے)

افادہ:۔ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک بار وتر پڑھنے کے بعد آخر شب میں رو بقبلہ
بیٹھا ہوا تھا کہ میرے کان میں ایک آواز آئی کہ پہاڑ کے لوگ کوئی محنت نہیں کرتے
اسی اثنا میں حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ پہاڑ والوں کے قلوب شرق آفتاب پر
ہیں[1]۔

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر

افادہ:۔ آپ نے بیان فرمایا کہ میں ایک روز اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا کہ بطور القا و الہام
یہ ظاہر ہوا کہ توجہ بوجہ خاص جو اکابر نقشبندیہ کی اصطلاح ہے ایک قانع و حجاب اوٹ
رکھتی ہے جس کا سمجھنا مشکل ہے۔ پھر دو تین روز بعد یہ اطلاع بخشی گئی کہ ایسے شخص کے
ساتھ نسبت کے رابطہ کا طریقہ جس کی حقیقت میں تجلی اعظم پورا ظہور رکھتی ہے یہ بھی توجہ
بوجہ خاص ہے۔ سالک مبتدی کے حق میں بہت مفید اور انتہائی نافع ہے۔ پیر حضرت
اقدس نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ یہ بھی اسی کلمہ کے (توجہ بوجہ خاص) بطون سے
ایک بطن ہے۔

افادہ:۔ آپ نے فرمایا کہ نعمت کا کمال شکر یہ ہے کہ تمام اسباب اور کل وسائل
کی تعظیم نیز مسبب الاسباب تک وصول ہی اس منعم علیہ کے قلب و جوارح
پر ظہور پائے اور اس سلسلہ کی عظمت اس کی نظر میں متشکل ہو جائے۔ بس اسی وجہ
سے خضوع و انکسار ان وسائط سے ہر ایک کے مناسب ظاہر ہوتا ہے تاکہ حضرت
رب الارباب کی عظمت کامل طور پر اس کے دل پر غالب ہو جائے اور وہ ان تمام
وسائط کو اللہ کے جود کا مظاہر اور ان کی تعظیم کو حق سبحانہ کی تعظیم کا تتمہ سمجھے۔ اس
وقت الحمد للہ اسی سے حاصل کرے گا۔

افادہ:۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن مولانا روم کا یہ شعر

نغمہ آمد شمارا دیدہ رفت — ہر کرا دریافت جانش شد و رفت

مجھ کو یاد آیا اور بہت تحسر ہوا۔ اسی تحسر میں ایک قسم کا نغمہ ظاہر ہوا اسی درمیان یہ
فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بہترین نغمہ انبیاء ہیں اور قرآن عظیم بھی نغمہ ہے وغیرہ وغیرہ

حاشیہ صفحۂ گزشتہ: ان کے طالع سے آفتاب کو نسبت ہے۔ ان کو وہبی طور پر ملتا ہے۔ کسی
مجاہدہ کی ضرورت نہیں ہے جس طرح آفتاب دوسرے سیاروں سے کچھ نہیں لیتا بلکہ ان کو دیتا ہے۔
(رفیق انور)

اور یہ سب نغمات جدا جدا تفصیل رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مثل نہیں ہیں.
اس کے بعد افاقہ ہوگیا.

افادہ :- آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ افادہ واستفادہ کی گفتگو کر رہا ہوں. میں نے اس سے کہا کہ افادہ واستفادہ کے طریقہ کی دو صورتیں ہیں. ایک یہ کہ یہ شخص کسی ایسے کامل کے سامنے بیٹھے جو عالم تجرد کے ساتھ توجہ کل رکھے. اور وہاں سے اس کے دل پر الوانِ فیوض ریزش کریں. اور اپنے دل سے بغیر اس کے تعقل کے دخل کیئے ہوئے) کیفیات عجیبہ حاضرین میں سے ہر شخص کے حال کے مطابق ان کے باطن پر فائض ہوں. اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایک جماعت کسی کامل کے حلقہ میں اپنے کو داخل کرے اور وہ کامل اپنے ارادہ سے حاضرین میں سے ہر ایک کے حال کی طرف متوجہ ہوکر افاضۂ برکات کرے. اور ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیضیاب ہو. پس بیدار ہوکر اس واقعہ کو حضرت اقدس کے حضور میں عرض کیا. آپ نے تصدیق واقعی فرمائی اور مقام اول کو انبیاء کے مقام سے تعبیر فرمایا کہ دراصل ان کا اس عالم کی طرف توجہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اس عالم پر مترشح ہے قسم اول کے مثل ہے اور قسم ثانی کا ولایت عامہ کے خواص کی طرف اشارہ فرمایا اور طور اول ہم کو دکھایا جو اس صاحب دورہ قطب الاقطاب کا طریقہ ہے.

افادہ :- آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایک علم عجیب افاضہ ہوا. یعنی ہر تجلی منشا خلق ہے. ایک تجلی حیوان کی موجد ہے اور دوسری تجلی دوسری مخلوق کی موجد. یہاں تک کہ آخری تجلی انسان کی ایجاد کا سبب ہوگئی. پس جب آدمی کو رفتہ رفتہ اس تجلی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہے تو لامحالہ وہ اناالحق کہنے لگتا ہے اور یہی تھا جو کہنے والے نے اناالحق کہا. لیکن وہ وہ اناالحق نہیں ہے جو زبان زد اہل توحید ہے

بلکہ اس کے لئے زبان وبیان اور نام ونشان ہے. اور وہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب حجابات بشریہ کا انبوہ چھٹ جائے اور صرف وہی ایک تجلی رہ جائے اور اس وقت اناالحق کہنا اسی تجلی سے صادر ہے. پس اس کو حضرت اقدس کی حضور میں عرض کیا. آپ نے فرمایا کہ یہ علم حق ہے اور تجلی مذکور سے مطلب مبدأ ہے.

مختصر بیان احوال سعادت اشتمال سالک واجد صوفی ماجد شیخ محمد عابد جو حضرت اقدس کے دعوت طریقت کے اجازت یافتوں میں ہیں

ابتداءً فوج میں رہے۔ لیکن بمقتضائے صفائی فطرت وعلو استعداد راہِ خدا کا شوق پیدا ہوا۔ اور چشمہ فیض وبرکت عارف باللہ الصمد حضرت شیخ محمد اور امام الطریق القویم قطب اللہ العظیم حضرت شیخ عبدالرحیم قدس اللہ اسرارہما کی خدمت میں حاضر ہو کر اشغال طریقت استفادہ اور برکات صحبت حاصل کئے اور اذکار و اشغال کی مداومت کی بدولت کمال کا ذوق وشوق اور ارباب وجد وحال کے احوال کی معرفت حاصل کی۔ ان صحبتوں کے اختتام کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں کمر بندگی باندھی اور لباس سپاہیانہ اتار کر اپنے کو کلیتاً مجردانہ طور پر آپ کے حضرت اقدس کے سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ بہ فضل کارساز حقیقی فتح باب ہوا اور حجابات اسرار اٹھ گئے اور نسبت قوم کے شاہد نے بوجہ احسن جلوہ گری فرمائی۔ اور اس طائفہ علیہ کے مواجید ظاہر و وجد آگیں کیفیات ظاہر و نمایاں ہوئے۔ پھر آنجناب سے رشد وارشاد کی اجازت پا کر بہ استقامت تمام مسند آرائے افادہ وافاضہ ہوئے۔ اور آنجناب نے جو شان ان کے لیے تحریر فرمائی اس میں ان کو ان الفاظ سے مشرف فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان اخانا الصالح الراغب فی اتباع حبیب اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ المشتغر بذکر اللہ وتفکر فی آلاء اللہ الشیخ محمد عابد زادہ اللہ فی توفیقہ صحب سیدی الوالد وجدی لامی قدس اللہ اسرارہما واخذ منہما اشغال الطرق الثلاث النقشبندیۃ والجیلانیۃ والچشتیۃ وعملہا مدۃ طویلۃ، وصحب بعدہما ہذا الفقیر عفا اللہ عنہ والحقہ بسلفہ، وحصلت سکینۃ الباطنۃ والیادداشت علی ما احب. ثم انہ شرح اللہ صدری ان اختارہ داعیا الی اشغال الطرق الثلاثۃ وارتضیہ مرکبا لیفیض صحبۃ للموفقین من عباد اللہ والمعنی انہ حقیق بان یؤخذ عنہ الاشغال ویستفتی بنور صحبتہ السالکون وان اللہ جاعل فی صحبتہ الناس خیرا. فہا انا اجزتہ لیبلغ الاشغال

بیشک ہمارے صالح بھائی شائق حبیب اکرم کی اتباع کے مشغول اللہ کے ذکر سے اور اس کی نعمتوں میں تفکر کرنے والے شیخ محمد عابد اللہ تعالیٰ ان کو بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ وہ میرے والد ماجد اور میرے جد امی قدس سرہما کی صحبت میں رہے اور ان سے سلسلہ نقشبندیہ وجیلانیہ وچشتیہ کے اشغال حاصل کئے۔ اور طویل مدت تک ان پر عامل رہے۔ پھر ان کے بعد اس فقیر کی صحبت میں رہے جس میں ان کو حسب دلخواہ سکینت قلبی اور حالی تمکین اور یادداشت حاصل ہوئی۔ پھر اللہ نے میرے سینے کو اس بات کے لئے کھول دیا کہ میں ان کو تینوں طریقوں کے اشغال کی دعوت دینے کے لیے منتخب اور بندگان خدا کی تعلیم وتلقین کے لیے پسند کروں تا کہ وہ توفیق یافتہ بندگان خدا ان کی صحبت سے فائدہ کا اندازہ کریں اور اللہ نے مجھے اس بات کا الہام کیا کہ وہ بیشک اس لائق ہیں کہ ان سے اشغال اخذ کئے جائیں اور سالکین ان کی نور صحبت سے روشنی حاصل کریں۔ اور اللہ نے ان

والاوراد التی سمعها منی ومن سید المذکور وعمل بها ورأی آثارها الی من توسم فیه الخیر من الناس الخ

کی صحبت میں بھلائی پیدا کرنے والا ہے۔ اب میں ان کو اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ وہ اشغال واوراد کی تبلیغ کریں جو انھوں نے مجھ سے اور میرے سیدین مذکورین سے اخذ کئے ہیں اور ان پر عمل کیا ہے اور ان کے فوائد ان لوگوں میں مشاہدہ کئے ہیں جن میں بھلائی کے نشانات روشن تھے۔

غرض کہ احکام شریعت میں پورا رسوخ اور وظائف طریقت میں اجتہاد دوام رکھتے تھے اور بے رنگی حقیقت میں ناقابل بیان رنگ و رنگینی رکھتے ہیں۔ ان کی ذات تمام خوبیوں کی جامع اور بسا غنیمت ہے۔

افادہ:۔ انھوں نے بیان کیا کہ نادر شاہ کے حملے سے کچھ پیشتر میں نے آنحضرتؐ کو ایک واقعہ میں دیکھا کہ آپ سراپا نور ہیں اور آپ کا لباس بھی نور ہے۔ اور آپ شاہجہاں آباد کے حالات مجھ کو دکھلا رہے ہیں پھر ایسا ہی واقع ہوا۔

افادہ:۔ انھوں نے بیان کیا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ذات حق ایک دریا ہے اور اس شخص کا وجود اس دریا میں مثل حباب اٹھ رہا ہے اور اس میں اس دریا کے ساتھ ایک محبت و شوق پیدا ہو گیا ہے۔ پھر جب اس دریا میں تلاطم برپا ہوا تو وہ حباب اس میں فنا ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس حباب کی کوئی صورت باقی نہیں رہی لیکن ایک محبت و شوق اس قطرہ میں اب بھی باقی ہے۔

بیان قدرے دربارۂ احوال استقامت اشتمال صاحب شرف لطیف ذی المقام المنیف میاں محمد شریف جو حضرت اقدس کے خلیفہ ہیں

صوفی متشرع۔ صاحب الاستقامت اور پرہیزگار۔ ان کی جائے پیدائش ملک سندھ ہے۔ وہیں ابتداءً شیخ کلیم اللہ دہلوی کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ کی خدمت میں سلوک۔ اشغال طریقت کی مشق اور ریاضیات و مجاہدات میں ترقی کرتے رہے۔ بعد ازاں۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ کے حکم کے مطابق فضل الٰہی نے حضرت اقدس کی طرف رہنمائی کی اور سعادت ازلی کے جاذبہ نے اس دیار سے کشاں کشاں آستانہ رفیع المنزلت پر پہنچا دیا۔ چونکہ عالی استعداد کے حامل تھے لہٰذا ان تمام گزشتہ کمالات کو باد ہوائی سمجھ کر مقصود اصلی کی سعی پر کمربستہ ہوئے۔ اور بحکم ؎

ع بدریا چوں رسد سیلاب آغاز سفر باشد

سیر ماہ ہے آفاقی سے گزر کر اور از سر نو سلوک کر کے سیر انفس میں قدم رکھ دیا اور مرشد حقیقی کے کارکشا توجہات سے تھوڑی ہی مدت میں لطائف نفس کے کمالات پر واقفیت حاصل کر لی۔ اور بمصداق من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مرتبہ کمال و تکمیل پر پہونچ گئے۔

؎ کان اللہ بود گہ درما مضیٰ تاکہ کان اللہ لہ آمد جزا

اور پھر رشد وارشاد کی اجازت پاکر وطن لوٹ آئے اور رشد وہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے. ان تمام کمالات کے علاوہ ان میں ایک نادر صفت بھی ہے جو موجودہ دور میں ان کی ذات کے علاوہ کسی میں نہیں پائی جاتی لیکن جس کو اللہ چاہے اور وہ یہ ہے کہ شراب وصال سے سیراب کے باوجود تشنگی کامل ہے کہ ہر سال وطن مالوف سے جو کم وبیش ہزار میل کی مسافت پر ہے طے کر کے حضرت مرشد حقیقی کے شانہ بوسی کے شرف سے مشرف ہو کر تازہ بہ تازہ فیوض جدیدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ؎

شربت الحب کاسا بعد کاس   فما نفد الشراب وما رویت

اس قحط الرجال کے دور میں ایسے حال کی طلب رحال ومقام کی طلب ! ان میں بے مثل ہے. غرضکہ ان کی ذات صاحب آیات اس صفت میں اکابر سلف کی یاد دلاتی ہے اور طالبان خلف کی آگاہ ساز ہے. جناب حضرت ولی نعمت دام مجدھم نے جو خلافت ان کو مرحمت فرمائی اس میں اس طرح کی عنایات فرمائیں.

دخل علینا فی شهور سنة ثلث وخمسین من المائة الثانیة عشر اخونا فی الله الراغب فی الوصول الی الله محمد شریف بن خیر الله مهاجرا بطلب طریقة الصوفیة وکان عالج اعمال الطریقة واشغالها ومراقباتها قبل ذالک مدة وعرف غورها ونجدها وتفحص من سیئها وشینها وعرفته لطائف النفس و

ہمارے پاس آئے ۱۱۵۳ھ کے مہینوں میں ہمارے دینی بھائی شائق وصول الی اللہ محمد شریف بن خیر اللہ مہاجر طریقہ صوفیہ کی طلب میں. اس سے قبل انہوں نے ایک مدت تک اعمال واشغال ومراقبات سے اپنے نفس کا علاج کیا تھا اور اس کے نشیب وفراز کو پہچان لیا تھا اور اس کی اچھائیوں وبرائیوں کو تلاش کر لیا تھا پس میں نے ان کو لطائف نفس اور مقامات

؎ میں نے شراب محبت کے جام پر جام پئے نہ شراب ہی ختم ہوئی نہ میں ہی سیر ہوا

المقامات المستویة علی کل لطیفة والنسب المختصة بکل لطیفة و النسب التی علیها مدار الطرق المشهورة وعرفته کیفیة نقل التلامیذ من لطیفة ونسبة و سائر الی فائق المهمة وعرفته کیفیة اظهار خوارق العادة و توجهات المورثة لها کل ذالک کما فتح الله علی وفهمنی ربی بارک لی فی ما ورثته عن مشائخی معرفة کل ذالک کما ینبغی وزنته بالمیزان الذی اعطانیه ربی فوجدته صحیحا والحمد لله.

فحاز اجیزة لارشاد الطالبین بالطریقة الصوفیة علی تنوعها ولالباس الخرقة لهم والتوجه الیهم والصحبة معهم والبستة الخرقة الصوفیة الخ.

مستویہ ہر لطیفہ کے اور ہر لطیفہ کی مخصوص نسبت اور وہ نسبت جس پر طریقہ نقشبندیہ کا دار و مدار ہے شناخت کرا دیئے نیز ان کو شناخت کرادی شاگرد کے ایک لطیفہ سے دوسرے لطیفہ اور ایک نسبت سے دوسری نسبت کی طرف منتقل ہونے کی کیفیت یعنی شاگرد اپنی موجودہ حالت سے کس طرح ترقی کی جانب منتقل ہوگا. نیز تمام اہم باریکیاں. اور میں نے ان کو شناخت کرادی خوارق عادات کے اظہار کی کیفیت اور وہ توجہات جو خوارق عادات کو پیدا کرنے والی ہیں. یہ سب جیسا کہ کھول دیا اللہ نے مجھ پر اور مجھے سمجھ عطا فرمائی اور میرے رب نے ان تمام چیزوں میں برکت دی جن کا میں اپنے مشائخ سے وارث ہوا ان سب کی معرفت جیسے کہ لائق ہے اور جب میں نے ان کو اپنے پروردگار کی عطا کردہ میزان میں تولا تو اس کو درست پایا اور تمام تعریف اللہ کیلئے ہے۔ اب میں ان کو اجازت دیتا ہوں طالبین کے رشد وارشاد کا طریقہ صوفیہ پر مع اس کے اقسام کے نیز خرقہ پہنانے کا اور ان کی طرف توجہ کرنے کا اور ان کے ساتھ صحبت رکھنے کا اور خرقہ صوفیہ کی نسبت کا.

بیان قدرے، از فضائل وجلائل صاحب علم المؤید والعرفان المسند سیدی شرف الدین محمد جو حضرت اقدس کے خاص شاگرد ہیں

ذہن کی سلامت روی اور قوت ادراک کی تیزی میں بیشتر صاحب استعداد حضرات میں ممتاز ہیں. خوبی صفات اور حسن اخلاق میں یکتائے روزگار ہیں. رذائل سے معرا اور فضائل سے مالامال نیز احکام شریعت کے ساتھ تزکیۂ ظاہر اور آداب طریقت کے ساتھ تصفیۂ باطن ان کی ذات ستودہ صفات میں فطری ہے. صوفیہ صافیہ کے مشرب سے جبلی طور پر سیراب ہیں اور اس طائفہ علیہ کے ذوق وشوق سے غذائے روحانی حاصل کرتے ہیں. علوم قوم (صوفیہ) میں فہم رسا رکھتے ہیں اور ان کی اصطلاحات کو خوب سمجھتے ہیں. گو کہ در حقیقت انھیں میں سے ہیں لیکن بظاہر سپاہیانہ وضع اختیار کئے ہیں. حضرت اقدس کے علوم خاصہ حاصل کرنے میں پورا انہماک رکھتے ہیں. اور آپ کے اسرار کے ادراک میں مکمل طور پر فائز ہیں. چوں کہ فطرت صافی اور استعداد عالی رکھتے ہیں لہٰذا آنجناب کے بعض معارف کے پرتو فگن ہو گئے. چنانچہ رسالہ نقاوۃ التصوف جو عقائد کے اہم مسائل پر ان کی تصنیف ہے اور اس میں ادیان کے اختلافات کا اسرار (انبیاء) کے طریقہ کا امتیاز اور تکلیف ومجازات (اس کی جزا) اور معاد جسمانی کے اسباب اور مسئلہ جبر واختیار کا بیان ہے. اس سب کی نہایت محققانہ تحقیق کی. چنانچہ حضرت اقدس نے اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ان کو اپنے قلم گراں رقم سے اس انداز سے مشرف فرمایا.

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد وہاب کریم جل مجدہ کی عنایات میں سے نفوس ذکیہ کے لئے افاضۂ علم و یقین ہے بوجہ عقائد حقہ کے اور راہ حق کے افادہ کے جو رہائی دلاتا ہے لغو شبہات سے اور ابہام اور توجیہ مذاہب مختلفہ کے درمیان ہو جاتے ہے اور اس فقیر کے سامنے یہ بات حق الیقین کے ساتھ مقرر ہو گئی ہے کہ جب تک کسی شخص کے نفس ناطقہ نے صورت علمی کو مبدا فیاض سے قبول نہیں کیا ہے. اور اس کے عین ثابت میں اس نور کو ودیعت نہیں رکھا گیا ہے اس علم کے بارہ میں کلام کرنا تحقیق اور فکر کی جہت سے گویا یہ بات اس کے نفس سے پیدا ہوئی ہے کوئی اصلیت نہیں رکھتی. کما قال العارف الجامی

جامی اوصاف مے صاف نیارد گفتن
گر نہ فیض رسد از باطن خم پے درپے

اور اس گروہ میں سے وہ لوگ جو اس نعمت مبارکہ سے سرفراز ہیں ان میں ہمارے برادر دینی شرف الدین محمد بھی ہیں جو خصائل سنیہ وہبیہ وکسبیہ سے متصف ہیں. اور رسالہ نقاوۃ التصوف میں بلند معارف اور عقائد حقہ کی تنقیح کی تحریر کی ان کو توفیق دی گئی ہے میں نے اس کا از اول تا آخر مطالعہ کیا میں نے اس کو متین المبانی اور صحیح المعانی پایا. اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف پر اپنی نعمتوں کی بارش نازل فرمائے اور اس کے ساتھ جود وکرم سے تمام احوال میں معاملت فرمائے اور دین ودنیا میں جو بھی اس کی تمنائیں ہیں ان کو پورا فرمائے. آمین آمین آمین.

کتبہ: الفقیر حقیر الی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم کان اللہ تعالیٰ لہ.

اور دوسرا رسالہ موسومہ بالوسیلہ الی اللہ بھی انھیں کی تصنیف ہے۔ اس میں ایسا مسئلہ بیان کیا ہے جو عطیہ الٰہی اور اسرار ولی اللّٰہی کے چشموں میں سے ایک چشمہ جاری ہے جو حضرت ولی الفضل والاحسان نے محض بطور امتنان ان کو عنایت فرمایا ہے۔ اور امید ہے کہ اس بات کا کشف آنجناب کے معارف خاصہ کے بہت سے مغلق مسائل کا کھولنے والا ہوگا چونکہ مسئلہ مذکورہ اس طائفہ علیہ کے ندوۃ گزیں اور دل عقیدت میں جاگزیں ہے لہٰذا وہ اس کو اس کے ذکر سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ان اوراق میں لکھتا ہے اور وہ یہ ہے۔

ان اول التعینات لحضرۃ الوجود المطلق الشان الکلی الذی لہٗ صلاحیۃ کل شان واعتبار و اضافۃ یقال لہٗ فی لسان الصوفیۃ حقیقۃ الحقائق والبرزخ الاولیٰ والوحدۃ و فی ھٰذہ المرتبۃ کل التعینات والحقائق مندمجۃ والصوفیۃ قالوا بالکشف والوجدان انہ الحقیقۃ المحمدیۃ وفی وجدان الافقر انہٗ لہٗ حقیقۃ ھو بیان ھویۃ فی تعینات الوجوبیۃ و ھو التجلی الاعظم فی حاق وسط النفس الکلیۃ الانسان الکبیر و علیہ ینطبق الاسماء

بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلی ہے جس کے لیے صلاحیت ہر شان اور اعتبار اور اضافت کی ہے جس کو صوفیاء کی زبان میں حقیقۃ الحقائق، برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس مرتبہ میں کل تعینات و حقائق مندرج ہیں اور صوفیا نے کشف و وجدان سے یہ کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے اور وجدان افقر یعنی فقیر (میرے) کی جہاں تک رسائی ہے یہی یہ ہے کہ وہ ایک حقیقت ہے اور وہی ہویت کا بیان ہے تعینات وجوبیہ میں اور وہ تجلی اعظم ہے انسان کبیر کے نفس کلیہ کے وسط میں جس پر [illegible] منطبق ہیں اور تعینات امکانیہ میں ہویت اور وہ

التسعۃ والتسعون وھویۃ فی تعینات الامکانیۃ وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ومن ھٰھنا قال الشیخ الکبیر رضی اللہ عنہ بادنیٰ تسامح للتجلی الاعظم انہ الحقیقۃ المحمدیۃ کما فی باب السادس من الفتوحات المکیۃ وانبہ علی ذالک عن الحقائق عبارۃ عن الذات المتلبسۃ باحکام تلک الحقائق فی حضرۃ العلم والموجودات عبارۃ عن الذات المتلبسۃ باحکام تلک الحقائق وآثارھا فی حضرۃ العین فاذا اظھرت الکثرۃ من الوحدۃ الحقیقۃ بمراتبھا متفاوتۃ من الافراط والتفریط والاعتدال بین تلک الشیون ومن البدیھی ان نسبۃ المرتبۃ العالیۃ الی ذالک الشان الکلی اتم واولیٰ من نسبۃ غیرہ من المراتب فاولویۃ نسبۃ التجلی الاعظم الیہ بدیھی لا یخفیٰ علی من لہ

حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسی جگہ شیخ کبیرؒ نے فرمایا ہے ادنیٰ تسامح کے ساتھ تجلی اعظم دکیلئے کے بارے میں کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں ہے اور آگاہ کیا ہے اس بات پر حقائق سے۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ ذات متلبس ہے اپنے شیونات سے حضرت علم میں اور موجودات سے مراد وہ ذات ہے جو ان حقائق کے احکام اور اس کے آثار کے ساتھ حضرت عین وعین حقیقت میں متلبس ہے پس جب اس ذات نے ظاہر فرمایا کثرت کو وحدت حقیقیہ سے اس کے مراتب کے ساتھ اس اعتبار سے کہ وہ مراتب متفاوت ہیں۔ وباہم فرق رکھتے ہیں افراط و تفریط اور اعتدال سے جو ان شیون کے درمیان ہیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ اعتدالیہ کی نسبت اس شان کلی کی طرف اتم واولیٰ ہے مراتب میں سے اپنے غیر کی نسبت سے۔ پس تجلی اعظم کی نسبت اولیت بدیہی ہے اور یہ بات اس پر پوشیدہ نہیں ہے جس کی طبیعت صاف ہے لیکن نبی کی نسبت کی

لطف قرعية اما اولوية نسبة محمد
صلى الله عليه وسلم فمن تتبع
احوال الكمل واخلاقهم من بدء
النوع الانسانی الی اُخره لا يخفی
عليه ايضا ان احواله واخلاقه
صلى الله عليه وسلم كان فی حاق
وسط الاعتدال ففيه صلى الله
عليه وسلم الی ذالک الشان الكلی
اتم واولی من جميع الافراد الكاملين
والضرب بهذا امثالا ذالک الشان
الكلی بمنزلة الدائرة المحيطة و
جميع افراد الكاملين بمنزلة النقاط
المحاطة فيها فی نسبة كل واحد من
تلک النقاط الی ذالک المحيط نسبة
متفاوتة اقرب الی جانب وابعد
عن جانب الا نسبة النقطة المركزية
فانها الی جانب المحيط سواء فللمركز
مزيدة خصوصية بالمحيط ليس
تلک الخصوصية لنقطة اخری
فالحكم بان المحيط حقيقة المركز
اولی من غيره لان توجه المحيط

اولویت ۔ پس جس نے کاملین کے احوال اور
ان کے اخلاق کی ابتداء کی آغاز نوع انسانی
سے اس کے آخر تک تو اس پر بھی یہ بات
پوشیدہ نہ ہوگی کہ نبیؐ کے احوال و اخلاق
اعتدال کے وسط میں تھے ۔ پس اس میں یہ
بات ہے کہ نبیؐ اس شان کلی کی طرف اتم و
اولیٰ ہیں تمام افراد کاملین سے اور اس کی
مثال بیان کرنا وہ یہ ہے کہ وہ شان کلی
دائرہ محیط کے مرتبہ میں ہے اور تمام افراد
کاملین ان نقطوں کے مرتبہ میں ہیں جو اس
میں گھرے ہوئے ہیں ۔ ان نقطوں میں سے
ہر نقطہ کی نسبت اس محیط کی طرف ایک ایسی
نسبت ہے جو باہم فرق رکھتی ہے ۔ ایک جانب
سے قریب ہے اور دوسری جانب سے
بعید لیکن نقطہ مرکزیہ کی نسبت تمام اطراف
سے برابر ہے ۔ پس مرکز کو محیط کے ساتھ
ایک مزید خصوصیت ہے جو دوسرے نقطہ
کو نہیں ہے ۔ پس اس طور پر حکم کرنا کہ محیط
مرکز کی حقیقت ہے یہ اولیٰ ہے اس کے
غیر سے ۔ کیوں کہ محیط کی توجہ اپنے تمام شیون
کے ساتھ مرکز سے برابری کے ساتھ اور

بجميع شيونه الی المركز علی السواء
والی غيره من تلک النقاط بغلبة بعض
شيونه ومغلوبية بعض آخر فاذا
تمهد هذا فليعلم ان بروز الحقائق
مرة بعد اخری من المسلمات عند
الصوفية كما قيل الياس وهو
ادريس عليهما السلام يعنی بذالک
ان حقيقتهما واحدة ظهرت فی
شخصين وبرزت فی صورتين
وهذا ليس تناسخ فيقول الحقيقة
المحمدية هی حقيقة الحقائق ظهرت
فيه صلى الله عليه وسلم باكمل
الوجوه لكن لابد لها من ظهورين
فی مظهرين آخرين هما وارثاه صلى
الله عليه وسلم وشارحا كماله و
صدقها عليه صلى الله عليه وسلم
وعلى هذين الوارثين كصدق
الصورة النوعية علی اكمل افراد
بصلاحية المادة بظهورها بتمامها
وعدم منعها بوجه من الوجوه
لكنه صلى الله عليه وسلم اقدم

از نقاط کے علاوہ کی طرف اس کے بعض
شیون کے غلبہ سے اور بعض دوسرے شیون
کے مغلوب ہونے سے ۔ جب یہ تمہید بیان
ہو چکی تو یہ جاننا چاہیے کہ ایک حقیقت کے
بعد دوسری حقیقت کا ظاہر ہونا عالم بروز
میں آنا صوفیاء کے نزدیک مسلمات سے
ہے جیسا کہا گیا ہے کہ حضرت الیاس وہی
حضرت ادریس ہیں (یعنی اس سے یہ مراد
لیتے ہیں) کہ ان کی حقیقت ایک ہے جو
دو شخصوں میں ظاہر اور دو صورتوں میں
نمایاں ہوئی ۔ اور یہ تناسخ نہیں ہے ۔ پس
وہ کہتے ہیں کہ حقیقت محمدیہ وہی حقیقۃ
الحقائق ہے جس میں نبی کریمؐ مکمل طور پر
ظاہر ہوئے ہیں لیکن اس کے لئے دوسرے
دو مظہروں میں دو ظہور ضروری ہیں وہ
دونوں آپ کے وارث اور آپ کے کمال
کی شرح کرنے والے ہیں ۔ اور اس کا
(حقیقۃ الحقائق) صدق آپ پر اور آپ
کے دونوں وارثوں پر صورت نوعیہ کے
صدق کی طرح ہے ۔ کامل ترین افراد پر
مادے کی صلاحیت کی وجہ سے اپنے پہلے

واسبق وهما تابعاه فهو الافضل و
تلك الظهورات الثلثة حقيقة
الحقائق اقتضتها الحكمة الازلية
والرحمة الالٰهية قال تعالٰى وما
ارسلناك الا رحمة للعالمين
لان الموجودات مظاهر الحقائق
وهي منتسبة من حقيقة الحقائق
ولها جهتان جهة الاشتمال و
الاحتواء على جميع الحقائق وبهذه
الجهة العالم كله مظهرها ولو
بواسطة وجهة المعدودية في
عداد الحقائق وبهذه الجهة
لها مظاهر خاصة اما في المرتبة
الوجوبية فقد عرفت . اما في
المرتبة الامكانية ففي كل عالم
لها انموذج وظهور في حاق وسطه
اما في النوع الانساني فهؤلاء
الثلثة لان الكمالات مرجعها
الى اصلين النبوة والولاية وحقيقة
الحقائق جامعة لها لان حقيقة
النبوة برزخية بين الحق والخلق

ظہور کے ساتھ اور بوجہ من الوجوہ اس کے
منع نہ ہونے کے سبب سے۔ لیکن آپ سب
سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور وہ
دونوں آپ کے تابع۔ پس آپؐ افضل
اور یہ ظہورات ثلثہ (یعنی آپ اور آپ کے
دونوں وارث) حقیقۃ الحقائق ہیں (جیسا
حکمت ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی
ہوئی) تو اللہ نے فرمایا " وما ارسلناک
الا رحمۃ للعالمین " کیوں کہ تمام موجودات
مظاہر ہیں حقیقۃ الحقائق کے لئے اور وہ
حقیقۃ الحقائق سے نسبت رکھتے ہیں اور اس
کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت اشتمال دوسری
جہت احتواء تمام حقائق پر۔ اور اس جہت سے
تمام عالم کل کا کل اس کا مظہر ہے اگرچہ
بالواسطہ ہو اور دوسری جہت جہت معدودیت
ہے اور وہ بھی حقائق میں سے ہے اور اس جہت
کے خاص مظاہر ہیں۔ مرتبہ وجوبیت میں تو
تم نے اسے پہچانا۔ لیکن مرتبہ امکانیہ میں پس
ہر عالم میں اس کا ایک نمونہ ہے اور ایک ظہور
ہے۔ وسط عالم میں۔ لیکن نوع انسانی (میں)
وہ یہی تین ہیں۔ کیوں کہ کمالات کا مرجع دو

وهي اصل البرازخ وحقيقة الولاية
القرب بالله وهي اقرب الحقائق
الى اول الاوائل. فلما فتح باب النبوة
وبعث الانبياء عليهم السلام و
اتسعت دائرة النبوة درجة بعد
درجة اقتضت الحكمة والرحمة
ان تظهر حقيقة الحقائق في حاق
وسطها ظهورا تاما لا يتصور ظهورا
اعلى منه ، قال النبي ؐ بعثت لاتمم
مكارم الاخلاق وقال تعالى اليوم
اكملت لكم دينكم واتممت عليكم
نعمتي فنسخ الشرائع بشريعته و
ختم الشرائع بشريعته وختم
النبوة به صلى الله عليه وسلم فهو
اول مظهر لتلك الحقيقة . لكن
لما كان المقصود اتمام حقائق
النبوة واتقانها فكل ما ظهر منه
صلى الله عليه وسلم فهو من
باب النبوة وحقائقها واحكامها
وآثارها ولم يتكلم صلى الله عليه
وسلم بحقائق الولاية واسرارها

دو اصل کی طرف ہے (یعنی) نبوت اور
ولایت۔ اور حقیقۃ الحقائق اس کی جامع
ہے کیونکہ حقیقت نبوت حق اور خلق کے
درمیان ایک برزخ ہے جو برزخوں کی
اصل ہے اور حقیقت ولایت قرب اللہ
ہے جو اقرب الحقائق ہے اول الاوائل
(ذات) کی طرف۔ جب باب نبوت کھل
گیا اور انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے
اور دائرہ نبوت درجہ بدرجہ وسیع ہوتا گیا
تو حکمت اور رحمت اس کی مقتضی ہوئی کہ
حقیقۃ الحقائق اس کے عین وسط میں ظہور
تام کے ساتھ اس طرح ظاہر ہو کہ کوئی ظہور
اس سے اعلیٰ متصور نہ ہو۔ نبی نے فرمایا کہ " میں
اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی
تکمیل کروں " اور اللہ تعالیٰ نے " الیوم
اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی " فرما کر اور شریعتوں کو اپنی شریعت
سے منسوخ کر دیا۔ اور آپ پر نبوت ختم کر دی
گئی۔ پس آپ ہی اس حقیقت کے سب سے
پہلے مظہر ہیں۔ چونکہ حقائق نبوت کا اتمام و
استحکام مقصود تھا لہٰذا ہر وہ چیز جو آپ سے

بقصورافهام اكثرالخلق الا برمز و ايماء مع الخواص فبعد بقى حقائق الولاية واسرارها مكتومًا لمصلحة العامة فلما ختمت النبوة والفت احكامها ورسخت فى نفوس الانسانية واحاطت بها حيث لم تبق ريبة التزلزل فيها كما قال النبى صلى الله عليه وسلم "يئس الشيطان ان يعبد غيرالله فى جزيرة العرب" اقتضت الحكمة ان تظهر حقايق الولاية بارزة ويتسع دائرتها فظهر للولاية فى هذه الامة المرحومة شان خاص لم يكن من قبل لكن اتساع دائرتها ايضا تدريجى لان استعدادات اللاحقين ولاسباب اخرايضا كما لا يخفى على من تتبع احوال الصحابة والتابعين وطبقات الصوفية فلما اتسعت دائرتها و استعدت النفوس استعدادا تاما ظهرت حقيقة الحقائق فى حاق وسطها فى مظهرها الثانى ليتقن

ظاہر ہوئی وہ باب نبوت اور اس کے حقائق واحکام وآثار سے ہے. اور نبی نے ولایت کے حقائق واسرار کے سلسلے میں مخلوق ولایت کی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے کلام نہیں فرمایا لیکن خواص سے رمز واشارہ سے پس اس کے بعد ولایت کے حقائق باقی رہے اور اس کے پوشیدہ اسرار مصلحت عامہ کی وجہ سے. پھر جب نبوت ختم ہوگئی اور اس کے احکام جمع کر دیے گئے اور وہ نفوس انسانیہ میں راسخ ہوگئے اور اس کو اس طرح گھیر لیا کہ اس کے متزلزل ہونے کا شبہ باقی نہ رہا. جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شیطان اس بات سے ناامید ہوگیا کہ جزیرۃ العرب میں غیراللہ کی عبادت کی جائے". تو حکمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ حقائق ولایت کھل کر ظاہر ہوں اور اس کا دائرہ وسیع ہو جائے. تو لہٰذا اس امت مرحومہ میں ولایت کے لیے ایک خاص شان ظاہر ہوئی جو اس سے قبل نہ تھی. لیکن اس دائرہ کی وسعت بھی تدریجی ہے کیوں کہ

قوانين حقائق الولاية منها القول بوحدة الوجود ولوازمها وتدوين قواعد اسرارها واحكامها وآثارها وهوالشيخ الاكبر والنور الازهر محى الدين محمد بن العربى رضى الله عنه فهوالفاتح انجام الولاية الخاصة المحمدية اما كونه فاتحا فلانه نبه الكتب فى الحقائق وتعين قواعدها وتفصيل مجملها بحيث لم يتيسر لاحد قبله كما قبله على من تتبع مصنفاته اما كونه خاتما فلان حقيقة الحقائق ظهرت فى هذ المظهر لاجل اظهار حقائق فينا التى هى اصل الولاية فتحقق الشيخ رضى الله عنه بهذه الجهة مقصود اولى بحيث لم يصح لاحد بعده فهوخاتم لهذا التحقق الاولى وكل من تحقق بحقائق الولاية التى نفتحت بالشيخ فمنه الشيخ فى رقبته علم اولم يعلم لانه الفاتح السابق كما كان منه محمد صلى الله عليه وسلم فى رقبة الشيخ لانه

لاحقین کی استعدادیں اور دوسرے اسباب بھی ہیں اور یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں ہے جس نے احوال صحابہ، تابعین اور طبقات صوفیہ کی اتباع کی. پھر جب اس کا دائرہ وسیع ہوگیا اور نفوس استعداد تام کے ساتھ مستعد ہوئے تو حقیقۃ الحقائق اس کے وسط میں اپنے مظہر ثانی میں ظاہر ہوئی تاکہ وہ حقائق ولایت کے قوانین کو مستحکم کردے. اس میں ایک قول وحدت الوجود. اس کے لوازم. اس کے اسرار کے قواعد اور اس کے احکام و آثار کی تدوین ہے. اور وہ مظہر ثانی ؒ شیخ اکبر، نور ازہر محی الدین محمد ابن عربی ہیں جو ولایت خاصہ محمدیہ کے انجام کے فاتح ہیں لیکن ان کا فاتح ہونا اس لئے ہے کہ انہوں نے حقائق کی تفصیل کے سلسلہ میں آگاہ کیا ہے اور اس کے قواعد متعین کیے ہیں اور اس کے دقائق کی مجمل طور پر تفصیل کی ہے اس حیثیت سے یہ بات ان سے قبل کسی کو حاصل نہیں ہوئی. اور جس نے آپ کی تصانیف کا تتبع کیا اس پر یہ بات مخفی نہیں ہے. لیکن آپ کا خاتم ولایت محمدی ہونا تو

صلی اللہ علیہ وسلم سابق فی مظہریۃ
حقیقۃ الحقائق وشرط لمظہریۃ
الشیخ لہا لذالک. قال
فا الفصوص بعد تحقیق طویل
فی حق خاتم الولایۃ
فھو حسنۃ من حسنات
الرسول ثم لما دونت علوم
الولایۃ وقواعدھا وقوانینھا
وبحقیقۃ النفوس الکاملۃ
باصولہا وفروعہا وغلب
علی الاستعدادات المختلفۃ
تائجہا وثمراتہا ومر الدھور
والعصور والاعصار ونطاولت
الیہا ایدی الافکار اختلطت
علوم الولایۃ لعلوم النبوۃ
بشدۃ غموضہا اختلاطا
صعب التمیز بینہما بل اختلط
العلوم کلہا من النافعۃ و
الضارۃ لاختلاط الناس
عربھم و عجمھم لاختلاط
استعداداتھم وتمارس

تو اس لئے کہ حقیقۃ الحقائق اس مظہر
میں ظاہر ہوئی ہم میں حقائق کے اظہار کی
وجہ سے جو کہ اصل ولایت ہے. پس
شیخ رضی اللہ عنہ کی تحقیق اس اعتبار سے
مقصود اول ہے. اس حیثیت سے کہ یہ
تحقیق ان کے بعد کسی کے لئے صحیح نہیں
ہے کیونکہ آپ خاتم تھے اس تحقیق اول
قصدی کے لئے (یعنی جو کچھ آپ نے لکھ
دیا اس کے بعد اب تصوف کا کوئی مسئلہ
ایسا نہیں ہے جس پر کوئی قلم اٹھا سکے
اور نہ کسی کے بس کی بات ہے) اور جو
شخص حقائق ولایت کے ساتھ متحقق ہے
جو شیخ کے ذریعہ مفتوح ہوئی پس شیخ کا
احسان اس کی گردن پر ہے. اس نے
جانا ہو یا نہ جانا ہو (خواہ وہ سمجھے یا نہ سمجھے
کیونکہ فاتح سابق آپ ہی ہیں (فتح باب
آپ ہی سے ہے) جیسا کہ (آپ نے)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات کے
لئے تعلیم حاصل کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم حقیقۃ الحقائق کی مظہریت میں سابق
ہیں اور شیخ کی مظہریت کے لئے شرط ہیں

العلوم وتداول الکتب بینھم
تیسر بکل احد من الناس
ان یحمل ای عبارۃ من ای
علم شاء علی وفق مذاقہ
بطریق فن الاعتبار ویستدل
بہا علی دعواہ وھو لا یدری
ان حملہا بطریق الاعتبار
وان فن الاعتبار لا ینافی
بہ الاستدلال فاشتبہ الامر
علی نفوس المستعدین
وتعسر التحقیق لہا بالعلوم
علی خیالہا. فاصیبت المصیبۃ
واستطارت البلیۃ کل الجہات
حتی ان الزنادقۃ والملاحدۃ
تستروا فی زی الصوفیۃ
وتطاولت ایدیھم
بعبارات القران العظیم
والاحادیث النبوی صلی
اللہ علیہ وسلم وکلمات
المشائخ الکبار وحملوھا
علی غیر المراد فضلوا واضلوا

اس لئے شیخ نے فصوص میں طویل تحقیق کے
بعد کہا ہے خاتم ولایت کے حق میں. پس
وہ ایک نیکی ہے نبی کی نیکیوں میں سے. پھر جب
علوم ولایت اور اس کے قاعدے وقوانین
مدون کئے گئے اور نفوس کاملہ کی حقیقت
اپنے اصول وفروع کے ساتھ مرتب کی گئی
اور اس کے نتائج وقواعد استعدادات مختلفہ پر
غالب آئے اور زمانے وادوار گزرتے رہے
اور فکروں کے ہاتھ اس کی طرف بڑھے
اور ولایت کے علوم نبوت کے علوم کے
ساتھ مخلوط ہو گئے. اس کی سخت پیچیدگی
کی وجہ سے اور ان کی استعدادوں کی اختلاف
کی وجہ سے اور علوم کے ساتھ مشق ومہارت
ہونے کی وجہ سے اور کتابوں کے متداول ہونے
کی وجہ سے ان لوگوں کے درمیان. پس ہر
شخص کے لئے یہ بات آسان ہو گئی کہ وہ اپنے
مذاق کے مطابق فن اعتبار سے جو عبارت
جس علم سے چاہے اٹھائے اور اپنے دعوے
پر اس سے استدلال کرے. حالانکہ وہ نہیں
جانتا ہے کہ اس کا اعتبار صحیح طور پر بطریق
اعتبار ہے یا نہیں، اور یہ کہ اعتبار کا فن ہے

فكاد الزمان ان يكون شبيها
بزمان الجاهلية فاقتضى
التدبير الكلي والحكمة الازلية
ان تظهر حقيقة الحقائق بالقدر
المشترك الجامع بين علوم
النبوة والولاية بل الجامع بين
العلوم كلها مرة اخرى
فى مظهر الثالث ليكون
منعتج بظهور حقايقها
الجامعة المميزة بين العلوم
ومراتبها فهو يعين قوانين
ويدوّن قواعد يحصل لها
الامتياز التام بين علوم النبوة
والولاية بل بين العلوم المعتبرة
كلها من التفسير والحديث
والفقه والكلام والتصوف
والسلوك فينزل كل علم
منزلته ويبلغ كل عبارة و
اشارة مبلغه وهو الكامل
المكمل زبدة المتقدمين
قدوة المتأخرين

اس کے ساتھ استدلال کرنے کی نفی نہیں۔
کرتا پس یہ امر مستعدین کے نفوس پر مشتبہ
ہوگیا (یعنی انھوں نے صحیح تحقیق نہیں کی اور
اصول کا لحاظ نہیں کیا) اور ان کے بے علموں
کی تحقیق ان کے خیال پر مشکل ہوگئی پس وقت
پیدا ہوگئی اور ہر سمت سے مصیبتیں کھڑی
ہوگئیں۔ یہاں تک کہ زندیقین اور ملحدین
صوفیاء کے لباس میں جا چھپے اور ان کے
ہاتھ قرآن عظیم کی عبارتوں احادیث نبوی
اور مشائخ کبار کے کلمات پر دراز ہوگئے
(یعنی انھوں نے خوب تحریفات کیں) اور
قیاس کیا اصل مقصد کے غیر پر (یعنی جو
معنی مراد نہیں تھے وہ مراد لئے) وہ خود بھی
گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔
پس قریب تھا کہ زمانہ جاہلیت کے زمانہ
کے مشابہ ہوجائے۔ پس تدبیر کلی اور حکمت
ازلی اس کی مقتضی ہوئی کہ حقیقۃ الحقائق قدر
مشترک کے ساتھ ظاہر ہو (یعنی ایسے معنی جو
سب کو جامع ہوں) جو نبوت و ولایت
کے علوم بلکہ کل علوم کے درمیان جامع ہو
دوبارہ مظہر ثالث میں۔ تاکہ وہ منعجر ظہور

قطب المدققين. غوث
المحققين الشيخ ولي الله
المحدث الدهلوي سلمه
الله سبحانه وتعالى ومن
كان له لطف قريحة
وطالع مصنفاته الشريفة
وتحقق بقواعدها و
قوانينها خصوصًا الكتاب
حجة الله البالغة،
واللمحات، والطاف
القدس، والهمعات،
والمكتوب المرسل الى
المدينة والكتاب
المسوى فى شرح الموطا
لم تبق له ريبة فى
تصديق هذا المطلب
الانهى والمقصد الاقصى
قل الحق من ربكم
فمن شاء فليؤمن
ومن شاء فليكفر
فمثل مصنفاته الشريفة

پر (علانیہ طور پر) اس کے حقائق کی تصحیح
کرے اور علوم اور اس کے مراتب کے درمیان
تمیز کرادے اور قاعدے و قوانین متعین
و مدوّن کرے (تاکہ) ان کے ذریعہ امتیاز
حاصل ہو اور وہ نبوت و ولایت کے علوم
کے درمیان امام ہو۔ بلکہ تمام علوم معتبرہ
کے درمیان جیسے تفسیر۔ حدیث۔ فقہ
کلام، تصوف اور سلوک اور وہ ہر علم
کے مرتبہ کو پہنچے اور اسے ہر عبارت و اشارت
پر رسائی حاصل ہو۔ اور وہ کاملین میں
سب سے مکمل۔ زبدۃ المتقدمین۔ قدوۃ
المتاخرین۔ قطب المدققین۔ غوث المحققین
شیخ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں۔ اللہ ان کو
سلامت رکھے۔ اور جو شخص پاکیزہ طبیعت کا ہے
اور اس نے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہے
اور آپ کے قواعد و قوانین کی تحقیق کی ہو۔
خصوصًا کتاب حجۃ اللہ البالغہ۔ لمحات
الطاف القدس۔ ہمعات۔ مکتوب مدنی
اور کتاب مسوّی شرح موطا کا۔ اس کے
لئے اس بلیغ مطلب و مقصد کی تصدیق میں
کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔

بالنسبة الى التصانيف السابقة
فى العلوم مثل رجل ماهر
باللغات باسرها اتى جماعة
وجدوا دينارا يطلب
به كل واحد بلغة العنب
فوقع اللدغ والدفع
بينهم بسبب اختلاف
الفاظهم فأخذ هذا
الرجل دينارا من
ايديهم واشترى عنبا
واعطاهم فلما رأوا ذالك
شكروا له ورضوا بينهم
وتعانقوا فافهم،

"کہہ دو حق تمہارے رب سے ہے جو
چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے"
پس آپ کی تصنیفات شریفہ کی مثال
بہ نسبت تصنیفات سابقہ فی العلوم کے
اس مرد ماہر کی طرح ہے جو تمام زبانوں کا
ماہر ہے۔ وہ ایک ایسی جماعت کی طرف
آیا جس نے ایک دینار پایا اور اس جماعت
کا ہر فرد اپنی اپنی زبان میں عنب (انگور)
طلب کر رہا تھا۔ بات یہاں تک بڑھی
کہ ان میں آپس میں جھگڑا ہونے لگا۔ (یعنی
ان کی زبانیں مختلف تھیں جس کی وجہ سے
لفظی نزاع واقع ہوا) پس اس شخص (ماہر
فن) نے (ان کی لڑائی دیکھ کر) وہ دینار
ان سے لیا۔ اور انگور خرید کر ان کو
دیدیئے۔ جب انھوں نے انگور دیکھے تو اس کا شکریہ ادا کیا۔ خوش ہوئے اور
ایک دوسرے کے گلے ملے (اس بات سے تم خود سمجھ لو)

تشریح :- بیشک حضرت وجود مطلق الشان کا پہلا تعین وہ کلی ہے
جس میں ہر شان و اعتبار و اضافت کی صلاحیت ہے (یعنی حقیقت محمدی جو ذات
باری تعالیٰ کا پہلا تعین ہے ذات کی ہر شان و اعتبار و صلاحیت کا جامع ہے) جس کو
صوفیا کی زبان میں حقیقت الحقائق۔ برزخ اولیٰ اور وحدت کہا جاتا ہے اور اس

میں کل تعینات و حقائق مندرج ہیں۔ اور صوفیا نے کشف و وجدان سے کہا ہے کہ یہ حقیقت
محمدیہ ہے۔ اور میرے وجدان میں وہ ایک حقیقت ہے جو عالم امر کے مشکل تعینات میں
ہویت کا بیان ہے۔ اور وہ عالم کبیر یعنی کائنات کے نفس کلیہ کے وسط میں تجلی اعظم ہے
جس پر ننانوے اسماء منطبق ہیں (یعنی ذات باری تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی جامع تجلی
ظاہر ہوتی ہے) اور پیدا ہونے والے تعینات میں ہویت ہے (یعنی ان تعینات پر باطنی
طور سے ساری و طاری ہے) اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی کائنات کا مادہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے ظاہر ہوا ہے) اور اسی جگہ شیخ کبیرؒ نے اولیٰ تسامح سے تجلی اعظم
کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ ہے جیسا کہ فتوحات مکیہ کے چھٹے باب میں ہے۔
اور اس بات پر حقائق سے آگاہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذات حضرت علم میں
اپنے شیونات میں متلبس ہے (یعنی ذات باری تعالیٰ علم سے پرے ہے البتہ اس کے
شیونات کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے) اور موجودات سے (وہ ذات ہے جو شیونات
کے احکام و آثار کے ساتھ حضرت عین (یعنی حقیقۃ الحقائق) میں متلبس ہے۔ پس جب
ذات یعنی حقیقۃ الحقائق نے کثرت کو وحدت حقیقت سے اس کے مراتب کے ساتھ
افراط و تفریط اور اعتدال کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ تو یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ اعتدالیہ کی نسبت
دوسرے مراتب کی نسبتوں سے اس شان کلی کی طرف اتم و اولیٰ ہے۔ پس تجلی اعظم کی
نسبت اولیت بدیہی ہے اور جس کی طبیعت صاف ہے اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں
پس جس نے کاملین کے احوال اور ان کے اخلاق کی اتباع آغاز نوع انسانی سے اس کے
آخر تک (یعنی بشریت کی ابتداء سے منتہا ہونے تک) کی اس پر بھی یہ بات
چھپی نہ رہے گی کہ نبیؐ کے احوال و اخلاق اعتدال کے وسط میں تھے۔ اور یہی نبی کی
اولویت ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین الخ پس اس میں یہ بات ہے کہ نبیؐ اس شان کلی کی
طرف تمام افراد کاملین میں سے اتم و اولیٰ ہیں۔ (یعنی حقیقت محمدی یا تجلی اعظم ہے

گئی تو روح وقلب ونفس کا شہود جزو انسانی میں ہوا) اور کامل ترین افراد پر مانے
کی صلاحیت کے باعث حقیقت الحقائق کا اپنے پورے ظہور کے ساتھ ظاہر ہونا
منع نہیں ہے۔ لیکن آپ سب سے پہلے اور سب سے سابق ہیں اور وہ دونوں
آپ کے تابع ہیں پس آپ افضل ہیں اور یہ تینوں ظہور مختلف اوقات میں حقیقت
الحقائق کے مظاہر کلی ہیں۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کی رو سے حکمت
ازلیہ اور رحمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی ہر کیونکہ جب تک نبوت وولایت کی
پوری پوری تشریح نہ ہو جائے حقیقت الحقائق کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت نہیں
ہوتا۔ نبوت کی تکمیل تشریح کے بعد ولایت کی تشریح مکمل ہونے کے لئے قیامت
تک جاری رہے گی۔ ہر کیونکہ تمام موجودات حقائق کے مظاہر ہیں اور حقیقت الحقائق
سے منسوب ہیں۔ اس نسبت کی دو جہتیں ہیں۔ جہت اشتمال (شامل کرنا)، اور جہت
احتواء (گھیر لینا)، اور اس جہت سے تمام عالم کل کا کل اس کا (حقیقت الحقائق کا)
مظہر ہے اگرچہ بالواسطہ ہو۔ دوسری جہت معدودیت ہے اور وہ بھی حقائق میں سے
ہے (یعنی ایک کے عدد سے بیشمار اعداد وجود میں آئے جن کی انتہا نہیں)، اور اس جہت
کے مظاہر خاصہ ہیں (یعنی ایک حقیقت الحقائق سے سارے انبیاء واولیاء کی حقیقتیں
ظاہر ہوئی اور ہر حقیقت ایک حقیقت خاصہ ہے (مرتبہ وجوبیت میں) تو تم نے اسے
پہچانا۔ (جیسا کہ نقشہ منسلکہ سے ظاہر ہے۔ مرتبہ امکانیہ میں ہر عالم کے وسط میں اس کا
ایک نمونہ اور ظہور ہے۔ لیکن نوع انسانی میں وہی تین ہیں کیونکہ کمالات کا مرجع دراصل
نبوت وولایت کی طرف ہے۔ اور حقیقت الحقائق ان دونوں کی جامع ہے کیونکہ نبوت
کی حقیقت حق اور خلق کے درمیان ایک برزخ ہے اور وہی برزخوں کی اصل ہے اور
حقیقت ولایت اللہ کے ساتھ قرب ہے اور وہ اقرب الحقائق ہے اول الاوائل یعنی
ذات باری تعالیٰ کی طرف۔ تمت

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ۔
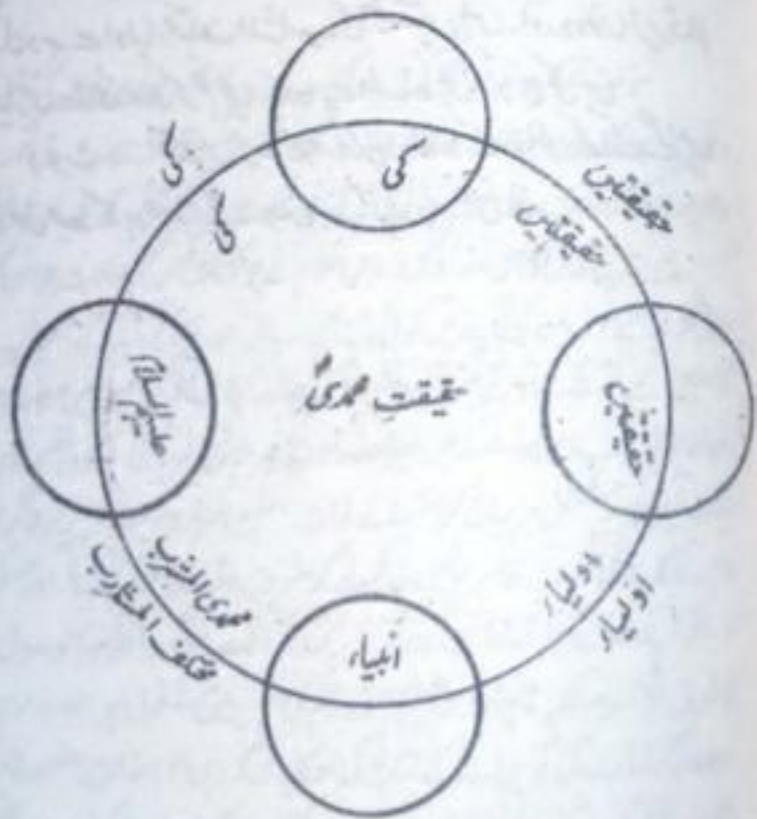
نبوت وولایت حقیقت محمدیؐ کے دو اطوار ہیں۔ پہلے طور سے انبیاء کی حقیقتیں (سرخ نقاط) وجود میں آئیں۔ پھر ان حقائق نے دوائر بنائے وہ اولیاء کی حقیقتیں (سبز اور نیلے نقاط) ہیں۔ سبز نقاط حقیقت محمدیؐ سے اقرب ہونے کے باعث اولیاء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کی حقیقتیں ہیں جو محمدیؐ المشرب ہیں۔ اور نیلے نقاط بعد کی وجہ سے اولیاء مختلف المشارب کی حقیقتیں ہیں۔ اور دونوں زیر قدم انبیاء ہی حقائق سمٹ کر قلم ہیں۔ اور اپنے انبساط میں روح کلی ہیں۔

(نوٹ:۔ نقشہ میں محیط کے صرف چار نقاط کے دوائر دکھلائے گئے ہیں دراصل محیط کا ہر نقطہ ایک دائرہ بناتا ہے) نقی انور۔

تذئیل

درحکایت حال عبد ذلیل

مؤلف کتاب ہذا واضح کرتا ہے کہ جب یہ بندۂ ضعیف ان اوراق کی ترتیب وتسوید سے فارغ ہو چکا تو اسے بغرض ملاحظ مجدد ملت حکیم الامت حضرت ولی نعمت دام مجدہم کی خدمت عالی میں پیش کیا آپ نے اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس میں اپنے حال کا بھی اضافہ کرو۔ اس غلام نے چونکہ اس قسم کے حالات جو اس کتاب میں تحریر کے اس میں سے اپنے میں کوئی بات بھی نہ پائی اور نیز آنجناب کے اصحاب کاملین سے منسلک ہونے میں اسے شرم آئی (لہٰذا) اس حکم کی تعمیل میں معذرت خواہ ہوا۔ جب اس سلسلہ میں میرا عذر اور تاخیر ملاحظ فرمائی تو خود بہ نفس نفیس ایک اپنی تحریر مشتمل بربیان کراماتہائے ذات، منبع اسرار ولایت تحریر فرما کر جو اس ناکارہ کی نسبت ظاہر ہوئیں خاکسار کو شرف امتیاز وافتخار بخشا۔ اور حکم دیا کہ اپنے حال کی ابتداء اس سے کرو۔ پس بحکم اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ناچار اس جلیل القدر حکم کی تعمیل میں مشغول ہوا اور ذات مصدر کرامات کی توجہات کے نتائج کی حکایات کہ وہی اس مقالہ میں مقصود بالذات ہیں۔ شکراً وثناءً لا فخراً وفواءً اس مکتوب کے بعد درج کیا۔ ومن اللہ العصمۃ والسداد فی المبداء والمعاد۔

اور وہ مکتوب یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ امابعد۔۔

فان اخانا الشیخ محمد عاشق نعم اللہ تعالیٰ علیٰ ظاھرہ وباطنہ کثیرۃ لا تحصی ولا احصیھا وبرخ من جملتھا ان خلقہ اول ماخلق زاھداً فی الدنیا راغباً فی سلوک طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ۔ فلا اذکرانی سمعت منہ اول سن تمیزی وتمیزہ کلا مایدل علی رغبتہ فی الاموال والمناصب واللذات الحسیۃ الخسیسۃ بل کان من اول عمرہ غایۃ ھمتہ ونھایۃ نھیتہ ان یصل الی ما ینزعہ الیہ استعداد الجبلی وجذبہ الیہ اللطف الازلی ومن جملتھا ان انشاہ من بیت الولایۃ وجعل الانظار المشائخ۔ فکم من لطف حصل لہ من سیدی

ہمارے بھائی شیخ محمد عاشق جن کے ظاہر وباطن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور میں ان کو شمار نہیں کر سکتا۔ ان میں سے قدرے یہ ہے کہ وہ ولادت کے وقت سے لیکر اب تک، دنیا میں متقی وپرہیزگار اور وصول الی اللہ کے طریقہ کے شائق رہے مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے بدو شعور سے ان کے متعلق کوئی ایسی بات سنی ہو جو ان کی رغبت مال ومنال اور لذات حسیہ خسیسہ (لذات دنیاوی) پر دلالت کرتی ہو بلکہ ابتداء عمر سے ہی ان کی ہمت ودانشمندی کی نہایت کا حال یہ تھا کہ وہ اس مقام پر فائز ہو جائیں جس کی جانب ان کو استعداد فطری کھینچ رہی ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا، کہ لطف ازلی نے ان کو اس جانب کھینچ لیا۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خانۂ ولایت میں

الوالد قدس سرہ ومن ابیہ وعمہ قدس سرھما ومن جملتھا ان جعلہ بارا باباءہ العنصریین والروحانیین منقادا لھم غیر منازع معھم ولا عاصیا علیھم سواء فی ذالک قولہ وفعلہ وقلبہ ولسانہ ومن جملتھا ان رزقہ من علم الکتاب والسنۃ ومایستقیم بہ ھو وکل من التزم اتباعہ علی جادۃ السنۃ ومن جملتھا ان جعل بینی وبینہ محبۃ فی اللہ سری فی کلنا احکامھا واسرارھا فتفرقنا والحمد للہ متحابین فی اللہ اجتمعنا علی ذالک وتفرقنا علی ذالک واثمرت فینا فوائد لا تحصیٰ وھذا یات لا ذکر الناس منہ علی ھذا القدر وساذکر ما بقی عند اللہ اذا حصل ما فی الصدور ولعبثر من فی القبور

پیدا فرمایا۔ اور مشائخ کی نظر عنایت ان پر مبذول فرمائیں۔ اور میرے والد ماجد اور اپنے والد بزرگوار اور عم مکرم قدس سرھم کی کس قدر الطاف وعنایات ان کے شامل حال رہیں اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مادی وروحانی باپوں کے ساتھ نیکی کرنے والا بنا، نہ ان کے ساتھ جھگڑنے اور نافرمانی کرنے والا ان کا قول وفعل۔ زبان وقلب اس سلسلہ میں (یعنی اطاعت وغیرہ میں) مساوی ہیں۔ ان کو کتاب وسنت کا علم عطا ہوا نیز جس سے وہ مستقیم ہوں نیز جس شخص نے ان کی اتباع کو بطور سنت خود پر لازم کر لیا۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ میرے اور ان کے درمیان محبت فی اللہ رکھی اور ہم سب میں اس کے احکام واسرار جاری ہوئے اور الحمد للہ ہم حب فی اللہ میں باہم محبت کرتے ہوئے (اس میں) کامیاب اس پر مجتمع اور اس پر متفرق ہوئے (حب للہ اور بغض للہ) بالآخر ہم کو اس کے بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔

ومن جملتها ان وفقه بسلوك طريق الله والفناء فى الله والبقاء بالله فشاهد عجائبها ومارش غرائبها وتفحص سنيها وشنيها وسار فى غورها ونجدها ومن جملتها ان وفقه الحج بيته المكرم وزيارة نبيه المعظم صلوٰة الله عليه وسلامه. ولم يجعل حجه حجا عاميا ولا زيارته زيارة عميا بل جعله فى كل ذالك على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه ومن جملتها ان فتح عين بصيرته فانكشف له من اسرار الكتاب والسنة ما سبق به كثيرا من السابقين واعجز عن شاوه كثيرا من اللاحقين ومن جملتها ان احل فيه سر الارشاد وجعله وكرا لعناية الارواح الطيبة ....

.... يجدون به حظا من الوجود الناسوتى. وهذا سر

اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلوک طریقت، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی توفیق عطا فرمائی۔ پس انھوں نے اس کے عجائب وغرایب مشاہدہ کئے۔ اور نیک و بد کی تلاش وجستجو کی۔ اور اس کے نشیب و فراز میں سیریں کیں۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ انھیں حج بیت اللہ اور نبی کریم کی زیارت کی توفیق عطا ہوئی۔ نہ ان کے حج کو عام لوگوں کا حج بنایا اور نہ ان کی زیارت کو اندھی زیارت بنایا بلکہ ان کے لئے اس سب کو اپنے رب کی طرف ایک دلیل بنادیا۔ اور اس کا اس پر ایک گواہ بھی ہے اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ان کی چشم بصیرت وا ہوگئی اور کتاب وسنت کے وہ اسرار ان پر منکشف ہوگئے جن پر سابقین میں سے اکثر لوگوں کی رسائی نہ ہوسکی۔ اور بہت سے لاحقین اس سے عاجز رہے۔ اور منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ ان کے لئے سر ارشاد کھول دیا گیا اور ان کو ارواح طیبہ کی عنایت کا آشیانہ بنادیا ....

ان کے وجود ناسوتی سے لوگ ایک حظ

شاهدت منه امرا عظيما و جاءنى به الثلج مرة بعد اخرى الى غير ذالك من مناقب يعجز عن شرحها البيان ويكل دون احاطتها اللسان وبالجملة فاشهد الله بالله انه صفوة الله فى خلقه وحجة الله فى ارضه وانه سر الاسرار ونور الانوار وانه مهب النفحات ومعدن البركات وانه سابق السباق والبديع النادر فى الآفاق وانه صاحب صدق وجنان حق وانه للاولياء كريم ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم كما كان يوسف الصديق بشهادة نبينا صلوات الله عليهما فى الانبياء الكريم ابن الكريم ابن الكريم ابن الكريم وهو معدن اسرارى، وحامل انوارى، قلبى معه ابدا ونظرى اليه سرمدا يده كيدى وصحبته كصحبتى وقوله كقولى، وفعله كفعلى

پاتے ہیں۔ اور یہ وہ سر ہے جس سے میں نے امر عظیم کا مشاہدہ کیا اور مجھے اس سے ٹھنڈک ملی اس کے علاوہ ان کے بہت سے اور بھی مناقب ہیں جن کی تشریح سے بیان عاجز اور اس کے احاطہ سے زبان قاصر ہے۔ اور میں یہ بات اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ وہ اس کی مخلوق میں برگزیدہ ہستی اور اس کی زمین میں حجت ہیں۔ صاحب اسرار وانوار وصاحب نفحات ہیں، برکتوں کی کان، ترقی کرنے والوں میں سب سے سبقت کرنے والے آفاق میں نادر وعجوبۂ روزگار، صاحب صدق ویقین وصاحب جنان ہیں۔ اولیائے کاملین میں کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم جیسے حضرت یوسف صدیق ۴ ہمارے نبی کی شہادت کے مطابق انبیاء علیہم السلام میں کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم ہیں۔ وہ میرے اسرار کے مخزن اور میرے انوار کے حامل ہیں۔ ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ ان کی صحبت میری صحبت ان کے اقوال وافعال یہ سب دراصل

ورضائه هو بعینه رضائی
کشفه ووجده هو بعینه
کشفی ووجدانی ؎

آنکہ تو از نام تو می بارد عشق
واز نامہ وپیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آں کس کہ دریں کو گذرد
آرے ز در و بام تو می بارد عشق

طوبیٰ لمن اتبعه ولاذ به و
استرشد منه واعتمد علیه
حفظنی اللہ تعالیٰ وایاه جمیع
البلیات فی مقعد صدق عند
ملیک مقتدر. اقول قولی
هذا واستغفر اللہ لی ولهٔ
ولجمیع المسلمین. آمین؟

میرے ہی اقوال وافعال ہیں. ان کی
رضا اور کشف ووجدان عین میری
رضا اور کشف ووجدان ہیں ؎

تم وہی ہستی ہو جس کے نام ہی سے عشق برس
رہا ہے (یعنی اسم باسمّیٰ ہو) اور تمہارے
نامہ وپیام سے عشق کی بارش ہو رہی ہے
جو ہستی بھی تمہاری گلی سے گزر جائے گی
ناممکن ہے کہ مرض عشق میں مبتلا نہ ہو جائے
کیوں نہ ہو جب کہ تمہارے در بام و دیوار
سے عشق کا مینہ برس رہا ہے.

مبارک ہے وہ جس نے ان کی اتباع
کی اور ان سے لذت یاب وفیضیاب
ہوا. ان سے ہدایت حاصل کی اور ان
پر اعتماد کیا. اللہ تعالیٰ مجھکو اور ان کو
تمام آفات سے محفوظ رکھے اور مقعد
صدق میں جگہ عطا فرمائے.

اور جاننا چاہئے کہ اس صحیفہ کا ہر حصہ جو دین و دنیا کیلئے نامۂ افتخار (اور) دوسری تقریر وتحریر سے برتر ہے. لیکن بمصداق

؎ چوں طمع خواہد زمن سلطان دین   خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اطاعت ولی الامر کرتا ہے. اور اپنا حال تحریر کرتا ہے

ولادت اس بندہ کی اہ ماہ رمضان سنہ ۱۱۱۰ھ میں ہوئی. بعض اعزہ نے محمد غازی سے تاریخ نکالی ہے جدّہ مادری نے اپنی فرزندی میں لیکر اپنی آغوش تربیت میں پرورش کیا. پھر جب پڑھنے کے قابل ہوا. اور دو ایک سپارے قرآن کے پڑھے. پھر میرے جد مادری شیخ عبدالوہاب نے جو اپنے اعزہ میں بڑے بزرگ تھے. اور شیخ بزرگ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ العزیز کے اصحاب میں سے تھے. اور خط نسخ میں استاد تھے. پورا قرآن اور نصاب صبیان تعلیم فرمایا. اسکے بعد رسالہ میزان صرف اور ضیف کتاب بوستاں سعدی کی اپنے جد اکمل العارفین اعظم الواصلین باشد الصمد حضرت شیخ محمد قدس سرہ سے پڑھی. اور آپکے افادہ نے اس بندہ کو شرف امتیاز بخشا اور یہ بندہ ضعیف گو کہ ان ایام میں درجہ بلوغ کو نہ پہنچا تھا لیکن پھر بھی چند بار آنجناب کے ساتھ سیر وسفر میں برکات سعادت سے مشرف اور آپکی صحبتوں سے فیضیاب ہوا

اور آپکی توجہات وعنایات عظیمہ اپنی حال پر مبذول پائیں مجھے یاد ہے کہ ایک دن آپ
پر ایک عجیب حالت طاری تھی اور یہ شعر انتہائی ذوق میں پڑھ رہے تھے

؎ خیال زلف تو پختن نہ کار خامان است　　　　کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

اور دوسرے وقت ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور یہ شعر زبان اسرار بیان سے پڑھ رہے تھے

؎ ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار　　　　کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

اور رحلت کے وقت انکے پاس حاضر تھا اس وقت ان پر ایک عجیب کیفیت مشاہدہ ہوئی۔

بعد ازاں تمام کتب درسیہ کی ابتدائی کتابیں معقول ومنقول کی شرح مواقف تک حضرت
قبلہ گاہی معدن برکت قدوہ اولیاء اللہ حضرت شیخ عبید اللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں استفادہ
کیں لیکن قدورے کافیہ وشرح ملا حضرت عمی عمدۃ الواصلین شاہ حبیب اللہ قدس سرہٗ سے پڑھی
تھیں۔ اسی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بار رمضان میں حضرت قبلہ گاہی قرآن با تدبر معانی و
مطالب با تفسیر تلاوت فرما رہے تھے۔ اور یہ غلام بھی موجود تھا۔ جب اس آیت فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ
إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ پر ہوگئے تو اس بندہ کی طرف متوجہ ہو کر دو تین بار اس آیت کی تکرار فرمائی
پس ان کلمات نے مجھے اچھی طرح جکڑ لیا اور یہی چیز گویا سلوک طریقت کا تخم شوق ہوگئی۔ پھر تھوڑے
دنوں بعد اشغال طریقت میں سے ایک شغل تعلیم فرمایا۔ میں نے اسکی مشق اختیار کی۔ لیکن طمانیت
قلبی کما حقہ حاصل نہ ہوئی اور حضرت عم مکرم قدس سرہٗ بھی اس بندۂ ضعیف کے حال پر بے انتہا کرم و
توجہ خاص فرماتے تھے۔ بارہا انکے حلقۂ مراقبہ میں حاضر ہوا۔ اور چند بار اس بندہ کو توجہ دی۔ اور جب
حقائق ومعارف خاصہ بیان فرماتے تھے۔ تو مجھے مخاطب فرماتے تھے اور انکے لکھ لینے کا حکم دیتے
تھے۔ ایسا کہ کوئی دوسرا اس سعادت میں شریک نہ تھا۔ حضرت منبع کرامات شیخ بزرگ امام الطریقت
قطب الحقیقت شیخ عبد الرحیم قدس سرہٗ کی خدمت میں بہت بار فیضیاب ہوا۔ اور درس اور حقائق ومعارف
کے بیانات کی مجلسوں میں شرف حضوری سے مشرف ہوا۔ اور حلقۂ مراقبہ میں باریاب ہو کر سعادت
اندوز ہوا۔ اور آپ نے بے انتہا عنایات اس خاکسار کے حق میں مبذول فرمائیں۔ آپ کے مرض

الموت حال میں ہمہ وقت شرف حضوری سے مشرف رہتا تھا۔ بعض اوقات جب آپ کے روبرو حضرت
مولائی ومرشدی مد اللہ ظلہم العالی کے شرف صحبت سے مشرف ہوتا تھا۔ اور حضرت شیخ بزرگ
آنجناب کی توجہ اس فدوی کی طرف اور اس عبودیت گزیں کی عقیدت آنجناب کے ساتھ ملاحظہ
فرماتے تو از حد مسرور ہوتے۔ چنانچہ ایک بار انتہائی خوشی کی حالت میں حضرت قبلہ گاہی والد
محترم شیخ عبید اللہ سے فرمایا کہ ان دونوں کے مابین بہت اخلاص ومحبت ہے۔ اور ہم اس بات
سے بہت خوش ہیں۔ ایک رات اس غلام نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ بزرگ وضو کے ارادے
سے بیٹھے ہیں اور اس غلام سے فرما رہے ہیں کہ تم اس جگہ کیوں نہیں رہتے۔ اور شرح ہدایہ
حکمت کی قرأت کی سماعت اپنے حضرت اقدس سے کیوں نہیں کرتے۔ اس خاکسار نے
گستاخانہ عرض کیا کہ حضرت سلامت (خودی) ہماری طرف کوئی التفات نہیں رکھتے ہیں۔
اسی اثنا میں حضرت اقدس اس جانب سے گزرے۔ حضرت شیخ بزرگ نے اپنے دست
مبارک سے آپ کا دامن پکڑا۔ اور اس غلام سے اشارہ فرمایا کہ اسکو مضبوط پکڑو۔ پس اس
نے لپک کر دامن تھام لیا۔ الحاصل بعد تحصیل کتب مذکورہ حضرت قبلہ گاہی نے برائے
استفادہ واستفاضہ علوم وآداب طریقت اسلاف کے طریقے کے مطابق جو اس خاندان عالیشان
کا معمول ہے جناب ولایت مآب امام المحققین وارث الانبیاء والمرسلین شیخ الوقت ولی
الزماں حضرت اقدس دامت برکاتہم کی خدمت میں رخصت کیا۔ جب سعادت ازلی کے قائد
نے اس خاکسار کو کھینچکر خدمت عالی میں حاضری سے مشرف کیا تو آپ سے بڑی بڑی کتابیں
جیسے شرح تجرید مع حاشیہ قدیم وشمس بازغہ ومحکم الاصول وافق المبین کا استفادہ کیا۔ ان
میں سے بعض قرأۃ پڑھیں اور بعض سماعاً۔ اور ہر ایک سے ایک مقدار بحسب اقتضائے وقت حاصل
کی۔ اور چند جزو صحیح مسلم کے بھی پڑھے۔ اور مکہ معظمہ بجاہ البیت الشریف میں بطور تبرک تفسیر
بیضاوی میں سے سورہ فاتحہ کی تفسیر تبرکاً وتیمناً آنحضرت سے پڑھی اور شغل طریقت کے ارشاد
سے مشرف ہوا۔ ایک دن آپ حضرت شیخ بزرگ کے مزار منبع اسرار پر تشریف فرما تھے اور

یہ غلام بھی حاضر تھا۔ اس وقت زبان غیب سے فرمایا کہ انقیاد اطاعت باطن انقیاد ظاہر
کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اس فدوئی نے اسکو نفحہ من نفحات اللہ جانا اور اسی وقت بلا توقف
سعادت بیعت حاصل کی۔ اور اس سے سابقہ خواب کی تعبیر متحقق ہو گئی۔ اور آنجناب کی اسی
توجہ کی برکت نے توحید محبت کی صورت جلوہ گر کر دی۔ اس دوران آپ کو حرمین شریفین
کے لیے سفر کا داعیہ پیش آیا اور اس خاکسار کو بھی برکات فیض انتساب کی توفیق نے کھینچ لیا
اور در حقیقت وہی سیر و سفر سلوک طریقت ہو گیا۔ جسمیں فنافی الشیخ کی صورت جلوہ نما ہوئی
چنانچہ اپنے قصد و ارادہ کا انسلاخ آنجناب کے ارادہ و مشیت کے رنگ میں رنگ گیا۔ جس
کی وجہ سے صبر بلکہ التذاذ بالبلوی جس سے مطلب بلاؤں سے لذت حاصل کرنا ہے میسر
ہو گیا۔ اور اسکی وجہ سے سفر کی تمام کلفتوں میں ایک مزہ ملتا تھا۔ اور ہر کلفت میں آنجناب کا احسان
یہ ذوق و وجدان معلوم ہوتا تھا۔ اور بے اختیار یہ آیت زبان پر جاری ہو جاتی تھی۔ بَلِ اللّٰهُ
يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ ۔ اور جس کسی سے بھی اپنے حال کی تکالیف پر لطف
و ہمدردی دیکھتا تھا۔ اس سے سخت وحشت و بیزاری ہوتی تھی۔ اور اس سفر سعادت میں رات
و دن ایک گھڑی بھی دولت حضوری سے محروم نہ رہا۔ حالت بیداری میں محو جمال روئے مبارک
رہتا اور بحالت خواب بلا فصل بستر خاص کے قریب ہوتا۔ اور ہر معرفت و علم جدید جو اس دوران
آپ پر وارد ہوتا اس سے یہ غلام مخاطب ہوتا اور وہ اسکی تحریر کے اسباب مہیا رکھتا۔ اس
دوران آپکی بہت سی کرامات کا مشاہدہ ہوا۔ چنانچہ ان سب کو اس کتاب کی قسم اول میں
تحریر کر دیا۔ اور اس سفر میں آنجناب کی توجہات کے ثمرات کا خواب و بیداری میں اپنے میں مشاہدہ
کرتا تھا۔ ایک شب خواب دیکھا کہ کچھ لوگ ذکر نفی و اثبات کر رہے ہیں۔ اس غلام نے کہا
کہ نفی و اثبات اس طرح کرنا چاہیے جس طرح ہم کرتے ہیں پھر میں نے ذکر شروع کیا۔ جب
لا کے نقطہ کو کھینچا تو خود سے غائب ہو گیا۔ ایسا کہ مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چیز مجھ سے گم ہو گئی
جس طرح زمین بطریق خسف غائب ہو جاتی ہے جسوقت میں نے نفی کی یہی صورت ظاہر ہوئی

اس سے متعجب ہوتا تھا۔ ایک دن وقت صبح نیند سے افاقہ ہوا۔ اس وقت خیال میں ایسا آیا
کہ گویا میں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ آفتاب نکل آیا ہے اور نماز کا وقت باقی نہیں
رہا ہے نیند کی شدت کی وجہ سے میر النفس گویا ہوا۔ کہ اب نماز کا وقت چلا گیا ہے اب اطمینان
سے تھا۔ اور اس [illegible] کے مثل ایک خطرہ دل میں القا ہوا کہ ھی من اسباب الکہف
والنشف ۔ اس کلمہ کے وارد ہوتے ہی نیند کی غفلت کافور ہو گئی۔ اور اسی وقت میری
آنکھ کھل گئی دیکھا کہ نماز کا وقت باقی ہے۔ میں جلدی سے اٹھا وضو کیا۔ اور نماز پڑھی اور اللہ
تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ ایک بار یہ غلام مرض تپ و لرزہ میں مبتلا ہوا۔ جس وقت باری
آتی تھی بڑی شدت سے آتی تھی ایسا کہ حرکت کرنے کی بھی قوت نہیں رہی تھی۔ اسی وقت
ایک شعر یاد آیا۔ ؎ یار از آغوش ما بیچو شد از دوم ہنوز ۔ صد تجلی ساقی بزم است و مخمور ہنوز
جب اسکی دو تین بار تکرار کی تو مجھ میں شدت کی تاثیر ہوئی۔ اور ایک ایسی حالت و کیفیت
ظاہر ہوئی جسنے اس مرض کا مکمل ازالہ کر دیا۔ اور توانائی عود کر آئی۔ اور اس حالت میں
اپنے میں ایک قوت محسوس کی کہ اگر میں چاہتا تو دس میل پیدل چلا جاتا۔ اور اس وقت حرکت
وجدیہ کرتا تھا۔ اور لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ بیماری کا اضطراب ہے۔ میں نے اسے کہا
کہ یہ بیماری کی تکلیف ہے۔ بلکہ اس کا ازالہ اس طرح ہوا ہے کہ پھر پلٹ کر نہ آئیگا۔ بس ایسا
ہی ہوا کہ اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اور اس روز صبح کے مراقبہ میں اس بات کا کشف
مثالی ایک صورت پر مصور ہوا۔ الغرض خواب میں حضرت محمد باقی بیرنگ قدس سرہ سے فیضیاب
ہوا۔ بارہا واقعات میں حضرت شیخ بزرگ عبد الرحیم قدس سرہ کی صحبت سے مشرف ہوا اور
اپنے میں ان کی کیفیات و تاثیرات پائیں۔ اور اسی طرح ایک واقعہ میں پیر جلالی کی زیارت
حضرت سید آدم بنوری کے مشائخ میں سے طریقہ قادریہ میں ہیں میسر ہوئی۔ اور ایک اثر عظیم
ملا۔ اور فیض خاص۔ اور بعض مجذوبوں کا بھی خواب میں مشاہدہ ہوا۔ اور انکی توجہ کا اثر پایا۔ اور
[illegible] نے اپنے بشارات میں سرور کائنات کو مجھے گلے لگاتے اور اپنا خرقہ عطا فرماتے دیکھا

والحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیرا ۔

ایک بار یہ بندۂ ضعیف حضرت اقدس کی طرف سے وطن میں تین مہینہ کے چلہ و اعتکاف پر مامور ہوا اور اس دوران حضور کی توجہات عالیہ سے صوفیائے کرام کی انواع و اقسام کی نسبتوں مثلاً نسبت مناجات، نسبت توحید وغیرہ کا ادراک حاصل ہوا۔ اور آنجناب کی قوت توجہ کا ایسا مشاہدہ کیا کہ جس وقت کرامت نامہ (والا نامہ) جو نسبت و حالت کے ارشادات پر مشتمل ہوتا تھا پہنچتا تھا تو اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کیفیت کا فاضہ بھی فرماتے تھے، اس کیفیت کے فیوض کو بھی منکشف فرماتے تھے کہ اس کا مطالعہ کرتے ہی اسی حال اور کیفیت میں رنگ جاتا ؎

رنگ لایا ہے یہ ضبط الفت گیسوئے دوست　　یعنی اپنے پیرہن سے پھوٹ نکلی بوئے دوست

اور اسی درمیان بعض آیات قرآنی کے معنی تصوف کے مذاق کے مطابق واقع ہوئے نیز اسی طرح بعض دوسرے اسرار کا بھی عرفان ہوا۔ بعد ازاں کتاب و سنت کے حقائق و اسرار ظاہر ہونے لگے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ نعمتوں کے ایک یہ بھی ہے جو بلا کسب و عمل کے محض اللہ کی محبت سے اس بندۂ ضعیف کو نصیب ہوئی وہ یہ ہے کہ بدو شعور سے ہی حضرت اقدس سے خلوص و محبت اس کے دل میں جاگزیں کردی گئی تھی مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بچپن سے لے کر اب تک سوا ادب و تعظیم کے کوئی ایسی بات جو عام طور پر لڑکوں (ہمعمروں) میں آپس میں ہوتی ہے آنجناب کی شان میں اس غلام سے صادر ہوئی ہو۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ کوئی ایسا حرف بھی جس سے آنجناب کی ہمسری اور آپ کی بزرگی و تعظیم میں کمی یا کوتاہی متصور ہوتی ہو کبھی زبان سے نہ نکلا اور نہ کوئی خطرہ جو آپ کے کمال اعتقاد سے خالی ہو دل میں گزرا بلکہ بیشتر اوقات وہ الفاظ جو اولیائے کاملین کی شان میں مدح کے طور پر (منقول ہیں) جاری ہوتے ہیں آنجناب کی

شان میں بے اختیارانہ زبان پر جاری ہو جاتے تھے۔ اور اس سے مجھے بڑی لذت ملتی تھی اور آنجناب کا بھی وہ لطف و کرم جو اس غلام کے شاملِ حال تھا کیا بیان کیا جائے ؏ دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من۔ بعد ازاں جب دونوں جانب نوشت و خواند کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو خط و کتابت کا دروازہ کھل گیا۔ اور یہی بات حصول (مقصد) کتابت کی صنعت میں ملکہ حاصل ہونے کا سبب ہوگئی۔ ورنہ اس غلام نے کبھی بچوں کی طرح تختی پر بھی مشق نہ کی تھی۔ پھر جب آپ پر معارف و اسرار کے ظہور کی ابتداء ہوئی تو اس غلام کو خطاب خاص سے مشرف فرمایا چنانچہ اگر سعادت حضوری سے مشرف ہوتا تو میں ہی مخاطب ہوتا اور اگر کبھی بہ ظاہر اس محفل ولایت منزل سے جدا ہوتا تو والا نامہ میں اس عنایت سے مخصوص ہوتا۔ حتیٰ[1] لو حلف علی ان کل ما ظہر من علومہا و اسرارہ دامت برکاتہم لاسیما من باب التصوف فاظہر الا لعبد العبد الضعیف وفی مخاطبۃ ان شاء اللہ لا یحنث اس لئے کہ اکثر اس سلسلہ میں کوئی دوسرا اس خطاب میں اس غلام کا شریک نہیں ہے (سا جھے دار نہیں ہے)، اور بعض خطابات میں ظاہراً دوسرے بھی شامل رہتے تھے جیسے کہ عربی کا یہ شعر جو اپنے نوازش ناموں میں اس خاکسار کو عنایت فرمایا کہ ؎

انّی وان خاطبت الف مخاطب　　فانت الذی اعنی وانت المخاطب[2]

---

[1] اگر مجھے قسم دی جائے اس بات کی کہ ہر وہ چیز جو ظاہر ہوئی ان کے علوم و اسرار سے بیشتر رہی ان کی برکتیں۔ خاص کر تصوف کے سلسلے میں پس وہ نہیں ظاہر ہوئی ہیں مگر اس عبد ضعیف کی وجہ سے اور ان شاء اللہ مجھے یقین ہے وہ کبھی حانث نہیں ہوا (یعنی جب میں نے ان شاء اللہ کہا تو کبھی قسم توڑنے والا نہیں ہوا) وہ بات ہو کے رہی۔ [2] اگرچہ میں نے ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن دراصل ان ہزاروں میں میری مراد اور مخاطب تم ہی ہوتے ہو۔

حقیقتاً اسی کے ساتھ مخصوص ہوگیا اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ جو آنجناب کی عمدہ تصانیف میں سے
اور اسرار شریعت کے علم خاص میں ہے اس کے انتساب کو کمترین فدوی کے نام سے معنون
فرمایا۔ بعد ازاں ان کلمات معجز آیات کے تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی پھر ان میں سے
بعض کتب و رسائل جو مرتب تھے مسودات سے نکال کر مبیضہ صاف کیا ہوا تیار کیا۔
اور جب خیر کثیر کے مبیضہ سے مشرف ہوا تو سبقاً سبقاً اس کے رموز و نکات آنجناب سے
حل کرکے تحریر کئے اور آپ نے اس کو مدون کرکے خیر کثیر سے موسوم فرمایا۔ اور ایک حصہ
کو جس میں رقعات مختلف تھے مدون کرکے الگ خطوط کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ اور کچھ کو
جو خلوت کی مجلسوں میں زبان الہام بیان سے سنی تھیں اپنی فہم کے مطابق تحریر کرکے اسی
رسالہ میں شامل کیا۔ پھر تمام رسائل تصوف کو ایک جلد میں جمع کرکے ایک کلیات مدون
کیا۔ اس سے آنجناب نہایت مسرور ہوئے اور خوش ہوکر ان کلمات نوازش آیات کے ساتھ
بغایت بندہ نوازی اس خاکسار کو شرف امتیاز بخشا کہ هذا امر منکم بدأ[1] والیکم
یعود و تلک الکلمة کنت احق بها واهلها وحق الرب المعبود۔ بر بنائے خصوصیت
و محرمیت اسرار و معارف خاصہ پر اطلاع کے (اپنے راس) فدوی کو "علی" کے لقب سے
سرفراز فرمایا۔ اور اس عنایت سے دونوں عالم کی سرفرازی بخشتے ہوئے اس شعر سے
خطاب فرمایا ؎

لک یا علی یا علی عہد مودۃ[2] ینمو ولا تفنی ولا تغییر

اور اس سب سے بڑھ کر منت عظیمہ الٰہیہ یہ ہے کہ اپنے بیت مکرم کا حج اور اپنے حبیب

---

[1] اس سلسلہ افادات علیہ کا آغاز بھی تم ہی سے ہوا اور انجام بھی تم ہی پر ہوگا۔ رب معبود کی قسم تم ہی ان معارف کے سب سے زیادہ مستحق ہو۔ [2] اے علی اے علی! مجھ سے تم سے نسبت عشق کا وہ مستحکم عہد و پیمان ہے جو روز بروز بڑھتا ہی رہے گا وہ نہ کبھی ختم ہوگا اور نہ اس میں کبھی کوئی تغیر ہوگا۔

مکرم کی زیارت، حضرت اقدس اور حضرت قبلہ گاہی کے ہمراہ میسر فرمائی اور اس سفر مبارک
میں جس کا ۱۱۴۳ھ میں اتفاق ہوا ہر طرح سے آنجناب کی قربت سے مشرف فرمایا چنانچہ
خواب و بیداری میں قدمہائے مبارک سے جدا نہ ہوتا اور دوران سفر آنجناب کے مرکب
خاص پر آپ کا ردیف ہوتا۔ اور دونوں حجوں میں کے تمام مناسک اور عرفات میں حضرت
رسالت پناہ علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التسلیمات کے مکان آرامگاہ خاص میں
حضرت اقدس کے پہلو بہ پہلو قیام میسر آیا اور مخصوص دعاؤں میں سعادت سے مشرف ہوا۔
اور ہر اس عمرے میں جو رمضان کی راتوں میں آپ نے ادا کئے خدمت عالی میں موجود
رہا۔ اور رمضان المبارک کے آخر عشرہ کے اعتکاف میں مسجد بیت الحرام نیز آنحضرت ﷺ
کے حجرہ میں اور مواجہہ نبویہ شریفہ میں جلسہ کے وقت ہمیشہ   کے پہلو بہ پہلو باریاب
رہا۔ اور حضرت اقدس کے اس پُر کرامت مقام کے بعض احوال اور خاص واردات کا
عینی شاہد رہا اور جناب رسالت مآب ﷺ سے حضرت اقدس پر فائض ہونے والے اسرار
سے مطلع رہا۔ اور حرمین شریفین کے تمام معارف میں خطاب کی سعادت سے (مستعد
ومشرف) ہوا۔ بلکہ کتاب "فیوض الحرمین" اسی بندۂ ضعیف کی گزارش پر تالیف
ہوئی۔ اور اس کے مبیضہ کی سعادت سے یہ خاکسار بہرہ ور ہوا اور حضرت اقدس کے
نئے و تازہ سلوک کے بعد طریق اویسی حضرت خاتم الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی
روح کریمہ سے پہلا شخص جو آنجناب کے شرف بیعت سے مشرف ہوا یہی غلام تھا
اور یہ دوسری بیعت تھی اور یہ بیعت شب قدر میں ثلث اخیر میں حجر کعبہ میں میزاب
رحمت کے نیچے ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اور حضرت اقدس کے صحیح بخاری و دارمی و دیگر کتب قدوۃ المحدثین شیخ ابوطاہر
کردی مدنی سے پڑھنے کے وقت شرف سماع سے مشرف رہا اور اجازت روایت
میں آپ کا طفیل ہوا اور جب اس سفر کرامت اثر سے واپسی کے بعد حضرت اقدس نے

ایک واقعہ میں سرورِ کائنات ﷺ سے بیعت کی اور آنجناب ﷺ سے نسبت افاضہ سے ممتاز ہوئے تو پہلا شخص جس نے اس واقعۂ مبارکہ کے بعد حضرتِ اقدس کرامت منقبت کی خدمت میں اس حیثیت سے شرفِ بیعت حاصل کیا یہی غلام تھا۔ اور یہ تیسری بیعت تھی اور یہ بندۂ ضعیف جو کچھ شرف و سعادت کا تھوڑا بہت اندوختہ دونوں جہان میں رکھتا ہے یہی بیعت سہ گانہ ہیں اور بس۔ والحمد للہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

اور اللہ تعالیٰ کی منجملہ عطا کردہ عظیم نعمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس کے اعتکافات اربعینیہ (چلّوں) میں تقریباً سات مرتبہ آپ کا طفیل رہا اور ان ایام میں نظام میں رات و دن خلوتِ خاص کا پڑوسی رہا اور اوقاتِ مخصوصہ میں خلوتِ خاص میں باریاب ہوا۔ اور انوار و اسرار کی محرمیت کا شرف جو اس ذاتِ کرامت آیات کے ساتھ منفرد و اختصاص ہے میسر آیا۔ اور اس کے پَرتو سے بہت سے علوم و حقائق اس فدوی پر جو اس کی استعداد سے بالاتر تھے ظاہر ہوئے۔ اور ان سب کو حسب الحکم کتاب "درایات[عہ] الاسرار" و "شرح الاعتصام من تعلیم ولی الانعام" و رسالہ "کشف الحجاب عن موز فاتحۃ الکتاب" میں جمع کر دیا۔ اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کے کلماتِ قدسیہ کی تاویل جو ایک جزء میں آپ نے اس خاکسار سے فرمایا تھا کہ "تم اس جگہ کے شرح ہدایہ حکمت وغیرہ کی سماعت اپنے حضرت سے کیوں نہیں کرتے" متحقق ہو گئی اور آپ کے بے شمار عجیب و غریب حالات مشاہدہ کئے اور اپنے حسب حوصلہ ان میں رنگ گیا۔ اور ان بشارات عظیمہ سے جیسے بشاراتِ معادی وغیرہ جن سے افراد واوتاد منفرد ہیں بلا کسی استحقاق کے بلکہ محض اعتناءً مفتخر ہو گیا۔ اور آنجناب کے

عہ افسوس! آپ کی یہ جملہ تصانیف اتو نابود ہو گئیں یا ناپید کر دی گئیں۔ واللہ اعلم بالصواب

طفیل شبِ قدر کی بہت سی راتوں کی برکات اپنے میں سمیٹ لیں۔ غرض کہ اعتکافات کی حکایت مفصل طور پر اس کتاب کی قسم اول میں تلاش کرنا چاہئے۔ دوسرے عطایائے ربانیہ میں سے آنجناب کی وہ بشارتیں اور عنایتیں اور کرمہائے خاص بھی جو مستقل اور مسلسل محض رحمتِ اعتنائیہ سے اس خاکسار پر مبذول ہیں۔ ایک بار اپنے قلمِ مسیح الطاف و کرم سے تحریر فرمایا کہ والذی نفسی بیدہ لانت احب وافضل واوقع فی القلب فلعلک لا تعلم ھذہ الا حقیقۃ واعضنت عنھا ولولاک الکنا فلا کانت الدنیا۔ اور ایک بار اس قسم کے الفاظ تحریر فرما کر سرفراز فرمایا کہ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو جو تمہاری یاد و دل کو نہ ستاتی ہو تم اس کو اسی طرح کی یاد نہ سمجھو جو بیگانوں یا آشناؤں یا بھائیوں وغیرہ کی ہوتی ہے بلکہ یہ ایک دوسری ہی چیز ہے۔ اور ایک بار اس عبارت سے نوازش فرما کر مفتخر فرمایا کہ فقیر تمہاری نسبت وہی بات اپنے میں پاتا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎

تنقل الھفتات من جرعاتھا ۔۔۔ وما بقی بالعلو لا تنقل

اور ایک مکتوب میں اس عنوان سے ارشاد فرمایا کہ جب بھی عزیز بھائی محمد عاشق کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو آنکھوں کو ایک نئی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے ان کے لطائف کا منشا حد درجہ آگاہ اور ان کا لطیفۂ روح ایک عجیب قسم کی گدازگی رکھتا ہے اور قلب بھی اس بارہ میں روح کی شاگردی کرتا ہے اور لطافت اخلاق و اخلاق کی پاکیزگی ایک دوست کی دوسرے دوست پر فدائیت بخشش الٰہی ہے۔ اور دوبارہ عہ عنایت سے نوازش فرمائی ؎

بعدا لنفس بانک واصل ۔۔۔ الی النقطۃ قصواء وسط المراکز

وانک فی ھذا البلاد مفخم ۔۔۔ یکفیک یوما کل شیخ وناھز

اے عزیز! یا تمیز ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس دیار میں تیری زبان سے وہ کلمہ

عہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ... اے عزیز ... شاید تم کو اس کا علم نہیں یا تم ...

نکلے گا جو تجھ سے قبل بہ زبان حال کہا گیا۔ قدمی ھذہ علی کل رقبۃ کل ولی۔ کیا کیا جائے مجھ میں ایک حرارت پیدا کر دی گئی ہے۔ اگر اس سے زائد میں لکھوں تو بات عمومی طرز خطاب سے بالاتر ہو جائے گی رقانون مخاطبات سے بہت بڑھ جائے گی تم مجھتے ہو کہ تم ایک معمولی اور حقیر سا جسم ہو حالانکہ تمہارے اندر ایک عالم کبیر پوشیدہ ہے۔ پھر ان اشعار کرامت آثار سے اس خاکسار کے سر افتخار کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے

فان یک حقا ما علمت فانہ — یلقی الیک الامر لا بد سایقا

سیاتیک امر لا یطاق بہاءہ

. . . .

دوسرے وہ بشارات جن کا شکر ادا کرنا اس بندہ کے بس سے باہر ہے دونوں جہان کا افتخار بخشا کہ خداوندا تیرا کرم عام سب کے شامل حال ہے اور جس کی جو بھی حاجت ہے وہ تو پوری فرماتا ہے اس عاجز کو بھی اپنی اس تجلی سے جو محمد عاشق کے نفس ناطقہ پر ہوا اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت عطا فرما۔ آمین یا رب العالمین اب میں تم کو واقف کر رہا ہوں ان باتوں پر جو تمہارے آئندہ حالات کے بارہ میں مجھے بتائی گئی ہیں۔

کن انت علی ھیئتک من الاضمحلال فی التوحید والتجرید والتوجہ الی اللہ والنشاط فی اللہ، فسیبدی ذالک البادی فیجعل لک طریق الی حضور اللہ سبحانہٗ بحیث یکون الحاضر امرا قدسیا وایۃ ذالک انک ستعلم ان الامر الذی کنت مشتاقا الیہ

تم اپنی ہیئت پر اضمحلالی طور پر، ہو توحید اور توجہ کی تجرید میں اللہ کی طرف۔ اور دل میں نشاط پیدا کرو اللہ کی ذات میں۔ پس اس کو ایک ظاہر کرنے والا ظاہر کرے گا اور تمہارے لیے اللہ کی جانب رات اس حیثیت سے آسان ہو جائیگا کہ ایک امر قدسی حاضر ہوگا وہ جو کہ حاضر ہونے والا ایک امر قدسی اور اس کی علامت یہ ہے کہ تم

حصل لک بالفعل بعد، ان کنت تعلمہٗ علما وبحیث یکون الحاضر بعینہ، القدوسیۃ التی فازبھا کل ممکن. وایۃ ذالک انک تحضر عندک شئ واحد یغشی الحس ویحتوا المدرکۃ، ھوالعلم الحضوری الذی اتیت الیہ من قبل اضمحلال النقر، وھوالعلم الحصولی الذی غشیک وحشی مدرکتک. ثم یقضی اللہ سبحانہٗ من فوق العرش تجلیا جلیل الشان بامر البرھان شایع محیط بک من ورائک. ثم یکون ما یکون مما علمنی ربی جل جلالہ. ولعیاذ لی فی الاخبار لک من کمالاتک الحاصلۃ فی ھذہ الدار والدار الاخری بوجہ اجمالی.

اس چیز کو جان لوگے جس کے تم مشتاق تھے وہ تم کو بالفعل رووقت موجود میں حاصل ہو گئی اور اس حیثیت سے کہ ہو کا حاضر اپنی عین قدوسیت کے ساتھ جس سے ہر ممکن فائز ہوتا ہے رفائز المرام ہوتا ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک ایسی شی حاضر ہوگی۔ جو تمہاری حس کو ڈھانپ لے گی اور مدرکہ کو شاد کرے گی۔ اور وہ وہی علم حضوری ہے جس کی جانب تم نقر کے اضمحلال سے قبل آئے اور نقر کے اضمحلال سے مراد علم حصولی ہے اور وہ وہی علم حصولی ہے جس نے تم کو ڈھانپ لیا ہے اور تمہاری مدرکہ کو شاد کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر سے جلیل الشان تجلی نازل فرمائے گا دلائل کے ساتھ وہ فیصلہ فرمائے گا۔ جو گردو پیش سے تمہارا احاطہ کرے گی۔ پھر وہ ہوگا جس کی میرے پروردگار نے مجھے تعلیم دی ہے اور مجھے بتایا ہے، لیکن دارین میں تمہارے کمالات حاصلہ کے بتانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

اور اس منجانب اللہ بشارت کو غنیمت سمجھیں اور ان نعمتوں میں سے سمجھیں جس کے قابل نہ تم تھے اور نہ یہ مسکین اور نہ کوئی اور ، بلکہ بغیر کسی وجہ اور بغیر اپنے میں کسی سابقہ قابلیت کے محض اپنے کرم سے اللہ نے عطا فرمایا۔ فاذا وصل الیک کتابی ھٰذا فارکع رکعتین للہ شکرا علی ما قضی لک من الخیرات وغفر وجھلت فی التراب وارج رجائہ واثقاً ولا تدع فیک سبیلا للتشویش اللّٰھم عظیم جودک وکرمک وانّی لی لسان اشکرک علیہ فانت کما اثنیت علی نفسک۔ جب تم کو میرا یہ خط پہنچے تو دو رکعت نماز شکرانہ پڑھو اس بات پر کہ جو اللہ نے تمہارے لئے فیصلہ کر دیا ہے نیکیوں سے اور قبر میں تمہاری مغفرت کر دی گئی اور امید رکھو اپنی امید کے ساتھ بھروسہ رکھتے ہوئے اور کسی قسم کی تشویش و فکر نہ کرو۔ اے اللہ تیری بخشش و کرم بہت عظیم ہے اور میری زبان کو اتنی طاقت کہاں حاصل ہے کہ میں اس بات پر تیرا شکر کروں جیسی تو نے اپنی ذات کی تعریف کی (تو وہ ہے جس نے اپنی ذات کی تعریف فرمائی)۔

اور ایک بار اور ان بشارات عظیم سے فرمایا کہ اللہ کے فضل سے اس کی پوری امید ہے کہ جب تجلی اعظم کے مشاہدہ کے عکوس تجلی اعظم کی حقیقت میں مل جائیں اور اس کی شعاعیں ان عکوس کے گرد جمع ہو جائیں۔ ہم اور تم ابد الآباد تک ایک دوسرے کے قریب آسودہ ہو کر رہیں۔ ایک ایسا وصال ہو جس کے بعد کوئی فراق نہ ہو اور ایسا انبساط ہو جس کے بعد کوئی انقباض نہ ہو۔ اسی سلسلہ میں ایک ہندی شعر دل میں ڈالا ؎

میرے من نت بسے جس دیکھے مجھے چین	گلی گلی اب کیوں پھرے کون کو کے دن رین

اور اپنے کرم عمیم سے نعیم مقیم کی بشارت کے ساتھ جو تمام بشارات کی جان جہان دار زدہ اور خلاصہ ہے۔ اس عاجز و خاکسار کے سر کو سدرۃ المنتہیٰ کے ملا اعلیٰ

کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ اس کو وہ اس رسالہ کے آخر میں خاتمہ بالخیر ہونے کی آرزو میں تحریر کرے گا۔ اور اسی طرح آنجناب کے بے شمار الطاف اور کرمہائے بے پایاں اس غلام کے حق میں شب و روز مبذول رہیں ؎

گر بر تن من زباں شود ہر موئے	یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

دوسرے آپ کی بہترین عطا کردہ چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کمترین خادم کو حضرت قبلہ گاہی اور حضرت عمی قدس اللہ اسرارہما نیز دیگر علماء و مشائخ کی موجودگی میں عطائے خرقہ جامعہ اور اجازت طرق ثلاثہ نقشبندیہ، و قادریہ و چشتیہ اور دوسرے مشائخ صوفیہ علیہ کے طریقہ اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی روایت سے سربلند فرمایا اور ایک طویل مثال علوم کبیرہ کے اسرار پر مشتمل جس میں چند کلمات وہ اس جگہ تبرکاً لکھتا ہے عنایت فرمائی۔ اور اس کے بعد حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ نے حضرت اقدس کے اشارہ پر دستار خلافت اور اجازت طرق ثلاثہ مذکورہ اور دوسرے فوائد طریقت جو آبائے کرام اور حضرت شیخ بزرگ قدس سرہٗ کی جانب سے آپ کو پہنچے تھے ایک مجلس عالی میں مرحمت فرمائی۔ اور تمام اشغال و اوراد تلقین فرمائے اور اس وقت مصافحہ معہودہ (یعنی جس کا مشائخ میں معمول ہے) کیا اور فاتحہ استقامت پڑھا۔

الکلمات المعھودۃ المثالیۃ

سوانیہ

ان اخانا الفاضل الکامل سوماینۃ الکاملین ووارث اجدادہ الواصلین الحابر قصبات السبق فی میدان العلم والعمل المجتنب باتم وجہ

ہمارے فاضل و کامل بھائی کاملین کے سردار، اپنے اجداد واصلین کے وارث عالم متبحر، سبقت لے جانے والے علم و عمل کے میدان میں، لغزشوں اور خطاؤں سے

من موجبات الزلل والخلل، سباق الغايات وصاحب الانابة الشيخ محمد عاشق ابن مولانا المكرم المتقي والمبجل، الموصوف بالفضائل الكسبية والوهبية الشيخ عبيد الله متع الله المسلمين ببقائه ابن الشيخ الاكمل الاجل العارف العالم ولي الله الصمد مولانا الشيخ محمد قدس الله سره العزيز وهو رضي الله عنه جدي ابو امي و قد ورثت منه في نفس اشياء ابصرها اذا تاملت في نفس نعم الله تعالى عليه متواترة متكاثرة لا تحصى ولا تعد ولا تنازع فيها ولا وتر، ومن جملتها ان اودع فيه محبتي من اول ترعرع وكان سيدي الوالد صاحب الكرامات الجليلة والمقامات الجزيلة قدس الله سره العزيز رآني واياه متحابين في الله متجالسين لله فيقول اني اراهما متحابين

مکمل طور پر محترز، انتہا تک پہونچنے والے، اللہ کی جانب رجوع کرنے والے، شیخ محمد عاشق ابن مولانائے مکرم و معزز صاحب فضائل کسبیہ و وہبیہ شیخ عبید اللہ۔ اللہ تعالی ان کی درازیٔ زندگی کی بقا سے مسلمانوں کو مستفید فرمائے۔ ابن شیخ اکمل بزرگ عالم و عارف ولی اللہ الصمد مولانا شیخ محمد قدس اللہ سرہ العزیز۔ اللہ ان سے راضی ہو وہ میرے جد مادری ہیں اور میں چند چیزوں میں ان کا وارث ہوں جب میں نے غور کیا تو ان چند چیزوں میں سب سے زیادہ بصیرت بخش چیز اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں اور اس میں کوئی تنازع نہیں ہے اور نہ کوئی شک ان مجملہ نعمتوں کے ایک یہ ہے کہ ان میں میری محبت سن طفولیت سے ہی ودیعت کردی گئی اور میرے والد ماجد صاحب مقامات جلیلہ و مقامات عظیمہ قدس سرہ نے مجھ کو اور ان کو باہم محبت کرنے والا اور باہم بیٹھنے والا دیکھا اللہ کے لیے۔ نیز وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں میں بڑی محبت ہے اور وہ

وانه يسر في ذالك وعسى ان يكون له شان ضخم الهم طلب طريق مني وعكمتي في حظ الطريق ومنح محبة عظيمة لي مستوعبة بظاهره وباطنه وقلبه وقالبه ولسانه ورزق اقبال الانام الاخذ مني فما زال تيسر الله .... حتى رأيت فيه تيقظ لطيفة أنا والجزء البحث وحتى رأيت فيه تمكنا تاما واستقرارا قويا وامنت من تقلب احواله وتذبذب اقواله، ورأيت قد انفتح له الباب الذي بينه وبين عينه الثابتة فهو ياخذ ما ياخذ من منبعه بغير تقليد ورضيت اخلاقه و اعماله واستحسنت اطواره و اوضاعه وبينا انا نائم رأيت كان جالس في جماعة عظيمة من ارواح الصالحين والملائكة فنولت صحيفة فيها اسماء الله الحسنى واريد ان اقرأها

بات سے بہت مسرور ہوتے تھے امید ہے کہ ہو ان کے لیے بڑی شان۔ انھوں نے مجھ سے طریقہ معرفت طلب کیا اور میرے ساتھ محبت عظیمہ کی جس نے ان کے ظاہر و باطن اور قلب و قالب و زبان کا احاطہ کرلیا۔ اور وہ مخلوق کے متوجہ ہو جانے کے مجاز کئے گئے (یعنی میرے علوم اور معارف لوگ ان سے اخذ کریں) پس اللہ آسانی فرماتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے ان میں لطیفہ أنا اور تجرد بحت کا تیقظ نیز تمکن تام اور استقرار قوی دیکھا اور میں ان کے تقلب احوال اور تذبذب اقوال سے مطمئن ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا ان کے اور ان کے عین ثابت کے درمیان کا دروازہ کھل گیا۔ وہ جو کچھ اخذ کرتے ہیں وہ بغیر تقلید کے اسی چشمہ سے اخذ کرتے ہیں۔ میں ان کے اخلاق و اعمال و کردار سے راضی ہوا اور مجھے ان کے طور طریقے اچھے معلوم ہوئے اور اس دوران وایک روز جب کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا اپنے کو ملائکہ اور ارواح

على اسم اخى المذكور والاشارة
اليه فقرأت منه ثلثة السيد
والرحمن والرحيم ثم ولت صحيفة
اخرىٰ قد كتب فيها اسماء النبى
واريد منى ان اقرأها فطنى اسمه
والاشارة اليه فقرأت منها
اسمين السيد وابو فاطمة فما
تيقظت حتى فطنت انه سيكون
له شان وسينال نصيباً من
التخلق باسماء الله تعالىٰ واسماٴ
نبيه المصطفىٰ وظنى فى سر تخصيص
السيد وابو فاطمة والله اعلم
ان الدعوة الى الله كلمة باقية
فى عقبه وعطية خالدة تالدة
فى ذريته وقد جرىٰ على لسانى
يوما ولا اشك انه ليس جاريا
على اللسان بحكم العادة بل هو
مجرى من حيث ...... هذا
البيت فى مخاطبته ؎

وانى وان خاطبت الف مخاطب
فانت الذى اعنى وانت المخاطب

کی ایک بڑی جماعت میں بیٹھا ہوں مجھے
ایک صحیفہ دیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کے
اسماء حسنیٰ لکھے ہوئے تھے ۔ اور مجھ سے یہ
چاہا گیا کہ میں اسے پڑھوں اخی مذکور کے
نام کے ساتھ ۔ اور اشارہ اسی کی طرف
تھا ۔ جب میں نے اسے پڑھا تو تین نام
سیدؔ اور رحمانؔ اور رحیمؔ ۔ پھر ایک دوسرا
صحیفہ دیا گیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے دو نام لکھے تھے اور مجھ سے یہ چاہا
گیا کہ اسے بھی پڑھوں ۔ اور اس سے بھی
اشارہ اسی طرف تھا ۔ پس میں نے اس میں
دو نام پڑھے ۔ سیدؔ اور ابو فاطمہؔ پس بیدار
ہوتے ہی میں سمجھ گیا کہ ان کی بڑی شان
ہوگی ۔ اور ان کو اسماء الٰہی کے تخلق اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسمائے
گرامی سے ایک حصہ حاصل ہوگا ۔
سید اور ابو فاطمہ کی تخصیص کے سلسلہ
میں اس میں میرا گمان یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی طرف دعوت کلمہ باقیہ ہے
ان کی نسل میں اور ان کی ذریت میں
ہمیشہ رہنے والا انعام ہے اور وہ بطور

وهو بحمد الله عتبة نصحى ووعاٴ
علمى وحافظ اسرارى
وناظور كتبى بل هو كان الباعث
على تسويد كثير منها و
المباشر لتبيضه واظن ان
علومى يبقىٰ فى الناس من
جهته والله اعلم فالهمت
ان ابث فى الناس خبره ولا ادع
سره مكنونا ....

فالبسته الخرقة الصوفية
الباس اجازة وانابة كما
البسنيها سيدى الوالد
الباس اجازة وانابة وكما
البسنيها الشيخ ابو طاهر
المدنى وخرقتها بحمد الله
مستوعبة لجميع طرق الاولياء
انشاء الله تعالىٰ واجزت له
ان يلقن الاشغال الصوفية
التى سمعها منى اوله يسمعها
وانه بحمد الله ممن يسلم
له فى ذالك الاجتهاد ۔

وراثت کے ان کی ذریت میں ہمیشہ باقی رہے
گا ۔ اور ایک دن میری زبان پر یہ جاری ہوا
اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ میری زبان
پر عادتاً نہیں جاری ہوا ..... "اگرچہ میں نے
ہزاروں سے خطاب کیا ہے لیکن در اصل
ان ہزاروں میں میری مراد تم ہی سے اور
اصل مخاطب تم ہی ہو" ۔ اور وہ بحمد اللہ
میری سراپا نصیحت اور میرے علم کا ظرف ہیں
میرے اسرار کے محافظ اور میری کتابوں کے
نگہداشت رکھنے والے ہیں بلکہ میری کتابوں
کے بیشتر مسودوں کے صاف کرنے والے ہیں
اور مجھے یقین ہے کہ میرے علوم لوگوں میں
ان کے ہی ذریعہ باقی رہیں گے ۔ واللہ اعلم ۔
پس مجھے الہام کیا گیا کہ میں لوگوں میں ان
کے خیر کو پھیلاؤں اور ان کے راز کو پوشیدہ
نہ چھوڑوں ... پس میں نے ان کو خرقۂ صوفیہ
اجازت لباس اور اس کی خصوصیات کے
ساتھ پہنایا جس طرح میرے والد ماجد نے مجھے
خرقہ پہنایا اور مجاز کیا ۔ نیز جیسا مجھے شیخ
ابو طاہر کردی مدنی نے خرقہ پہنایا اور بحمد اللہ
ان دونوں کے خرقے اولیاء اللہ کے تمام

ویجوز علی فراستہ الاعتماد وان
یتصرف فی المریدین السالکین
وان یدرس الحدیث والتفسیر
والفقہ وسائر علوم الدین مما
اخذ منی او شارکنی فی اخذ من
مشائخ الحرمین المحترمین علیہم
رحمۃ رب العالمین وان یبایع
الناس ویلبسہم الخرقۃ الصوفیۃ
واجزت لہ روایۃ جمیع ماصنفت
لہ من العلوم المتنوعۃ ما قرأ
علی وصولا اکثرا ولم یقرأ واجزت
لہ بمثل ذالک بکل من قام بنشر
علمی من ذریتہ طبقۃ بعد طبقۃ
وقد ودعتہ الصالحین من اصحابہ
وذریتہ من اللہ وہم امانتی
عند اللہ ارجوا ان یحفظ اللہ امانتی
وتعاھد ترکتی فلا یزال یسلک
بہم الجادۃ الجلیۃ السنیۃ البتۃ
ویحق بہم القارعۃ القویۃ الصفیۃ
ویوفقہم لنشر دین النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وروایۃ حدیثہ

خرقوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ اور میں نے
ان کو اجازت دی کہ وہ لوگوں کو ان اشغالِ
صوفیہ کی تلقین کریں جو انھوں نے مجھ سے سماعت
کئے ہیں یا نہیں سماعت کئے ہیں۔ اور وہ
بحمد اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کے لئے اس
سلسلہ میں اجتہاد مسلم ہے اور ان کی فراست
پر بھروسہ کرنا جائز ہے نیز یہ کہ وہ مریدین
سالکین پر تصرف کریں اور حدیث و تفسیر
اور فقہ کا درس دیں اور وہ تمام علوم جو انھوں
نے مجھ سے اخذ کئے ہیں یا حرمین شریفین
کے مشائخ سے اخذ کرنے میں میرے شریک
رہے ہیں ان سب پر اللہ کی رحمت ہو،
نیز یہ کہ وہ لوگوں سے بیعت لیں اور ان کو
خرقہ پہنائیں اور میں نے ان کو تصنیفات کی
روایت کرنے کی اجازت دی جس کو میں نے
ان سے بیان کیا۔ اور وہ علوم مختلفہ جو انھوں
نے میرے روبرو پڑھے یا نہیں پڑھے اور
وہ کثیر ہیں۔ اور اسی طرح میں نے اجازت
دی ہر اس شخص کو جو میرے علوم کو ان کی
ذریت سے یکے بعد دیگرے نشر کرے اور
میں نے ان کے اصحاب میں سے صالحین کو

ویہدی بہم اھل القرآن
طبقۃ بعد طبقۃ بعونہ
وعنایتہ انہ قریب مجیب
وھٰذا ما جری بہ اللسان
وتحرک بہ البیان من مآثر
اخینا المذکور کان اللہ تعالیٰ لہ
ولہ وراء ذالک عندی منزلۃ
وفی قلبی مکانہ وفی حقہ
بشارات والی ما عندہ
اشارات لا تدرکھا الافہام
ولا یحیط بجوانبھا الکلام
والقلیل یکون انموذج کثیر
والغرفۃ تنبئ عن البحر
الکبیر

ووراء ذالک فلا اقول لانہ
سر لسان النطق عند اخرس
والحمد للہ اولاً وآخراً
وظاھراً وباطناً۔

وصالح اصحاب اور ذریت کو منجانب اللہ
ان کے سپرد کر دیا اور وہ اللہ کے پاس میری
امانت ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ میری امانت
کی حفاظت فرمائے گا اور میرے ترکہ کو
باقی رکھے گا اور ان کو روشن اور بلند راستہ
گامزن رکھے گا۔ اور تنبیہات قویہ جو لوگوں کے
دلوں کا تصفیہ کرنے والی ہیں ان کے ذریعہ قائم
رہیں گی۔ اور ان کو نبی کے دین کی اشاعت اور
روایت حدیث کی توفیق عطا فرمائے گا اور
اپنی حمایت و عنایت سے اہل قرآن کو ان کے
ذریعہ ہدایت دے گا۔ بیشک وہ قریب اور
دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے اور یہی وہ شئے
ہے جو زبان پر جاری ہوئی اور اسی سے بیان
متحرک ہے اخی مذکور کے مآثر سے اللہ تعالیٰ
ان کے لیے کافی ہو اور مدد فرمائے۔ اس کے علاوہ
میرے دل میں ان کا ایک مقام اور میرے دل میں
ایک جگہ ہے اور ان کے حق میں بشارتیں ہیں
اور جو کچھ ان کے پاس ہے ان کی طرف صرف اشارہ
کیا جا سکتا ہے۔ نہ عوام کی عقل و فہم اس کا ادراک
کر سکتی ہیں اور نہ کلام و بیان اس کا احاطہ کر سکتا ہے اور قلیل کثیر کا نمونہ ہوتا ہے یعنی جو کچھ میں نے ان
کے سلسلہ میں کہا وہ بطور نمونہ ہے ورنہ باتیں بہت ہیں اور ایک چلو پانی سمندر کا اشارہ کرتا ہے
سو اب اس کے علاوہ کوئی بات نہ کہوں گا کیونکہ وہ گونگے کے نزدیک لسانِ نطق کا راز ہے وہ ہی جو

کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ گونگے کے سامنے تقریر کرنا ہے جس کا جواب نہیں ملتا)

اور بعد وفات حضرت قبلہ گاہی خرقۂ فقر پہنا کر تحریری اجازت رشد و ارشاد و ارادت حصول استقامت ظاہر و باطن سے کونین میں سربلندی عطا فرمائی۔ اور اسی درمیان لوگوں کے کثیر مجمع میں کلمہ ید ہٰذہ کیدی و محبتہ محبتی و رضائہ رضائی کرر و بتکرار) فرمایا اور اس کا اپنی مختلف تحریروں اور تقریروں میں اظہار فرمایا اور خرقہ پوشی کے دوسرے روز وہ خرقۂ متبرک جو عارف بزرگوار شیخ نظام نار نولی نے اس غلام کے جد اعلیٰ شیخ ابوالفتح قدس سرہٗ کو عطا فرمایا تھا اور وہ اس کو ابا عن جد پہنتے رہے تھے اس عاجز کو پہنایا۔ اور انھیں ایام میں بہ اصرار تمام اپنی موجودگی میں مشکوٰۃ شریف کے درس دینے کا حکم فرمایا۔ اور اس کے بعد ہر نوازش نامہ میں بیشتر سجادہ نشین اسلاف کرام کے الفاظ سے بااستحقاق تمام افتخار بخشا۔ اور یہ بشارت دی کہ گویا ارواح طیبہ بھائے نفس ناطقہ کے وجود کو اپنے نفس کا وجود سمجھتے ہیں اور اس بشارت سے اس خاکسار کو سرفرازی بخشی۔ جاننا چاہیے کہ جب آفتاب نے ذرہ کو چمکائے درحقیقت اس نے اپنی ہی ستائش کی ہے اور اپنے ہی نور و ضیا کی توصیف میں لب کشائی کی ہے ورنہ یہ معلوم ہے کہ ذرہ کا جب خود کوئی وجود نہیں ہے تو نمود کہاں سے لائے گا۔ پس اس کتاب کے ناظر کو کسی غلط بینی و خوش فہمی میں نہ پڑنا چاہیے اور نہ کسی کمال کا گمان اس عاجز پر کرنا چاہیے کہ اس میں نہ کسی قسم کی استعداد ہے اور نہ اہلیت۔ نہ اس کی کوئی قیمت ہے اور نہ اس کو کوئی قدر و اعتبار حاصل ہے ۔؎

من ہماں عاشق پارینہ کہ ہستم ہستم

الحاصل فرد۔ وہ خود ہی کہتا اور خود ہی سنتا ہے ہم کو اور تم کو محض ایک بہانہ بنا رکھا ہے۔

وهٰذه هي البشارة الموعودة كتابتها نرجو من فضل الله تعالىٰ رجاءً موكداً محققاً ان يجمع بيننا وبينكم في مقعد صدق عند مليك مقتدر۔ حيث لا حيث وايضاً حيث يكون اعالي الجهات تصور الشمس واسافلها مثل السراب ۔۔۔ متفوض جميعاً في ذالك البحر البشار ثم نرفع رؤسنا بعد الغوص ولا هنالك رؤسنا و لا غن بل يكون كل ذالك لله بالله في الله من الله الى الله وتلك الامثال نضربها الخ

اور یہی وہ بشارت ہے جس کی کتابت کا وعدہ کیا گیا تھا ہم امید کرتے ہیں اللہ کے فضل سے اس امید کی جو موکد اور محقق ہو (اور) وہ یہ ہے کہ وہ ہم کو تم کو مقام صدق پر اکٹھا فرما دے جہاں کوئی مقام نہیں ہے (یعنی لامکان میں) نیز اس مقام پر جو جہت شمس سے بھی بلند ہو اور ہم اس کا تصور بھی نہ کر سکیں اور جس کا نچلا حصہ مثل سراب کے ہو ۔۔۔۔۔ یہ سب اس بشارت کے دینے والے سمندر میں متفوض (غائض) ہیں پھر ہم ڈوبنے کے بعد اپنا سر اٹھائیں نہ اس جگہ ہم ہوں گے اور نہ ہمارا سر بلکہ یہ سب للہ باللہ فی اللہ من اللہ الی اللہ ہوگا اور یہی وہ مثالیں ہیں جس کی ہم مثال دیتے ہیں الخ

تمام ہوئی اور انجام کو پہنچی کتاب "قول جلی و اسرار الخفی"

بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ فقط۔

قارئین کرام سے امید ہے کہ جس جگہ کوئی سہو یا غلطی ہو تو چشم پوشی کریں اور کاتب و جامع اوراق پر بعض طعن نہ کریں کیونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان اگر تم کسی غلطی پر واقف ہو جاؤ تو اس پر طعنہ زنی مت کرو کیونکہ نفس انسانی خطاؤں سے خالی نہیں ہے۔ یا اللہ ان تینوں شخصوں یعنی مصنف کی کاتب کی اور پڑھنے والے کی مغفرت فرما۔

ختم اللہ الموم در بلدہ شاہجہاں آباد ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ محمد حسن مذکورہ عبارت بھی صفحہ آخر پر ایک کونے پر رقم ہے

تقریظ کتاب و مدح مترجم و شارح

(عالی قدر مولوی حافظ تقی انور صاحب علوی سلمہٗ جلوہ کاظمی)

بہ باغِ کاظمؒ گل دمیدہ کہ نامِ نامی تقیؔ انور
چہ حسنِ رعنا چہ طبعِ مے کش مثیلِ شاہِ تقیؔ حیدرؒ
چہ بسترِ عرفاں نمود جلوہ ز علمِ حاضر ز کشفِ محکم
بہ فیضِ شاہِ حبیبِ حیدرؒ ز جذبِ حُبِّ علیؑ حیدرؒ
لباسِ اردو شدہ مزیّن ز حسنِ اظہارِ قالِ عارف
تمام اشکالِ حالِ ایشاں شدند آسان و صاف یکسر
چو حال و قالِ بلیؔ نوشتند زِ عزم ہمت و ذہنِ روشن
چہ پاک طینت چہ نیک خصلت بذاتِ زیبا سر ترِ فخر

التجائے رنجور

تقیؔ انور نگیں نگا ہے کہ خستہ حالم و ناصبورم
بہ وقتِ آخر بیا بیا لیں کہ روزِ محشر خلاص یابم

● ـــــ از معین الدین حسن علوی کاکوروی (ایم اے)
(ریٹائرڈ لکچرار اسلامیہ کالج لکھنؤ)

قطعہ تاریخ طبع

از نتیجہ فکر رنگیں طبعِ معانی آفریں ماہرِ نکاتِ خفی و جلی
شاعرِ دلپذیر منشی مصلح الدین احمد صاحب اسیرؔ کاکوروی

جھوم اٹھی آج ساری کائنات — پھوٹ نکلی ہے نبات اندر نبات
تم کو بخشی ہے خدا نے وہ حیات — جس کے ہاتھوں میں ہے نبضِ کائنات
اے کہ تو مسرورِ عشق و عاشقی — اے کہ تو ہے باقیاتُ الصالحات
لن ترانی کی صدا آتی نہیں — اے کہ تو مسرور از ذات و صفات
اے مہ انورؔ تقیؔ انور جناب — تم نے دے دی اب زمانہ بھر کو مات
شہِ ولی اللہ کا قولِ الجلی — بادۂ صافی ست باقی ترہات

۱۹۸۲۲۶۶۵۴۸۸ ۰ ۲۱۰ ۰ ۱۰۶۳ ۱۰

بادۂ صافی کو کر دو بادۂ صافی اسیرؔ — بے تکلف عیسوی سن آ گئے ہات

زندہ جاوید اس کو کر دیا ۔ کس قدر تعریف کے قابل ہے بات

لوگ سمجھے تھے کہ اب نایاب ہے ۔ تم نے اس کو بخش دی پھر سے حیات

سب کو ہی ممنون آخر کر دیا ۔ لے کہ ہے پائندہ تر اُس کی ہی ذات

یہ علوم معنوی اسرار حق ۔ بے شبہ بخشیں گے تم کو علم ذات

حضرت الحضرات کے لے لو قدم ۔ جن کی بخشش سے ملا آب حیات

مصطفیٰ حیدر قلندر بادشاہ ۔ جن کے قدموں میں ملی راہ نجات

مجتبیٰ حیدر قلندر شاد باش ۔ جن کی برکت سے کھلا راز حیات

فاذکرونی اذکرکم سن اے سیر ۔ بر محمدؐ نیز بر آلش صلوٰات

لفظ حضرت سے نکالو سال طبع

۱۳۰۸ھ

اے کہ تیری ذات ہے جامع صفات

قطعہ تاریخ طبع

از قلم فصاحت رقم ۔ ادیبِ نازک خیال ۔ شاعر شیریں مقال ۔ بلبل گلستانِ سخن ۔ جناب مشقِ کہن منشی معین الدین حسن علوی کاکوروی (مرحوم)

این سوانح عاشقِ شاہِ ولیؒ ۔ نام ملفوظش شدہ قولِ جلی

علم سینہ در سفینہ شد عیاں ۔ شاد و فرحاں از حقائق طالباں

داد ہمت قلبِ خستہ این کتاب ۔ گنج خیالاں شرمسار و لاجواب

دانش و علم و عمل شانِ ولیؒ ۔ مسلکِ او مسلکِ مولا علیؓ

بود پنہاں در حجاب اندر حجاب ۔ بعد مدت بارے آمد از نقاب

نور دانش ماورائے آفتاب ۔ آخر آخر شد بر آمد از سحاب

کنزِ مخفی بود شد ظاہر ز غیب ۔ نکتہ ہائے دلکشا بالا ز ریب

وارداتِ مستند قولِ جلی ۔ حال و قالِ حضرتِ شاہ ولی

داستانِ عشق خود رازِ دلی — ذکر کردہ بہرِ عشقِ معنوی
وہ چہ خوش گفت حضرت مولائے روم — در کتابِ مثنوی کردہ رقم
"عشق جانِ طور آمد عاشقا — طور مست و خر موسیٰ صاعقا
شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما — اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما — اے تو افلاطون و جالینوسِ ما"
ترجمہ شد پُر سلاست دلنشیں — اے تقی انور ترا صد آفریں
رازِ یزداں فاش کردی برملا — قلب و جاں از نورِ ایماں پُرضیا
سالِ تاریخِ طباعت از خرد — بے کم و بے کاست جستم از عدد

ہاتفش گفتا بہ آواز بلند
گو، "چراغ دُر فروغِ نقشبند"
۱۴۰۸ھ

(قطعہ تاریخ طبع)

از تراوشِ خامہ مشکیں خامہ۔ سخنور بے مثال۔ شاعر نازک خیال نقشبند معانی پرور
ڈاکٹر افتخار احمد صاحب علوی کاکوروی

خوشا فیضانِ حق باری تعالیٰ
مبارک آفریں شہکارِ اعلیٰ
نگاہِ شارحِ قولِ جلی را
سلامت تہنیت حضرت تقی را
ازیں نورِ تراجم خلد پیکر
کہ رقصاں رحمتِ یزداں سراسر
خوشا نسخے پے حسنِ طریقت
منور شد مقاماتِ محبت
نوائے دلنشیں ایمان افزا
فروغِ آگہی پیہم سراپا
زباں شستہ بیاں روح پرور
رقم کردہ تقی انور قلندر
مشو علوی پے طبعش پریشاں
ندائے غیب آمد شانِ رضواں
۱۴۰۸

پاکستان میں اس کتاب کے جملہ حقوق نشر و اشاعت جناب محمد عسکری خالدی صاحب سی ۶۵ بلاک ایچ نارتھ ناظم آباد کراچی (فون [illegible]) اور جناب خورشید انور صاحب خالدی سی ۶۵ بلاک ایچ نارتھ ناظم آباد کراچی فون (۰۸.۱۱۱۰) اور جناب سید عزیز احمد صاحب علوی ۴۴۴ گیولیری گراؤنڈ آفیسرس کالونی ایسٹیشن لاہور کینٹ، اور جناب عبد المعید صاحب ڈی ۹۲ بلاک الف نارتھ ناظم آباد کراچی فون [illegible] کے نام محفوظ ہیں۔

اس کتاب کے کل صفحات کی تعداد ۸۰۳ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابتدائی صفحات و انتساب	۴
فہرست	۳۸
مقدمہ	۵۵
عرض مترجم و اظہار تشکر	۲۱
عکس تحریر حضرت اقدس	۲
ترجمہ	۶۷۵
تقریظ و قطعات تاریخ	۷
صفحۂ آخر	۱
	۸۰۳

کتب خانۂ انوریہ خانقاہِ کاظمیہ کاکوری میں دستیاب چند مطبوعات

خانقاہِ کاظمیہ کاکوری برصغیر کی خانقاہوں میں ابتدا سے ایک ممتاز اور منفرد مقام کی حامل رہی ہے۔ یہاں کے بزرگوں کی روحانی، علمی و ادبی خدمات کا اعتراف پورے ملک کے معاصر صوفیا و علما کرتے رہے ہیں۔ بانی خانقاہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ ۱۱۴۵ھ تا ۱۴۰۶ھ سے موجودہ صاحب سجادہ حضرت شاہ محمد مصطفیٰ حیدر قلندر مدظلہ کے برادر گرامی مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہما تک تمام حضرات صاحب تصنیف و تالیف علما بھی رہے ہیں۔ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر بکثرت جن بزرگوں نے ارشادات سپرد قلم فرمائے اور صدہا مفید عام تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ بکثرت مصنفات مخطوطہ کی شکل میں ہیں۔ زیر نظر فہرست یہاں کے حضرات اور ان کے مسترشدین و متوسلین میں صرف ان چند مصنفات کی ہے جو مخزونہ کتب خانۂ انوریہ سے دستیاب ہیں۔

- نور الانوار فی ترجمۃ فتوح الغیب (فارسی) — حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-
- روض الازہر فی مآثر القلندر (فارسی) — حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہٗ ۲۵/-
- تحفہ شرح تسوید (شرح فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ) اردو ترجمہ مع اصل متن حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۵/-

۴:- القول المختار فی مسئلۃ الجبر والاختیار (شرح فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ۔ اردو ترجمہ مع اصل متن، حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ)

۵:- زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار ۲۰/-

۶:- الدر الملتقط فی شرح تحفۃ المرسلہ ۳۵/-

۷:- تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق ۳۵/-

۸:- فیوض العارفین (فارسی) حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-

۹:- تعلیمات قلندریہ ۳۵/-

۱۰:- رموز الغیب فی ترجمۃ فتوح الغیب {اردو ترجمہ مع اصل متن) از مولوی محمد عالم صاحب قیصر (کاکوروی) ۳۵/-

۱۱:- الکہف الرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شرح از شاہ محمد تاج الدین قلندر (ڈپٹی کلکٹر) اردو ترجمہ مع عربی از حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر

۱۲:- تحریر الانور فی تفسیر القلندر (فارسی) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ ۱۰/-

۱۳:- فاتح الابصار (فارسی) {حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ (ترجمہ اردو حضرت مولانا شاہ تقی حیدر قلندر قدس سرہٗ) ۱۰/-

۱۴:- الدر النظیم فی بیان ایمان آباء النبی الکریم (عربی) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ۔ ترجمہ اردو حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۲۰/-

۱۵:- سانت رس المعروف بہ نغمات الاسرار (برج بھاشا) حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ۔ شرح اردو ترجمہ حضرت مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ

امرت رس (ہندی) حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ (مقدمہ شرح از حضرت مولانا حافظ شاہ محمد مجتبیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ) ۱۵/-

مطالب رشیدی (فارسی) حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ ۲۵/- ترجمہ اردو حضرت مولانا شاہ محمد مصطفیٰ حیدر صاحب قلندر مدظلہٗ

ہمارے نبیؐ (اردو) (حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ حیدر قلندر مدظلہٗ) ۵/-

الکبریت الاحمر فی تحقیق القلندر (اردو) {شاہ محمد تاج الدین قلندر (ڈپٹی کلکٹر) ۱۰/-

مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ (اردو) {حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر قدس سرہٗ ۵۰/-

نفائس المنن فی فضائل سیدنا ابی الحسن (اردو) . ۵/-

تسکین الفواد بذکر خیر العباد (اردو) حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر قدس سرہٗ ۱۲/-

رفع الحجاب عن فصل الخطاب (اردو) مولوی ایوب احمد صاحب نبیرہ استاذ العلماء مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی ۵/-

مجموعۂ خطب (عربی) مولوی علی حیدر صاحب علوی کاکوروی

مولود کعبہ (اردو) . . . ۱۰/-

تذکرۂ گلشن کرم (خانقاہ کاظمیہ کے اورنگ نشینوں کے حالات) (اردو) مولوی حافظ تقی انور علوی کاکوروی ۳۰/-

خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی (اردو) . . ۵۰/-

مقالات انور (اردو) ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی ۱۰/-

۲۹:۔ رشحاتِ قیصری (اردو) ڈاکٹر مسعود انور علوی کاکوروی

۳۰:۔ ابونواس اور متنبی (اردو) " " "

۳۱:۔ انتخاب کلام خسرو کاکوروی (اردو) " " "

۳۲:۔ کواکب (اردو) " " "

۳۳:۔ ادبی مقالات (اردو) " " "

۳۴:۔ بہارستانِ تراب (اردو) { دیباچہ سحر طراز منشی امیر احمد صاحب کاکوروی ڈپٹی کلکٹر }

۳۵:۔ عباسیان کاکوری (اردو) مولوی محمد حسن صاحب عباسی کاکوروی

۳۶:۔ تنبیہ المفترین (اردو) مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوروی

۳۷:۔ سلسلۂ سوال و جواب (اردو) " " "

۳۸:۔ جلوۂ بینش (اردو) مظہر عزیز صاحب مرحوم ڈپٹی

الفلاح جل یہاں سے منگوائی گئی